بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

خیر الفتاوی

جلد پنجم

اُستاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
و دیگر مفتیان خیر المدارس کے علمی و تحقیقی فتاوی کا منتخب مجموعہ

مُرتبہ

مُفتی محمد انور

باھتمام

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ

مہتمم جامعہ خیر المدارس ○ مُلتان
پاکستان

نام کتاب ——— خیر الفتاویٰ جلد پنجم ۵
مُرتب ——— افقر العباد محمد انور عفا اللہ عنہ،
باھتمام ——— حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مدظلہ،
ضخامت ——— چھ سو ساٹھ ۶۶۰ صفحات
طباعت ——— جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ ستمبر ۱۹۹۹ء
سَرِورق ——— سید الخطاطین سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم
کتابت ——— محمد یوسف جاوید، ملتان
کمپوزنگ ——— حافظ نعمان حامد "الحافظ کمپوزرز" ملتان

ملنے کے پتے

مکتبہ الخیر ——— جامعہ خیر المدارس ۔ ملتان
مکتبہ البلاغ ——— نزد خیر المدارس ۔ ملتان
مکتبہ امدادیہ ——— مقبول روڈ، چونگی نمبر ۱۴۔ ملتان
مکتبہ حقانیہ ——— مقبول روڈ، چونگی نمبر ۱۴ ۔ ملتان
مکتبہ مجیدیہ ——— بیرون بوہڑ گیٹ ۔ ملتان
مکتبہ شرکت علمیہ ——— بیرون بوہڑ گیٹ ۔ ملتان
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ——— بیرون بوہڑ گیٹ ۔ ملتان
مکتبہ مدنیہ ——— الفضل مارکیٹ ۔ اردو بازار ۔ لاہور
مکتبہ امدادیہ ——— باب العمرہ ۔ مکہ مکرمہ ۔ سعودی عرب
مکتبہ سید احمد شہیدؒ ۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار ۔ لاہور
ادارہ اسلامیات ——— ۱۹۰ - انارکلی ۔ لاہور
مکتبۃ العارفی ——— جامعہ اسلامیہ امدادیہ ۔ فیصل آباد
مکتبہ صفدریہ ——— نزد مدرسہ نصرت العلوم ۔ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی
رئیس شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہِ الکریم ۔ امابعد :

دین اسلام خدا تعالیٰ کا کامل دین ہے اور آخری بھی ہے۔ اور صرف اور صرف ایک ہی دین ہے جو محفوظ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ احکام شرعیہ کا کلی علم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا گیا۔ ان ہی کلیات کی تعبیرو تشریح اور تفصیل آئمہ مجتہدین نے فرمائی۔ اور دین کی کاملیت کو آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر وباہر فرمادیا۔ اسلام کی کامل تعبیرو تشریح جو خیر القرون میں ہی مرتب ہوئی اور اسی دن سے آج تک شہرت عام بقائے دوام کی لازوال سعادت سے مشرف ہوئی' اس کا نام فقہ حنفی ہے۔ مشہور اور مسلم مقولہ ہے کہ وبضدھا تتبین الاشیاء چراغ تاریکی میں چمکتا ہے۔ دوسرے ادیان کو دیکھو آپ کو ایک جز بھی طہارت' عبادات' معاملات' سیاسیات' معیشت' معاشرت کی جزئیات پر نہیں ملے گا۔ ہر طرف ظلمات بعضہا فوق بعض کی طرح نہ ختم ہونے والی تاریکی ہے۔ لیکن اسلام میں ایک ایک کتاب کے سینکڑوں صفحات ملیں گے' جن میں ہزاروں جزئیات ہوں گی۔ آپ کوئی ٹیڑھی سے ٹیڑھی اور پیچیدہ سے پیچیدہ صورت مسئلہ بناکر پیش کریں۔ مفتی صاحبان اصول شریعت سے اس کا حکم آپ کو بتادیں گے۔

یہ خیر الفتاویٰ کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ عبادات سے متعلق نہیں' معاملات سے متعلق ہے۔ اور تمام معاملات بھی نہیں صرف طلاق کے مسائل پر مشتمل ہے' جو معاشرہ کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ آپ دنیا بھر کی لائبریریوں کی سیر کریں۔ عیسائی' یہودی' ہندو' بدھسٹ' جین مت جیسے دین کے دعوے داروں کے ہاں تلاش کریں۔

اس جلد کا سوواں حصہ بھی کسی مذہب میں طلاق کی جزئیات نہیں ملیں گی۔

حضرات مجتہدین اور مفتیان کرام پورے دین کے محافظ اور پہرے دار ہیں۔ اور تفصیل و تشریح بھی فرماتے ہیں۔ جامعہ خیرالمدارس ایک بین الاقوامی یونیورسٹی ہے۔ جہاں کئی ممالک کے طلباء فیض یاب ہوتے ہیں۔ جامعہ میں صرف تدریس کا شعبہ ہی نہیں، بلکہ عوام کے مسائل کے حل کے لئے دارالافتاء کا اہم شعبہ بھی ہے جس سے ہر سال سینکڑوں فتاویٰ جاری ہوتے ہیں۔ اس جامعہ کے بانی عارف کامل جامع بین الشریعۃ والطریقۃ استاد العلماء حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ کے فتاویٰ کے علاوہ فاضل محقق جامع معقول و منقول حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے فتاویٰ بھی ہیں۔ آجکل اس ادارہ کے رئیس الافتاء عالم اجل، فاضل کامل، پیکر اخلاص حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب لازالت شموس فیوضہم بازغۃ علینا اور ان کے معاونین حضرت اقدس جامع علم و عمل حضرت مفتی محمد انور صاحب مدظلہ، ماہر شریعت حضرت مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب مدظلہ، فاضل بے بدل حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہ، فاضل نوجوان حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب مدظلہ عوام کے بدلتے ہوئے تمدن کے مسائل پر فتاویٰ جاری فرما رہے ہیں۔

عرصہ تک یہ فتاویٰ غیر مدون رہے۔ جامعہ خیرالمدارس کے حالیہ مہتمم صاحب فاضل اجل، واعظ شیریں بیان حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری حفظہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تدوین کا اہتمام فرمایا۔ اور رئیس الافتاء فقیہ العصر دام ظلہم کی سرپرستی میں یہ کام شروع ہوا۔ چار جلدیں پہلے چھپ کر علماء کرام اور مفتیان عظام سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ان کی ترتیب و تدوین ایک اہم مسئلہ تھا۔ اور یہ ایک کٹھن اور مشکل ہے لیکن حضرت اقدس مولانا مفتی محمد انور صاحب کی شبانہ روز محنت، ہمت اور استقامت سے یہ مشکل حل ہو گئی۔ اس سے بھی مشکل ترین کام حوالوں کی تخریج و تصحیح کا تھا۔ اس میں سخت محنت اور عرق ریزی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک حوالے کے تلاش کرنے میں کئی کئی دن لگ جاتے ہیں۔ حوالہ تلاش کرنا، عبارت کی تصحیح کرنا، لیکن

حضرت مولانا مفتی صاحب موصوف نے جس دھن اور دھیان، لگن اور لگاؤ، ہمت اور اخلاص سے اس کو نبھایا، وہ جب اس کام میں لگ جاتے ہیں تو آرام تو آرام بعض اوقات طعام بھی یاد نہیں رہتا۔ ایک چشم دید گواہ نے بتایا کہ حضرت روزانہ رات کو تین بجے اٹھتے ہیں۔ دوسروں کو چائے پلائی اور کام میں لگ گئے۔ دوپہر کو معمولی کھانا تناول فرماتے ہیں۔ ایک دن دوپہر کو دو کیلے تناول فرمالئے، یہی کھانا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے آپ کو مزید ہمت عطا فرمائیں اور جزائے خیر عطاء فرمائیں۔ کتنے لوگ میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب رات کو بھی بیدار ہیں اور ہمارے مسائل کی ترتیب اور تخریج فرما رہے ہیں۔ کھانا کھانے والے سکون سے بیٹھے ہیں کہ کھانا پکانے والے محنت اور ہمت سے کھانا تیار کر رہے ہیں۔ ہم جب چھوٹے ہوتے تھے تو ایک صاحب کھانا کھا کر ان الفاظ سے دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ! کمانے والوں کی خیر، پکانے والوں کی خیر، کھلانے والوں کی خیر اور کھانے والوں کی خیر۔ اس لئے ہمیں بھی چاہئے کہ حضرت مفتی صاحب جنہوں نے یہ دسترخوان ہمارے لئے چن دیا ہے اس سے استفادہ کے وقت ان کو بھی اور جن صاحبان کا کسی درجہ میں بھی اس تدوین میں حصہ ہے اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔ ان ایام میں حضرت مفتی صاحب موصوف سے دو تین دفعہ ملاقات بھی ہوئی۔ ان کے چہرہ پر بھی تھکن اور محنت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائیں۔ انہیں مزید ہمت، استقامت اور اخلاص کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہ دعائیہ کلمات بے ساختہ نوک قلم پر آ گئے ہیں ورنہ کیا ہم اور کیا ہماری دعا۔ ہم تو رات دن ان حضرات کی دعاؤں اور علمی اور روحانی توجہات کے محتاج ہیں۔ ہمیں تو ان حضرات سے درخواست کرنا ہے کہ ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ ہمیں ان علمی جواہرات سے خداوند قدوس استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

فقط،

ہیچمیرز محمد امین صفدر اوکاڑوی

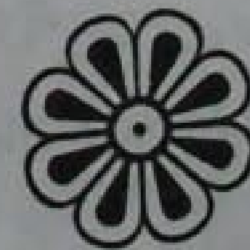
۲۔ جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ



اجمالی فہرست

خیر الفتاویٰ جلد پنجم

فہرست مضامین

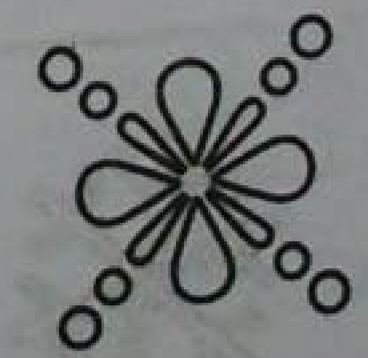
"خیر الفتاویٰ" جلد پنجم

کتاب الطلاق

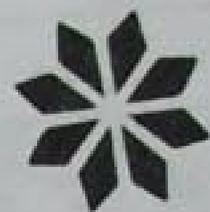


رِسالہ تین طلاق ۳۲۰





مجلة البحوث الاسلامية



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ

فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

خیر الفتاویٰ

کتاب الطلاق

جلد پنجم

قَالَ اللہ تَعَالٰی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ آیت نمبر ۲۲۹ البقرۃ

وَقَالَ تَعَالٰی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ آیت نمبر ۲۳۰، البقرۃ



مرتبہ: مفتی محمد انور صاحب مدظلہ

تاریخ طلاق ثلاثہ

از مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی
رئیس شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّابعد :

خالق کل کائنات نے رنگا رنگ مخلوق پیدا فرمائی۔

ع اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے۔

ان میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اور اس میں دو قسم کی شہوت رکھ دی۔ ایک شہوت بطن، دوسری شہوت شرم گاہ۔ شہوت بطن بقاء اصل کے لئے ہے۔ تاکہ انسان کو بھوک لگے۔ وہ کھائے پیئے اور اس مشینری کے چلنے کے لئے خون کا پٹرول پیدا ہوتا رہے۔ اور شہوت شرمگاہ بقائے نسل کے لئے ہے۔ جس طرح پہلی شہوت میں انسان کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا گیا کہ جانوروں کی طرح جو چاہے کھاتا پھرے، بلکہ اس میں حلال اور حرام کی تقسیم فرمادی۔ حلال طریقے سے اس شہوت کی تسکین کرنے والا خدا کا فرمانبردار کہلاتا ہے۔ اور جو آدمی اس خواہش کو حرام طریقے سے پورا کرے، شراب پیئے، سود کھائے، کسی ناجائز طریقہ سے کسی کا حق ہڑپ کر جائے وہ خداوند قدوس کا نافرمان کہلائے گا۔ اور اگر کوئی شخص اس خواہش کو حلال طریقے سے بھی پورا نہ کرے اور بھوکا مرجائے حالانکہ حلال چیز اس کے پاس موجود تھی وہ بھی خالق کائنات کا نافرمان کہلائے گا۔

اسی طرح دوسری خواہش کی تسکین کے لئے بھی قادر مطلق نے حلال، حرام کی تقسیم فرمادی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا :

والذین هم لفروجهم حٰفظونO الا علیٰ ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومینO فمن ابتغٰی وراء ذالك فاولٰئك هم العادون (۲۳: ۵-۷)

(کامیاب ہوگئے وہ لوگ) جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں۔ مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال باندیوں پر۔ سو ان پر نہیں کچھ الزام۔ پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا، سو وہی ہے حد سے بڑھنے والا۔

یعنی اپنی منکوحہ عورت اور باندی کے سوا کوئی اور راستہ قضائے شہوت کا ڈھونڈے، وہ حلال کی حد سے آگے نکل جانے والا ہے۔ اس میں زنا، لواطت، استمناء بالید اور متعہ سب کی حرمت ثابت ہوگئی۔ اور دوسری جگہ فرمایا :

فانکحوا ما طاب لکم من النّساء مثنٰی وثلٰث وربٰع۔ فان خفتم الا تعدلوا فواحدةً او ما ملکت ایمانکم ذالك ادنٰی الا تعولوا (۴: ۳)

تو نکاح کرلو جو عورتیں تم کو خوش آویں۔ دو دو۔ تین تین۔ چار چار۔ پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو یا لونڈی جو اپنا مال ہے۔ اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔

اور نکاح کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا : ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین (۴: ۲۴) طلب کرو ان (عورتوں) کو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو۔ یعنی جن کی حرمت بیان ہوچکی ان کے سوا سب حلال ہیں چار شرطوں کے ساتھ۔ اول یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول دونوں کی طرف سے ہوجائے۔ دوسری یہ کہ مال یعنی مہر دینا ہوں کرو۔ تیسری یہ کہ ان عورتوں کو اپنے قبضہ میں رکھنا مقصود ہو۔ محض وقتی طور پر مستی نکال کے ان کو چلتا کر دینا مقصود نہ ہو۔ جیسا کہ زنا اور متعہ میں ہوتا ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ کے لئے اس کی بیوی بن جائے۔ چھوڑے بغیر کبھی نہ چھوٹے۔ چوتھی شرط جو دوسری جگہ مذکور ہے کہ ان میں چھپی یاری نہ ہو، بلکہ کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کی گواہ ہوں۔ ورنہ نکاح نہ ہوگا۔ زنا سمجھا جائے گا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا :

ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودةً ورحمةً۔ ان

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ بنا دیئے تمہارے واسطے تمہاری قسم سے جوڑے کہ چین پکڑو ان کے پاس اور

فی ذٰلك لاٰیٰت لقوم یتفکرون ○ رکھا تمہارے بیچ میں پیار اور مہربانی۔
البتہ اس میں بہت پتے کی باتیں ہیں ان کے لئے جو دھیان کرتے ہیں (۲۱:۳۰)
یعنی اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی میں ایک عجیب محبت و پیار کی کیفیت رکھ دی۔
اسی بناء پر گھر بھی آباد ہوتا ہے اور اولاد کی تربیت بھی صحیح طریقے پر ہوتی ہے۔ اے
ایمان والو! ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے۔ اور اسی
سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں۔ (۴:۱) اسی
بات کو شیخ سعدیؒ نے بیان فرمایا ہے :

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند — کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چوں عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

اور ارشاد فرمایا: "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں
سے چاہو (۲:۲۲۳) یعنی مقصود اولاد ہے۔ اس لئے اولاد پیدا ہونے کی جگہ آؤ جس
طرح چاہو۔

الغرض نکاح ہی پر اس دنیا کی آبادی کا سارا دارومدار ہے۔ یہ نکاح ہی انسان کی
عزت اور نسب اور نسل کا محافظ ہے۔ اس لئے اس کی تاکید بھی ہے اور ترغیب بھی۔
فرمایا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ نکاح کرتا ہے تو اس نے اپنا نصف ایمان مکمل
کرلیا۔ اب باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے (احمد) فرمایا میاں بیوی جب آپس میں
ہنسی مذاق کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اور ان دونوں کے
لئے رزق حلال کا انتظام فرماتے ہیں۔ (ابن لال) فرمایا جس کو مقدور ہو وہ نکاح کرے
جس سے نظر نیچی رہتی ہے۔ اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ (ن) فرمایا نکاح میری
سنت ہے۔ جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ اور نکاح کرو تاکہ میں اپنی
امت کی کثرت پر فخر کرسکوں (ھ) فرمایا اللہ کے خوف کے ساتھ ساتھ اس دنیا کا سب
سے قیمتی سرمایہ نیک بیوی ہے۔ اگر خاوند اس کی طرف دیکھے تو اس کو مسرور کردے۔
اگر خاوند کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت کرے۔ اگر خاوند کوئی قسم کھالے تو اس کو

پورا کرے۔ اور اگر خاوند پردیس میں ہو تو اس کے مال اور عزت کی محافظ بنے (ھ) بلکہ
ایک روایت میں تو ارشاد فرمایا کہ تیرا مسجد کی طرف جانا' اور مسجد سے اپنے گھر والوں
کی طرف واپس آنا ثواب میں برابر ہے۔ فرمایا اولاد جنت کی خوشبو ہے۔ فرمایا قیامت
کے روز نیکیوں کے پلڑے میں سب سے پہلے جو نیکی رکھی جائے گی وہ خرچہ ہوگا جو اس
نے اپنے اہل و عیال پر کیا تھا۔ فرمایا جب جوان شادی کرتا ہے تو شیطان چیخ چیخ کر روتا
ہے کہ ہائے ہائے اس نے اپنا دین مجھ سے محفوظ کرلیا۔ اور فرمایا شادی شدہ کا دو نفل
پڑھنا غیر شادی شدہ کے ستر نفلوں سے افضل ہے۔ اور ایک روایت میں بیاسی نفلوں
سے افضل فرمایا۔ اور بعض احادیث میں تو بے نکاحوں کو شرار تک فرمادیا۔ فرمایا نکاح
کے بعد دنیا میں اللہ تعالیٰ اولاد اور رزق کی برکت عطا فرماتے ہیں۔ قبر میں اولاد کی دعا
سے فائدہ پہنچے گا۔ اور چھوٹے بچے میدان قیامت میں والدین کو پانی پلائیں گے اور ان
کی سفارش بھی کریں گے۔ یہ تمام احادیث کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال
سے لی گئی ہیں۔ جب نکاح اتنے اہم ترین دینی اور دنیوی فوائد رکھتا ہے تو اس بندھن
کو توڑنا جس کو طلاق کہتے ہیں' وہ ان سب دینی اور دنیوی فوائد سے محروم ہوجانے کا
ذریعہ ہے۔ وہ کتنی ناپسندیدہ چیز ہوگی۔ اس لئے رحمت کائنات نے فرمایا خداوند قدوس
طلاق کو ناپسند اور غلام آزاد کرنے کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اور فرمایا خالق کائنات کے
ہاں تمام حلال چیزوں میں سے طلاق سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ فرمایا شیطان اپنا تخت پانی
پر بچھاتا ہے اور اپنے شیطو نگڑوں کو فتنے برپا کرنے بھیجتا ہے۔ پھر سب سے ان کی
کار وائی سنتا ہے۔ جس نے میاں بیوی کے درمیان فتنہ ڈالا ہو اس کو اپنے سب سے
زیادہ قریب کرتا ہے۔ اور شاباش دیتا ہے کہ تو ہی ہے تو ہی (کنز العمال
ص۲۸۵-۲۸۶ ج۹) ان خرابیوں کی وجہ سے تو ضروری معلوم ہوتا تھا کہ عیسائیوں کی
طرح طلاق سے بالکل منع کردیا جاتا۔ لیکن اسلام چونکہ دین فطرت ہے' اس لئے وہ
خالق کائنات بندوں کی نفسیات سے پورا پورا آگاہ ہے کہ نکاح میں اگرچہ بہت سے
فوائد ہیں' لیکن بعض اوقات میاں بیوی کی آپس میں ناراضگی اور عدم مناسبت اتنی

بڑھ جاتی ہے کہ اب ان کا ایک ہی بندھن میں بندھے رہنا ان کے لئے' اولاد کے لئے اور دونوں خاندانوں کے لئے طلاق کی برائیوں سے بھی زیادہ برائیوں کو جنم دیتا ہے۔ اس لئے ان بڑی برائیوں سے بچنے کے لئے اس ناپسندیدہ چیز کو حلال کردیا گیا۔ اور اس نفع نقصان کے فیصلے کا حق بھی اسی جوڑے پر موقوف کردیا گیا۔

تورات اور طلاق :

تورات میں ہے : "اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے۔ اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بیہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف التفات نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے۔ اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسرے مرد کی ہو سکتی ہے۔ پھر اگر دوسرا شوہر بھی اس سے ناخوش رہے اور اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے یا وہ دوسرا شوہر جس نے اس سے بیاہ کیا ہو مر جائے تو اس کا پہلا شوہر جس نے اسے نکال دیا تھا' اس عورت کے ناپاک ہو جانے کے بعد پھر اس سے نکاح نہ کرنے پائے۔ کیونکہ ایسا کام خداوند کے ہاں مکروہ ہے۔ (استثناء ۲۴:۱-۴) دیکھئے یہاں نہ طلاق کی تعداد معین ہے اور نہ ہی طلاق کی کوئی عدت ہے جس میں دونوں کو سوچ بچار کا موقع ہو۔ یا برادری واحباب ان کو سمجھا سکیں۔ بلکہ تورات میں تو ہے کہ خدا بھی طلاق دیتا ہے۔ لکھا ہے: "خداوند یوں فرماتا ہے تیری ماں کا طلاق نامہ جسے میں نے لکھ کر اسے چھوڑ دیا کہاں ہے؟ دیکھو تمہاری خطاؤں کے سبب تمہاری ماں کو طلاق دی گئی (یسعیاہ ۵۰:۱) اور دوسری جگہ لکھا ہے: "پھر میں نے دیکھا کہ جب برگشتہ اسرائیل کی زناکاری کے سبب سے میں نے اس کو طلاق دے دی اور اسے طلاق نامہ لکھ دیا تو بھی اس کی بے وفا بہن یہوداہ نہ ڈری (یرمیاہ ۳:۸) اور کاہنوں کو حکم دیا کہ وہ طلاق والی عورت سے نکاح نہ کریں۔" وہ (کاہن) کسی فاحشہ یا ناپاک عورت سے نکاح نہ کریں۔ اور نہ اس عورت سے بیاہ کریں جسے اس کے شوہر نے طلاق دی ہو (احبار ۲۱:۷) یہ

طلاق کے احکام تورات میں ہیں۔

انجیل اور طلاق :

اور فریسیوں نے پاس آکر اسے آزمانے کے لئے اس سے پوچھا کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے؟ اس نے ان سے جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تم کو حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں۔ مگر یسوع نے ان سے کہا کہ اس نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تمہارے لئے یہ حکم لکھا تھا۔ لیکن خلقت کے شروع سے اس نے انہیں مرد اور عورت بنایا۔ اس لئے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا۔ اور وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے۔ اور گھر میں شاگردوں نے اس سے اس کی بابت پھر پوچھا۔ اس نے ان سے کہا جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے۔ اور اگر عورت اپنے خاوند کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے۔" (مرقس ۱۰:۲-۱۲) جنابِ یسوع نے طلاق کا جواز ہی ختم کردیا۔

اسلام اور طلاق :

یہود کے ہاں طلاق پر کوئی پابندی نہیں اور عیسائیوں کے ہاں طلاق جائز ہی نہ تھی۔ اسلام نے طلاق کو نہایت ناپسندیدہ تو فرمایا' بوقت ضرورت اس کو حلال بھی فرمایا۔ مگر یہ پابندی لگادی کہ مرد کو زیادہ سے زیادہ تین طلاق کا حق ہے۔ جب اس نے تین کی گنتی پوری کردی تو اب اسے رجوع کا تو حق کیا ہوتا اس عورت سے نکاح کا بھی حق نہیں ہے۔ جب تک وہ عورت کسی اور سے نکاح نہ کرے عدت گزارنے کے بعد۔ اور پھر دوسرا خاوند فوت ہو جائے یا اسے طلاق دے دے تو اب عدت گزارنے کے بعد پہلا خاوند اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ الحمدللہ تمام اہل اسلام نے اس اسلامی حکم کے

سامنے سر جھکادیا۔ مگر ایک رافضی فرقہ جن کا نسبِ دینی ابن سبا یہودی سے ملتا ہے' اس
نے اسلام کی بجائے یہودی طریقہ کو ہی پسند کیا۔ چنانچہ شیخ المشائخ حضرت غوث الثقلین
سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "شعبیؒ" (جنہوں نے پانصد صحابہ کرام
کی زیارت کی) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رافضیوں کی محبت یہودیوں کی محبت ہے۔ کیونکہ
یہودیوں کا قول ہے کہ داؤد علیہ السلام کی اولاد کے سوا اور کوئی شخص امامت کے لائق
نہیں۔ اور رافضی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی اولاد کے سوا دوسرا کوئی بھی امامت کے
لائق نہیں۔ یہودی کہتے ہیں کہ جب تک کانے دجال کا خروج نہ ہو اور حضرت عیسیٰ
علیہ السلام آسمان سے اتر کر زمین پر نہ آجائیں تب تک روا نہیں کہ کوئی آدمی خدا کی
راہ میں جہاد کرے۔ یہودی مغرب کی نماز کو دیر کرکے پڑھتے ہیں کہ ستاروں کی روشنی
آجاتی ہے۔ اسی طرح رافضی بھی مغرب کی نماز دیر کرکے پڑھتے ہیں۔ یہودی جب نماز
پڑھتے ہیں تو ادھر ادھر ہلتے ہیں' اور رافضی بھی اسی طرح کرتے ہیں...... تین طلاقوں
کے دینے میں یہودیوں کے ہاں کوئی حرج نہیں اور رافضی بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں (غنیۃ
الطالبین مترجم اردو ص ۱۹۱) یہود میں بھی متعہ کا رواج ہے اور رافضی بھی ان سے پیچھے
نہیں۔ بلکہ ان کے ہاں متعہ پر جو ثواب اور درجات ملتے ہیں یہود اس کے تصور سے بھی
ناآشنا ہیں۔ افسوس کہ روافض نے جو مسائل یہود سے لئے تھے' ہمارے غیر مقلدین
حضرات نے بھی بعض مسائل ان سے لے لئے۔ مثلاً آپ غیر مقلد کو نماز سے پہلے اور
نماز کے بعد دیکھیں تو سکون سے بیٹھا یا کھڑا ہوگا۔ مگر جوں ہی نماز میں داخل ہوا بے
چارے کے پورے جسم پر خارش شروع ہوجاتی ہے۔ کھڑا ہوا تو ٹانگیں خوب چوڑی
کرلیں۔ سجدے میں گیا تو ٹانگیں اکٹھی کرلیں۔ پھر کھڑا ہوا تو پھر ٹانگوں کو چوڑا کرنا
شروع کردیا۔ الغرض وہ پوری نماز میں ہلتا ہی رہتا ہے۔ اسی طرح تین طلاق دینا اس
کے ہاں کوئی حرج نہیں۔ پھر اسی کو یہود کی طرح اور روافض کی تقلید میں گھر رکھ لیتا
ہے۔ اور "متعہ کو تو اہل مکہ کا پاک عمل قرار دیتا ہے" (ہدیۃ المہدی ص ۸۸' ج ۱) اس
لئے اس پر حد یا تعزیر تو کجا زبان سے انکار کا بھی روادار نہیں (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸' ج ۱)

ایک خاص صورت :

ہاں قرآن پاک نے ایک طلاق ایسی بتائی ہے جس کے بعد عورت پر عدت
نہیں۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا نکحتم	اے ایمان والو! جب تم نکاح میں لاؤ
المؤمنات ثم طلقتموھن من	مسلمان عورتوں کو' پھر ان کو چھوڑ دو پہلے
قبل ان تمسوھن فمالکم	اس سے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ۔ سو ان پر تم کو
علیھن من عدۃٍ تعتدّونھا	حق نہیں عدت میں بٹھلانا کہ گنتی پوری
فمتعوھنّ وسرحوھن سراحًا	کراؤ۔ سو ان کو دو کچھ فائدہ اور رخصت
جمیلا (۴۹:۳۳)	کرو بھلی طرح سے۔

مرد کو جس طرح تین طلاقیں دینے کا حق ہے' ان میں بھی یہ شرط ہے کہ جس
عورت کو طلاق دی جائے وہ عورت نکاح میں ہو خواہ عدت میں ہو۔ مگر یہ اس عورت کا
ذکر ہے جس کا نکاح ہوا' مگر رخصتی سے قبل اسے خاوند نے طلاق دے دی۔ تو ایک
طلاق کے بعد ہی آزاد ہوگئی۔ اب اس کو اگر خاوند دوبارہ دوسری طلاق دے تو وہ واقع
نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ عدت میں نہیں ہے۔ اس لئے ایسی عورت کے بارہ میں حضرت
عبداللہ بن عباسؓ نے وضاحت فرمادی کہ ایسی عورت کو اگر خاوند الگ الگ تین دفعہ
طلاق دے کہ تجھے طلاق ہے' طلاق ہے' طلاق ہے اور اس سے تین دفعہ طلاق کی بھی
نیت کرے تو اسے ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ کیونکہ ایک طلاق کے بعد اس پر عدت
نہیں۔ اس لئے دوسری اور تیسری طلاق کے وقت وہ محلِّ طلاق ہی نہیں تھی۔ ہاں اگر
خاوند یکبارگی کہے تجھے تین طلاق۔ تو چونکہ اس وقت وہ محلِّ طلاق تھی' اس لئے تینوں
طلاقیں واقع ہوجائیں گی (مصنف ابن ابی شیبہ)

دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم :

دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابو درداءؓ' حضرت رفاعہ قرظیؓ' حضرت

عبادہ ؓ کے والد نے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دیں تو آنحضرت ﷺ نے اسلامی حکم کے مطابق یہی فرمایا کہ اب تم ان سے نکاح نہیں کرسکتے جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کریں۔ ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کی جاسکتی کہ کسی مدخولہ عورت کو طلاق ہوئی ہو۔ اور اسے تین طلاق کہا گیا ہو اور پھر آنحضرت ﷺ نے اس بیوی کو رکھنے کی اجازت دی ہو جس سے یہود، روافض اور غیر مقلدین کا مسلک ثابت ہوتا ہے۔

دور صدیقی ؓ :

رسول رحمت کے بعد پیکر صداقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ بلا فصل بنے۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بھی ایک واقعہ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی کو کہا ہو تجھے تین طلاق اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم بیوی کو پھر رکھ لو۔

دور فاروقی ؓ :

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت کے دوسرے تیسرے سال مسائل شرعیہ کے بارہ میں بھی اعلانات فرمائے۔ آپ ؓ نے حرمت متعہ کے حکم کا تاکیدی اعلان فرمایا۔ اور یہ کہ جس عورت کو کہا جائے تجھے تین طلاق وہ تین ہی شمار ہوں گی۔ اور بیس رکعت تراویح باجماعت پر لوگوں کو جمع فرمایا اور کسی ایک متنفس نے بھی اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ کتاب و سنت کے ان احکام پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا اور کسی رافضی کو دم مارنے کا موقع نہ رہا۔

دور عثمانی ؓ :

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا ہے کہ تجھے سو طلاق۔ فرمایا تین طلاقوں سے وہ حرام ہوگئی اور باقی ۹۷ کا مزید گناہ ہوا (مصنف ابن ابی شیبہ) پورے دور عثمانی ؓ میں کسی نے اس فتوٰی و

اعلان خلافت کی مخالفت نہ کی۔ ایک اور صرف ایک نام بھی پیش نہیں کیا جاسکتا کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو کہا تھا تجھے تین طلاق۔ یا تجھے سو طلاق یا تجھے ہزار طلاق اور حضرت عثمان ؓ یا ان کے دور خلافت کے کسی مفتی نے یہ فتوٰی دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم رجوع کرلو۔ وہاں رافضیت کی دال کب گلتی تھی۔

دور مرتضوی ؓ :

اب اسد اللہ الغالب، باب مدینۃ العلم کا دورِ خلافت آیا۔ آپ نے بھی یہی اعلانات فرمائے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے تجھے ہزار طلاق یا کہے تجھے تین طلاق، طلاق بتہ، طلاق حرج، خلیہ، بریہ، حرام، اونٹ کے بوجھ کے برابر طلاق۔ تو ان سب کے جواب میں تین طلاقوں کو نافذ اور عورت کو حرام فرمایا کہ اب وہ پہلے خاوند سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے۔ ان سب کے حوالہ جات میرے مضمون میں ہیں۔ اور دور مرتضوی میں ایک بھی نام نہیں لیا جاسکتا کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق یا سو طلاق وغیرہ کہا ہو اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا ان کی خلافت کے کسی مفتی نے یہ فتوٰی دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے۔ تم پھر بیوی کو رکھ لو۔

سیدنا امام حسن ؓ :

سیدنا امام حسن ؓ کی چھ ماہ خلافت جس پر خلافت کے تیس سال مکمل ہونے پر خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہوگیا۔ آپ نے خود اپنی بیوی کو غصہ میں فرمایا کہ تجھے تین طلاق۔ پھر آپ اس پر پریشان ہوئے مگر کوئی مفتی نہ تھا جو یہ فتوٰی دیتا کہ جب آپ دونوں مل بیٹھنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح کرلیں۔ الغرض پورے دور خلافت راشدہ میں کوئی مفتی نہ تھا جو اس زنا کے کاروبار کا فتوٰی دیتا کہ تین طلاق کے بعد تم رجوع کرلو۔

دور صحابہ کرام ؓ :

اس کے بعد بھی صحابہ کرام کے مفتی حضرات کے فتاوٰی میں اپنے مضمون میں درج

کر چکا ہوں کہ وہ تین طلاق کے بعد بیوی کو حرام کہتے تھے۔ اور کسی ایک مفتی کا فتویٰ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جو اس حرام کو جواز کی سند دے۔

دور تابعین :

اب خیر القرون کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں بھی تمام تابعی مفتی حضرات کا متفقہ فتویٰ بھی یہی تھا کہ جس کو تین طلاق کہا جائے وہ حرام ہے۔ مگر اس دور میں رافضیوں نے ایک شرارت کی۔ ایک بوڑھے کو کہا کہ تو یہ حدیث لوگوں کو سنایا کر کہ حضرت علیؓ کو رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہی دفعہ تین طلاق دے تو اس کو ایک قرار دیا جائے گا۔ وہ بوڑھا خفیہ خفیہ بیس سال تک اس کو بیان کرتا رہا۔ حضرت امام اعمشؒ کو اس کی بھنک لگی تو فوراً اس بوڑھے کے پاس پہنچے تو اس نے اپنی غلط بیانی کا اعتراف کیا۔ اس طرح پہلی صدی میں رافضیت کا ڈنک نہ چل سکا۔ اور کوئی حرام کو حلال نہ کر سکا۔ دور تابعین ۱۷۰ھ تک ہے۔ اسی دور میں ۱۴۵ھ سے ۱۵۰ھ تک مذہب حنفی مدون ہو گیا۔ جو کتاب و سنت کی پہلی جامع اور مکمل تعبیر و تشریح تھی۔ اور یہ مذہب اس دور میں تواتر سے پھیل گیا۔ اور آج تک متواتر ہے۔ اس میں بھی ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی قرار دیا گیا۔ اور ایک آواز بھی کسی صحابی یا تابعی کی طرف سے اس کے خلاف نہ اٹھی۔ امام محمدؒ کتاب الآثار میں واشگاف الفاظ میں تحریر فرما رہے ہیں: لا اختلاف فیہ۔ اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس زمانہ میں روافض کے حرام کے کاروبار کا تصور بھی محال تھا۔ پورے دور تابعین میں ایک مفتی کا فتویٰ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جس نے ایسی عورت کو پہلے خاوند سے رجوع کا حق دیا ہو۔

دور تبع تابعین :

یہ دور ۲۲۰ھ تک ہے۔ اس دور میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذاہب مدون ہوئے۔ ان تینوں مذاہب میں بھی بالاتفاق یہی مسئلہ لکھا گیا کہ ایک مجلس

میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ وہ عورت اب خاوند پر حرام ہو گئی۔ رجوع کا کوئی حق نہیں۔ بلکہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا، جب تک وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ ان چاروں مذاہب کی فقہ کے متون معتبرہ امت میں متواتر ہیں۔ کسی ایک مذہب کے متن متواتر سے کوئی یہ دکھادے کہ ایسی عورت سے رجوع کا حق ہے تو ہم فی حوالہ ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ اسی خیر القرون میں حدیث کی کتابیں مسند امام اعظم، موطا امام مالک، موطا امام محمدؒ، کتاب الآثار لابی یوسفؒ، کتاب الآثار لامام محمدؒ، کتاب الحجہ علیٰ اہل المدینہ، المدونۃ الکبریٰ مالکی، مسند الشافعی، ابوداؤد طیالسی، عبدالرزاق مسند الحمیدی، سنن سعید بن منصور، مسند ابی الجعد، مصنف ابن ابی شیبہ مرتب ہو چکی تھیں۔ ان میں سے ایک بھی حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش نہیں کی جا سکتی۔ نہ مرفوع، نہ موقوف، نہ مقطوع جس سے اس عورت سے رجوع کرنا ثابت ہوتا ہو۔

تیسری صدی :

اب مذاہب اربعہ کا چلن عام تھا۔ اگرچہ اِکادُکّا صاحب اجتہاد بھی ملتا تھا مگر اس کا اجتہاد اس کی اپنی ذات تک محدود تھا۔ ان چاروں متواتر مذاہب کے مقابلہ میں کوئی اہل سنت ان کی تقلید نہیں کرتا تھا۔ اور کسی غیر مقلد کا تو اس زمانہ میں تصور بھی نہ تھا کہ فلاں ملک میں کوئی ایک شخص ہے جو نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اور نہ ہی مسائل اجتہادیہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہے۔ بلکہ قیاس و اجتہاد کو کارِ ابلیس اور مجتہد کی تقلید کو شرک کہتا ہے۔ اور اپنے آپ کو غیر مقلد کہتا ہے۔ اگر کوئی صاحب ہمت کر کے تاریخ کے کسی مستند حوالہ سے ایسا آدمی تلاش کر دیں تو ہم فی حوالہ ایک ہزار روپے انعام دیں گے۔ اس دور میں بھی مذاہب اربعہ کا ہی چلن تھا کہ ایسی عورت سے رجوع کا کوئی حق نہیں۔ اسی صدی میں مسند امام احمد، دارمی، بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، کتب حدیث مدون ہوئیں۔ ان میں سے کسی ایک محدث نے بھی مذاہب اربعہ کے خلاف رافضیوں کی تائید میں کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اس صدی

تک تذکرۃ الحفاظ میں سات سو اکہتر(۷۷۱) جلیل القدر محدثین کا مفصل تذکرہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی نہ تو کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ وہ نہ مجتہد تھا نہ مقلد تھا بلکہ غیر مقلد تھا۔ اور نہ ہی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ وہ روافض اور غیر مقلدین کی طرح تین طلاق کے مسئلہ میں مذاہب اربعہ کے مخالف فتویٰ دیتا تھا۔

چوتھی صدی ہجری :

اس صدی میں اہل سنت والجماعت میں کوئی مجتہد نہیں ہوا بلکہ سب کے سب اہل سنت مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید کرتے تھے۔ جو اس علاقے میں درساً و عملاً متواتر ہوتا، خواہ وہ فقیہ ہو یا قاضی، محدث ہو یا مفسر، اس صدی کے تقریباً ۲۰۲ جلیل القدر محدثین کا تذکرہ ذہبی نے کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک بھی سنی محدث کے بارے میں کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ غیر مقلد تھا۔ اور طلاق ثلاثہ میں مذاہب اربعہ کے خلاف فتویٰ دیتا تھا۔ اس صدی میں حدیث کی کتابیں مسند ابویعلی، ابن الجارود، الکنی والاسماء للدولابی، طبری، ابن خزیمہ، ابو عوانہ، معانی الآثار طحاوی، مشکل الآثار طحاوی، معاجم ثلاثہ طبرانی، سنن دارقطنی وغیرہ لکھی گئیں۔ کسی نے کوئی ایسا باب نہیں باندھا جو مذاہب اربعہ کے طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو رد کر رہا ہو۔ بلکہ امام طحاوی نے اس مسئلہ پر کتاب و سنت اور اجماع کی روشنی میں نہایت مفصل اور فیصلہ کن بحث فرمائی۔

پانچویں صدی :

اس صدی میں بھی اسلامی دنیا میں مذاہب اربعہ کا ہی چلن رہا اور طلاق ثلاثہ میں مذاہب اربعہ کے فتویٰ پر ہی سب کا عمل رہا۔ اس صدی میں بھی اہل سنت والجماعت میں بڑے بڑے فقیہ، محدثین، قضاۃ، مفسرین وغیرہ ہوئے مگر نہ تو کسی نے تقلید شخصی سے خروج کیا اور نہ ہی طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں روافض کی حمایت میں کوئی فتویٰ دیا۔

امام محمد بن احمد نسفی ؒ، امام احمد قدوری ؒ، ابو زید دبوسی ؒ، حسین ابن علی صیمری ؒ، شیخ محمد اسماعیل لاہوری ؒ، شمس الائمہ حلوائی، علی بن حسین سغدی، داتا گنج بخش لاہوری، امام بزدوی ؒ، محمد عبدالحمید سمرقندی ؒ، شمس الائمہ سرخسی ؒ، محمد بن عبدالحمید ؒ المعروف بہ خواہرزادہ، ابوسعد المالینی، البرقانی، اللالکائی ؒ، احمد بن علی ابوبکر رازی ؒ، ابو نعیم الاصبہانی ؒ، ابو طاہر الخراسانی ؒ، الصوری الساحلی الخلیلی ابو یعلی القزوینی ؒ، ابن عبدالبر امام ابوبکر البیہقی، ابن مندہ الاصبہانی، الزنجانی، الباجی، الحسکانی، ابن ماکولا، ابن خیرون، محمد بن طاہر، البغوی، صاحب شرح السنہ اس صدی کے ممتاز علماء میں سے ہیں۔ سب کے سب مذاہب اربعہ میں سے کسی کے مقلد تھے۔ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ جلد ہفتم میں تین طلاق کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ لیکن مذاہب اربعہ کے اجماعی مسئلہ طلاق ثلاثہ کے خلاف ایک فقرہ بھی کسی کے زبان و قلم پر نہ آیا۔

چھٹی صدی :

اس صدی میں بھی تمام عالم اسلام کے اہل سنت والجماعت فقہاء اور محدثین مذاہب اربعہ ہی میں سے کسی نہ کسی کے مقلد تھے۔ اس صدی میں کسی غیر مقلد کا وجود کسی مستند تاریخ سے ثابت نہیں۔ جو نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اور نہ تقلید کرتا ہو۔ فقہاء میں امام علامہ عبدالعزیز بن عثمان المعروف بہ فضلی۔ مفسرین میں علامہ جار اللہ زمخشری، مفتی عبدالرشید صاحب فتاویٰ ولوالجیہ، علامہ مسعود حسین مصنف مختصر مسعودی، امام عمر بن عبدالعزیز صدر الشہید ؒ، علی بن محمد سمرقندی اسبیجابی، عمر بن محمد مفتی الثقلین، امام عثمان بن علی بیکندی بخاری، احمد بن محمد عتابی، صاحب فتاویٰ عتابیہ، ابوبکر بن مسعود بن کاسانی، ملک العلماء صاحب البدائع الصنائع۔ ابن عدیم کا بیان ہے کہ میں نے امام ضیاء الحق حنفی سے سنا کہ جب ملک العلماء کاسانی کی وفات ہوئی تو میں ۱۰ رجب ۵۸۷ھ کو ان کے پاس تھا۔ آپ سورت ابراہیم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب آیت کریمہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت پر پہنچے تو دم ہوا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ عبدالکریم بن یوسف ؒ صاحب فتاویٰ دیناری ؒ، امام

حسن بن منصور بن محمود اوزجندی المعروف بہ قاضی خان صاحب فتاویٰ۔ امام احمد بن محمد بن محمود بن سعد الغزنوی صاحب مقدمہ غزنویہ۔ امام علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل بن خلیل بن ابی بکر فرغانی مرغینانی صاحب ہدایہ، امام موفق الدین احمد خطیب خوارزمی۔ امام احمد بن محمد صاحب فتاویٰ حاوی قدسی۔ امام احمد بن موسیٰ صاحب مجموع النوازل۔ امام محمد بن احمد بن ابی احمد سمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء۔ امام محمود صاحب محیط برہانی۔ یہ حضرات آسمان علم کے آفتاب وماہتاب تھے اس صدی میں۔ اور محدثین میں امام ابوالفتیان رواسی، امام شجاع بن فارس سہروردی، امام محمد بن طاہر مقدسی، امام ابن مرزوق ہروی، امام موتمن بن علی بغدادی، امام ادیب اعمش ہمدانی، امام ابن مندہ اصفہانی، امام ابن مفوز شاطبی، امام فقیہ مجتہد بغوی شافعی، محدث امام شیرویہ محدث واسط امام حوزی، محدث بغداد امام ابن السمرقندی، مفید اصفہان امام ابن الحداد، امام سمعانی تمیمی مروزی، امام ابن عطیہ غرناطی اندلسی، محدث امام اسحاق دہان ہروی، محدث قرطبہ محقق شنترینی، امام علامہ عبدری اندلسی، امام عبدالغافل نیشاپوری، حافظ کبیر امام طلحی اصفہانی، محدث بغداد حافظ انماطی، امام محدث ابوسعد ابن البغدادی، امام یونارتی اصفہانی، محدث عراق امام محمد بن ناصر سلامی حنبلی، علامہ امام بطروجی اندلسی، قاضی علامہ ابن العربی اشبیلی، شیخ الاسلام امام سلفی اصفہانی، عالم المغرب قاضی عیاض سبتی، محدث ہرات امام فامی، امام ابن دباغ نحمی اندلسی، امام بجی مروزی، امام مفید کوتاہ اصفہانی، تاج الاسلام امام علامہ سمعانی مروزی، شیخ الاسلام امام ابوالعلاء حنبلی، فخرالائمہ حافظ کبیر امام ابن عساکر دمشقی شافعی، شیخ الاسلام امام ابو موسیٰ مدینی، امام زاغولی مروزی، امام ابن بشکوال اندلسی، علامہ ابن الجوزی حنبلی بغدادی، امام سہیلی اندلسی، امام عبدالحق اشبیلی، امام قرشی، محدث اسلام امام حافظ عبدالغنی مقدسی حنبلی، امام باقداری بغدادی، امام ابوالمحاسن الحصری حنبلی۔ میں نے اس صدی کے چند چنیدہ محدثین کے اسماء گرامی لکھے ہیں جو چھٹی صدی کے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی تین طلاق کے اجماعی اور اتفاقی مسئلہ کے خلاف نہ

تھا۔ حالانکہ یہی لوگ کتاب وسنت کے محافظ ہیں۔ اور انہی فقہاء اور محدثین کی محنتوں سے دین کی دولت ہم تک پہنچی ہے۔ اور دین پر خودرائی اور ناقص مطالعے کی بجائے تقلید سلف کے مطابق عمل کرنے سے ہی انسان وساوس سے بچ سکتا ہے۔

ساتویں صدی :

یہ دور بھی اسلامی ترقی اور عروج کا دور تھا۔ کسی کو خودرائی کی بیماری نہ تھی کہ اپنی ناقص رائے کو قرآن وحدیث کا نام دے کر امت میں انتشار اور افتراق کی آگ بھڑکائی جائے۔ علم وعمل اور اخلاص کا دور دورہ تھا۔ اختلاف، شرارت اور وسوسہ اندازی اسلامی حکومت میں جرم تھا۔ اس صدی میں بھی فقہاء کی گرفت مضبوط تھی۔ امام محمد بن احمد طبریؒ نے فتاویٰ ملخص تصنیف فرمایا۔ امام محمود بن عبیداللہ مروزیؒ نے اسلامی قانون پر عون نامی کتاب تصنیف فرمائی۔ امام محمود بن احمدؒ نے کتاب خلاصۃ الحقائق تصنیف فرمائی۔ جس کی تعریف میں حافظ قاسم بن قطلوبغا رطب اللسان تھے۔ امام عبدالرحمٰن بن شجاع بغدادی، ناصر بن عبدالسید صاحب مغرب امام عبدالمطلب بن فضل البلخی، قاضی عسکر بن الابیض (رکن الدین عبید مصنف الارشاد، سعید کندی صاحب شمس المعارف فی الفقہ، صدر الافاضل خوارزمی، محدث عمر بن زید موصلی، صاحب مغنی محمد بن احمد بخاری صاحب فتاویٰ ظہیریہ بدیع قرنی، عیسیٰ بن ملک العادل الخطیب امام محمد بن یوسف خوارزمی سکاکی امام یحییٰ زوادی صاحب منظومہ الفیہ و فصول، امام محمد بن عثمان سمرقندی، صاحب فتاویٰ کامل، امام عبیداللہ بن ابراہیم عبادی صاحب شرح جامع صغیر وکتاب الفروق، امام محمد بن محمود استروشنی صاحب کتاب جامع احکام صغار، امام طریقت قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، امام یوسف بن احمد خاصی صاحب کتاب مختصر فصول۔ امام فاضل فقیہ متبحر محدث کامل محمود بن احمد بخاری حصیری، فقیہ اجل خلف ابن سلیمان قرشی خوارزمیؒ، جامع معقول ومنقول شرف الدین داؤد ارسلان، عمادالدین احمد بن یوسف حلبی، شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری، فقیہ کامل حسام الدین اخسیکثی۔ آپ نے امام غزالیؒ کی کتاب منخول کا

قاہرہ تحریر فرمایا۔ امام کامل مرجع انام علاء الدین محمد بن محمود ترجمانی۔ امام و فقیہ نجم الدین حسین بن محمد ربائی، علامہ شیخ محی الدین محمد اسدی حلبی، امام اجل فقیہ کامل علم الدین قیصر بن ابی القاسم، ابو الفضائل رضی الدین حسن بن محمد صغانی، آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے حدیث میں "مشارق الانوار النبویۃ من صحاح الاخبار المصطفویۃ عرصہ تک شامل نصاب رہی۔ علامۃ العصر بدر الدین محمد بن محمود المعروف بہ خواہرزادہ، امام فاضل فقیہ کامل محدث جید محمد بن احمد بن عباد خلاطی۔ آپ نے مسند الامام الاعظم کی تلخیص کی۔ فقیہ کبیر عارف بصیر نجم الدین بکیر ترکی ناصری، آپ نے فقہ میں کتاب حاوی تصنیف فرمائی۔ اور عقیدہ طحاوی کی شرح النور اللامع والبرہان الساطع تحریر فرمائی۔ عالم فاضل فقیہ محدث ابو المظفر شمس الدین یوسف بن فرغلی بغدادی صاحب مرأۃ الزمان، فقیہ فاضل محدث کامل ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمی، امام کبیر سراج الدین محمد بن احمد، ملک الناصر صلاح الدین داؤد بن ملک معظم عیسیٰ کرک صاحب فتاویٰ خیر مطلوب، عالم فاضل شمس الدین امام احمد بن محمد عقیلی شارح جامع صغیر عالم اجل فقیہ فاضل مختار بن محمود زاہدی صاحب قنیہ، فقیہ و محدث عمر بن احمد حلبی مؤلف تاریخ حلب، امام محقق، شیخ مدقق محدث ثقہ، فقیہ جید شہاب الدین فضل اللہ بن حسن بن حسین تورپشتی صاحب مطلب الناسک فی علم المناسک، عالم تبحر علی ابن السباک، امام کبیر فقیہ و محدث نجم العلماء علی بن محمد بخاری شارح جامع کبیر، امام فاضل جلال الدین محمد عیدی"، فقیہ، محدث مفسر محمد بن سلیمان المعروف بابن النقیب، آپ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر المسمٰی بالتحریر لاقوال ائمۃ التفسیر فی معانی کلام السمیع البصیر نہایت مفصل تحریر فرمائی۔ فقیہ و محدث محمود بن محمد لؤلوی بخاری"، فقیہ تبحر اصولی مناظر شجاع الدین ہبۃ اللہ طرازی، عالم جلیل القدر فاضل تبحر عمر کاخشتوانی صاحب ضوء السراج شرح سراجیہ۔ امام فاضل شمس الدین عبداللہ ادرعی، عالم فاضل فقیہ محدث عبدالرحمٰن کمال الدین حلبی، فقیہ محدث مفسر محمود رازی، ابو الفضل مجد الدین عبداللہ بن محمود موصلی" صاحب "مختار"

امام فاضل شیخ محقق عماد الدین داؤد بن یحیٰ قحقازی، جامع معقول و منقول عبدالعزیز خوارزمی، حافظ فنون صدر الصدور تقی الدین احمد دمشقی، امام فاضل مفسر محدث فقیہ اصولی متکلم محمد نسفی صاحب عقائد متن شرح عقائد تفتازانی، امام جامع علوم عقلیہ و نقلیہ شیخ برہان الدین محمود بلخی"، ابو المعالی فقیہ مفسر احمد بن ناصر حسینی، عالم فاضل جامع فروع و اصول جلال الدین عمر بن محمد بن عمر خبازی"، عالم فاضل فقیہ تبحر معز الدین نعمان بن حسن بن یوسف فطیبی"، ابو الفضل حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر بخاری"، عالم ماہر فاضل بارع مجد الدین عبدالوہاب بن احمد بن سحنون الخطیب، ماہر باہر یگانہ زمانہ مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب بعلبکی، عالم دہر فاضل عصر بدر الدین یوسف بن عبداللہ بن محمد اذرعی"، امام فاضل فقیہ اجل نظام الدین احمد بخاری حصیری، امام کامل علامہ فاضل حسام الدین حسن بن احمد رازی، امام عالم مفسر فقیہ محدث ابو صابر بہاء الدین ایوب نحاس حلبی"، عالم فاضل جامع فروع و اصول شمس الدین محمد بن سلیمان دمشقی"، امام محدث محمود بن ابی بکر شمس الدین فرضی" جب کسی خوبصورت کو دیکھتے تو فرماتے کہ امام بخاری" کی شرط پر صحیح ہے۔ امام کبیر علاء الدین شیخ الاسلام سدید بن محمد حناطی"، امام جلیل القدر مجتہد یگانہ رکن الدین خوارزمی، فقیہ محدث جامع معقولات و منقولات برہان الاسلام زرنوجی"، غواص معانی دقیقہ ابو بکر رکن الدین محمد بن عبدالرشید کرمانی" صاحب جواہر الفتاویٰ و حیرۃ الفقہاء، امام فاضل فقیہ تبحر برہان الائمہ و شمس الدین محمد بن عبدالکریم خوارزمی، عالم فاضل فقیہ کامل ابو الفضل شرف الدین اشرف بن نجیب کاشغری، شیخ فاضل فقیہ کامل فخر الدین محمد مایمرغی، ابو الفتح جلال الدین محمد بن صاحب ہدایہ، نظام الدین عمر بن صاحب ہدایہ شیخ الاسلام عماد الدین بن صاحب ہدایہ، فارس میدان بحث عدیم النظیر محمد بن عبدالعزیز بخاری، صدر جہاں، فاضل یگانہ محمود بن عابد دمشقی"، امام کبیر فقیہ بے نظیر شرف الائمہ محمود ترجمانی مکی صدر الشریعۃ اکبر احمد بن عبیداللہ محبوبی، صدر القراء رشید الائمہ یوسف خوارزمی، فرید العصر وحید الدہر نظام الدین شاشی صاحب اصول الشاشی، فقیہ ادیب محدث مفسر ابو القاسم تنوخی، امام فاضل

ابوالمعین میمون بن محمد مکحولی نسفی، ابوالفتح زین الدین عبدالرحیم صاحب فصول عمادیہ، شیخ فقیہ ظہیرالدین محمد بن عمر نوحابازی صاحب کشف الایہام لدفع الاوہام، از ائمہ کبار اعیان فقہاء ابوالعباس احمد بن مسعود قونوی فقیہ فاضل ابو عاصم قاضی محمد بن احمد عامری نے تیں جلدوں میں مبسوط لکھی۔ امام کامل رضی الدین عبداللہ بن مظفر۔ یہ سب حضرات اس صدی میں فقہ کے آفتاب و ماہتاب تھے اور سب کے سب حنفی مقلد تھے۔ اب اس صدی کے محدثین پر بھی نظر ڈالئے۔ محدث بغداد شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی''، جلیل القدر حافظ حدیث محدث جزیرہ امام عبدالقادر بن عبداللہ رہاوی حنبلی، حافظ حدیث احمد بن ہارون ابن عات نفری شاطبی، شیخ القراء ابو جعفر احمد بن علی دانی اندلسی، محدث مفید ابو اسحاق ابراہیم بن محمد شافعی''، امام محدث جوال ابو نزار ربیعہ بن حسن شافعی''، مقری محدث ابو شجاع زاہر بن رستم بغدادی شافعی''، مسند ہمدان ابوالفضل عبدالرحمٰن بن عبدالرب ہمدانی، امام العربیہ ابوالحسن علی بن محمد اشبیلی، محدث مسند ابوالفرج محمد بن علی حرانی، حافظ حدیث شرف الدین علی بن مفضل مفتی اسکندرانی، مسند اندلس ابوالقاسم احمد بن محمد بن مطرف فرضی، شیخ الحنابلہ ابوبکر محمد بن معالی حلاوی، حافظ حدیث امام ربیعہ بن حسن صفانی، محدث تلمسان امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن تجیبی مری''، تاج الامناء احمد بن محمد بن حسن''، شیخ اندلس خطیب قرطبہ ابو جعفر بن یحییٰ حمیری، مسند جلیل ابو غالب بن مندویہ اصفہانی، مسند موصل مہذب الدین علی بن احمد طیب عمر رسیدہ خاتون عین الشمس بنت احمد بن ابوالفرج ثقفیہ اصفہانیہ، مفید محدث اصفہان ابو عبداللہ محمد بن مکی حنبلی، امام مفید ابن القرطبی محدث خطیب مالقہ، محدث اندلس امام ابن حوط اللہ، نامور محدث عزالدین امام علامہ ابن الاثیر جزری، امام ابن خلفون اندلسی، مفید امام العز ابن الحافظ مقدسی، امام ملاحی اندلسی غرناطی، محدث تمکین الدین ابو طالب احمد بن عبداللہ کنانی، مسند ابو سعد ثابت بن مشرف بن ابی سعد ازجی، مقری مسند القراء ابو محمد عبدالصمد بلوی، مسند موصل مقری ابوبکر سمار بن عمر، شیخ الیونسیہ یونس بن سعد شیبانی، مفید الشام امام ابن

الانماطی مصری شافعی، محدث شام شیخ السنۃ امام الضیاء المقدسی، امام ابن قطان کتامی فاسی، مسند ابو نصر احمد بن حسین نرسی مسند ابوالفضل عبدالسلام بن عبداللہ داہری، ابوالرضا محمد بن ابوالفتح مبارک بن عبدالرحمٰن کندی، شیخ العربیہ زین الدین یحییٰ بن عبدالمعطی زرادی، خطیب بدرالدین یونس دمشقی، امام ابو موسیٰ بن حافظ عبدالغنی، مسند شام محدث حلب امام ابن خلیل دمشقی، محدث اسکندریہ مسند ابو محمد عبدالوہاب ازدی، المسند العدل فخر القضاۃ احمد بن محمد بن عبدالعزیز تمیمی مصری، مسند بغداد محدث ابو محمد ابراہیم بن محمود ازجی حنبلی، مسند القاسم علی بن سالم یعقوبی ضریر، فقیہ مفتی ابو عبداللہ محمد بن ابوبکر دباس حنبلی، مسند ابو منصور مظفر بن عبدالمالک فہری، محدث عالم مجدالدین محمد بن محمد اسفرائنی صوفی، محدث عراق امام ابن نقطہ حنبلی بغدادی، ابوالقاسم احمد بن محمد ابو غالب بغدادی، امام نظامیہ ابوالمعالی احمد بن عمر بن بکرون نہروانی، قاضی شرف الدین اسماعیل بن ابراہیم شیبانی حنفی، امام مسند ابو علی حسن بن مبارک بغدادی حنفی، ابو محمد عبدالصمد بن داؤد بن محمد مصری غفاری، ابو محمد عبدالغفار بن شجاع ترکمانی شروطی، ابو محمد عبداللطیف بن عبدالوہاب طبری بغدادی، علامہ موفق الدین بن عبداللطیف بن یوسف بغدادی، مسند الوقت ابو حفص عمر بن کرم دینوری البغدادی الحنبلی، ابوالقاسم عیسیٰ بن عبدالعزیز نحمی، امام دبیثی واسطی شافعی، قاضی دمشق شمس الدین ابوالعباس احمد بن خلیل الاصولی الشافعی، رئیس صفی الدین ابوالعلاء احمد بن ابوالیسر شاکر بن عبداللہ تنوخی دمشقی، ابوالبقاء اسماعیل بن محمد بغدادی، مسند شیراز علامہ علاء الدین ابو سعد ثابت بن احمد خجندی اصفہانی، مسند ابو علی حسین بن یوسف منہاجی شاطبی، العدل امین الدین ابوالغنائم، قاضی عبدالحمید بن عبدالرشید ہمدانی، مسند ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن یوسف دمشقی، امام ربوہ ابو محمد عبدالعزیز بن برکات خشوعی، شیخ بغداد مقری امام عبدالعزیز بن دلف بغدادی الناسخ، مفید امام ادیب شمس الدین محمد بن حسن بغدادی، شیخ تقی الدین محمد بن طرخان سلمی دمشقی، زاہد ابو طالب محمد بن عبداللہ سلمی دمشقی، محتسب دمشق رشیدالدین ابوالمفضل محمد بن عبدالکریم قیسی، فخرالدین

ابو عبداللہ محمد بن محمد نو تانی، محدث و مؤرخ امام شرف الدین ابو البرکات مبارک بن احمد امام کلاعی بلنسی محدث اندلس، یمین الدین احمد بن سلطان صلاح الدین ایوبی، ابو محمد اسحاق بن احمد علثی زاہد، محدث مصر وجیہ الدین ابوالیمن برکات بن ظافر انصاری، فقیہ موفق حمد بن احمد بن صدیق حرانی، ابو طاہر خلیل بن احمد جوسقی صرصری، مسند ابو منصور سعید بن محمد یٰسین سفار، امام ناصح الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن نجم شیرازی حنبلی، فقیہ حران ناصح الدین عبدالقادر بن عبدالقاہر حنبلی، فقیہ شرف الدین بن عبدالقادر بغدادی مصری شافعی، مسند ابو نزار عبدالواحد بغدادی، مسند ابوالحسن علی بن محمد بغدادی، محدث مورخ مسند عراق ابوالحسن محمد بن احمد قطیعی، مسند ابوالحسن مرتضیٰ بن ابوالجود حاتم حارثی، مسند ابوبکر ہبۃ اللہ عمر حلاج، خاتون ام عبداللہ یاسمین بنت سالم بن علی بن بیطار، حافظ حدیث امام ابن دحیہ کلبی اندلسی، جمال ابو حمزہ احمد بن عمر مقدسی، فقیہ ملک ابوالعباس بن الخطیب محمد بن احمد لخمی، مسندہ ام الحیاء زہرہ بنت محمد بن احمد، ابوالربیع سلیمان بن احمد شادعی، مقری ابن المغربل، فقیہ وجیہ الدین عبدالخالق تنیسی، مسند شیخ عبدالرحمٰن بن عمر دمشقی نساج، خطیب زملکا، عبدالکریم بن خلف انصاری، مسند کبیر ابوالحسن علی بن ابوبکر بن روزبہ بغدادی قلانسی، مسند فخرالدین محمد بن ابراہیم اربلی، ابوبکر محمد بن محمد مامونی مقری ضریر، مسند ابوالفتح نصراللہ بن عبدالرحمٰن انصاری دمشقی، قاضی القضاۃ عماد الدین نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلی"، محدث شام امام مفید برزالی، شبیلی ابوالعباس احمد بن علی بن محمد زاہد قسطانی، ابوالمعالی سعد بن مسلم بن مکی قیسی دمشقی، محدث ابوالخیر بدل بن ابوالمعمر تبریزی، مسند مقری ابوالفضل جعفر بن علی ہمدانی، شیخ اسکندریہ امام کبیر جمال الدین ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبدالحمید صفراوی مالکی، محدث نصیبین شیخ عسکر بن عبدالرحیم عدوی، مسند ابوالفضل محمد بن محمد بن حسن سباک، شیخ الحنفیہ علامہ جمال الدین محمود بن احمد بخاری ابن الحصری، محدث اندلس امام ابن طیلسان قرطبی، صدر تاج الدین احمد، صدر نجم الدین حسن بن سالم، شیخ حاطب بن عبدالکریم حارثی مزی، محدث

مقری ابوالقاسم سلیمان بن عبدالکریم انصاری دمشقی، مسند ابوالمنصور ظافر بن طاہر، شیخ الشیوخ تاج الدین ابو محمد عبداللہ بن عمر جوینی، قاضی عبدالعزیز بن عبدالواحد جیلی، شیخ قمر بن ہلال قطیفی، نفیس ابوالبرکات محمد بن حسین انصاری حموی ضریر۔ صدر جمال الدین ابوالفضل یوسف بن عبدالمعطی مقید عراق امام ابن النجار بغدادی۔

تاریخ اور اسماء الرجال کی بیسیوں کتابوں میں سے میں نے صرف دو کتابوں حدائق الحنفیہ اور تذکرۃ الحفاظ ذہبی سے ساتویں صدی کے ایک چوتھائی سے بھی کم مشاہیر فقہاء اور محدثین کے یہ نام جمع کیے ہیں۔ یہ تمام محدثین اور فقہاء مذاہب اربعہ کے پابند تھے۔ تین طلاق کے مسئلہ میں ان میں سے کسی نے بھی صحابہ کرام کے اجماع اور ائمہ اربعہ کے اتفاق کی مخالفت نہ کی۔ اسی ساتویں صدی میں ربیع الاول ۶۶۱ھ میں حافظ ابوالعباس احمد ابن تیمیہ حرانی پیدا ہوئے۔ اور ۲۰ ذیقعدہ ۷۲۸ھ کو ان کا وصال ہوا۔ انہوں نے اگرچہ وہ حنبلی کہلاتے تھے مگر کئی مسائل میں اہل سنت والجماعت سے تفرد اختیار فرمایا۔ ان کے شاگرد علامہ ذہبی بھی لکھتے ہیں: "آپ چند فتووں میں منفرد تھے جن کو آپ کی بے حرمتی کا بہانہ بنایا گیا۔ آپ پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ آپ کو پابند سلاسل بنا کر جیل میں ڈالا گیا (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۱۹) رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت کی نیت سے سفر کو گناہ قرار دیا۔ وسیلے کا انکار کیا۔ روضہ اقدس پر حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کو ناجائز قرار دیا۔ اور تین طلاق کے مسئلہ میں مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر روافض کی اتباع اختیار کی۔ چونکہ اس وقت حکومت اسلامی تھی، وہ اس انتشار کو سخت ناپسند کرتی تھی۔ اس وقت ان پر کیا گزری، یہ مولانا شرف الدین شاگرد میاں نذیر حسین دہلوی اور نواب صدیق حسن خان غیر مقلدین سے سنیئے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے یہ لکھ دیا تھا کہ تین طلاق میں محدثین اور حنفیہ کے مسلک میں اختلاف ہے۔ اس پر مولانا شرف الدین صاحب لکھتے ہیں: "اصل بات یہ ہے کہ مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے کہ تین طلاق مجلس واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہے، یہ مسلک صحابہ" تابعین و تبع تابعین" وغیرہ

ائمہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے۔ یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند اور ان کے معتقد ہیں۔ یہ فتویٰ شیخ الاسلام نے ساتویں صدی کے اخیر یا اوائل آٹھویں صدی میں دیا تھا۔ تو اس وقت کے علماء اسلام نے اس کی سخت مخالفت کی تھی۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں جہاں شیخ الاسلام کے متفردات مسائل لکھے ہیں اس فہرست میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا تو بہت شور ہوا۔ شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے۔ ان کو اونٹ پر سوار کر کے درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی۔ قید کئے گئے۔ اس لئے کہ اس وقت یہ مسئلہ روافض کی علامت تھی۔ ص ۳۱۸ اور سبل السلام شرح بلوغ المرام مطبع فاروقی دہلی ص ۹۸ جلد ۲ اور التاج المکلل مصنفہ نواب صدیق حسن خاںؒ صاحب ص ۲۶۸ میں ہے کہ امام شمس الدین ذہبی باوجود شیخ الاسلام کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالف تھے۔ (التاج المکلل ۲۸۸-۲۸۹)..... یہ فتویٰ یا مذہب آٹھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا اور ائمہ اربعہ کی تقلید چوتھی صدی ہجری میں رائج ہوئی (اس مسلک کو محدثین کا مسلک قرار دینے) کی مثال ایسی ہے جیسے بریلوی لوگوں نے قبضہ غاصبانہ کر کے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت مشہور کر رکھا ہے اور دوسروں کو خارج یا جیسے مولوی مودودی کی جماعت نے اپنے آپ کو جماعت اسلامی مشہور کر دیا ہے' باوجودیکہ ان کا اسلام بھی خود ساختہ ہے جو چودھویں صدی ہجری میں بنایا گیا ہے۔ ولعل فیہ کفایۃ لمن لہٗ درایۃ واللّٰہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم۔ یستلونك احق ھو قل ای وربی انہ لحق (ابو سعید شرف الدین دہلوی (فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۲۰' ج ۲) مولانا شرف الدین نے یہ بات واضح کر دی کہ اسلام کی پہلی سات صدیوں میں کوئی صحابی' تابعی' تبع تابعی' مجتہد' فقیہ اور محدث ایک مجلس کی تین طلاق کے بعد رجوع کا فتویٰ نہ دیتا تھا۔ بلکہ سات سو سال تک یہ بات مسلم تھی کہ یہ فتویٰ رافضیوں کا ہے۔ آٹھویں صدی

میں دو نام سامنے آتے ہیں۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم۔ لیکن تمام علماء نے اس فتویٰ کو رد کر دیا اور اسلامی حکومت نے ان کو سزائیں دیں۔ اب چودھویں صدی کے غیر مقلدین جو ابن تیمیہ کی تقلید میں اس کو محدثین کا مذہب کہتے پھرتے ہیں' یہ ایسا ہی جھوٹ ہے جیسے بریلویوں کا اپنی بدعات کو سنت کہنا' یا جس طرح مودودی کا اپنے خود ساختہ اسلام کو جماعت اسلامی کا نام دینا اور پھر مولانا قسم کھا کر فرماتے میرے رب کی قسم یہی بات حق ہے۔

آٹھویں صدی :

ابن تیمیہ کے اس تفرد میں ان کے کسی شاگرد نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا۔ ان کے شاگرد ذہبی نے بھی سخت مخالفت کی۔ اور امام فرید عصر حافظ ذوالفنون شمس الدین احمد بن عبدالہادی نے ان کا قاہر رد لکھا۔ البتہ ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم نے ان کی حمایت کا دم بھرا اور چار جلدوں میں ایک کتاب اعلام الموقعین لکھ ڈالی۔ لیکن وہ اپنے استاد کی حمایت میں بالکل ناکام رہے۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم کو جو سزائیں ملیں اس کی بنیاد وہ محضر نامہ تھا جو علماء کے دستخطوں کے ساتھ ان کے خلاف لکھا گیا۔ عربی میں دستخط کو توقیع کہتے ہیں۔ اس محضر نامہ کے رد میں جو کتاب لکھی اس کا نام اعلام الموقعین رکھا کہ دستخط کرنے والوں کو خبردار کرنا۔ اس میں امام احمد بن حنبلؒ سے یہ تو نقل فرمایا کہ جو چار پانچ احادیث کا حافظ نہ ہو اسے اجتہاد کرنے اور فتویٰ دینے کا حق نہیں۔ گویا اس کا راستہ تو تقلید ہی ہے۔ ہاں جو ابن تیمیہ جیسا متبحر فی المذہب ہو' اس کو اپنے امام سے اختلاف کا حق ہے۔ مگر ابن قیم یہاں موضوع سے ہٹ گئے۔ انہیں ثابت تو یہ کرنا تھا کہ کیا ایسا شخص خرق اجماع کا حق رکھتا ہے اور ایسے شخص کو چاروں مذاہب چھوڑ کر روافض کی اتباع جائز ہے۔ اس بات کے ثابت کرنے میں وہ سو فیصد ناکام رہے۔ ابن قیم نے اس کتاب میں اجماع پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں سابقہ مجتہدین میں ان مذاہب کو مدار مانا جاتا ہے جن کے مذاہب تواتر اور یقین سے ثابت ہوں۔ اگر کسی مجتہد سے کوئی شاذ قول منقول ہے تو شاذ قرأتوں کی

طرح وہ تواتر اور اجماع سے ٹکر نہیں لے سکتا۔ ابن قیم نے ایسے شواذ کو بھی جمع کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنی اور روافض کی حمایت میں کسی اہل سنت مجتہد کا کوئی شاذ قول بھی پیش نہ کر سکے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن دقیق العید قشیری (۷۰۲ھ) شیخ الاسلام محی الدین نووی (۶۷۶ھ) وہ اس صدی کے تمام فقہاء اور محدثین صحابہ کرامؓ کے اجماع اور ائمہ اربعہؒ کے اتفاق پر ہی مضبوطی سے قائم رہے۔

نویں تا تیرھویں صدی آٹھویں صدی کے ابتداء میں ابن تیمیہ یا ابن قیم نے اجماع صحابہ کرامؓ اور مذاہب اربعہ سے ہٹ کر روافض کی اتباع میں ایک مجلس کی تین طلاق کے بعد رجوع کا فتویٰ دیا۔ لیکن مذاہب اربعہ کے تمام علماء اور اسلامی حکومت نے اس کو مسترد کر دیا اور ان کی توہین و تذلیل کے ساتھ ساتھ قید و بند کی سزا بھی دی۔ چنانچہ نویں، دسویں، گیارہویں، بارہویں صدی میں ایک مفتی بھی نہیں ملتا جس نے ابن تیمیہ کے اس غلط فتوے کے مطابق فتویٰ دیا ہو۔ اور یہ صدیاں بھی اسلامی عروج کی صدیاں تھیں۔ ایک بھی مستند شخصیت کا نام کسی مستند تاریخ سے پیش نہیں کیا جا سکتا جو غیر مقلد کہلاتا ہو۔ تیرھویں صدی کے وسط میں جب متحدہ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے پر پرزے پھیلا رہی تھی تو ایک رافضی عبدالحق بنارسی تقیہ کی چادر اوڑھ کر سُنیوں میں داخل ہوا۔ وہ یمن سے شوکانی زیدی کی کتاب الدرر البہیہ لایا اور اس نے غیر مقلدیت کی بنیاد رکھی۔ یہاں سب اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔ اب امام کی تقلید چھوڑنے کے بعد پہلا مسئلہ یہ تھا کہ پہلے مسائل فقہ حنفی سے لیتے تھے۔ اب کس فقہ کے مطابق نماز روزہ ادا ہو گا۔ تو زیدی فقہ الدرر البہیہ کا اردو ترجمہ کر کے اس کا نام فقہ محمدیہ رکھ کر شائع کر دی گئی۔ اور اپنا نام محمدی رکھ لیا گیا۔ یعنی فقہ محمدیہ پر عمل کرنے والے جو یمن کے زیدی شیعوں کی لکھی ہوئی ہے۔ اب اسلامی حکومت کمزور تھی کہ کسی نئے فتنے کو ابھرنے نہ دے۔ البتہ برطانیہ کی ضرورت تھی کہ اسلاف سے بغاوت کر کے نئے نئے فتنے اٹھیں تاکہ مسلمانوں کی قوت آپس میں لڑ کر تباہ ہو۔ انگریز نے اس نومولود فرقے کی حمایت کی۔ ادھر علماء نے ان کے عقائد و اعمال لکھ کر مکہ مکرمہ اور

مدینہ منورہ کے علماء سے اس نوزائیدہ فرقہ کے بارہ میں فتویٰ طلب کیا۔ چنانچہ ۱۲۵۲ھ میں حرمین شریفین سے پہلا فتویٰ ان کے خلاف آیا جس میں وہاں کے علماء نے بالاتفاق اس فرقہ کو ایک گمراہ فرقہ قرار دیا۔ پھر دوسرا فتویٰ ۱۲۵۶ھ میں اور تیسرا ۱۲۸۴ھ میں حرمین شریفین سے آئے۔ متحدہ ہندوستان کے علماء نے بھی مفصل فتاویٰ تحریر فرمائے۔ نظام الاسلام، تنبیہ الضالین وغیرہ یہ فتاویٰ مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کی مرتبہ کتاب شرعی فیصلے میں موجود ہیں۔ لیکن ابھی تک اس فرقہ کا زور آمین، رفع یدین پر ہی تھا۔ حرام کو حلال کرنے کا کاروبار ابھی شروع نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ابھی ان کے سرپرست انگریز بھی پورے اقتدار کے مالک نہ تھے۔ اور ہر دار الافتاء کا مدار شامی اور عالمگیری پر تھا۔ شامی شریف میں بھی یہ لکھا تھا کہ اگر تین طلاق کے بعد کوئی قاضی رجوع کرنے کا فیصلہ دے تو وہ قاضی نہیں شیطان ہے۔ اور اس کا فیصلہ نافذ نہ ہو گا۔ اور فتاویٰ عالمگیری ۵۰۰ سو علماء کی اجتماعی کوشش سے مرتب ہوا تھا۔ اس میں تو یہاں تک لکھا تھا کہ اگر تین طلاق کا لفظ بیوی نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے اور کسی قاضی نے رجوع کا فیصلہ دے دیا تو عورت ہرگز ہرگز اس کو اپنے قریب نہ آنے دے۔ اگر بالفرض اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تو عورت اس زناکاری سے بچنے کے لئے اگر اسے زہر دے دے تو شرعاً گنہگار نہ ہو گی۔ اس لئے تیرہویں صدی میں غیر مقلدین کے بھی کسی فتوے کا ہمیں علم نہیں جس میں اس حرام عورت کو حلال کیا گیا ہو۔

چودہویں صدی :

اس صدی میں جب اسلامی حکومت ختم ہو گئی اور انگریز اقتدار مضبوط ہو گیا تو مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولوی شمس الحق ڈیانوی اور مولوی نذیر حسین دہلوی نے پھر اس حرام کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا۔ اب اسلامی حکومت نہیں تھی کہ ان کے ساتھ وہی سلوک ہوتا جو آٹھویں صدی میں ابن تیمیہ اور ابن قیم کے ساتھ ہوا تھا۔ تاہم اس فتوے کو اہل سنت والجماعت تو کجا خود غیر مقلدین نے بھی قبول نہ کیا۔ اور ابو سعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے اس کا زبردست رد لکھا جو فتاویٰ ثنائیہ

ص ۲۱۶ تا ص ۲۲۰ جلد دوم پر مذکور ہے۔ اس کا جواب الجواب غیر مقلد نہ لکھ سکے۔ پھر ۳ رجب ۱۳۴۲ھ کو مولوی ثناء اللہ نے اجماع صحابہ اور مذاہب اربعہ کے خلاف فتویٰ دیا۔ اسے بھی غیر مقلدین نے تسلیم نہ کیا۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم جناب عبداللہ روپڑی صاحب نے اس کا رد تحریر فرمایا۔ اس کے بعد غیر مقلدین نے سوچا کہ یہ تو حنفی کو غیر مقلد بنانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین نے اس پر عمل درآمد شروع کردیا۔ اور اکثر غیر مقلد اسی وجہ سے بنے ہیں۔ الغرض کسی اسلامی حکومت میں اس فتوے کو کبھی بھی پذیرائی نصیب نہ ہوئی۔ چودھویں صدی کے غیر مقلدین نے اس کاروبار کو وسیع کیا۔ ان کی کوشش تھی کہ حرمین شریفین سے بھی ان کی تائید ہو جائے، مگر رابطہ عالم اسلامی نے پوری تحقیق اور کوشش کے بعد یہی فتویٰ دیا کہ جس نے اپنی بیوی کو ایک لفظ سے تین طلاقیں دیں وہ تین ہی واقع ہوں گی۔ اس کے بعد رجوع کا یا نکاح کا حق بھی نہیں رہتا۔ جب تک وہ عورت دوسرے خاوند سے ہمبستر نہ ہو۔ جناب رسول اقدس ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ جس نے اپنے دین کی حفاظت کرنی ہے وہ شبہ سے بھی بچے۔ لیکن ہمارے غیر مقلد دوست کھلے کھلے حرام میں رات دن کوشاں ہیں۔ خداوند قدوس ہمیں حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔



کیا طلاق کے لئے لفظِ ماضی ضروری ہے؟

ایک شخص مندرجہ ذیل عبارت اپنے قلم سے لکھتا ہے۔ بندہ عبدالرحمٰن اپنی عورت کو اس وجہ سے طلاق دیتا ہے کہ یہ ہر کام میں مجھے بے عزت کرتی ہے اور میں ہمیشہ اس سے شرمندہ ہوں۔ اب میں تین طلاق دیتا ہوں۔ کیا اس تحریر سے طلاق ہو گئی؟

عبدالحمید منڈی یزمان ضلع بہاولپور

الجواب صورت مسئولہ میں طلاق کا ذکر دو دفعہ ہوا ہے۔ پہلی دفعہ سببِ طلاق کے ذکر کے لئے اور دوسری دفعہ تین طلاق کا ذکر ہے لیکن اس لفظ میں معنی حال استعمال ہوا ہے حالانکہ لفظِ ماضی سے تعبیر کرنا چاہئے تھا چنانچہ اسطرح کہنا چاہئے تھا کہ تین طلاقیں دی ہیں۔ جبکہ کہا ہے "میں تین طلاق دیتا ہوں" جس کے معنی ہوسکتے ہیں کہ میرا ارادہ تین طلاق دینے کا ہے۔ (۲) طلاق کی نسبت عورت کی طرف نہیں کس کو تین طلاق دیتا ہے جب نسبت نہیں تو تین طلاق واقع نہیں ہوئیں اور طلاق دہندہ کہتا ہے کہ اس تحریر سے میرا مقصد طلاق دینے کا نہ تھا بلکہ اپنی زوجہ کے خاندان کو ڈرانا مقصود تھا اس واسطے طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ نسبت اور اضافت نہیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ حبیب اللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

واحد بخش عفی عنہ

صدر مدرس مدرسہ فاضل احمد پور شرقیہ

دونوں حضرات علماء نے جو جواب تحریر فرمایا ہے ہمارے نزدیک ان حضرات سے غلطی واقع ہوگئی ہے۔ طلاق کے وقوع کے لئے لفظِ حال بھی اسی طرح مؤثر ہے جس طرح لفظ ماضی کا۔ البتہ صیغہ مستقبل سے طلاق واقع نہیں ہوتی لہٰذا اب میں تین طلاق دیتا ہوں کے لفظ سے تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں اور عورت حرام بحرمتِ غلیظہ ہوگئی۔ درمختار جلد دوم صہ ۵۹۱ و شرحہ میں موجود ہے۔

(قوله و ما بمعناها من الصریح) ای مثل ما سیذکرہ
من نحو کونی طالقا واطلقی ویا مطلّقة بالتشدید و
کذا المضارع اذا غلب فی الحال مثل اطلّقک اھ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ
مہتمم خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
۱۵ محرم ۱۳۷۶ھ

عورت کو فسخ کا اختیار دینا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ حاکم کہے "میں نکاح کو فسخ کرتا ہوں"

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید نے ہندہ کو نکاح میں لائے تقریباً بیس سال کا عرصہ گذر گیا لیکن بوجہ نابالغی ہندہ باپ کے گھر رہی۔ زید دس سال غیر آباد رہا اور اپنی عورت کو آباد نہیں کیا۔ اس اثناء میں زید نے دوسری شادی زینب سے کر لی جو ابھی آباد ہے اور ملک بنگال میں ہے۔ ہندہ زوجہ زید نے حکومت پاکستان سے تنگ آکر درخواست کی کہ زید شوہر بیس سال کے عرصے سے مجھے نہ نان نفقہ دے رہا ہے اور نہ مجھے آباد کرتا ہے، میرا کوئی بندوبست کیا جائے۔ حکومت پاکستان نے معتبر گواہوں کی شہادت کے بعد زید کو مطلع کیا کہ تو اپنی زوجہ ہندہ کے بارے میں کیا کرے گا لیکن زید ایسا چپ چاپ ہے کہ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر حکومت پاکستان والوں نے تنگ آکر ہندہ کو اجازت دی ہے کہ تو اپنا ثانی نکاح کر سکتی ہے۔ آئندہ زید کو کوئی حقدار نہیں ہے۔ شرع شریف میں ہندہ کے لیے کیا حکم ہے۔ ہندہ کے پاس نقلیں عدالت کی موجود ہیں۔ الفاظ نقل یہ ہیں۔ شہادت مدعیہ کی طرف سے پیش کی ہوئی یہ ثابت کرتی ہے کہ مدعیٰ علیہ نے حق زوجیت ادا کیا اور نہ مہیا کیا کسی قسم کا خرچہ اس کا۔ اس لیے مدعیہ کو تنسیخ نکاح کا حق پہنچتا ہے۔ میں اس کو یکطرفہ ڈگری دیتا ہوں برائے تنسیخ نکاح کھلی عدالت میں اعلان کیا گیا۔ ۱۲/۱/۱۹۵۱ء
دستخط فاروق احمد سول جج فسٹ کلاس جہلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جج صاحب کے الفاظ شرعی فسخ نہیں اس لیے دوبارہ درخواست دے کر فسخ کروایا جائے۔ جج صاحب کو یہ الفاظ کہنے ضروری ہیں کہ میں اس نکاح کو فسخ کرتا ہوں، اختیار دینے کو شریعت فسخ تسلیم نہیں کرتی۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان
بندہ محمد صدیق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ۹/۱۰/۷۱
۱۸ رمضان المبارک ۷۱ھ

اگر طلاق کا گواہ لڑکی کا باپ ہو تو وہ گواہی معتبر نہیں۔

ایک شخص کا جبراً گلا گھونٹ کر اور قتل کی دھمکی دے کر طلاق لی گئی۔ وہ شخص منکر ہے اور گواہ کہتے ہیں کہ طلاق دی ہے۔ طلاق کے گواہ صرف لڑکی کا باپ اور چچا ہیں تو کیا اس صورت میں طلاق ہو گئی؟

الجواب: لا تجوز شهادة الوالدین لولدیهما (عالمگیری باب الشہادۃ)
چونکہ صورت مسئولہ میں گواہوں میں باپ بھی شامل ہے اور اس کی گواہی بیٹی کے حق میں معتبر نہیں لہٰذا فیصلہ مرد کی قسم پر ہوگا۔ اگر مرد قسم اٹھالے کہ میں نے طلاق نہیں دی تو عورت اس کے حوالہ کر دی جائے گی۔ اور اگر واقع میں طلاق دے دی تھی تو پھر خاوند اس عورت کو رکھنے میں گناہ گار ہوگا اور زانی ہوگا۔ فقط واللہ اعلم
عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان
۲۰ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ

جو یہ کہے "میں کسی مذہب سے متعلق نہیں" اس کی بیوی نکاح سے خارج ہو گئی۔

الاستفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب محمد اقبال جاوید کا سال ڈیڑھ سال گزرا نکاح ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کے خطوط

سے مجھے اس کے ایمان کے متعلق شبہ ہوا تو اس بنا پر اس کے عقائد کے متعلق استفسار
کیا گیا تو اس نے اپنے ایک انگریزی خط میں اپنے خیالات کا اظہار کیا جس کا ترجمہ
مندرجہ ذیل ہے۔

میں نے پُرغور اور گہرا مطالعہ تمام مذاہب، ان کے اصول اور مختلف جماعتی نظریوں
کا شروع کردیا ہے۔ محض وراثتاً کسی کا مسلمان ہونا میرے نزدیک اسلام کی حقانیت کا
ثبوت نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ میرے باپ نے زندگی کی اصلیت کو سمجھنے میں فاش غلطی
کی ہو۔ اب میں نے تحقیقات شروع کردی ہیں اور اس کام کی تکمیل پر میں اپنے اس
کام میں چھان بین کا نتیجہ ظاہر کروں گا۔ فی الحال میں مسلمان ہوں نہ خدا کا منکر۔ بلکہ ایک
عام آدمی ہوں جس کا کسی مذہب سے کوئی علاقہ نہیں۔ میں خدا اور حضرت پیغمبر صاحب
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت آپ سے کوئی بحث کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔
کیونکہ مختلف مذاہب کے متعلق اپنا مطالعہ ختم نہیں کیا ہے۔ لیکن چونکہ میری شادی اسلامی
رسوم کے مطابق عمل میں آئی تھی اس لیے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ
اپنے مستقر کو قرآن اور سنت کے مطابق جائز رکھیں۔ ہر فیصلہ جو قرآن اور سنت کے
مطابق ہوگا وہ میرے لیے قابلِ قبول ہوگا۔

(۱) اب سوال یہ ہے کہ مندرجہ بالا عقائد رکھنے والا آدمی مسلمان ہے یا نہیں۔
(۲) کیا اس کا سابقہ نکاح باقی ہے یا نہیں۔
(۳) تاحال نہ اس لڑکی کی رخصتی ہوئی اور نہ خلوت صحیحہ ہوئی تو کیا نکاح باقی نہ رہنے
کی صورت میں لڑکی دوسری جگہ بغیر عدت گزارنے کے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: شخص مذکور نے تصریح کردی ہے کہ میں کسی مذہب سے متعلق نہیں
ہوں بلکہ مذاہب کی تحقیقات کر رہا ہوں۔ اس وقت خدا اور رسول ﷺ کے متعلق کوئی بحث
کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کیونکہ ابھی تک مطالعہ ختم نہیں کیا ہے اور یہ کہ میں مسلمان نہیں
ہوں۔ اس تصریح کے بعد اس شخص کو مسلمان ہرگز تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ تقلیدی ایمان
معتبر تھا مگر اس نے اس سے بھی انکار کردیا ہے۔ لہٰذا اس کا نکاح نہیں رہا۔ اس کی

بیوی قرآن، سنت و فقہ کے مطابق بائنہ ہوچکی ہے۔ لہٰذا اسے اختیار ہے کہ جہاں چاہے
نکاح کرے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

مطلقۂ ثلاث، حاملہ من الزنا سے نکاح کیا تو پہلے خاوند کیلئے حلال ہوجائیگی۔

ایک عورت اپنے خاوند کے گھر خوش و خرم آباد تھی۔ بوجہ آپس میں ناراضگی اس
کو طلاق دے دی گئی۔ بوقت طلاق ہمراہ دو بچے موجود تھے۔ تین سال کے بعد وہ عورت
اپنے خاوند کے پاس اپنی خوشی سے آکر آباد ہوئی اور اس کو حمل قرار تھا جو کہ اس وقت
تقریباً تین ماہ کا ہوچکا تھا۔ اس کے بعد اس عورت کے بہنوئی اسے اپنے گھر لے گئے اور
وہاں پر حمل کی صورت میں حلالہ کی شرط پوری کردی۔ بعد ازاں وہ عورت پھر اپنے خاوند کے
گھر واپس آگئی ہے۔

(۱) آیا حمل کی صورت میں حلالہ جائز ہے یا نہیں؟
(۲) اگر حلالہ جائز ہے تو کیا عورت اپنے پہلے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے؟ کیونکہ ان
دونوں میاں بیوی آپس میں بخوشی نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ شرعاً ان کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں حلالہ درست ہے لیکن پہلے خاوند کے ساتھ بچہ پیدا ہونے
سے پہلے نکاح جائز نہیں کیونکہ خاوند ثانی کی عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونا ہے۔
وعدۃ الحامل ان تضع حملها الی قوله وسواء کان
الحمل ثابت النسب ام لا ویتصور ذالك فیمن
تزوج حاملاً بالزنا کذا فی السراج الوهاج۔ عالمگیری ص ۱۳۵ ج ۲

واللہ اعلم،

بندہ اصغر علی غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان
یکم ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ

الجواب صحیح بندہ خیر محمد عفی عنہ
مہتمم خیر المدارس ملتان

طلاق صرف ایک دی لیکن اخبار کے طور پر کئی آدمیوں سے ذکر کیا تو طلاق ایک ہی رہے گی

صورت مسئولہ یہ ہے کہ زید نے بیوی کو ایک طلاق دی۔ پھر دوسروں کو اطلاع دینے کے لئے متعدد مجالس یا ایک مجلس میں بار بار کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں ظاہر ہے کہ فیما بینہٗ وبین اللہ تعالیٰ ایک ہی طلاق ہوئی لیکن اس کی بیوی اور مفتی بھی اس کو ایک ہی طلاق قرار دیں گے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر یہ یقین ہے کہ بعد میں اخبار و اطلاع ہی کی غرض سے الفاظ طلاق کا تلفظ کیا ہے۔ تو دوسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ بیوی اور مفتی کو بھی اس پر اعتماد کرنا درست ہے۔

رجل قال لامرأته یا مطلّقة الی قولہ وان کان لھا زوج قبلہ وقد کان طلّقھا ذٰلک الزوج ان لم ینو بکلامہ الاخبار طلقت وان قال عنیتُ بہ الاخبار دین فیما بینہٗ وبین اللہ تعالیٰ وھل یدیّن فی القضاء اختلفت الرّوایات فیہ والصحیح انہ یدیّن اھ (ہندیہ ص ۳۹ ج ۲)

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ

۱۴ / ۴ / ۱۴۰۳ ھ

اگر عورت طلاق کے اختیار کو اسی مجلس میں استعمال نہ کرے تو خیار ختم ہو جائے گا

ایک شخص نے کسی وقت اپنی بیوی کو ایک بائن طلاق دیکر پھر تجدید نکاح کر لیا پھر اس کو اپنی زندگی میں ایک حادثہ بھی خیال میں گزرتا ہے کہ اس نے بیوی کو طلاق رجعی

دی تھی مگر یہ حادثہ شک وظن کا ہے۔ کامل یقین نہیں ہے کہ اس نے طلاق رجعی دی تھی یا محض شک وظن ہے۔ پھر کافی عرصہ کے بعد اس نے بیوی کی بعض بدعنوانیوں سے پریشان ہو کر یہ کہا کہ اگر تو میرے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی تو تجھ کو اپنے نفس پر اختیار ہے۔ اگر تو اپنے نفس کو اختیار کرنا چاہتی ہے تو کر سکتی ہے تیری مرضی ہے۔ عورت نے جواباً کہا کہ اس حالت سے تو میں آزادی چاہتی ہوں۔

(ب) خاوند نے کہا کہ جب تو نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا ہے۔ اب تجھ پر طلاق واقع ہو گئی اور تو مجھ سے مغلظہ ہو گئی جب تک تیرے ساتھ دوسرا آدمی نکاح وصحبت نہ کرے اور وہ تجھ کو طلاق دے، پھر تیسری عدت نہ گزر جائے اس وقت تک تو میرے لیئے حلال نہیں ہے۔ خاوند نے اس کو یہ اس لیئے کہا کہ اس کی نظر میں ایک طلاق بائنہ سابقہ تھی۔ دوسری طلاق رجعی مشکوک اور تیسری عورت کے اپنے نفس کو اختیار کرنے اور آزاد ہونے والی طلاق جنکی مجموعی تعداد تین ہو گئی۔ انشائے طلاق ثالثہ جدیدہ اس کی نیت نہیں تھی۔ کیا طلاق میں شک کا اعتبار عدد طلاق میں ہوگا یا کالعدم ہوگا نیز خاوند کے کہنے سے وہ مغلظہ ہو جائے گی۔ طلاق ثلثہ جدیدہ کا حکم لگے گا یا اس کی نیت کے مطابق وہی طلاق بائن قدیم وطلاق رجعی مشکوک اور طلاق تخییر یا تفویض کا حکم ہوگا۔ طلاق رجعی مشکوک کا اعتبار کیا ہوگا؟

(۲) - خاوند نے اپنی بیوی کو اس کی جان کے بارے میں تخییر کی مرضی دیدی اور کہا کہ اگر تو میرے ساتھ موجودہ حالت میں خوش نہیں ہے تو تو اپنی جان کے بارے میں صاحب اختیار ہے، اگر آزاد ہونا چاہتی ہے تو آزاد ہو جا۔ کیونکہ تو نے مجھ کو بہت تنگ کیا ہے۔ کل تک سوچ کر جواب دیدے۔ عورت نے کہا کہ اگر میرے ساتھ انصاف کا معاملہ نہ کیا جائے تو پھر آزاد ہی اچھی ہوں۔ خاوند نے کہا کہ تیرا مطلب کیا ہے۔ عورت نے کہا کہ میرا مطلب جُدا ہونا نہیں۔ نہ اپنے نفس کو اختیار کرنا تھا بلکہ یہ کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے حق تلفی نہ کی جائے۔ اب کیا اس سے اختیار نفس مراد لیا جائے گا یا نہ؟ ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ عورت کہتی ہے کہ میں صاحب اولاد ہوں جُدا ہونا کیسے پسند کروں یا جُدا ہونے کا مطالبہ کیسے کروں۔ لیکن حکم شریعت کی پابندی بھی ضروری ہے۔

مولوی صبغت اللہ شیرانی ضلع ژوب

الجواب: ۲۶ ان قال لها انت طالق ان شئت فقالت شئت ان كان كذا فهو على وجهين... اما ان علقت مشيئتها بشيء لم يوجد بعد وفي هذا الوجه لا يقع الطلاق ويخرج الامر من يدها وعن هذا قلنا اذا قالت شئت ان شاء أبي كان ذلك باطلاً وان قال الاب بعد ذلك شئت لا يقع الطلاق هكذا في المحيط (عالمگیری [illegible] ج۱)

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ عورت نے اپنے اختیار کو آئندہ انصاف نہ کرنے پر معلق کیا ہے کہ اگر میرے ساتھ انصاف کا معاملہ نہ کیا جائے اور بصورت تعلیق اختیار و مشیئت طلاق واقع نہیں ہوتی اور اختیار بھی باطل ہو جاتا ہے۔ الحاصل صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔ ۲۷ اگر یہ سوال اسی عورت کے متعلق ہے جس کا ذکر سوال ۲ میں ہے تو یہ آخری طلاق واقع نہ ہوگی جیسے ابھی ذکر ہوا اور خاوند کا اقرار غلط فہمی پر مبنی ہے لہذا اس سے بھی طلاق مغلظہ واقع نہیں ہوئی۔

ظن انه وقع الثلاث على امرأته بافتاء من لم يكن اهلاً للفتوى وكلف الحاكم كتابتها في الصك فكتبت ثم استفتى ممن هو اهل للفتوى فافتى بانه لا يقع والتطليقات الثلاث مكتوبة في الصك بالظن فله ان يعود اليها ديانةً ولكن لا يصدق في الحكم (شامیہ ص۴۷۹ ج۲ مجتبائی)

پس تغلیظ ثابت نہیں اور اگر یہ الگ واقعہ ہے تو احتیاط پر عمل کیا جائے۔ حلالہ کیے بغیر نہ رکھے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ | الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۳۹۵/۳/۲۵ھ

تین کانے پھینکے اور زبان سے ایک دفعہ کہا "تجھے چھوڑا" تو ایک طلاق ہوگئی

ایک شخص نے اپنی بیوی سے جھگڑے کی صورت میں تین کانے اٹھا کر اس کی طرف پھینکے اور کہا کہ میں نے تجھے چھوڑا ہے۔ اس سے جب اس کی مراد پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ میری مراد اس سے تین طلاق دینا ہے۔ کیا اس صورت میں وہ عورت اس پر کلیۃً حرام ہو گئی ہے یا نہیں۔ مہر کی بابت کیا حکم ہے۔ جہیز کا سامان واپس کرنا ہوگا یا نہیں جو اس میں سے استعمال کر چکی ہے وہ بھی واپس

کرنا ہوگا یا نہیں۔ جو زیور مرد کے ہیں کیا وہ بیوی سے واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

محمد عبداللہ، کندیاں، ضلع میانوالی

الجواب: ولو لم يقل هكذا يقع واحدة لفقد التشبيه اي بان قال انت طالق واشار بثلاث اصابع ونوى الثلاث ولم يذكر بلسانه فانها تطلق واحدة (خانية) قال القهستاني لانه كما لا يتحقق الطلاق بدون اللفظ لا يتحقق عدده بدونه (الدر المختار على هامش رد المحتار)

صورت مسئولہ میں اگر یہی خط کشیدہ الفاظ کہے ہیں تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی جیسا کہ جزئیہ بالا سے ظاہر ہے رجوع کر کے اور بعد از عدت نکاح جدید کر کے رکھ سکتا ہے۔ حلالہ کی حاجت نہیں۔ خاوند کے ذمہ کل مہر ادا کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۳۹۵/۳/۲۳ھ | الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

طلاق کے بعد مجامعت کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو کس کا قول معتبر ہوگا۔

طلاق کے بعد میاں بیوی میں باہمی اختلاف ہو گیا۔ خاوند اس بات کا مدعی ہے کہ ہمبستری نہیں ہوئی۔ بیوی کہتی ہے کہ ہمبستری ہوئی ہے تو شرعاً کس کا قول معتبر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: بیوی قسم اٹھا کر کہہ دے کہ ہمبستری ہوئی ہے تو اس کا قول معتبر ہوگا۔

وفي القنية افترقا فقالت افترقنا بعد الدخول فالقول قولها لانها تنكر سقوط نصف المهر اه (بحر الرائق ص۳۳۶ ج۱)

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ۔

طلاق کی جس یمین میں وقت مقرر نہ ہو اس میں موت سے کچھ پہلے طلاق واقع ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ شہر دریا خان ضلع بھکر چک ۲۷ چاہ گدارا میں علامہ عبدالستار تونسوی تقریر کے لئے تشریف لے گئے۔ تقریر سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص حافظ عبدالغفور نے حیات و ممات کا مسئلہ چھیڑ دیا اور کہا کہ آپ اس مسئلہ میں احمد سعید سے مناظرہ کرلیں۔ علامہ صاحب نے فرمایا کہ آپ برائے مہربانی میرے برابر کا آدمی لائیں۔ بات علامہ عنایت اللہ

شاہ پر ٹھہری۔ علامہ صاحب نے فرمایا کہ آپ نہ لائے تو؛ اس پر اس آدمی نے کہا کہ اگر میں نہ لایا
تو میری بیوی کو طلاق۔ اور اگر آپ نہ آئے تو حضرت نے جواب دیا کہ میں نہ آیا تو میری زن بھی طلاق
ہے بشرطیکہ ان کی آمد سے مطلع مجھ کو آپ کریں گے اور مناظرہ کی تاریخ اور مقام تم تجویز کروگے اور مجھ
مجھ کو پتہ دوگے۔ نوٹ: طلاق کے الفاظ میں گواہوں کے بیانات متضاد ہیں۔ بعض نے طلاق اور
بعض نے حرام، بعض تین طلاق کا لفظ بتاتے ہیں۔ بیانات ساتھ ہیں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں تحریر
اَلجَوَاب: صورت مسئولہ میں بیانات کے تضاد کی وجہ سے مسئلہ کا جواب علی التعیین نہیں
لکھا جاسکتا۔ بہرکیف جواب مسئلہ علی تقدیر الاختلاف یہ ہے کہ صاحب واقعہ عبدالغفور اور
حضرت مولینا صاحب نے اگر تین کا لفظ استعمال کیا یا تین کی شرط کو عبدالغفور نے قبول کرلیا۔
(گو کہ زبانی طلاق کا تلفظ نہ کیا ہو) تو حانث ہونے کی صورت میں تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور
حانث ہونے والے کی بیوی مغلظہ ہوجائے گی۔ اور اگر حرام کا لفظ استعمال کیا ہے تو طلاق بائنہ
ہوگی۔ بعد تجدید نکاح کے بیوی دوبارہ زوجیت میں آسکے گی اور اگر صرف طلاق کا لفظ کہا ہے۔ تو
طلاق رجعی واقع ہوگی اور رجوع کافی ہوگا ۔۔۔ حانث ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ چونکہ مناظر کو لانے
کی شرط میں وقت کی تعیین نہیں ہے اس لئے اس کا وقت شرط کرنے والے ہر دو شخص اور مناظر
(مولینا عنایت اللہ شاہ) کی موت تک ممتد ہوگا ۔۔۔ پس جب موت واقع ہوجائے تینوں میں سے
کسی کی بھی تو موت سے تھوڑا پہلے یہ عورت مطلقہ سمجھی جائے گی محض مناظر کے انکار کرنے سے
حانث نہیں ہوگا۔

وان حلف لیأتین البصرة فلم یأتها حتی مات حنث فی آخر
جزءٍ من اجزاء حیاته لان البر قبل ذٰلک مرجو (ہدایہ کتاب الایمان جلد ۲)
قال فی البحر ولاخصوصیة للاتیان بل کل فعل حلف انه یفعله ف
المستقبل واطلقه ولم یقیده بوقت لم یحنث حتی تقع الیأس عن
البر مثل لیضربن زیداً او لیعطین فلانة او لیطلقن زوجته
وتحقق الیأس عن البر یکون بفوت احدهما فلذا قال فی غایة البیان
واصل هذا ان الحالف فی الیمین المطلقة لا یحنث مادام الحالف
والمحلوف علیه قائمین لتصور البر فاذا فات احدهما فانه یحنث۔

بحرالرائق کتاب الایمان ص ۳۳۸ ج ۴ ۔۔۔۔ وفی المبسوط ولو حلف بطلاق
امرأته لیأتین البصرة فمات قبل ذٰلک طلقت عند الموت
لان بموته فات شرط البر وهو اتیان البصرة ولا نقول انه
یحنث بعد موته ولکنه کما اشرف علی الموت وتحقق عجزه عن
اتیان البصرة حنث اھ المبسوط للسرخسی ص ۶ ج ۹ باب القضاء فی الیمین

فقط واللہ اعلم۔ الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۴/۶/۹۷ھ

اِختلافِ دارین کی وجہ سے خیارِ فسخ نہیں ہوگا۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تقسیم ہند کی کشت وخون میں مسماۃ
ہندہ اپنے والدین کے ہمراہ پاکستان آگئی ہے اور مسماۃ ہندہ کا زوج مسمیٰ زید ہندوستان میں ہے۔
خط وکتابت سے معلوم ہوا کہ زید پاکستان میں آنے کے لئے تیار نہیں۔ سوال یہ ہے کہ قرارداد مقاصد
پاس ہوجانے کے بعد پاکستان اگر دارالاسلام کے حکم میں ہے تو کیا مسماۃ ہندہ دارالحرب (ہندوستان)
میں جانے سے انکار کرسکتی ہے۔ کیا ایسی صورت میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں مع حوالہ تحریر کریں
اَلجَوَاب: خاوند وبیوی کا ہندوستان وپاکستان میں الگ الگ ہونا موجب فسخ نہیں۔
کیونکہ اختلاف دارین مسلمانوں کے نکاح پر مؤثر نہیں۔ البتہ خاوند کا آباد کرنے کی کوشش نہ کرنا
موجب فسخ ہوسکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ خاوند سے طلاق یا خلع حاصل کرنے کی کوشش کی جائے
پھر فسخ کے طرق دریافت فرمائے جائیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ
بندہ محمد صدیق غفرلہٗ

سوداوی دَورے کی حالت میں طلاق دینا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرے بھائی محمد یامین کو عرصہ سے ایک دورہ
پڑا کرتا ہے۔ جس میں وہ بالکل خاموشی بھی اختیار کرلیتا ہے اور بعض اوقات پاگلوں کی طرح واہی

تباہی بھی بکنے لگتا ہے. اپنے حالات یہ بتاتا ہے کہ میرے تمام بدن میں آگ لگ رہی ہے. اس دَورے کی مدت ایک ہفتے سے دس بارہ ہفتہ تک ہوتی ہے. جس وقت وہ دورے کی حالت میں ہو اس وقت اس کا دماغی توازن قائم نہیں رہتا ہے. ۱۴ ۲/۵۵ کو اس کا دورہ شروع ہوا. وہ خاموش بھی رہا اور واہی تباہی بھی بکنے لگا. ۱۸ ۲/۵۵ کو دورے نے شدت اختیار کرلی اور اب اس کی حالت اتنی خراب ہوئی کہ ہم نے اس سے بیشتر اتنی خراب حالت نہیں دیکھی تھی. وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ میں مر رہا ہوں. انہی الفاظ کو وہ بار بار دہراتا رہا کہ میں مر رہا ہوں میرا دم نکل رہا ہے. ایک روز ۲۴ ۲/۵۵ کو وہ اسی دورے کی حالت میں اٹھا اور کچہری جاکر عرضی نویس سے کہا کہ طلاق نامہ کا کاغذ کتنے کو آتا ہے. عرضی نویس نے کہا دس روپے کو. اس نے دس روپے کا کاغذ لاکر عرضی نویس کو دیا کہ طلاق نامہ تحریر کردے. عرضی نویس نے اس کی بیوی کا پتہ ولدیت اور نام دریافت کیا کہ کتنے بچے ہیں. پھر طلاق نامہ تحریر کردیا. تحریر کے بعد اس نے عرضی نویس سے نہیں سنا کہ طلاق نامہ کا مضمون کیا ہے. عرضی نویس کے کہنے پر کہ دو گواہ ہونے چاہئیں. دو گواہیاں کرادیں اور خود بھی اپنے دستخط کردیئے. ۲۶ ۲/۵۵ کو جب دورے کے اثرات ہمیں کچھ کم معلوم ہوئے ہم نے اس سے پوچھا کہ تو نے اپنی بیوی کا طلاق نامہ کیوں تحریر کرایا تو اس نے برجستہ کہا کہ طلاق زوجہ کا ارادہ مجھے کبھی نہیں ہوا ہے. میں نے غیرارادی طور پر طلاق نامہ تحریر کرایا ہے اور نہ ہی طلاق دینا چاہتا ہوں. ۲۳ ۲/۵۵ کو وہ اپنی ساس کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میرا دماغ خراب ہوگیا ہے اور میری طبیعت بہت ہی خراب ہے. تم مہربانی کرکے اپنی بیٹی کو چند روز کے لئے اپنے گھر لے آؤ. چونکہ اس کی ساس اس کی حالت سے واقف تھی اس لیئے وہ بغیر حیل وحجت کے اپنے گھر لے آئی. اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا بیان کے مطابق دس روپے کا اسٹامپ خرید کر طلاق تحریر کرانے سے طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں. شرعی حکم سے مطلع فرمادیں.

اَلجواب: اگر واقعی یہ بیان صحیح ہے تو ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی.

قال الشامی فی کتاب الطلاق مطلب طلاق المدهوش فالذی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش ونحوه اناطة الحکم بغلبة الخلل فی اقواله وافعاله الخارجة عن عادته وکذا یقال فیمن اختل عقله لکبر اولمرض اولمصیبة فاجأته فادام فی حال غلبة

الخلل فی الاقوال والافعال لا تعتبرا قواله وان کان یعلمها ویریدها لان هذه المعرفة والارادة غیر معتبرة لعدم حصولها عن ادراک صحیح کما لا تعتبر من الصبی العاقل اه (ص ۳۳۴) الخ فقط واللہ اعلم بندہ محمود عفا اللہ عنہ ۵ ۲/۵۵ ھ

صورت مسئولہ میں عورت اور خوشدامن ہردو کے بیانات سے اس شخص کے مبتلا بالجنون ہونے کی تصدیق ہوتی ہے. اگرچہ زوجہ کے بیان میں اس متنازعہ فیہا واقعہ میں جنون کے ہونے سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے لیکن اس سے قبل نفس جنون کا اقرار ہے. اب حکیم عطاء اللہ کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعی اس شخص کو خفقانِ سوداوی کے دورے ہوتے ہیں. ان حالات میں اس شخص کا قول مع الیمین معتبر ہوگا. کیونکہ یہ امر اس کی ذات سے متعلق ہے جس پر عموماً بعض اوقات دوسروں کو اطلاع نہیں ہوتی. (نوٹ) حلفیہ بیان محمد یامین کے مطالعہ کے بعد جس کی تصدیق دستخط کنندگان (مورخہ ۲۵ رجب ۷۴ھ) نے کی. فیصلہ یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوگی.

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ ۲۵ رجب ۷۴ھ

ہردو مفتی صاحبان کے فتوے صحیح ہیں کہ صورت مذکورہ میں محمد یامین کی اہلیہ کو طلاق واقع نہیں ہوئی. لہٰذا محمد یامین اور اس کی بیوی ہردو بدستور زن وشوہر کی طرح زندگی بسر کرسکتے ہیں اور آئندہ کے لیئے متعلقین کو چاہیئے کہ محمد یامین کی نگرانی کریں کہ وہ پھر ایسی حرکت نہ کرنے پائے.

فقط واللہ اعلم، احقر خیر محمد عفا اللہ عنہ ۲۶ رجب ۱۳۷۴ھ

تیرے پاس آؤں تو اپنی بہن کے پاس آؤں

خدا بخش نے اپنی بیوی کو کہا کہ تیرے پاس آؤں تو اپنی بہن کے پاس آؤں، اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں طلاق نہیں ہوئی لیکن ایسا کہنا بھی درست نہیں. توبہ کی جائے آئندہ بچا جائے.

لو قال ان وطئتکِ وطئتُ امی فلا شیءٌ علیه کذا فی غایة السروجی (عالمگیری ص ۳۶ ج ۲)

الجواب صحیح —
بندہ عبدالستار
عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم.
محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۳/۳/ ۱۴۰۱ ھ

"نکاح والی ڈھیری ڈھائی" سے طلاق کا حکم

بکر نے اپنی عورت کو کہا کہ تیرے نکاح والی ڈھیری ڈھائی" اس کے ساتھ تین طلاق کا ارادہ تھا آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو گئی؟ ـــــ

الجواب ولو قال فسخت النکاح ونوی الطلاق یقع وعن ابی حنیفۃؒ ان نوی ثلاثاً فثلاث (ہندیہ ص۳۷۵ ج۱) ڈھانا ھدم کا ترجمہ ہے۔ ھدم نکاح اور فسخ نکاح کا مفہوم تقریباً ایک ہے پس صورت مسئولہ میں جزئیہ بالا کی بنا پر شخص مذکور کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو گئیں، زوجین میں بدوں حلالہ تجدید نکاح درست نہیں، عدت گزار کر عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم ـــ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہٗ مفتی خیر المدارس ملتان

شہادت ناقص ہو تو قضاءً طلاق نہیں ہو گی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ مسماۃ ھندہ کو یہ خبر دی گئی ہے کہ تیرے خاوند بکر نے تجھے تحریری طور پر طلاق دیدی ہے تو مسماۃ نے بغرض تحقیق اپنے بھائی کو بھیجا چنانچہ واپسی پر اس نے مدعیہ کو یہ کہا کہ واقعی تجھے طلاق ہو گئی ہے۔ اس پر مدعیہ نے حاکم کے سامنے دعویٰ طلاق دائر کر دیا ہے اور ثبوت دعویٰ میں اپنے دونوں بھائیوں کی شہادتیں پیش کی ہیں اور وہ دونوں ایک ہی مجلس کے شاھد ہیں: ایک بھائی کی شہادت یہ ہے کہ طلاق دہندہ بکر نے ہمارے سامنے اقرار کیا ہے کہ واقعی زید نے مجھ سے لکھوایا ہے اور میں نے اس کے نیچے دستخط بھی کئے ہیں، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی بکر (زوج ہندہ) نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو تین طلاقوں سے چھوڑ دیا ہے" اور دوسرے بھائی کی شہادت یہ ہے کہ جب مسمی بکر مندرجہ بالا عبارت کو ذکر کرتے ہوئے لفظ "میں نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو تین طلاقوں سے" پر پہنچا تو میرا سر چکرا گیا اس سے آگے میں نے کچھ نہیں سنا اور مدعیٰ علیہ کا بیان یہ ہے کہ میں نے اس قسم کی کوئی تحریر نہیں کی بلکہ اس قسم کی تحریر زید نے میری طرف منسوب کی تھی میں واقف نہ تھا کہ میری طرف زید نے جو اس قسم کی تحریر منسوب کی ہے کہ میں نے مسماۃ کو تین طلاقوں سے چھوڑ دیا ہے وہ غلط ہے اس پر مدعیٰ علیہ اپنے والد اور ماموں کو بطور شاہد پیش کرتا ہے۔ نیز زید بھی اس کا قائل ہے وہ تحریر جعلی تھی بکر سے میں نے کوئی تحریر نہیں کرائی۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا واقعہ میں مدعیہ کی ان شہادتوں کے بعد طلاق ہو گئی ہے یا نہ؟ (۲) کیا شہادت ثانیہ تام ہے یا ناقص ہے؟ (۳) بعد از شہادت مدعیٰ علیہ کا

انکار اور اس پر مذکورہ شہادتیں قابل اعتماد ہیں یا نہ جبکہ مدعیٰ علیہ کا ایک شاہد اس کا والد ہے ـــ

(نوٹ) مدعیٰ علیہ کو مدعیہ کے شاہدوں پر کوئی اعتراض و جرح نہیں ہے۔ جواب ازراہ عنایت مفصل اور بعبارۃ واضحہ مع حوالہ کتب تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا ـــ

الجواب صورت مسئولہ میں عورت مدعیہ طلاق ہے اور زوج منکر ہے۔ زوج سے شہادت لینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ منکر ہے۔ البتہ مدعیہ کے لئے شاہدوں کی ضرورت ہے۔ اگرچہ بھائی کی شہادت بھائی اور بہن کے لئے معتبر ہے۔ لیکن یہاں شہادت ناقص ہے۔ کیونکہ ایک شاہد نے تصریح کر دی ہے کہ لفظ "میں نے زوجہ مسماۃ ھندہ کو تین طلاقوں سے" پر میرا سر چکرا گیا اور مجھے معلوم نہیں کہ آگے بکر نے منہ سے کیا الفاظ نکالے لہذا یہ شہادت تام نہ ہوئی۔ کیونکہ یہ عبارت جملہ بھی نہیں بنتی بلکہ اس صورت میں اس کو شہادت پر اقدام کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ فی البحر الرائق ص۶۱ تحت قولہ ھی اخبار عن مشاھدۃ وعیان لا عن تخمین وحسبان قال فی الخانیۃ اذا قرئ علیہ صک ولم یفھم ما فیہ لا یجوز لہ ان یشھد بما فیہ کما فی الحظر والاباحۃ وقال فی الخانیۃ اذا سمع صوت المرأۃ ولم یر شخصھا فشھد اثنان عندہ انھا فلانۃ لا یحل لہ ان یشھد علیھا الخ ـــــ لہذا جب شہادۃ ایک گواہ کی معتبر نہ ہوئی تو دوسرے کی شہادت پر بوجہ نصاب پورا نہ ہونے کے فیصلہ نہیں دیا جا سکتا، لہذا صورت مسئولہ میں قضاءً طلاق واقع نہیں ہو گی۔

الجواب صحیح
محمد عبداللہ غفرلہ خادم
خیر المدارس ملتان ۱۰/۴/۴۳

بندہ خیر محمد عفی عنہٗ
۱۱/۴/۴۳ھ

صرف لفظ "طلا" کہنے سے طلاق نہیں ہو گی۔

زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو مجھے والدے روکے گی تو میں تجھے دفع کر دوں گا یعنی طلاق دوں گا تو بیوی چپ رہی، اس کے فوراً بعد زید کے منہ سے یہ الفاظ صادر ہوئے کہ ایک، دو، تین طلا۔ اس کے بعد بندہ نے زبان روکی اور کچھ نہیں کہا۔ کیا اس سے طلاق واقع ہو گی ـــ ؟

الجواب صورت مسئولہ میں جب لفظ طلاق سالم زبان سے نہیں نکلا تو طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ وقوع طلاق کے لئے ضروری ہے کہ لفظ طلاق کامل کہا جائے اگرچہ وہ محرف و مصحف ہی کیوں

نہ ہو۔ ویقع بہا ای بہذہ الالفاظ وما بمعناھا من الصریح و یدخل نحو طلاغ وطلاک وتلاک او ط ل ق

(درمختار علی الشامیہ ص۴۲۶ ج ۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ

۶ / ۱ / ۱۳۷۷ھ

میں نے زید کی بیٹی کو طلاق دی اور پھر دعویٰ کرے کہ میری مراد بیوی نہیں تھی۔

شاہنواز ولد حق نواز نے اپنے سسر یعنی اپنی بیوی کے والد احمد کو کہا کہ میں نے تیری بیٹی تین طلاق سے چھوڑی، تین طلاق سے چھوڑی، گاؤں کے لوگوں نے شاہنواز کو بلایا اور کہا کہ تم نے طلاق دے دی ہے تو اس نے اقرار کیا لیکن ساتھ یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کا نام نہیں لیا لہٰذا طلاق نہیں ہوئی اب شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں شاہنواز کی بیوی پر قضاءً تین طلاق واقع ہو چکی ہیں

وکذا لو قال بنت فلاں طالق ذکر اسم الاب ولو یذکر اسم المرأۃ وامرأتہ بنت فلان وقال لو اعنِ بہ امرأتی لایصدق قضاءً وتطلق امرأتہ — ا ھ (قاضی خان ص۲۱۵ ج ۲)

الجواب صحیح
بندہ محمد صدیق مدرس جامعہ خیرالمدارس
ملتان

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہٗ

تین طلاق کے بعد اکٹھے رہنے کی صورت

بیوی کو طلاق دینے کے بعد کسی صورت میں اپنے گھر میں رکھا جا سکتا ہے جبکہ شوہر بہت بوڑھا ہو اور اس کے ساتھ نامحرم جیسا سلوک اختیار کرے

الجواب حرمت کے بعد ساتھ رہنے کی اجازت ضرورتِ شدیدہ کی بناء پر ہے مثلاً بچے بہت چھوٹے ہیں علیحدگی کی صورت میں وہ کہیں کے نہیں رہیں گے، یا بہت زیادہ بڑھاپا ہو اور علیحدگی میں شدید تکلیف کا اندیشہ ہو تو کچھ گنجائش ہے ایسی بھی یہ خیال رکھیں کہ خلوت میں نہ بیٹھیں۔ نیز اجنبیہ کے جن حصوں کو دیکھنا جائز نہیں اُسے بھی نہ دیکھیں نیز ایسے بتا بھی دیں نہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے آپ کو بیوی سمجھ کر آپ کی قیدی بنی رہے اور حقیقت اس کے خلاف ہو

وکانہ ا ہ ا د بنقل ھذا تخصیص ما نقلہ عن المجتبیٰ بما اذا کانت السکنیٰ

معہا لحاجۃ کوجود اولاد یخشی ضیاعھم لو سکنوا معہ، او معہا او کونہما کبیرین لایجد ھو من یعولہ ولا ھی من یشتری لہا او نحو ذلک (شامی فصل فی الحداد ص۶۷۵ ج ۲) — فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

۲۴ / ۳ / ۱۴۱۷ھ

مجنون کی بیوی کیسے تفریق کرائے

ایک لڑکا پاگل ہو گیا ہے اس کے نکاح میں ایک لڑکی ہے ابھی تک انکی خلوتِ صحیحہ ثابت نہیں ہوئی؟ کیا یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے اور فسخ کرانے کے بعد اس کے والد کے نکاح میں آسکتی ہے؟ واضح ہو کہ پاگل اپنے والد کو بھی اینٹیں مارتا ہے۔

الجواب نکاح فسخ ہو سکتا ہے صورتِ تفریق یہ ہے کہ زوجۂ مجنون قاضی کی عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے قاضی واقعہ کی تحقیق کر کے مجنون کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے، بعد اختتام سال زوجہ پھر درخواست کرے اور شوہر کا مرض جنون ہنوز موجود ہو تو عورت کو اختیار دیدیا جائے اس پر اگر عورت اسی مجلس تخییر میں فرقت طلب کرے تو قاضی تفریق کر دے۔ (حیلہ ناجزہ ص۵۵)

۲ - والد اپنے بیٹے کی منکوحہ سے نکاح نہیں کر سکتا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ جیسا کہ عالمگیریہ میں لکھا ہے:—

حلیلۃ الابن و ابن الابن وان سفلوا دخل بہا الابن ام لا۔ (عالمگیریہ ص۲۷۴ ج ۱)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہٗ

بیوی میرے لئے مُردار ہے طلاق ہوگی یا نہیں؟

ایک شخص اپنی بیوی کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کرتا ہے۔ "میرے واسطے مُردار ہو گئی ہے"۔ کیا ان الفاظ سے طلاق ہو جاتی ہے؟

الجواب ولو قال انت علی کالحمار او الخنزیر او ما کان محرم العین فھو کقولہ انت علی حرام — (خلاصۃ الفتاویٰ ص۹۶ ج ۲)

مذکورہ بالا جزئیہ سے معلوم ہوا کہ طلاق بائنہ واقع ہوگئی ہے ۔۔۔۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۲/۵/۱۳۹۸ھ

معتوہ بحالت افاقہ طلاق دے تو واقع ہوجائے گی

زید اور بکر آپس میں حقیقی بھائی ہیں۔ زید نے اپنی نابالغ لڑکی ھندہ کا نکاح بکر کے نابالغ لڑکے فاضل سے کردیا جب دونوں سنِ بلوغ کو پہنچے تو زید اور بکر نے فاضل میں ازدواجی صلاحیتیں کمزور دیکھیں کہ فاضل سے بعض اوقات افعالِ فاسدہ صادر ہوتے ہیں مثلاً نماز میں ریح بالصوت خارج ہونا، شلوار میں جاگتے ہوئے پاخانہ نکل جانا، برتنوں کو توڑ دینا، ناقابلِ تصور کام کرنا..... اور بعض اوقات بالکل صحیح سالم رہتا ہے۔ مثلاً باپ کے کہنے پر بازار سے سودا وغیرہ لانا، رشتہ داروں کے ہاں سے ضرورت کی اشیاء وغیرہ لانا۔ لہٰذا زید اور بکر نے مشورہ کیا کہ فاضل سے طلاق حاصل کرلی جاوے۔ پس فاضل سے ایک مجلس معتدبہ جس میں مفتیٔ وقت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم صاحب بھی موجود تھے (اور زید اور بکر خود بھی خاصی علمیت رکھتے ہیں یہ بھی موجود تھے) اس کے باپ نے مندرجہ ذیل طریقہ سے طلاق دلوائی۔ بکر نے کہا ھندہ تیری بیوی ہے فاضل نے سر کے اشارہ سے جواب دیا ہاں، بکر نے کہا طلاق دیدی۔ فاضل نے سر کے اشارے سے ہاں کردی، بکر نے دونوں ہاتھوں کے اشارہ سے طلاق دیدی۔ فاضل نے سر اور دونوں ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا ہاں دیدی۔ بعدازاں ھندہ کا نکاح خالد سے کردیا گیا جس کو تقریباً چار پانچ سال کا عرصہ گزر چکا ہے جس میں سے ھندہ کی اولاد بھی ہے۔ بکر خاموش رہا، بلکہ اپنے خصوصی رشتہ داروں سے کہتا رہا کہ میرے لڑکے فاضل نے طلاق دے دی۔ لیکن اب چند دنوں سے بکر اس درپے ہوگیا کہ فاضل کی طلاق نہیں ہوئی کیونکہ وہ معتوہ ہے اور ہندہ مع اس کی اولاد کے فاضل کے حوالے کردی جاوے لیکن زید کہتا ہے کہ چونکہ فاضل کے افعالِ صحت غالب ہیں اس لئے وہ معتوہ نہیں ہے اگر بالفرض معتوہ ہو بھی سہی لیکن جس وقت طلاق دی تھی وہ حالتِ افاقہ تھی اور پورے شعور سے اپنی بیوی سمجھتے ہوئے سر اور ہاتھ کے اشارہ سے فعلاً طلاق دی تھی اور اس فعل کو طلاق سمجھ بھی رہا تھا۔ تو کیا زید اپنی بیٹی ھندہ کو بکر کے کہنے پر فاضل کے حوالے کردے ۔۔۔ ؟

المستفتی: مولوی محمد شریف مہتمم مدرسہ شمس العلوم ضلع رحیم یار خان

الجواب فاضل کے بارے میں یقینی فیصلہ تو معائنہ کے بعد کیا جاسکتا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ جب فریقین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فاضل معتوہ ہے اور طلاق بھی بحالت افاقہ دی ہے تو ظاہر ہے طلاق واقع ہوگئی ہے کمافی الجوھرۃ النیرۃ لہٰذا بکر کا اعادہ ہندہ کا دعویٰ درست نہیں ہے۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۵/۶/۱۳۹۸ھ

نہ زبان سے طلاق دی، نہ لکھی اور نہ کسی کو وکیل بنایا تو طلاق نہیں ہوئی۔

السلام علیکم! آج میری نظروں سے ھفت روزہ "اخبارِ جہاں" گزرا، اس کے صفحہ ۴۲ پر حافظ مفتی محمد حسام اللہ شریفی صاحب قرآن و سنت کی روشنی میں سوالات کا جواب دیتے ہیں۔ اس میں ایک سوال یہ ہے۔ میں نے اپنے والدین کی مرضی کے خلاف شادی کی۔ جس پر ان کا اصرار تھا کہ میں اپنی بیوی کو چھوڑ دوں۔ کچھ عرصہ قبل والد صاحب نے ایک سادہ کاغذ پر مجھ سے دستخط کرائے کہ فلاں پلاٹ کا مسئلہ ہے۔ والد صاحب کی بات پر یقین کرتے ہوئے میں نے دستخط کردیئے، انہوں نے اس کاغذ پر طلاق کا مضمون بنا کر میرے سسرال بھیج دیا۔ آپ میری رہنمائی فرمائیں۔

آپ نے سوال ملاحظہ فرمایا۔ میرے خیال میں طلاق نہیں ہوئی۔ مگر مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ طلاق ہوگئی ہے، انہوں نے مندرجہ ذیل احادیث کا حوالہ دیا (بخاری، مسلم) یہ ھفت روزہ ۹ دسمبر ۱۹۹۱ء کا ہے۔ آپ میری رہنمائی فرمائیں۔ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں گا کیونکہ اس مسئلہ کو پڑھ لینے کے بعد مجھے کچھ شک ہوگیا ہے۔ اُمید ہے آپ رہنمائی فرمائیں گے۔

فقط والسلام محمد اظہر افتخار مکان ۱۴۶ قذافی بازار پیران منڈی مُرید کے

الجواب حامداً ومصلیاً طلاق واقع ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ طلاق دہندہ خود اپنی زبان سے طلاق دے۔ (قال العلامۃ الکاسانی رحمہ اللہ فرکن الطلاق هو اللفظ جعل علامۃ علی معنی الطلاق (الی قولہ) واما اللفظ فمثل ان یقول فی الکنایۃ انت بائن او امتك او یقول فی الصریح انت طالق او طلقتك ۔۔۔ (بدائع الصنائع ص ۹۸ ج ۳)

(دوسری صورت یہ ہے کہ لکھ کر دے۔ یا کسی سے لکھوا کر دے۔ (واما الرسالۃ فهی ان یبعث الزوج

طلاق امرأتہ الغائبۃ علی ید انسان فیذھب الرسول الیھا۔ ویبلغھا الرسالۃ علی وجھہا فیقع علیھا الطلاق۔ (بدائع الصنائع ص۱۲۶ ج۳) وقال ابن عابدین رحمہ اللہ ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارًا بالطلاق وان لم یکتب (رد المحتار ص۴۳۹ ج۲)

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کا وکیل بنادے۔ تفویضہ (ای الطلاق) للزوجۃ او غیرھا صریحا کان التفویض او کنایۃ (الی قولہ) وانواعہ، تفویض وتوکیل (رد المحتار ص[illegible] ج۲)

لہٰذا اگر تین صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں پائی گئی تو طلاق نہیں ہوئی۔ آپ کو "اخبار جہاں" کی جس عبارت سے شبہ ہوا ہے وہ پوری لکھ کر بھیجیں تاکہ تحقیق کر لی جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۶/۷/۱۴۱۲ھ

جو لڑائی میں مفقود ہوا ہو اس کے بارے میں تاجیل سنین کی ضرورت نہیں۔

عمل شاہ گل میرے ساتھ ۱۳/۱۲/۷۱ کو مورچے میں موجود تھا کہ دشمن کا حملہ آگیا، دشمن اور ہم لوگ آپس میں مل گئے، میں دیکھ رہا تھا کہ عمل شاہ گل اپنے مورچے سے نکل گیا اور توپ خانہ کی گولیوں میں آگیا، اور پھر عمل شاہ گل کا کوئی پتہ نہیں چلا، حکومت نے میرے اس بیان پر پنشن بھی جاری کر دی۔ کیا عمل شاہ گل کی بیوی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے ___

الجواب صورتِ مسئولہ میں غالب گمان یہ ہے کہ عمل شاہ گل وفات پاچکا ہے۔ اس کی بیوی کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے اور پورا واقعہ عدالت کو بتایا جائے، حاکم کو چاہیئے کہ فیصلہ کردے کہ عمل شاہ گل وفات پاچکا ہے بعد ازاں اس کی بیوی عدتِ وفات چار ماہ دس دن گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے ___
(حیلۂ ناجزہ ص۶۳)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
۹/۲/[illegible]۱۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

بیوی کی بجائے سالی کا نام لے کر طلاق دی تو طلاق نہیں ہوگی ___

شبیر احمد کی شادی ہوئی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا چار پانچ سال کے بعد ناچاقی کی صورت آگئی، بیوی شمس النساء اپنے میکے چلی گئی بمع اپنے لڑکے بشیر احمد کے۔ دوسری شادی کے لئے منگنی کی نئی منگنی والوں نے کہا کہ پہلے عورت کو طلاق دو، شبیر کا دل طلاق دینے پر ہرگز نہ تھا۔ دو گواہوں کے سامنے طلاق دینے کو کہا گیا لیکن شبیر گھر سے ارادہ کر کے چلا کہ اول طلاق نہیں دوں گا کیونکہ شرعاً چار عورتیں بھی جائز ہیں۔ تو مجھے کیوں کہا جاتا ہے۔ اگر مجھے مجبور کیا گیا تو میں اپنی عورت کے نام کی بجائے اپنی عورت کی چھوٹی بہن جو فوت ہو چکی ہے اس کا نام لے کر طلاق کا لفظ کہوں گا اور اگر کہا گیا تو لکھ کر بھی دے دوں گا دوسری جگہ منگنی والوں کو بھی پتہ نہیں کہ شبیر کے دل میں کیا خیال ہے۔ شبیر نے اپنے والدین کو کہا کہ یہی کام کیا ہے۔ شبیر نے اپنی عورت شمیم عبداللہ کی لڑکی کو تین طلاق دیدیں حالانکہ اس کی بیوی کا نام شمس النساء تھا، آیا شبیر کی پہلی بیوی شمس النساء کو طلاق ہوئی یا کہ نہیں؟

المستفتی مولوی محمد تاج الدین تاج چشتی ضلع کیمبل پور

الجواب صورتِ مسئولہ میں برتقدیر صحتِ واقعہ طلاق واقع نہ ہوگی ولو قال امرأتہ الحبشیۃ طالق ولا نیۃ لہ فی طلاق امرأتہ وامرأتہ لیست بحبشیۃ لا یقع علیہا وعلی ھذا اذا سمی بغیر اسمہا ولا نیۃ لہ فی طلاق امرأتہ فان نوی طلاق امرأتہ فی ھذہ الوجوہ طلقت امرأتہ (عالمگیری ص۳۵۸ ج۱)

فقط واللہ اعلم، محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح، محمد شریف، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۶/۳/۱۳۹۸ھ

طلاق رجعی، بائن، مغلظ دیتا ہوں۔

(طلاق نامہ) میں مسمی مسعود احمد ولد عزیز محمد ساکن راجن پور بسلامتی صحت وبدن بخوشی اپنی بیوی مسماۃ نیر سلطانہ دختر ملک محمد نواز کو ذاتی جھگڑے کے باعث طلاق رجعی، بائن، مغلظ دینے کا اعلان کرتا ہوں اور اپنے اوپر حرام حرام کرتا ہوں۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ عدت گزارنے کے بعد مطلقہ جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ میرا کوئی عذر اور اعتراض نہ ہوگا۔ اس واقعہ کی نقل چیئرمین بلدیہ کو روانہ کر دی

ہے میرا کوئی لین دین نہیں ہے ـــــ

مستفتی: مسعود احمد، گواہ غلام عباس، مشکور خان۔

الجواب اگر شخص مذکور نے بائن کے لفظ کے ساتھ دوسری طلاق کی نیت نہیں کی تو صورت مسئولہ میں صرف ایک بائنہ طلاق واقع ہوئی ہے۔ ویقع بقوله انت طالق بائن او البتة ... او اغلظه او اعظمه طلقة بائنة ان لم ينو ثلثا الخ (درمختار علی الشامیۃ ص۴۲۹ ج۲) متعدد طلاقیں اس لئے واقع نہیں ہوں گی کہ طلاق بائنہ بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی۔ کما فی الشامیۃ الصریح یلحق الصریح والبائن والبائن یلحق الصریح لا البائن ـــــ اس استفتاء کے ساتھ ایک ابطال نامہ بھی تھا جس میں سائل نے کہا کہ میں نے غصہ میں طلاق دی تھی اب اس پر نادم ہوں اور اپنی طلاق کو منسوخ اور باطل کرتا ہوں ـــ اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق واقع ہونے کے بعد منسوخ نہیں ہو سکتی، لہٰذا یہ تحریر شریعت مطہرہ کی نظر میں کالعدم ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۴ / ۱۰ / ۱۴۱۶ھ

دعویٰ رجعت بدون شہادت معتبر نہیں

زید نے اپنی بیوی کو بذریعہ ڈاک طلاق نامہ بھیجا جس میں بیوی کو یہ الفاظ تحریر ہیں۔ میں تمہیں آج طلاق، طلاق دیتا ہوں اور آخر میں تحریر ہے کہ آج کے بعد سے تم میری بیوی نہیں رہی۔ طلاق نامہ مورخہ ۱۲/۶/۸۶ کو ڈاک خانہ سے رجسٹری کرایا گیا، جبکہ طلاق نامہ پر تاریخ ۱۰/۹/۸۶ دانستہ تحریر کی گئی بعد ازاں کوئی اطلاع نہیں آئی۔ کیا عدت گزرنے کے بعد زید کی بیوی زید کے نکاح سے خارج ہو گی اور وہ نکاح ثانی کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا ـــــ

الجواب مطلقہ بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر عدت گزرنے کے بعد خاوند کہے کہ میں نے عدت میں رجوع کر لیا تھا تو اس کا قول بدون شہادت شرعیہ معتبر نہ ہو گا اور خاوند کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت میں عورت کا حلفاً کہنا کہ "مجھے رجوع کا علم نہیں" معتبر ہو گا۔ الحاصل قسم عورت

کی معتبر ہو گی۔ فقط واللہ اعلم ـــــ

الجواب صحیح
محمد صدیق عفرلہ
مدرس خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۶ / ۴ / ۱۳۹۸ھ

دو یا تین میں شک ہو تو دو سمجھیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زید نے حالتِ غصہ میں اپنی بیوی کو صریح طلاق دی ہے لیکن اس کو یہ یاد نہیں کہ دو دی ہیں یا تین، اب زید اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو کیا یہ رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ زید کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی ہے لیکن اگر عدد میں شک ہے کہ دو ہیں یا تین تو دو طلاق سمجھی جائیں گی اور دو طلاق صریح میں عدت کے اندر بغیر نکاح جدید کے رجوع کرنا صحیح ہے۔ اذا طلق الرجل امرأته تطليقة او تطليقتين فله ان يراجعها رضيت او لم ترض۔ (هدایه باب الرجعة ص۳۹۴ ج۲)
ولو شك أطلق واحدة او اكثر بني على الاقل (الدر المختار باب الصريح ص۶۲۳)
البتہ اگر رجوع نہ کیا گیا ہو تو عورت کو آزاد کر دینا بہتر ہے تاکہ وہ کہیں اور جگہ نکاح کر لے۔
فقط واللہ اعلم ـــــ

بندہ محمد اسحٰق غفر اللہ لہٗ
۲۲ / ۱۰ / ۱۴۱۶ھ

تاک، تاک کہنے سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔

اس نئی صورت حال سے نپٹنے کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ میں اسے صرف ایک مرتبہ تو اونچے سے طلاق کا لفظ استعمال کروں اور دوم مرتبہ صرف تاک، تاک کہہ دوں۔ ہماری ناقص فہم کے مطابق صرف ایک مرتبہ طلاق کا لفظ استعمال کرنے سے طلاق واقع نہ ہو گی۔ اور بڑی بیوی کو اطمینان بھی ہو جائے گا۔ لہٰذا جب اس بات پر یعنی فیصلہ دینے پر عمل کا وقت آیا تو میں نے بڑی بیوی کو قدرے فاصلے پر چھوڑ کر

پر بٹھادیا اور خود چھوٹی بیوی کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا اور دل میں خدا سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے خدا میں صرف ایک مرتبہ طلاق دے رہا ہوں۔ ——— اور پھر میں نے کہا کہ میں نے آپ کو طلاق دی تاک تاک دی اور فوراً اٹھ کر ہم دونوں یعنی بڑی بیوی اور میں گھر واپس آگئے۔ براہ کرم اس سلسلے میں فتوٰی سے نوازیئے کہ واقعی ایسی صورت میں یہ نکاح باقی رہا یا نہیں۔ کیونکہ یہ عمل ہمیں بے انتہا مجبوری کی صورت میں اختیار کرنا پڑا کیونکہ بڑی بیوی کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ ایک طلاق دے گا۔ یہ واقعہ آج سے پانچ دن پہلے کا ہے۔ یعنی ۲۴ ستمبر ۱۹۸۰ء کا ہے ———

الجواب صورت مسئولہ میں ایک طلاق واقع ہوئی ہے۔ مؤخر الذکر لفظ تاک تاک سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ درمختار میں الفاظ مصحفہ یہ لکھے ہیں۔ طلاغ، تلاغ، طلاک، تلاک اھ علامہ شامی نے دو کا اور اضافہ نقل کیا ہے اور وہ یہ ہیں۔ تلاق۔ تلال اس کے بعد بطور ضابطہ لکھا ہے کہ ان جملہ الفاظ مصحفہ میں فا اور لام کلمہ کے مقابل حرف میں تبدیلی ہے۔ اور عین کے مقابل ان سب الفاظ میں لام ہی ہے اور صورت مسئولہ میں لام سرے سے ہے ہی نہیں۔ لہٰذا ان سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ بالخصوص جبکہ طلاق دینے والے نے بھی طلاق کی نیت نہیں کی۔

وينبغي ان يقال ان فاء الكلمة اما طاء او تاء واللام اما قاف او عين او غين او كاف او لام اھ واثنان في خمسة بعشرة تسعة منها مصحفة اھ شامی ص ۴۳۲ ج ۲

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
۳/۱/۱۴۰۱ھ

عورت کہتی ہے کہ زوج ثانی نے وطی کی ہے زوج منکر ہے تو پہلے کے لئے حلال ہوگی یا نہیں؟

ایک شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد عورت چاہتی ہے کہ میں اس کے گھر آباد ہوں اور یہ شخص چاہتا ہے کہ عورت میرے گھر آجائے۔ ان عورت اور مرد کے والدین سوچتے ہیں کہ حلالہ کرایا جائے۔ آخر اس عورت کا نکاح طلاق دینے والے شخص کے چھوٹے بھائی کے ساتھ رات ۹ بجے کر دیا جاتا ہے، صبح سات بجے نکاح والا طلاق دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں کسی کے کہنے پر نہیں بلکہ خود طلاق دے رہا ہوں۔ عدت گزرنے کے بعد اس عورت کا نکاح پہلے شخص کے ساتھ کر دیا

گیا، کچھ دن گزرنے کے بعد راز کھل گیا کہ حلالہ کرنے والا کہتا ہے کہ ہم نے اس عورت کو اپنی بھابھی سمجھ کر ہمبستری نہیں کی کیونکہ میری والدہ اور میرے بھائی نے روکا تھا۔ جو بیان میں نے پہلے دیئے تھے یہ سب میری والدہ نے سکھلائے تھے۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ حلالہ جائز ہے کہ نہیں؟ ———

خلاصہ آنکہ عورت کہتی ہے کہ میرے ساتھ سویا رہا اور ہمبستری بھی کی ہے۔ جبکہ مرد کہتا ہے کہ مجھے والدہ اور بھائی نے کہا تھا کہ ہمبستری نہ کرنا۔ لہٰذا میں نے نہیں کی ——— اس مسئلے میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ عورت کا قول معتبر ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ مرد کا: کس کا قول معتبر ہے؟ ———

الجواب صورت مسئولہ میں عورت کا بیان معتبر سمجھا جائے گا اور بعد از عدت عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہے اور اس سے نکاح کرنا جائز ہے: ———

قال الزوج الثاني كان النكاح فاسداً أو لم أدخل بها وكذبته فالقول لها الخ درمختار وعبارة البزازية ادعت أن الثاني جامعها وأنكر الجماع حلت للأول وعلى القلب لا اھ شامی ص ۵۸۵ ج ۲ ——— فقط واللہ اعلم ———

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ
مدرس خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

تعلیق طلاق کو ختم نہیں کیا جا سکتا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی اپنے والدین کے ساتھ گھر سے کہیں جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کے والدین اسے اپنے ساتھ اپنے گھر اسلام آباد لے جانا چاہتے ہیں۔ لڑکی کی ماں فون کرکے اسے ساتھ لے جانے کی مجھ سے اجازت مانگتی ہے۔ میں اسے ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں دیتا وہ اس بات پر بضد ہے۔ میں نے اسے کہا کہ اگر آپ کی بیٹی اسلام آباد گئی۔ میری طرف سے تین طلاقیں ہوں گی۔ لڑکی کی ماں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ کچھ دیر بعد اسلام آباد پہنچنے سے پہلے یا اسلام آباد اپنے گھر پہنچنے سے پہلے وہ پھر مجھے فون کرتے ہیں کہ اجازت دو گے یا نہیں۔ تو میں نے گواہوں کی موجودگی میں اپنے الفاظ واپس لے لئے اور کہا کہ تم جا سکتی ہو (بیوی نے کہا) میں نے جو اسلام آباد کا کہا تھا میرا مطلب اس کے والدین کا گھر تھا، مجھے

اس کی تفصیل چاہیئے تو اب میں نے جو شرط رکھی ہے وہ واپس لے سکتا ہوں یا نہیں۔ جب میں نے فون پر شرط واپس لی، تو وہ میرے گھر آنے سے پہلے اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ مجھے اس مسئلہ کا تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں کہ میری بیوی مجھ پر حلال ہے یا حرام ——

طالب دعا: ایچ اے اعوان۔ نیو عمر دواخانہ ٹینکی والی گلی بالمقابل مسجد حنفیہ مین بازار اٹک سٹی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً۔ صورتِ مسئولہ میں بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئیں بدون حلالہ وتجدید نکاح اس کو گھر آباد نہیں کرسکتے۔ چونکہ آپ نے طلاق کو معلق کیا اسلام آباد جانے پر اور یہ تعلیق ہے۔ تعلیق میں رجوع نہیں ہوسکتا، لہذا شرط پائے جانے کی صورت میں ازخود طلاق ہوگئی۔ (الیمین) —— لغۃً القوۃ وشرعاً (عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف عن الفعل أو الترک) فدخل التعلیق فانہ یمین شرعاً الخ —— (الدر المختار علی رد المحتار ص۷۰۲ جلد ۳) ——

وفی رد المحتار قال فی البحر وظاہر ما فی البدائع ان التعلیق یمین فی اللغۃ ایضاً قال لان محمداً أطلق علیہ یمینا وقولہ حجۃ فی اللغۃ (ص۷۰۳ ج۳)

لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من حلف علی یمین وقال انشاء اللہ فقد بر فی یمینہ الا انہ لا بد من الاتصال لانہ بعد الفراغ رجوع ولا رجوع فی الایمان۔ (الہدایہ ص۳۸۳ ج۲)

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جہاں حسنِ سلوک کی توقع نہ ہو وہاں نکاح میں طلاق کا اختیار لینے کا حکم

ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح مشروط طور پر کرنا چاہتا ہے کہ اگر زوجین میں حسنِ سلوک نہ ہوسکے اور پریشانی کا سبب بن جائے تو وہ اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ عرصہ ۴ سال بعد میں خود یا میرا وکیل چار آدمیوں کے سامنے دولہا کے گھر آکر اپنی دختر کو طلاق کردیگا اس شرط کو نکاح نامہ میں تحریر کرانا ہے تو کیا یہ نکاح عند الشرع جائز ہے؟ شرط قابلِ عمل ہے؟ ——

—— (حسین احمد شاہ امام مسجد ریلوے کالونی خانیوال)

الجواب: بوقتِ ضرورت اور بوجہ اندیشۂ فساد نکاح میں اس قسم کی شرائط لگانا جائز ہے، بشرطیکہ عقد نکاح سے قبل یہ شرائط لگائی جائیں جیسے کہ آئندہ مثال سے واضح ہوجائے گا۔ بطورِ مثال ایک شرط نامہ لکھا جاتا ہے ——

"منکہ مسمّی فلاں بن فلاں اگر مسماۃ فلانہ بنت فلاں سے نکاح کروں تو بعد از نکاح اختلافات کی صورت میں مسماۃ مذکورہ کو یہ حق حاصل ہے کہ اس وقت یا پھر جس وقت چاہے اپنے اوپر طلاق بائنہ واقع کرلے" —— (کذا فی الحیلۃ الناجزۃ ص۴۷ دار الاشاعت کراچی) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

چلو فرض کیا میں نے دُوسری بیوی کو طلاق دے دی

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ایک بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی جب اس کو وہ لینے گیا تو اس کے بھائیوں نے اصرار کیا کہ تم دوسری کو چھوڑ دو، تب اس کو ناراضگی لگی، باتوں باتوں میں جب اس کو غصہ آیا تو اس نے جواب دیا کہ میں دوسری کو چھوڑ دوں گا، اگر یہ بسنے لگ جائے تب اس نے کہا کہ یہ فلانی بات کرتی ہے اور فلاں بات کرتی ہے۔ اگر یہ کرنی چھوڑ دے تو اس کا اور میرا گزر ہو جائے گا۔ چلو فرض کیا میں نے دُوسری کو تین طلاق دیدی تب بھی اس نے کوئی بسنا نہیں اس وقت اس کی حالت غصہ میں تھی وہ شخص کانپ رہا تھا اس وقت اس کا گواہ تو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ایک سالے کے اور کوئی گواہ نہیں تھا اور اس نے اندر میعاد دُوسری عورت مذکور کے ساتھ جماع کرلیا اور اس کی دوسری بیوی کو کوئی عداوت نہیں اور وہ طلاق لینا چاہتی ہے ابھی تک دوسری عورت جس کا شبہ ہے اس کے گھر بستی ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے۔

الجواب: صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور کی کلام (چلو فرض کیا) سے اس کی دوسری بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوئی، لہذا دُوسری بیوی بدستور اس کے نکاح میں ہے اور اس کے لئے حلال ہے —— فقط واللہ اعلم۔

بندہ اصغر علی غفرلہٗ ——

اس صورت میں طلاق واقع نہیں کی گئی بلکہ یوں کہا ہے کہ اگر بالفرض دوسری بیوی کو طلاق دول تو یہ آباد نہ ہوگی۔ آباد نہ ہونے کو معلق بالطلاق کیا گیا ہے ——

والجواب صحیح —— بندہ عبد اللہ غفرلہٗ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مجھ پر عمر طلاق، طلاق بائنہ ہے۔

کہ زید نے عمر کا ایک برتن ہنسی میں دبا رکھا بعد میں عمر نے زید سے مطالبہ واپس کرنے کا کیا۔ تو زید نے کہا کہ مجھ سے رقم لے لو لیکن برتن نہیں دیتا، عمر نے دو دفعہ اور واپسی کا مطالبہ کیا مگر زید نے (نہ) دیا اس کے بعد عمر زید کے مکان سے باہر نکلنے کو تیار ہونے لگا تو زید نے عمر کو اسکا برتن واپس کر دیا، جب برتن لے کر باہر نکلا تو کہنے لگا اگر میں اس مکان پر پھر آؤں تو مجھ پر عمر طلاق ہے اور یہ کہہ کر چلا گیا کچھ مدت کے بعد وہی عمر اس مکان پر دوبارہ آنے لگ گیا، طلاق اٹھانے والے عمر کی منکوحہ ابھی غیر مدخولہ اپنے میکے میں ہے۔ آیا شرعاً اس کی منکوحہ پر طلاق رجعی یا بائن یا مغلظ واقع ہو گئی ہے یا نہیں۔ نیز اس علاقہ میں عمر طلاق کا یہ معنی لیا جاتا ہے کہ یہ عورت مجھ پر ہمیشہ کے لئے حرام اور مطلقہ ہے۔

الجواب عمر طلاق کے لفظ سے ایک طلاق بائنہ واقع ہو گئی۔ کیونکہ مطلقہ غیر مدخولہ ہے اس کی رضا سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اور اگر طلاق دہندہ کی نیت اس لفظ سے تین طلاق کی تھی تو تین واقع ہو جائیں گی اور بغیر حلالہ کے جائز نہ ہو گی فی الدر المختار ویقع بقولہ انت طالق بائن او البتۃ او افحش الطلاق او طلاق الشیطان او البدعۃ او اشد الطلاق او کالجبل الی قولہ واحدۃ بائنۃ ان لم ینو ثلثاً ——

—— (شامی جلد دوم باب الطلاق الصریح)

عمر طلاق کا لفظ معنی میں طلاق دائم کے ہے اس لئے اس کے معنی میں بینونت مراد ہو گی۔ چونکہ عورت غیر مدخولہ ہے اس کو رجعی بھی بائن ہو جاتی ہے بہر حال بائن تو یقینی ہے۔ اور تثلیث نیت پر موقوف ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ

مہر کی واپسی کے وعدہ پر طلاق دی تو یہ خلع نہیں بنے گا —

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فیض بخش کو اس کی زوجہ کے رشتہ داروں نے کہا کہ ہماری لڑکی کو طلاق دے دو، ہم وہ مکان جو کہ حق مہر میں ہم نے لیا ہے واپس کر دیں گے تو اس بناء پر مسمّی فیض بخش نے تین طلاقیں دیدیں اب وہ عورت اور اس کے رشتہ دار مکان مذکورہ دینے سے انکاری ہیں تو مسمّی فیض بخش اور اس کے وارث اس مکان کو واپس لے سکتے ہیں یا نہ —؟

الجواب فی العالمگیریۃ ص ۱۱۹ ج ۲ امرأۃ قالت لزوجها اخلعنی علی الف درهم فقال الزوج انت طالق۔ اختلفوا فیہ قال بعضهم کلام الزوج یکون جوابا ویتم الخلع وقال بعضهم یقع الطلاق ولا یکون خلعا والمختار ان یجعل جوابا ......

صورت مسئولہ میں لڑکی کے رشتہ داروں کا یہ کہنا کہ ہماری لڑکی کو طلاق دے دو ہم وہ مکان جو حق مہر میں ملا ہے واپس کر دیں گے۔ مطالبہ طلاق اور وعدۂ واپسی پر مشتمل ہے۔ لفظ خلع کا ذکر بھی نہیں ہے اور نہ یہ ذکر ہے کہ مہر کے عوض طلاق دو صرف ایک وعدہ ہے کہ ہم مکان واپس کر دیں گے اور خاوند نے بھی جو طلاق دی ہے اس نے بھی یوں نہیں کہا کہ میں طلاق بعوض اس مکان کے دیتا ہوں۔ بلکہ مطلق تین طلاق واقع کر دیں پس اس صورت میں طلاق واقع ہو گئی اور عورت کے رشتہ داروں کو مکان واپس کرنا اخلاقاً ضروری ہے لیکن قضاءً واجب نہیں عالمگیری میں جو صورت ذکر کی ہے اس میں عورت نے صراحۃً لفظ خلع کا ذکر کیا تھا۔ اخلعنی علی الف درہم اس لئے اس کے جواب میں جو طلاق دی گئی وہ خلع بن گئی برخلاف صورت مسئولہ کے اس میں طلاق بلا خلع واقع ہو گئی —— واللہ اعلم ——

بندہ محمد عبداللہ غفر لہٗ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح

خیر محمد عفی عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

دوسرا خاوند تلاش کر لو، بلا نیت طلاق کہا تو طلاق نہ ہو گی۔

میاں بیوی کے درمیان رنجیدہ ماحول میں بیوی نے کہا میرا لکھا نہ تھا۔ خاوند نے یہ سمجھا کہ بیوی یہ کہنا چاہتی ہے کہ میری قسمت اچھی ہوتی تو میری تمہارے سے شادی نہ ہوتی۔ اس پر خاوند نے کہا کہ ابھی تم کو غصہ ہے جب غصہ دور ہو جائے تو غور سے سوچنا کہ آپ نے کیا الفاظ کہے ہیں۔ یہاں تک اس مجلس کی بات ختم ہو گئی، دوسرے روز دوپہر کے بعد خاوند نے بیوی کی بات یاد دلا کر کہا کہ میری اس قدر خدمت کے باوجود میرے ساتھ زندگی بسر کرنے پر خوش نہیں ہو تو میں مجبور نہیں کرتا تم دوسرا خاوند تلاش کر کے دیکھ لو اس پر بیوی رونے لگی اور کہا کہ میری کل کی بات کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں آپکے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے خوش نہیں ہوں بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ میں اپنی ہمت کے مطابق آپ کی خدمت کرتی ہوں اور میری اتنی خدمت کے

باوجود خوش نہیں ہو تو میں نے اس زندگی سے مایوس ہو کر یہ کہا تھا کہ میرا الکھانہ ٹلا اس پر دوسری مجلس ختم ہو گئی اور میاں نے رونے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر بیوی بے حد مغموم رہی بالآخر رات تک دونوں خوش ہو گئے۔ ان حالات میں اللہ کریم کا حکم کیا ہے۔ اس پر خاوند قسم کھا کر بیان کرتا ہے کہ میرا مطلب طلاق دینے کا نہ تھا بلکہ یہ کہنا تھا کہ اگر (بیوی) میرے ساتھ رہنے کو خوش نہیں ہے تو میں مجبور کر کے رکھنا نہیں چاہتا۔ چونکہ بیوی نے ظاہر کر دیا کہ خوش ہوں مگر اس سے زیادہ مجھ سے خدمت نہیں ہونے پاتی تو اس لئے میں نے مایوس ہو کر یہ الفاظ کہے تھے۔ اب میں خوش ہوں ـــــ

میاں بیوی کے حالات اچھے ہیں۔ اب دونوں ڈرتے ہیں کہ کہیں ان الفاظ سے طلاق نہ ہوئی ہو اگر ہوئی ہے تو کس قسم کی۔ اب ان کو کیا کرنا چاہئے ـــ؟

الجواب خاوند کے یہ الفاظ کہ تم دوسرا خاوند تلاش کر کے دیکھ لو۔ کنایات میں سے ہیں بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ پس صورت مسئولہ میں چونکہ خاوند نے طلاق کی نیت نہیں کی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (عالمگیری ص ۳۷۶ ج ۲) وبابتغی الازواج تقع واحدۃ بائنۃ ان نواھا۔ فقط واللہ اعلم ـــ

بندہ محمد صدیق غفرلہ	الجواب صحیح	الجواب صحیح
معین مفتی خیر المدارس ملتان	بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ	خیر محمد
۲۷/۵/۱۳۷۱ھ	خادم الافتاء خیر المدارس ملتان	خیر المدارس ملتان ۲۷/۵/۱۳۷۱ھ

نابالغ کی یمین طلاق منعقد نہیں ہوگی۔

ایک گاؤں میں درس تھا ایک باہر کا لڑکا اس گاؤں میں قرآن شریف پڑھتا تھا۔ ایک دن استاد نے اس کو سخت مارا اور غصہ میں آکر کہا اس گاؤں سے چلا جا، آخر لڑکا گھر کی طرف روانہ ہوا، اسٹیشن پر پہنچ گیا، گاڑی کو دیر تھی، لڑکا اسٹیشن پر بیٹھ کر گاڑی کا انتظار کرتا رہا۔ ادھر سے استاد نے لڑکے روانہ کئے کہ اس کو پکڑ کر لے آؤ، لڑکے اسٹیشن پر پہنچ گئے، اس لڑکے کو کہا کہ واپس چلو لڑکے نے انکار کیا کہ اب میں واپس نہیں جاتا۔ لڑکے اس کو گھسیٹنے لگے لڑکا انکار کرتا رہا آخر لڑکوں نے کہا کہ طلاق اٹھاؤ کہ میں پھر اس گاؤں میں نہیں آؤں گا اس لڑکے نے طلاق اٹھائی کہ مجھ پر طلاق ہے پھر میں چک میں نہیں آؤں گا، لڑکوں نے کہا یہ طلاق نہیں ہے اس طرح اٹھاؤ کہ جب بھی میں شادی کروں مجھ پر تین طلاق سے عورت حرام ہے

میں اس گاؤں میں نہیں آؤں گا، لڑکوں کے کہنے کے مطابق اور مجبور ہو کر اور جان چھڑانے کی خاطر یہ قسم اٹھائی گئی اور لڑکے کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ طلاق کیا چیز ہے اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس گاؤں میں شادی ہوئی ہے اور کب ہوئی ہے۔ سات سال کے بعد اس کی شادی دوسری جگہ ہوئی لڑکی اسی گاؤں کی تھی

الجواب صورت مسئولہ میں اگر لڑکا نابالغ تھا اس کی یمین منعقد نہیں ہوئی بالغ ہونے کے بعد اگر وہ نکاح کرے تو اس صورت میں عورت مطلقہ نہ ہوگی قال فی العالمگیریۃ واما ما یتمحض منہا ضرراً کالطلاق والعتاق فانہ یوجب الاعدام من الاصل فی حق الصغیر والمجنون (ص ۵۹۹ ج ۲) اور اگر لڑکا بالغ تھا تو اس صورت میں یمین منعقد ہو جائیگی اور بوقت نکاح تین طلاق واقع ہو جائیں گی اگر اس نے صرف یہ لفظ کہے ہوں "جب بھی شادی کروں مجھ پر تین طلاق اور بیوی حرام" اور اگر اس کے علاوہ اور کوئی لفظ بھی صادر ہوئے ہوں تو الفاظ کے تبدل سے حکم متبدل ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ	الجواب صحیح
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان	خیر محمد عفی عنہ
مورخہ ۳ رجب سنہ ۱۳۷۰ھ	خیر المدارس ملتان

عورت کہتی ہے بیماری میں طلاق دی ہے، وارث اس کے خلاف کہتے ہیں تو کس کا قول معتبر ہوگا ـــــ؟

امابعد، ہم خادمان اہل علم مولوی فیض احمد و پیر حبیب اللہ صاحبان میں اشتباہ واقع ہے کہ ایک عورت دعویدار ہوئی کہ خاوند نے بیماری میں مجھے بطلاق بائن طلاق کی اور میرے انقضائے عدت سے قبل فوت ہوا مورث کے میراث سے حق کی طلب گار ہوں، مولوی فیض احمد صاحب کی رائے ہے کہ ایسے واقعہ میں گواہ کی ضرورت نہیں صرف اس کے قول کا اعتبار ہے کہ عالمگیری وغیرہ میں تصریح ہے:۔

" ادعت انہ ابانھا فی مرض موتہ و انہ مات وھی فی العدۃ وقالت الورثۃ بل فی الصحۃ فالقول لھا ـ الخ ـــ

اور پیر حبیب اللہ جان صاحب کی رائے ہے کہ اس وقت منصور ہے جبکہ ایک دوسرے کے گواہ

نہ ہوں اور جب گواہ ثابت کردیں کہ مریض مذکورہ فی الجملہ حوائج داخل بیت وخارج بیت مثل جانا بازار کو اور مسجد کو اور سواری کرکے کوسوں تک سفر کرتا رہا۔ پس یہ مریض مثل تندرست کے ہے لہٰذا عورت مذکورہ میراث کی مستحق نہیں ہوسکتی کیونکہ کتب فن میں تصریح ہے :۔

من عجز عن القیام بحوائجه خارج البیت کعجز الفقیه عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانه فاما من یذهب ویجیٔ ویحم فلا وهو الصحیح — آه — (البحر الرائق جلد ۴ ص ۴۶)

اور عبارات فتاویٰ بمقابلہ متن مرجوح ہے، لہٰذا مولوی کی سند نامنظور ہے۔ برائے عنایت وشفقت تصریح بتصویب اور المجیبین معنیً والمخاصمین صورةً تحریر فرمادیں —

(نوٹ) طلاق دہندہ کچھ علیل تھا بازار جاکر عورت مذکورہ کا طلاق نامہ معنونہ بصحت بدن تحریر کردیا بوجہ ناسازگاری روزگار کے۔ بعد طلاق کے ضلع میانوالی کو برائے علاج گیا اور تین چار میل پیدل سفر بھی کیا اور بعد از آنے والے ایک ماہ تندرست رہا پھر بیمار ہوکر فوت ہوا طلاق اور فوت ہونے کے درمیان تقریباً ۴ ماہ چند یوم زندہ رہا —

الجواب سابقہ فتویٰ سے رجوع کرتے ہوئے تحریر کیا جاتا ہے۔ واقعی عورت مبانہ فی حالۃ الصحۃ کا خاوند اگر عدت میں فوت ہوجائے تو وارث نہیں ہوتی یہ حکم مبانہ فی المرض کا ہے۔ یا طالبۃ الطلاق بالطواعیۃ والرضا کا ہے۔ اب ہم اصل سوال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہمارے علم میں عالمگیری کی اس عبارت میں ادعت انه ابانها فی مرض موته وانه مات وهی فی العدة وقالت الورثة بل فی الصحة فالقول لها الخ یہ عورت کا قول اسی وقت راجح ہوگا جب کہ ورثاء کے پاس گواہ نہ ہوں اور اسی طرح عورت کے پاس بھی گواہ نہ ہوں اگر کوئی فریق اپنے قول پر گواہ پیش کردے تو وہ قول اولیٰ اور اقدم ہوگا (کما قال صاحب الهدایة فی باب التحالف ص ۹۳) واذا اختلف المتبایعان فی البیع (الی قوله) واقام احدهما البینة قضی له بها لان فی الجانب الآخر مجرد الدعویٰ والبینة اقویٰ منها الخ جن جگہوں میں فریقین کے درمیان اختلاف ہو وہاں کسی ایک فریق کا قول مع الیمین اس وقت معتبر ہوگا جبکہ کسی ایک کے پاس گواہ موجود نہ ہوں۔ پس صورت مسئولہ میں اگر وارثین میت بینہ عادل یعنی دو عدد گواہ معتمد حسب شرائط شرعی اس امر پر قائم کردیں کہ متوفی نے طلاق کے بعد صحت میں ایک ماہ کم وبیش کچھ عرصہ گذارا ہے اور مثل تندرست

لوگوں کے اپنا کاروبار کرتا رہا تو وارثوں کا قول معتبر ہوگا اور عورت محروم ہوگی اور اگر اس قسم کے گواہ وارث قائم نہ کرسکیں تو بصورت اختلاف عورت کا قول مع الیمین معتبر ہوگا — فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ،
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۲؍ ۱؍ ۸۸ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ
مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

جھوٹی گواہی پر عدالت نے عورت کو مطلقہ قرار دے دیا تو طلاق ہوئی یا نہیں ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسمی نور محمد کی بیوی انور خاتون ناراض ہوگئی میکے چلی گئی جب نور محمد اس کو اپنے گھر واپس لانے گیا تو میکے والوں نے خرچ کا اسٹام لکھوانا چاہا، نور محمد خرچ کا اقرار نامہ اسٹام خرید کرکے نیچے انگوٹھا نیلی سیاہی کا لگا کر اور باقی اسٹام خالی چھوڑ کر میکوں کے حوالے کرکے اپنی عورت کو ساتھ لے گیا۔ کچھ مدت بعد نور محمد نے اور شادی کی، شادی کے بعد یہ انور خاتون اس کے گھر خوش راضی آباد رہی۔ کچھ مدت بعد انور خاتون میکوں کو ملنے آئی میکوں نے خالی اسٹام پڑا دیکھ کر طلاق نامہ کا مضمون لکھوالیا اور گواہ بھی بنالئے بعد میں مسلمان جج کی عدالت میں انور خاتون کے مطلقہ ہونے کا دعویٰ کردیا، گواہوں نے جھوٹی گواہی دے دی مگر مدعی علیہ نے قرآن کی قسم پیش کی لیکن گواہوں نے قسم نہ اٹھائی، پھر بھی جج نے انور خاتون کو مطلقہ کردیا گو ہوں کے انگوٹھے اسٹام پر کالی سیاہی سے لگے ہوئے ہیں اسٹام خریدنے والے نور محمد کا انگوٹھا نیلی سیاہی کا۔ مگر جج نے غور نہ کیا اور انور خاتون کو آزادی کا فیصلہ دے دیا۔ غرض یہ ہے کہ اس مذکورہ بالا جج کا فیصلہ شرع میں نافذ ہوچکا ہے یا نہ وہی گواہ اگر مولوی صاحب کے پاس صحیح گواہی دیں تو کچھ فائدہ ہے یا نہ ——

الجواب اگر گواہ جھوٹے ہونے کا اقرار کرلیں عدالت میں۔ تو قضاءً جج پر لازم ہے کہ فیصلہ سابق کو بدل دے اچھا ہے یہ عدالت کسی اور جج کی ہی کیوں نہ ہو اور اگر وہ کسی عالم دین کے سامنے رجوع کرلیں تو ان کے رجوع کی وجہ سے نکاح کرنے سے منع کیا جاسکے گا۔ مگر یہ ممانعت بھی اسی قسم کی ہوگی کہ یوں کہا جائے گا کہ تیرا نکاح عنداللہ نہیں ٹوٹا اگر دوسری جگہ نکاح کرے گی تو زنا میں تمام عمر مبتلا رہے گی وغیرہ وغیرہ، ذکر فی الفتاویٰ العالمگیریۃ فی باب الرجوع عن الشهادة اما شرطه فان یکون الرجوع عند القاضی —— اور اگر واقع میں یہ گواہ جھوٹے ہیں تو فسخ معتبر نہیں ہے۔ دوسری جگہ عورت کے لئے نکاح حلال نہ ہوگا۔

اور اگر نکاح کرلیا تو ثانی زوج کے لئے وطی حلال نہ ہوگی — فقط واللہ اعلم —

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہٗ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
۴ ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہٗ
مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۴ ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیارِ فسخ بالغہ کو دیا تھا یا کہ نابالغہ کو؟

الجواب واللہ الموفق للصواب۔ شریعت مطہرہ کا یہ قانون ہے کہ جب نابالغی میں لڑکی کا نکاح کردیا جائے اور بالغ ہونے کے بعد وہ اپنا نکاح ناپسند کرے تو اس کا نکاح حاکم وقت کی اجازت سے فسخ کردیا جائے گا۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک نوجوان لونڈی آپ کے پاس حاضر ہوکر درخواست کرتی ہے کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف کردیا ہے اور وہ اسے پسند نہیں کرتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیان پر اسے اختیار دیدیا کہ یعنی اگر اپنے خاوند کے پاس رہنا چاہے تو رہے ورنہ کسی دوسری جگہ اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرالے۔ (بحوالہ بلوغ المرام، فتح الباری، نیل الاوطار، سبل السلام، فتاوٰی نذیریہ) —

اب موجودہ مسئلہ میں لڑکی کو اختیار ہے کہ اگر اپنے خاوند کو پسند کرے تو خاوند کے ساتھ رہے اور اگر ناپسند ہو تو حاکم کی اجازت سے نکاح فسخ ہوگا عدت وغیرہ قطعاً نہیں ہوگی۔ المجیب مولوی عبدالحکیم مولوی فاضل رحمانی ندوی —

الجواب مجیب نے غلط لکھا ہے والد کا کیا ہوا نکاح لازم ہوجاتا ہے بغیر طلاق لئے فسخ نہیں ہوسکتا البتہ اگر خاوند بیوی کو آباد نہ کرے اور نہ ہی طلاق دے۔ تو حکومت سے فسخ کرایا جاسکتا ہے جس کے لئے چند شرائط ہیں اور یہ جو مولوی عبدالحکیم صاحب نے روایت نقل کی ہے اس میں اس مولوی صاحب نے خیال نہیں فرمایا کہ یہ عورت جس کا نکاح اس کے والد نے بغیر رضا کے کردیا تھا بالغ عورت تھی اپنے نفس کی خود مختار تھی اس کا نکاح والد بغیر اجازت کے نہیں کراسکتا تھا اور نابالغہ کا نکاح اگر سوچ سمجھ کر کرے یعنی معروف بسوء الاختیار نہ ہو تو لازم ہوجاتا ہے اور صورت مسئولہ میں جس لڑکی کا نکاح والد نے کردیا ہے وہ نابالغہ ہے اس لئے اس صورت کو حدیث سے اخذ کرنا غلطی اور نادانی ہے —

فقط واللہ اعلم —
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہٗ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح: خیر محمد عفی عنہٗ ۳۰ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ

طلاقنامہ پر انگوٹھا خاوند کے بھائی نے لگایا تو طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے اور عورت کو ڈرانے کے ارادے سے اپنے دوسرے بھائی کو کہتا ہے کہ جا میری بیوی کا کاغذ یعنی (طلاقنامہ) لکھوا کر لے آ، کیونکہ میں اپنی بیوی کو چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ اب اس شخص کا بھائی طلاقنامہ کا کاغذ لکھوا کر لے آتا ہے اور اس پر انگوٹھا بھی خود ہی لگاتا ہے اور اپنے بھائی کو پکڑا دیتا ہے اور وہ اپنی بیوی کو پکڑا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جا تو اپنے میکے چلی جا، اب وہ عورت طلاقنامہ والا کاغذ لے کر میکے چلی گئی، مفتیانِ شرع سے گزارش ہے کہ آیا یہ طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہ پھر نکاح کرنا پڑے گا یا کہ پہلا ہی نکاح درست ہے —

الجواب صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت سوال وعبارت مذکورہ بالا جب خاوند نے اپنے بھائی سے کہا کہ طلاقنامہ لکھوا کر لے آ۔ اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی —

ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقراراً بالطلاق وان لم یکتب (شامی ص ۳۹ ج ۳)

چونکہ خاوند نے تین طلاق کا لفظ نہیں بولا۔ اور نہ ہی وہ کاغذ اسے سنایا گیا اور نہ ہی اس پر اسکے دستخط ہیں۔ بلکہ جو نشانِ انگوٹھا ہے وہ اس کے بھائی کا ہے (جیسا کہ اس کی زبانی معلوم ہوا) اس لئے ایک ہی طلاق واقع ہوئی چونکہ ابھی تک عدت نہیں گزری (کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے) اس لئے بچہ پیدا ہونے سے قبل دو گواہوں کے سامنے رجوع کرسکتا ہے۔ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ اگر خاوند رجوع کرے تو وہ عورت اس کی بیوی ہے دوسری جگہ نکاح کرنے کا حق نہیں — فقط واللہ اعلم —

بندہ غلام رسول جامعہ رشیدیہ منٹگمری

الجواب صحیح: ابو النصر منظور احمد عفی عنہ
اصاب من اجاب: محمد عبداللہ غفر لہٗ مفتی خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح: مختار احمد غفر اللہ لہٗ

طلاق کی قسم میں اعتبار حالف کی نیّت کا ہو گا

زید گروپ اور بکر گروپ میں لڑائی ہوئی زید نے بندوق سے بکر گروپ پر دو فائر کئے جب کہ بکر گروپ کی طرف سے کوئی فائر نہیں ہوا کیونکہ بکر گروپ کے آدمیوں میں سے صرف ایک کے پاس پستول تھا وہ بھی چھپائے ہوئے تھا، لڑائی ختم ہونے کے بعد تھانے میں رپورٹ درج کرائی گئی دونوں گروپوں نے ایک دوسرے پر پہلے اسلحہ لانے اور پہلے فائر کرنے کا الزام عائد کیا تھا، تھانیدار نے سچ معلوم کرنے کے لئے بکر پر طلاق اُٹھانے کی شرط عائد کی اور یہ مضمون دیا گیا جو کہ جمع کے صیغے کے ساتھ تھا کہ بکر یوں کہے:—

(۱) ہمارے پاس اسلحہ نہیں تھا۔ (۲) ہم نے کوئی فائر نہیں کیا۔ (۳) زید کی فائرنگ سے پہلے ہمارے پاس اسلحہ نہیں تھا— زید نے طلاق سے بچتے ہوئے یوں کہا:—

(۱) میرے پاس اسلحہ نہیں تھا (۲) میں نے فائر نہیں کیا (۳) میں نے اپنے گروپ میں سے کسی کے پاس اسلحہ نہیں دیکھا— بکر نے جواب میں تمام جگہ مفرد کا صیغہ بولا تا کہ جھوٹ بھی نہ ہو اور طلاق بھی بچ جائے۔ نیز تین طلاق کے ساتھ متصل ان شاء اللہ بھی آہستہ سے کہا۔ کیا طلاق ہو گئی؟—

— (قاری عبد الرحیم رحیمی خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف)

الجواب بر تقدیر صحت سوال صورت مسئولہ میں بکر کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ در مختار میں ہے:

" النیۃ للحالف لو بطلاق او عتاق اھ و فی الشامیۃ قال فی الخانیۃ رجل حلف رجلاً فحلف و نوی غیر ما یرید المستحلف ان بالطلاق والعتاق ونحوہ یعتبر نیۃ الحالف اذا لم ینو الحالف خلاف الظاہر ظالماً کان الحالف او مظلوماً اھ (ص ۹۹ ج ۳)

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

دوران تعلیم شاگرد سے طَلَّقْتُ اِمْرَأَتِی ثَلَاثًا کہلوانے سے طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان کہ زید جو کہ ناخواندہ ہے اس کو بکر نے سورۃ ملک پڑھانا شروع کیا

چند دنوں کے بعد دو آدمیوں کے روبرو اسے یہ الفاظ طَلَّقْتُ اِمْرَأَتِی سَتَّان ثَلَاثًا تعلیم ایسے لب و لہجہ کی تھی کہ پڑھنے والے کو یہ آیت سورۃ ملک کی معلوم ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج کا سبق یہی ہے جب کئی مرتبہ اس نے اس کو دُہرایا تو بکر نے خود بھی اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے دو آدمیوں نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا تو نے اپنی عورت ستان کو طلاق دیدی ہے۔ زید مارے تعجب کے حیران ہو گیا، چنانچہ یہی مقدمہ بنا منکوحہ کے بھائی نے اک مولوی کے پاس دائر کر دیا، مولوی صاحب نے اس کو اور انہی دو گواہوں کو (جن کا ذکر اوپر ہوا ہے) بلوا کر ان کے بیانات لئے اور طلاق مغلظہ کا فتویٰ بشکل فیصلہ سُنا دیا۔ فتویٰ کے الفاظ یہ ہیں:

اس میں شک نہیں کہ مسمّی زید مذکور ان عربی الفاظ کا معنی نہیں سمجھتا تھا اور اس سے یہ الفاظ دھوکہ دے کر کہلوائے گئے مگر اس کی عورت ستان مطلقہ مغلظہ ہو گئی ہے اور اس کے حق میں نکاح کے ساتھ بھی نہیں آسکتی کیونکہ الفاظ طلاق صریح کے ہیں اور طلاق صریح نیّت پر موقوف نہیں ہے۔

(قال فی العالمگیریۃ - جلد ۱ ص ۳۶)

واذا قال الرجل لامرأتہ انت طالق ولا یعلم معنی قولہ انت طالق یقع الطلاق

وفی الدر المختار او مخطئا بان اراد التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلاً او ساھیا یقع قضاءً وھکذا فی بہار شریعت (ص ۲۹۱ ج ۲)

وفی العالمگیریۃ واذا قال لامرأتہ انت طالق ولا یعلم ان ھذا القول طلاق طلقت فی القضاء ولا تطلق فی ما بینہ و بین اللہ تعالیٰ — ص ۴۸ ج ۲

اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ جب اس جملہ کو قراءۃ تصور کر کے پڑھ رہا ہے اور معنی سے بھی جاہل ہے تو اندریں حالات کیا مولوی صاحب مذکور کا فتویٰ درست ہو کر زید کی عورت کو مطلقہ مغلظہ کرے گا یا اندریں حالات طلاق واقع نہ ہو گی —

الجواب مولوی صاحب کا فتویٰ در بارہ وقوع طلاق غلط ہے اور ایسا مولوی جو اس قسم کی فیصلہ سازیاں خلاف شرع انجام دیتا ہے قابل اعتماد بھی نہیں ہے بلکہ قابل تعزیر بھی ہے فتویٰ مذکور اس لئے غلط ہے کہ طلاق صریح اگرچہ محتاج نیّت نہیں ہے اور اس میں بلا نیّت وقوع طلاق ہو جاتا ہے۔ عامدًا ہو یا خطأً لیکن وقوع طلاق کے لئے یہ شرط لازمی ہے کہ اضافت طلاق عورت کی طرف بالقصد ہو اور معنی کا عالم بھی ہو ورنہ لازم آئے گا کہ ایک طالب علم جو فقہ کی کتاب سے امرأتی طالق کا جملہ پڑھے یا نقل کرے اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے —

قال فی ردّ المحتار ص۵۹۳ ج۲ ۔ ولکن لا بد فی وقوعه قضاءً ودیانةً من قصد اضافة لفظ الطلاق الیها عالماً بمعناه ولم یصرفه الی ما یحتمله کما افاده فی الفتح وحققه فی النهر احترازاً عما لو کرر مسائل الطلاق بحضرتها او کتب ناقلا من کتاب امرأتی طالق مع التلفظ او حکی یمین غیره فانه لا یقع اصلاً ما لم یقصد زوجته وعما لو لقنته لفظ الطلاق فتلفظ به غیر عالم بمعناه فلا یقع اصلاً علی ما افتیٰ به مشائخ انتهیٰ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبد اللہ غفرلہ
۲۵/۱۰/۱۳۷۶ھ

ھٰذا ھو الحق والحق احق ان یتبع
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

"کلما تزوجت فھی طالق" یمین سے پہلے والی منکوحہ داخل نہیں ہوگی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے عمرو کے ساتھ تحریری یا تقریری عہد کیا ہے کہ میں ہمیشہ تیری مرضی اور منشاء کے مطابق کام کروں گا اور ہمیشہ میرے تمام احوال افعال تیری مرضی کے مطابق ہوں گے اگر کوئی میرا فعل یا قول تیری مرضی کے خلاف صادر ہو تو کلما تزوجت اذا تزوّج فھی طالق اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید سے کوئی فعل یا قول عمرو کی مرضی کے خلاف صادر ہو جائے تو زید کے لئے وہ منکوحہ عورت جو اس تعلیق سے پہلے منکوحہ ہے حلال ہے یا حرام۔ اور اس تعلیق میں منکوحہ سابقہ عورت داخل ہے یا نہ اور اس منکوحہ عورت کی حلت کے لئے کوئی صورت جواز نکل سکتی ہے یا نہ اور دوسری عورت کے نکاح کے لئے بھی کوئی صورت جواز نکل سکتی ہے؟ نہایت ہی سوچ کر جواب تحریر فرمایا جاوے۔ اور کتب کی مزید تتبع اور تلاش فرمائی جاوے۔ تمام عورتوں کی عدم تزویج کے لئے ایک قول فعل خلاف مرضی کافی ہے یا جدید؟ زید کے عمرو کو راضی کرنے کی کیا صورت ہے؟ —

الجواب صورت مسئولہ میں اگر زید خلاف مرضی عمرو کوئی قول و فعل کرے گا تو اس کی موجودہ بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ آئندہ بیوی پر واقع ہوسکے گی —

(کمافی العالمگیریۃ ص۸۹ ج۲) ولو قال ان کلمت فلاناً فکل امرأة اتزوجها فھی طالق لا یقع الطلاق علی التی تزوجها قبل الکلام کانت الیمین مطلقة او موقتة فان نوی —

وقوع الطلاق علی التی تزوجها قبل الکلام صحت نیته (کذا فی فتاویٰ قاضیخان)

البتہ اگر زید نے بوقت حلف کلما تزوجت کے لفظ سے سابقہ بیوی مراد لی ہوئی تھی تو اس پر بھی طلاق واقع ہو جائے گی (۲) اگر ایک قول یا فعل بھی عمرو کی رضا کے خلاف کرے گا تو یمین میں حانث ہو جائے گا کیونکہ شرط میں یہ کہا ہے کہ اگر کوئی میرا قول یا فعل تیری مرضی کے خلاف ہو۔ فقط واللہ اعلم —

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۰ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ
۲/۷/۱۳۷۰ھ

میں نکاح کو فسخ کرتا ہوں کنایاتِ طلاق سے ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ چراغ الدین شاہ نامی نے ایک معاہدہ تنسیخ نکاح بعد پڑھائے جانے نکاح کے تحریر کر دیا ہے کہ اگر مقر ناکح خدا نخواستہ دوسری شادی کرے تو منکوحہ حال کا نکاح فسخ سمجھا جائے گا۔ اب ناکح معاہدہ کنندہ نے دوسری شادی کرلی ہے۔ بدیں صورت نکاح اول فسخ سمجھا جائے گا یا نہ؟ اگر فسخ سمجھا جائے گا تو طلاق کس نوعیت کی ہوگی۔؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: سید احمد یزدانی

الجواب صورت مسئولہ میں فسخ نکاح کو معلّق کیا گیا ہے دوسری شادی کے وجود پر فسخ نکاح اور نفی نکاح ہر دو کنایات میں شمار کئے گئے ہیں۔ نیت طلاق یا قرینہ کے موجود ہونے کی صورت میں موجب طلاق ہو جاتے ہیں۔ (فی العالمگیریۃ ص۶۱ ج۲) ——

ولو قال فسخت النکاح ونوی الطلاق یقع وفی الصفحة ص۶۲ ج۲) ولو قال لها لا نکاح بینی وبینك او قال لم یبق بینی وبینك نکاح یقع الطلاق اذا نوی او فی فتاویٰ قاضی خان ص۲۱ ج۲) ولو قال لها لا نکاح بینی وبینك او قال لم یبق بینی وبینك نکاح او قال فسخت نکاحك یقع الطلاق اذا نوی۔

کابین نامہ میں ایسی تحریرات کے اندر جب لفظ فسخ واقع ہو تو سیاق و سباق کو مدّنظر رکھتے ہوئے معنی طلاق ہی ہوتا ہے۔ بنا بریں علیہ اگر ناکح نے دوسرا نکاح کرلیا ہے تو اس کی پہلی بیوی پر طلاق بائنہ واقع ہوگئی۔ تجدید نکاح

کی حاجت ہوگی نہ حلالہ کی ــــــــ

(نوٹ) کابین نامہ میں یہ لکھنا کہ نکاح فسخ سمجھا جائے گا ترجمہ ہے کان النکاح مفسوخا کا یا یفسخ النکاح کا اور فسخت النکاح معروف ہے اور یہ مجہول ہے صیغۂ مجہول کے اندر بھی اضافت الی الفاعل معنوی ہوتی ہے اور یہ فسخت النکاح کے معنی میں ہے۔ پس نکاح فسخ سمجھا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبد اللہ غفر لہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
مورخہ ۱۱ رجب سنہ ۱۳۷۰ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ
مدرسہ خیر المدارس ملتان ۲۱/۷/۷۰

خاوندِ ثانی کے طلاق نہ دینے کا اندیشہ ہو تو بچنے کا حیلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ زید نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظ دیدی اب زید چاہتا ہے کہ دوبارہ اپنی بیوی سے نکاح کر دں، اب چونکہ طلاق مغلظ ہو چکی ہے اب اسے حلالہ کی ضرورت ہے۔ بغیر حلالہ کے نکاح جائز نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ زید ایک دوسرے آدمی کو کہتا ہے کہ تو میری بیوی طلاق شدہ سے نکاح کرے مگر اس شرط کے ساتھ کہ تو ہمبستری کر کے چھوڑ دے وہ آدمی قبول کر لیتا ہے۔ تو آیا اگر یہ طریقہ کیا جاوے تو اسلام میں جائز ہے یا نہیں۔ جواب سے سرفراز فرمادیں اور اگر طریقہ مذکورہ بالا کے ساتھ نکاح کر کے طلاق لے لی گئی ہو تو اب خاوندِ اوّل سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ ــــــــ

الجواب یہ حیلہ اگر ضرورت کی بناء پر کر لیا جاوے تو درست ہے حضرات فقہاءؒ نے بوقت ضرورت حیلہ کے استعمال کی اجازت دی ہے، صورت اس کی مناسب یہ ہے کہ خاوند سے یہ اقرار کرا لیا جاوے جسے وہ زبان سے کہہ دے کہ جب میں اس عورت سے نکاح کروں اور ایک دفعہ ہمبستری کر چکوں تو اس عورت کو تین طلاق واقع ہوں گی یا اس عورت کو میری طرف سے تین طلاق۔ تو اس صورت میں ہمبستری کے بعد تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ بعد انقضاءِ عدت وہ عورت خاوندِ اوّل سے نکاح کر سکتی ہے۔ (کذا فی العالمگیریہ)

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ ۱۱/۱/۷۰

بندہ محمد عبد اللہ غفر لہ
مفتی خیر المدارس ملتان

بیوی کے ساتھ برتاؤ سے مُراد "صرف ہمبستری لینا" خلافِ ظاہر ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص زید کہتا ہے کہ اگر میں اپنی عورت ہندہ کے ساتھ برتاؤ کروں تو مجھ پر تین طلاق ہے۔ یہ الفاظ عرفاً عام ہیں اور زید نے پہلے ایک عالم کے سامنے عام مُراد بیان کی ہے کہ میری مُراد عام بول چال تھی۔ اب زید کہتا ہے کہ میری مُراد مخصوص ہمبستری تھی اور اس بات کا اس نے حلف اُٹھا دیا ہے۔ اب دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ زید کے ان الفاظ کی مُراد عام ہوگی۔ جیسے کہ پہلے وہ کہتا تھا ایک عالم کے سامنے اور گواہ بھی موجود ہیں یا یہ مخصوص ہمبستری مُراد ہوگی جس پر زید نے حلف اُٹھا دیا ہے اگر عام مُراد ہو تو عام حیلہ جو کہ متون میں موجود ہے طلاق بائنہ کے ساتھ اس پر عمل کر سکتے ہیں یا نہ اور یہ بات بھی ملحوظ رکھیں کہ زید کی طلاق کے وقت عورت موجود نہ تھی رُوٹھی ہوئی تھی بعد میں منوا کر لے آئے اور پندرہ بیس دن خاوند کے گھر رہی اور ہمبستری نہیں ہوئی اور اگر زید کی مخصوص مُراد ہو اور ابھی تک ہمبستری نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں بھی کوئی شرعی حیلہ ہے کہ طلاق زائل ہو سکے ــــــــ ؟

اَلجواب اگر میں ہندہ سے برتاؤ کروں تو مُجھ پر تین طلاق کہنے کے بعد اگر وہ شخص ہندہ کو گھر لے آیا اور اس کے ساتھ کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا بات چیت کر لی، سلام کلام کر لیا ہو تو اگرچہ جماع کی نوبت نہ آئی ہو تب بھی اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کیونکہ برتاؤ سے بھی معاشرت اور سلوک عرفاً مُراد ہوتا ہے اور یہ شخص گواہوں کے سامنے اقرار بھی کر چکا ہے کہ میری مُراد واقعتاً یہی تھی۔ اب اس کا دُوسری مُراد لینا مُعتبر نہیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد اللہ غفر لہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان شہر

لفظِ آزاد سے نیّت نہ کی ہو تو طلاق کا حُکم

مُسمّی زَید نے اپنے سُسرال کی طرف بدیں مضمون لکھا کہ آپ کی لڑکی باہر سوتی تھی اور میں اندر اور میرے ساتھ سلوک نہیں کرتی تھی۔ (۲) میرے کہنے پر نہ چلتی تھی بلکہ مجھ کو اس نے کہا کہ میں نے تجھ کو مہر بخش دیا ہے کسی قسم کا دعویٰ نہ کروں گی، خاوند دُوسرا نہ کرونگی، اب والد کے گھر ہی جینا مرنا ہے۔ تو زید نے تحریر کیا تمہاری لڑکی میری طرف سے آزاد ہے، مختار ہے جو جی چاہے کرے تین دفعہ یہ الفاظ لکھ دیئے

دوسرے دن والد سسرال آیا اور کہا کہ اب میری لڑکی کو طلاق ہو گئی یہاں اپنے ہاتھ سے لکھ دو کہ تمہاری لڑکی میری طرف سے آزاد ہے مختار ہے جو جی چاہے کرے تو زید نے کہا میری نیت طلاق کی نہیں ہے۔ اگر آپ کا ارادہ طلاق کرانے کا ہے تو میں اپنے باپ سے مشورہ کر کے فیصلہ کا کاغذ دوں گا۔ اب اس صورت میں طلاق کنایہ ثابت ہے یا نہ۔؟ ——

الجواب صورت مسئولہ میں چونکہ خاوند نے طلاق کی نیت نہیں کی جیسا کہ اس کے مؤخر الذکر قول سے معلوم ہوتا ہے اس لئے بیوی پر طلاق واقع نہیں ہو گی ——

فقط واللہ اعلم ،

بندہ محمد صدیق غفرلہٗ معین مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳ صفر ۱۳۷۰ھ	الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہٗ خیر المدارس ملتان ۲۲ صفر ۱۳۷۰ھ

لفظِ طلاق مکرّر کہنے کی صورت میں عوام کے دعویٰ تاکید کا حکم

سوال ، کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین مندرجۂ ذیل مسئلہ میں زید اور ہندہ کا گھریلو کام کاج کے بارے میں دو تین دن سے جھگڑا چل رہا تھا، آخر زید نے غصہ میں آکر دو گواہوں کی موجودگی میں حسب ذیل الفاظ سے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دی۔ میں نے طلاق دی، میرے خدا نے طلاق دی۔ یہ الفاظ زید نے چار مرتبہ متواتر کہے اسی رات ہندہ نے اپنے شوہر سے جدائی کر لی اور الگ رہنے لگی، چار پانچ روز کے بعد زید نے اپنی عورت سے رجوع کرنا چاہا تو ایک عالم سے یہ مسئلہ دریافت کیا عالم صاحب نے فرمایا اگر زید نے پہلی طلاق، طلاق کی نیت سے دی ہے اور باقی میں اسی الفاظ کی تاکید کی ہے تو زید کا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ توبہ کر کے رجوع کر سکتا ہے اور آئندہ زید کو دو طلاقوں کا حق باقی ہے۔ ——

چونکہ زید مذکور عالم صاحب کے پاس حاضر تھا تو انہوں نے دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں زید سے حلفیہ اس بات کو دریافت کیا تو زید نے خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر ان کے سامنے یہ کہا کہ میں نے غصہ میں آکر طلاق صرف ایک دفعہ دی تھی اور تین دفعہ اس کی تاکید کی تھی میری نیت تین طلاق دینے کی نہ تھی، تو عالم صاحب نے اس سے یعنی زید سے توبہ کرائی اور کہا کہ تمہارا نکاح فسخ نہیں ہوا اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا۔ ——

الجواب صورت مسئولہ میں قضاءً اور دیانۃً تین طلاق واقع ہو چکی ہیں کیونکہ ظاہر حال عوام الناس

اور جہال کا یہی ہے کہ وہ لوگ تاکید کے معنیٰ کو بھی نہیں جانتے جب اپنی عورت کو تین مرتبہ طلاق دیں تو نیت تین کی ہی ہوتی ہے البتہ اگر ایک عالم (واقف مسئلہ تاکید و تاسیس) جو پہلے سے اس مسئلہ کو جانتا ہے تین مرتبہ اپنی بیوی کو طلاق طلاق کہے اور پھر یہ کہے کہ میری مراد تاکید تھی تو قضاءً تین اور دیانۃً ایک واقع ہو گی۔ (درمختار علی الشامیہ ص ۴۲۱ ج ۲) ——

کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین قال فی الشرح ای وقع الکل قضاءً وکذا اذا اطلق اشباہ ای بان لم ینو استینافاً ولا تاکیداً لان الاصل عدم التاکید۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۸ صفر ۱۳۷۰ھ	الجواب صحیح خیر محمد عفی عنہٗ مدرسہ خیر المدارس ملتان ۲۹ صفر ۱۳۷۰ھ

"ہمارا باہم رہنا دشوار ہے" سے طلاق کا حکم

میں نے اپنی ساس کو غصہ میں آکر یہ الفاظ کہے کہ اپنی بیٹی کو لے جاؤ ہمارا باہم رہنا دشوار ہے ایسی بیوی سے دستبردار ہونا بہتر ہے، تو اس سے طلاق ہو گئی یا کہ نہیں ؟ ——

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شخص مذکور کی نیت جب ان کلمات سے طلاق دینے کی نہ تھی تو پھر اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور آئندہ کے لئے احتیاط کرتا رہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

	الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ

اس شرط پر طلاق دینا کہ تم فلاں سے نکاح نہیں کرو گی۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد اپنی عورت کو طلاق دیتا ہے اور یہ شرط رکھتا ہے کہ اگر تم عورت ان دو شخصوں فلاں اور فلاں سے شادی کر دو گی تو میری طرف سے تم پر طلاق نہیں ہو گی، اس کے علاوہ تم جس کے ساتھ چاہو نکاح کر سکتی ہو، تو کیا ان دو شخصوں میں سے کوئی ایک اس عورت سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں اور کیا اس طرح طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں ——

مولوی نور نبی کوئٹہ (بلوچستان)

الجواب صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی اور عورت جس شخص کے ساتھ چاہے نکاح کرسکتی ہے اور اس شخص کا یہ کہنا کہ اگر تو فلاں بن فلاں کے ساتھ نکاح کریگی تو طلاق نہیں ہوگی۔ اس کا کوئی اثر نہیں کیونکہ طلاق کا وقوع پہلے ہورہا ہے اور شرط بعد میں لگا رہا ہے تو یہ تعلیق صحیح نہیں بلکہ اس شرط کا وقوع قبل از طلاق ناممکن ہے لہٰذا یہ تعلیق اس وجہ سے بھی صحیح نہیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہٗ
الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ

فالجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہٗ

ہندوؤں سے جان بچانے کے لئے کہہ دیا کہ میں "ہندو ہوں" تو بیوی نکاح میں رہی یا نہیں؟

جب ہند و پاک میں فسادات شروع ہوئے تو مسمی بنیا اپنی منکوحہ مسماۃ چنوں دختر جمال الدین اپنے ماں باپ کے ساتھ کیمپ میں آگئی، پھر اس کا خاوند بنیا اس کو کیمپ سے لینے کے لئے آیا تو لڑکی والوں نے جواب دیا کہ ہم تمہارے ساتھ نہیں بھیجتے کیونکہ تم ہندو ہوچکے ہو حالانکہ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے کہا کہ میں ہندو ہوگیا ہوں، اس کے ساتھ دو آدمی اور موجود تھے۔ اس کے بچے ہندوؤں کے گاؤں میں تھے ان ہندوؤں نے کہا اگر تم واپس نہ آئے تو تمہارے بچے قتل کردیئے جائیں گے۔ اسی خطرے کی وجہ سے اس نے ایسے الفاظ صادر کئے اور کہا واپس اپنے گاؤں جاؤں گا اس کو جواب نفی میں ملا لہٰذا واپس چلا گیا اور جمال الدین وغیرہ پاکستان چلے آئے دو تین ماہ بعد بنیا بھی کسی طرح موقعہ پاکر پاکستان آگیا جب وہ جمال الدین کے پاس پھر آیا تو جمال الدین نے جواب دیا کہ ہم نہیں بھیجتے کیونکہ جمال الدین نے کسی مولوی سے سابقہ حال سنا کر معلوم کرلیا تھا کہ وہ مرتد ہوگیا۔ اس لئے اس نے اپنی بیٹی کا نکاح کسی اور سے کردیا۔ حالانکہ بنیا نے جو کچھ کہا تھا وہ محض اپنی جان بچانے کے لئے کہا تھا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مرتد ہوگیا یا نہیں۔

الجواب سوال سے معلوم ہوا کہ مسمی بنیا نے محض اپنی اور بچوں کی حفاظت کے لئے جو کہ ہندوؤں کے قبضہ میں تھے یہ کہا کہ میں ہندو ہوچکا ہوں، لہٰذا ایسی صورت میں اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی کیونکہ اگر کوئی شخص جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر کہہ دے مگر دل میں ایمان ہو تو اسلام سے خارج نہ ہوگا لہٰذا وہ لڑکا مرتد ہوا اور نہ اس کی بیوی نکاح سے خارج ہوئی — قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:۔

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (النحل)

محمد عبد اللہ غفرلہٗ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۱۱/۴/۷۱ھ

الجواب صحیح خیر محمد عفی عنہٗ
مہتمم خیر المدارس ملتان

مکمل طلاق، طلاقِ بائنہ ہے۔

زید اور زینب سفر کررہے تھے وہیں جھگڑا ہوگیا زینب نے کہا مجھے طلاق دے، زید نے لکھ دیا میں نے تمہیں طلاق دی۔ زینب نے کہا یوں نہیں بلکہ لکھ دو میں نے تمہیں مکمل طلاق دی۔ زینب کے اصرار پر زید نے یہی لکھ دیا کہ میں نے تمہیں مکمل طلاق دی —— تو اس سے کونسی طلاق واقع ہوئی؟۔

الجواب صورت مسئولہ میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی دوبارہ تجدید نکاح کرلیں۔

قال فی البحر الحاصل ان الوصف بما ینبئ عن الزیادۃ یوجب البینونۃ اھ ج ۳

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۶/۷/۱۳۷۴ھ

بیوی نافرمان ہو اور والدین اصرار کریں کہ طلاق نہ دو تو کیا کرے۔

استفتاء:۔ میں نے ۱۹۴۳ء میں اپنے ماموں کی لڑکی سے شادی کی، میری ایک ہمشیرہ کی شادی میری شادی سے بہت عرصہ پہلے دوسرے ماموں کے لڑکے سے ہوئی ہے۔ میرے پاس ایک لڑکا بعمر ۵ برس اور ایک لڑکی بعمر ۸ ماہ اس وقت زندہ ہیں، کئی مرتبہ میری بیوی مجھ سے گستاخانہ طور پر پیش آئی حتیٰ کہ گالیاں بھی دیں میرے زدوکوب کرنے پر والدین نے بیچ میں پڑ کر مصالحت کرادی، گھر کا سلیقہ بالکل ٹھیک نہیں رکھتی جس پر میں نے انہیں چھوڑنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر والدین نے کہا کہ تم ہماری مرضی کے خلاف چھوڑ کر زندگی خراب کردو گے والدین میرے اس اقدام میں اس لئے حائل ہوتے ہیں کہ برادری ٹوٹ جائے گی اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ ضعیف والدین ہمیشہ تو بیٹھے نہیں رہیں گے۔ اگر ان کے بعد میں نے اسے چھوڑ کر اور شادی کی تو دنیا مجھے بے حیا کہے گی کہ والدین کی موجودگی میں تو ٹھیک تھا اب یہ گل کھلا رہا ہے۔ کئی مرتبہ بیوی سے بوجہ ناراضگی بول چال بند کی مگر والدین اسے مجبور کرتے کہ وہ مجھ سے معافی مانگے اور مجھے معافی دینے پر مجبور کرتے۔

اب عرصہ ڈیڑھ ماہ سے میں نے بول چال بند کی ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یعنی میری بیوی مجھ سے اور میرے والد سے گستاخانہ طور پر پیش آئی۔ میں نے اپنی والدہ کو کہا کہ اگر آپ اسے بھتیجی بنا کر رکھنا چاہیں تو بے شک رکھیں مگر میں نہیں رکھنا چاہتا۔

۱ اب عرض ہے کہ میرا اس طرح سے بول چال بند کر دینا ایلاء میں شمار ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ایلاء کو کن مواقع پر کیا جاتا ہے؟

۲ میرے یہ الفاظ کہ اپنی بھتیجی کر کے رکھنا چاہیں تو رکھیں مگر میں نہیں رکھنا چاہتا' طلاق میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں۔؟

۳ والدین میرے طلاق دینے کے ارادے سے متفق نہ ہونے کے باوجود اگر میں طلاق دے دوں تو کیا میرا یہ فعل خلافِ شرع ہوگا اور والدین کی نافرمانی میں شمار ہوگا۔؟

الجواب (۱) بول چال بند کرنے سے ایلاء نہیں ہوتا۔ بلکہ ایلاء کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ ۴ ماہ صحبت نہ کرنے کی حلف اٹھائے:

فی العالمگیریۃ ص۱۱۲ الایلاء منع النفس عن قربان المنکوحۃ منعاً مؤکداً بالیمین باللہ او غیرہ من طلاق ...... مطلقاً او مؤقتاً باربعۃ اشہر۔

۲ ۔ میں نہیں رکھنا چاہتا اس سے طلاق واقع نہ ہوگی ــــــ

فی العالمگیریۃ ص۱ اذا قال لا اریدک او لا احبک او لا اشتھیک او لا رغبۃ لی فیک فانہ لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفہؒ (کذا فی البحر الرائق) ــــــ

۳ ۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ موجودہ بیوی اگر پریشان کن ہے۔ کہ اس کے گھر میں ہونے سے مفسدہ دینی پیدا ہوتا ہے اور والدین کو بھی اس کے طلاق دینے میں چنداں تکلیف نہ ہوگی۔ اگرچہ طبعی تکلیف کچھ ہو اور خاوند سخت مجبور ہے۔ تو ایسی سخت مجبوری میں طلاق دے دینا والدین کی نافرمانی نہ ہوگی، گو اولیٰ پھر بھی یہی ہوگا کہ والدین کی اطاعت کرے اور طلاق نہ دے ــــــ اور اگر بیوی کے گھر میں ہونے سے کوئی خاص مفسدہ دینی نہیں ہوتا یا والدین کو بیوی کی طلاق سے بوجہ مخالفت برادری کے سخت تکلیف پہنچے گی اور پریشانی ہوگی تو ایسی صورت میں طلاق والدین کی نافرمانی میں داخل ہو کر گناہ کبیرہ بن جائے گی ــــــ

کذا یفہم من التفصیل الواقع فی بہشتی گوہر ص۱۳۷ ضمیمہ تعدیل حقوق الوالدین ــــــ

مشورہ :۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عورتیں بائیں پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اگر تم انہیں سیدھا کرنا

چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور فرمایا: فاستوصوا بالنساء خیراً ــــــ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا ہو، اس لئے صبر کرنا بہرحال بہتر ہے اور روایات میں آیا ہے کہ مباحات میں سے مبغوض ترین چیز طلاق ہے۔ اکابر سے سنا ہے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی بیوی سخت بد خلق تھی مگر آپ صبر کرتے تھے ــــــ

فقط واللہ اعلم
بندہ عبداللہ عفرلہٗ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۲۸ رشعبان ۱۳۷۰ھ

الجواب صحیح
خیر محمد مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

تیرا میرا معاملہ ختم نیت کے ساتھ طلاق بائنہ ہے۔

(استفتاء) میری عورت اور بندہ کے درمیان کئی وجوہاتِ خاص کی بنا پر نا اتفاقی ہوگئی۔

۱۔ چونکہ ہمیشہ میری نافرمان رہی ہے اور خود مختار عورت ہے جتنا عرصہ بندہ کے گھر آباد رہی اپنی مرضی اور خود مختاری سے اپنے میکے چلی جاتی معمولی سی بات پر پندرہ بیس دن کے بعد یا مہینہ کے بعد اپنے میکے چلی جاتی اور پھر منانے پر واپس آجاتی۔ بہرکیف ہر لحاظ سے یعنی بلحاظ دیانت و امانت اور عزت وغیرہ ہم ایک خائن عورت ثابت ہوئی پہلے بھی ایک جگہ سے مطلقہ ہو چکی ہے ــــــ

۲ ۔ اب کچھ عرصہ سے وہ اپنی عادت کے موافق گھر سے بغیر اجازت خاوند کے روٹھ کر اپنے میکے پہنچ چکی ہے حالانکہ اس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی ظلم اور تعدی نہیں ہوئی، گھر سے باہر دو فرلانگ کے فاصلہ پر اس کا خاوند اس کے پیچھے بھاگا اور اسے جا کر کہا کہ کس سے پوچھ کر جا رہی ہو۔؟ اور کس کے ساتھ جا رہی ہو؟ اکیلی کیوں جا رہی ہو کیا شریعت کا یہی حکم ہے! کہ تم بغیر اجازت میری گھر سے باہر نکل کر اکیلی دو، تین میل کے فاصلے پر چلی جاؤ۔ ان تمام باتوں کا جواب اس نے ایک ہی دیا کہ مجھے سفید گدھے، در گھر مل جائیں گے اور ایسے مکانات بھی مل جائیں گے، چنانچہ یہ جواب سن کر بندہ نے جواب دیا کہ آج سے تیرا اور میرا معاملہ ختم، آج کا دن یاد رکھنا میں کبھی تمہارے پیچھے نہیں آؤں گا۔ چنانچہ عورت نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور اپنی گٹھڑی جو ہاتھ میں لے جا رہی تھی وہ برقعہ کے اندر کر لی اور بڑبڑ کرتی ہوئی تیزی سے قدم اٹھا کر آگے چلی گئی۔ بندہ واپس آگیا۔ اب میری عورت طلاق طلب کر رہی ہے اور خرچہ بھی۔ کیا مذکورۃ الصدر واقعات کے ہوتے ہوئے جب خاوند کے ذمہ کسی قسم کا کوئی قصور نہ ہو تو کیا شرعی طور پر خاوند کے ذمہ عورت کا خرچہ ہو سکتا ہے یا نہ۔؟

الجواب جو عورت اپنے گھر سے بلا اجازت حاصل کئے نکل جاوے وہ ناشزہ ہے اور نانِ نفقہ کی مستحق شرعاً نہیں۔ عالمگیری میں ہے :۔

وان نشزت فلا نفقة لها حتی تعود الی منزله والناشزة هی الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه۔ (الی آخره ص ۱۴۳ ج ۲)

باقی رہا معاملۂ طلاق۔ سو اس بارے میں آپ کے الفاظ (آج سے تیرا میرا معاملہ ختم) اگر ان میں آپ نے نیت طلاق کی کی ہے تو طلاقِ بائنہ ہوگئی۔ ورنہ عورت کو آباد کرنے پر آمادگی ظاہر کریں اور طلاق دینا شرعاً لازم نہیں ہے۔ عالمگیری میں ہے :

وفی الفتاوی لم یبق بینی وبینك عمل ونوی یقع۔ (عالمگیریہ ص ۶۳ ج ۲) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان	الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ

۲۴ شوال المکرم ۱۳۷۳ھ

بیماری کی حالت میں بیوی کو نقصان پہنچانے کے لئے طلاق دینا۔

۱۔ اگر کوئی بیماری کی حالت میں اپنی منکوحہ کو اس کے حقوق غصب کرنے کے لئے طلاق دے دے تو کیا یہ طلاق ہو جائے گی۔

۲۔ اس خاوند کے سرمایہ اور زمین میں اس کا حق بنتا ہے یا نہیں ؟

الجواب الرجل اذا طلق امرأته طلاقا رجعیاً فی حال صحته او فی حال مرضه برضاها او بغیر رضاها ثم مات وهی فی العدة فانهما یتوارثان بالاجماع وبعد اسطر۔ ولو طلقها طلاقا بائنا او ثلاثا ثم مات وهی فی العدة فكذلك عندنا ترث ولو انقضت عدتها ثم مات لم ترث (فتاوی هندیه ص ۱۰۵ ج ۲) — وفی التنویر فلو ابانها طائعا وهو كذلك ومات بذلك السبب ورثت هی۔ (ص ۱۹ ج ۲ شامی)

اگر کوئی شخص مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن اس سے عورت کے استحقاق وراثت پر اثر نہیں پڑتا جبکہ اس کے خاوند کی موت دورانِ عدت واقع ہو جائے۔

پس صورت مسئولہ میں اگر شخص مذکور نے بحالت مرض اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور دورانِ عدت مر گیا تو اس کی بیوی میراث کی حق دار ہے۔ خاوند کی اگر اولاد موجود ہے تو بیوی کو ۱/۸ حصہ کل ترکہ سے ملے گا۔ جبکہ کوئی دوسری بیوی موجود نہ ہو جیسا کہ حوالہ بالا سے ظاہر ہے — فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد عفی عنہ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۶ / ۶ / ۱۳۸۳ھ

مرتدہ کے اسلام لانے کے بعد پہلے خاوند سے تجدید نکاح پر ایک اشکال کا جواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلمان عورت مذہب عیسائیت اختیار کرلے تو کیا از روئے شریعت اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں۔ کتاب اللہ وسنّتِ نبویؐ اور احکام فقہ کی روشنی میں جواب دیں —

الجواب یہ عورت بدستور خاوند سابق کے قبضہ میں رہے گی کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں کیونکہ عورت کے مرتد ہو جانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا لیکن جب تک تجدید اسلام کرکے تجدید نکاح نہ کرے اس وقت تک اس کے ساتھ جماع اور دواعی جماع جائز نہیں۔ (کذا فی الحیلة الناجزة ص ۹۰)

اس پر اشکال کیا گیا کہ مرتدہ کا نکاح جب نہیں ٹوٹتا تو پھر تجدید نکاح کی کیا ضرورت ہے نکاح کی تجدید تو ایک دوسری بار نکاح ہے۔ دوسری بار جب ہو کہ پہلا نکاح فسخ ہو۔ پہلا نکاح اگر فسخ نہیں ہوا تو تجدید چہ معنی دارد۔ اگر نکاح میں تجدید درکار ہے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلا نکاح فسخ ہوگیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے فقہاء کے اقوال مختلف ہیں —

(۱) نکاح ٹوٹ جاتا ہے (۲) نکاح فسخ نہیں ہوتا بدستور سابق شوہر کے نکاح میں رہتی ہے حسب قول مشائخ سمرقند وبلخ وبعض مشائخ۔ (۳) یہ عورت مرتدہ اپنے خاوند کے پاس بحیثیت کنیز کے رکھی جائے۔

ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ فرق ہے لیکن اس بات میں تمام فقہاء متفق ہیں کہ عورت کو بنا بر ارتداد یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنے پہلے خاوند سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ نکاح کرے کیونکہ اس سے باب ارتداد مفتوح ہوتا ہے جس کا انسداد شرعاً ضروری ہے۔ اب ان تینوں اقوال میں سے ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ہے —

ہمارے ملک میں جہاں انگریزی قانون رائج ہے مشکل ہے کیونکہ فسخ نکاح کے بعد کوئی قوت عورت کو دوبارہ تجدید سلام پر مجبور کرنے والی نہیں، اس لئے مشائخ بلخ کے قول پر فتویٰ ہے کہ نکاح نہیں ٹوٹتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ جماع اور دواعی جماع کے لئے ظاہر الروایۃ پر نظر کرتے ہوئے تجدید سلام اور تجدید نکاح ضروری قرار دیا گیا۔ یوں سمجھیں کہ ہمارا فتویٰ روایات اولیٰ اور روایات دوم کی رعایت پر مبنی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ غفر لہٗ ۱ ھ

کُلّ حلالٍ علیّ حرام سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔

اگر کوئی شخص یہ الفاظ کہے کُلّ حلالٍ علیّ حرام تو اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں ہوتی ہے تو کون سی۔؟ ——

الجواب صورت مسئولہ میں اگر خاوند نے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس سے طلاق بائنہ واقع ہوگی جس میں عدت کے اندر اور بعد بھی برضامندی طرفین تجدید نکاح ضروری ہے اور عورت بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کرنے کی بھی مجاز ہے۔ فقط واللہ اعلم ——

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ | الجواب صحیح عبداللہ غفر لہٗ ۳۰ ۱۲/۷۷ ھ

خاوند کے صرف شک و شبہ ظاہر کرنے عورت لعان کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیس سال سے زید کے گھر آباد ہے۔ آٹھ بچے ہیں چھوٹے بچے کی عمر تقریباً ڈیڑھ سال ہے۔ دونوں خاندانوں کے اختلاف کافی عرصہ سے چلے آرہے ہیں۔ اپنے بھائیوں کے بہکانے میں آکر ہندہ طلاق حاصل کرنے اور بچوں سے محروم کرنے کے لئے دعویٰ پیش کرتی ہے کہ خاوند مجھ پر کافی عرصہ سے الزام لگاتا رہا ہے اور بچوں کے نسب پر شک و شبہ کرتا ہے خاوند کہتا ہے کہ عورت بالکل جھوٹ بول رہی ہے نہ میں نے کبھی الزام لگایا ہے اور نہ بچوں کے نسب پر شک و شبہ کیا ہے کیونکہ مجھے بچوں سے گہری محبت ہے اور بچوں کی تعلیم و تربیت دل لگی سے کر رہا ہوں۔ آیا ان صورتوں میں مرد کا قول معتبر ہے یا عورت کا نیز خاوند کے اظہار شک کی بنا پر عورت لعان کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں۔؟ ——

الجواب لعان اس وقت ہوگا جب کہ خاوند بیوی پر صراحۃً زنا کی تہمت لگائے یا ان بچوں کے

نسب کی نفی کرے صرف بلاوجہ شک و شبہ سے جائز نہیں، اگر خاوند تہمت کا اقرار نہ کرے اور عورت کے پاس گواہ بھی نہ ہوں تو محض عورت کے مطالبہ پر لعان نہ ہوگا۔

او نفی نسب الولد و طالبتہ بہ لاعن (در مختار ج ۲ ص ۵۸۶) ای ان اقر بقذفہ او ثبت قذفہ بالبینۃ فلو انکر ولا بینۃ لھا لم یستحلف وسقط اللعان۔ (در مختار علی ہامش الشامیہ ج ۲ ص ۵۸۶)

واضح رہے کہ لعان کے لئے قاضی کا ہونا شرط ہے ——

فقط واللہ اعلم | الجواب صحیح
محمد انور عفی عنہٗ | بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خاوند نے تین طلاق کو نکاح پر معلق کیا، لڑکی والے کہتے ہیں ہم اھلحدیث ہیں اس تعلیق کا کوئی اعتبار نہیں تو نکاح کرے یا نہ؟

گذارش ہے کہ زید کی منگنی اپنے تایازاد بھائی کی لڑکی سے طے ہوئی تھی کچھ عرصہ آپس میں کشیدگی کی وجہ سے زید نے یہ لفظ کہے کہ اگر میں اس لڑکی سے شادی کروں تو اس کو تین طلاق اور یہ بھی کہا کہ اگر میں زندگی میں جس مرتبہ اس لڑکی سے شادی کروں تو اس کو تین طلاق —— زید نے جب یہ لفظ کہے اپنی زبان سے تو اس وقت کوئی آدمی وہاں موجود نہیں تھا اس کے بعد زید نے اپنے والدین سے کہا کہ میں یہاں شادی نہیں کروں گا کیونکہ میرے تایازاد بھائی اہل حدیث ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان نظریہ کا اختلاف ہے اور میں نے یہ لفظ کہہ دیئے ہیں جو اوپر بتا چکا ہوں اس پر زید کو اس کے والدین نے اسے گھر سے نکال دیا اور کہا کہ جہاں ہم نے تمہارا رشتہ کرنا تھا کر دیا ہے اگر تم کو یہ رشتہ منظور نہیں تو تم سے زندگی بھر کوئی واسطہ نہیں، اب زید عرصہ دراز سے گھر سے باہر ہے اور زید کے والدین اور تایازاد بھائی کے درمیان تعلقات بہت کشیدہ ہو چکے ہیں جس کی وجہ زید کا رشتہ ہے۔

دریں اثنا وہ لڑکی جس کا رشتہ زید سے ہونا قرار پایا تھا کہتی ہے کہ میرا رشتہ زید کے ساتھ ہی ہو اگر ایسا نہیں ہوتا تو میں ساری عمر کسی اور جگہ شادی نہیں کروں گی اس پر لڑکی کے والدین نے اپنی لڑکی سے کہا کہ ان حالات میں ہم تمہاری شادی زید کے ساتھ کیسے کر سکتے ہیں جبکہ وہ ایک مرتبہ اپنے مسلک کے تحت انکار کر چکا ہے —— اب اس لڑکی کے والدین نے شادی کے بارے میں پھر سلسلہ جنبانی شروع کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ہماری لڑکی کے ساتھ زید کی شادی نہ ہوئی تو ساری عمر کے لئے تعلقات منقطع کر دیئے جائیں گے۔ زید ان

سب حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس لڑکی سے شادی کیلئے برضا و رغبت تیار ہے۔ کیا اس مسئلہ میں کوئی شکل نکل سکتی ہے ۔ (ظہور واچ ہاؤس۔ انارکلی لاہور)

الجواب صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ زید مذکور جب بھی اس لڑکی سے شادی کریگا تو وہ فوراً بسہ طلاق حرام بحرمت مغلظہ ہو جائے گی پس صورتِ مسئولہ میں زید مذکور کے اس کہنے (اگر میں جے مرتبہ اس لڑکی سے شادی کروں اس کو تین طلاق) سے لڑکی مذکورہ سے نکاح کرنے کی گنجائش نہیں ہے ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ لڑکے کا نکاح اس جگہ نہ کیا جائے۔ (بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ)

لڑکی اور لڑکے کے والدین کو احتیاط کرنی لازم ہے اگرچہ لڑکی کے والدین اہل حدیث ہیں مگر انہیں بھی احتیاط پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ حنفیہؒ کے نزدیک نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ لڑکی کا اصرار بے جا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو فریقین کو اچھا موقع مہیا کریں گے ۔۔۔

اور اس وجہ سے اپنے خاندانی تعلقات کو منقطع کرنا بھی ٹھیک نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔ آمین۔ والجواب صحیح۔

عبداللہ عفرلہٗ
مُفتی خیر المدارس ملتان ۲/۸ ا م

میں بیوی سے کبھی رجوع یعنی تعلق نہیں رکھوں گا ایلاء ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ محمد اسلم اور سلمیٰ میاں بیوی ہیں۔ سلمیٰ (بیوی) محمد اسلم خاوند سے ناراض ہو کر میکے چلی گئی۔ ناراضگی بڑھ گئی۔ تعلقات زیادہ کشیدہ ہو گئے۔ چار ماہ دس دن قبل یعنی یکم اگست ۱۹۶۷ء کو محمد اسلم نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی کہ اب وہ اپنی بیوی (سلمیٰ) سے رجوع نہیں کرے گا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کے متعلق شرعی احکام واضح کریں۔ نیز فتویٰ بھی تحریر کریں ۔۔۔

۱ ۔۔۔ کیا اس قسم کی وجہ سے اسلم کی بیوی (سلمیٰ) کو طلاق ہو گئی ہے یا نہیں ۔؟

۲ ۔۔۔ طلاق کی صورت میں کس تاریخ کو طلاق ہوئی ؟ کیا وہ طلاق بائن ہوئی یا رجعی ؟ ایک طلاق ہوئی یا دو، یا تین ۔۔۔

۳ ۔۔۔ کیا میاں بیوی کے درمیان ہمیشہ کے لئے رشتہ ٹوٹ گیا ۔۔

۴ ۔۔۔ مہر کے متعلق کیا ارشاد ہے جبکہ ابھی تک خاوند کے ذمہ مہر کی رقم واجب الادا ہے ۔۔

۵ ۔۔۔ نکاح ثانی سے اسلم اور سلمیٰ کا دوبارہ رشتہ ازدواج قائم ہو سکتا ہے یا نہیں ۔۔۔

۶ ۔۔۔ اگر میاں بیوی اب دوبارہ صلح کرنا چاہیں تو کیا شرعی طریقہ اختیار کریں جبکہ آج مورخہ دس دسمبر ۱۹۶۷ء کو قسم اٹھائے ہوئے پورے چار ماہ اور دس دن گذر چکے ہیں۔ بینوا توجروا ۔۔۔

الجواب وفی الدرر من الکنایۃ لا املک ۔ لا اتیک لا اقرب فراشک ۔ لا ادخل علیک ۔ روایات بالا سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ وہ اپنی بیوی سلمیٰ سے رجوع نہیں کرے گا۔ ایلاء ہے۔ پس جب اس کہنے کے بعد چار ماہ گزر چکے ہیں تو اس عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی ہے جس کا حکم یہ ہے کہ زوجین کی رضامندی سے دوبارہ تجدید نکاح درست ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں ہے اور یہ عورت بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم ۔۔۔

بندہ محمد اسحٰق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس (ملتان)

خاوند سے دھوکہ سے خلع کے لفظ کہلوا لئے تو بھی خلع ہو جائے گا۔

ایک عورت خالدہ نے اپنے خاوند سے کہا کہ میری مٹھی میں جو کچھ ہے اس کے عوض میں مجھ سے خلع کرلے جبکہ عورت نے اس کو یہ بھی کہا کہ خلع کا معنی صلح ہے اور خاوند خلع کے معنی سے ناواقف ہے جبکہ گھریلو کشیدگی کی وجہ سے عورت اور اس کے والدین نے کئی بار خاوند کو کہا کہ اس کی جان چھوڑ دے لیکن خاوند بار بار انکار کرتا رہا ہے اس کے بعد عورت نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ میری مٹھی میں جو کچھ ہے اس کے عوض مجھ سے خلع خاوند نے جواباً تین بار یہ جملہ کہا کہ جو کچھ تیری مٹھی میں ہے اس کے بدلے میں میں نے تجھ سے خلع کیا ۔۔۔

اس مجلس میں عورت نے جواباً کہا کہ مجھے قبول ہے، خاوند فوراً سمجھ گیا کہ اس نے مجھ سے کوئی طلاق کے الفاظ کہلوائے ہیں جس کی وجہ سے اس نے کہا کہ میں نے صلح کا لفظ کہا ہے خلع کا نہیں کہا حالانکہ خاوند نے گواہوں کے رُوبرو عورت کے کہنے پر جواباً تین بار خلع کا لفظ کہا ہے آیا اس صورت میں خلع واقع ہو گی یا نہیں یعنی خلع کی صورت میں طلاق واقع ہو گی یا نہیں ۔۔۔

الجواب صورت مسئولہ میں مسمات خالدہ مطلقہ ہو چکی ہے، عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے کی شرعاً مجاز ہے (الفاظ صریح میں نیت کی حاجت نہیں اور ایسے ہی جہالت بھی عذر نہیں۔ دس روپے بدل خلع بن سکتے ہیں۔ درمختار میں ہے۔ لا بأس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق بما یصلح للمہر بغیر عکس

کی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی یدھا ۔ (الشامیۃ ص ۶۰۶ ج ۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ

فقط واللہ اعلم ،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

ظہار کے لئے حرفِ تشبیہ کا اظہار ضروری ہے !

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی کو بلا تشبیہ کسی عضو کے مطلق کہا ہے کہ تو میری ماں بہن ہے ۔ کیا بغیر تشبیہ کے ظہار ہو جاتا ہے یا کہ نہیں ۔ ثانیاً اگر مطلق الفاظ میں طلاق کی نیت ہو ، تو طلاق وغیرہ پڑتی ہے یا نہیں ؟ بعض کتب فقہ میں مطلق ماں بہن کہنے کے الفاظ کو لغو قرار دیا ہے لکھا ہے ۔ جب تک تشبیہ نہ دی جائے ظہار نہیں بنتا اور حدیث پاک میں الفاظ مطلق ہیں تشبیہ کا ذکر نہیں ہے بعض ان الفاظ کو دیکھ کر فقہ کے حوالے کو نہیں مانتے ، تسلی بخش جواب مطلوب ہے ۔ بینوا توجروا

الجواب ظہار بننے کے لئے حرفِ تشبیہ کی تصریح ضروری ہے ۔ جیسا کہ علامہ شامیؒ نے محقق ابن ہمامؒ سے نقل کیا ہے ۔ ایک طویل اقتباس کے اخیر میں ہے ۔ فعلم انہ لا بد فی کونہ ظہارا من التصریح بأداۃ التشبیہ شرعاً ۔ (شامی ص ۹۲۳ ج ۲) پس تو میری ماں بہن ہے کہنے سے ظہار نہیں ہوگا ۔

کما فی الشامیۃ ناقلا عن الفتح وفی انت امی لا یکون مظاھرا وینبغی ان یکون مکروھا

(ص ۹۲۳ ج ۲ کذا فی البحر ص ۱۰۱ ج ۴ والھندیۃ ص ۱۲۶ ج ۲)

فتح القدیر البحر الرائق النھر الفائق فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتب میں انت امی کا حکم صرف کراہت لکھا گیا ہے اور نیت وعدمِ نیت کی کوئی تفصیل نہیں کی گئی ۔ اور در مختار میں اس کلمہ کو لغو قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ نیت وعدمِ نیت دونوں صورتوں میں اس کا حکم کراہت ہے ۔ ظہار وغیرہ کچھ نہیں ۔

پس یہ کلمہ اگر بنیتِ ظہار بھی کہے گا ۔ تب بھی ظہار نہیں ہوگا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ اپنی بیوی کو یا اُخَیَّۃ کہہ کر پکار رہا ہے آپ نے اسے ناپسند فرمایا ۔ اور ایسا کہنے سے روک دیا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شخص مذکور سے نہ نیت وعدمِ نیت دریافت فرمائی ۔ نہ ظہار وطلاق وغیرہ کا حکم فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ ایسا کہنا مکروہ اور لغو ہے ۔ کما فی الفتح ۔

پس اس حدیث سے فقہ کے مسئلہ کی تائید ہوتی ہے ۔ آپ کے پیش نظر شاید کونسی حدیث ہے

جو اس جزئیہ کے خلاف ہو ۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
۲۲/۱۰/۱۳۸۷ھ

فقط واللہ اعلم ،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

اگر میں نے صبح تم کو طلاق نہ دی تو تم کو عمر طلاق ۔

ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھ کو کل صبح طلاق نہ دی تو پھر تجھے عمر طلاق ہوگی اور صبح کو اس نے طلاق نہیں دی تو اب شرع شریف میں اس کے متعلق کیا حکم ہے ۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شخص مذکور کی عورت پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی جس کا حکم یہ ہے عدت کے اندر اور بعد زوجین کی رضامندی سے تجدید نکاح درست ہے ۔ محض رجوع کرنا کافی نہیں ہے اور تجدید نکاح کے لئے حلالہ کی بھی ضرورت نہیں ہے ۔

کما فی العالمگیریۃ ص ۳۰۱ ج ۱ اذا قال انت طالق مثل عدد کذا الشئ لا عدد لہ کالشمس والقمر وما اشبہ ذلک فھی واحدۃ بائنۃ عند ابی حنیفۃؒ ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہٗ

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ایک ، دو ، تین جا تو مجھ سے خلاص ہے ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا ایک ، دو ، تین جا تو مجھ سے خلاص ہے ، جواب از مولوی گل صنم صاحب اس کی عورت پر صرف ایک طلاق بائن پڑی کیونکہ پہلے الفاظ میں نسبت نہیں ہے بغیر اضافت کے طلاق واقع نہیں ہوتی اور دوسرے جملہ سے ایک بائن واقع ہوئی ۔ جواب از مولوی محمد یوسف صاحب ۔ یہ عورت مغلظہ ہوگئی کیونکہ ایک دو تین کا موصوف طلاق ہے نسبت معنوی موجود ہے اور یہ کافی ہے اور تو خلاص ہے یہ قرینہ ہے اضافت کا ۔ ان میں کس کا جواب صحیح ہے

الجواب دوسرا جواب جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا تحریر کردہ ہے صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ

مطلقہ ثلاث کو بطور بیوی رکھنے والے کے ساتھ قطع تعلق واجب ہے۔

ایک شخص نے اپنی عورت مدخولہ کو طلاق مغلظ دی جس پر عرصہ دو سال کا ہوا ہے کہ پھر اس مطلقہ سے ایک بچہ تھا وہ اور طالق دونوں مطلقہ مغلظہ کو لے آئے اور طالق بغیر حلالہ کے اسے زوجین والے حساب سے استعمال کر رہا ہے، اب وہ صریح زنا کر رہا ہے، کئی مسلمان حنفی شاہد ہیں اس پر۔ بس صرف ایک مکان ہے اکیلے جس میں رہتے ہیں اب مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ مطلقہ اس مکان میں نہیں رہ سکتی کسی دوسرے مکان میں چلی جاوے کیونکہ حدیث اتقوا مواضع التہم پر عمل کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے طالق اب بچہ کو ہمراہ کر کے عورت مطلقہ مغلظہ کے ساتھ تعلقات جاری کر رہا ہے تو اس کے ساتھ کیا برتاؤ شرعاً کیا جاوے اس کو نماز میں شریک ہونے دیں جو کہ صرف نماز جنازہ رسم کے طور پر پڑھتا ہے، باقی نماز فرض ادا نہیں کرتا، آیا اس کو نماز جنازہ وغیرہ میں کس حد تک رکھ سکتے ہیں؟
وہ شخص توبہ کر لیتا ہے اور عورت کو باہر نکال دیتا ہے۔ ہفتہ کے بعد پھر وہیں آ جاتا ہے اور بخوشی اس کو ایک مہینہ رکھا پھر چلی گئی۔ ہفتہ کے بعد پھر آ گئی اس کی توبہ بھی ایسی ہے ایک مہینہ میں چار دفعہ ایسا کرتا ہے۔ حلالہ کو حرام سمجھتا ہے اور اسے استعمال کرنا روا سمجھتا ہے حلالہ نہیں کرواتا۔ اگر اس کا بچہ اس کو رکھے تو اس مکان طالق والے سے کتنا دور ہونا ضروری ہے تاکہ ملاقات وغیرہ کا مسئلہ نہ آ جاوے۔ قرآن و حدیث کا صاف انکاری ہے —

الجواب صورت مسئولہ میں اگر یہ عورت واقعی مطلقہ مغلظہ ہے تو ایسے شخص مذکور کے ساتھ رہنا ہرگز ہرگز درست نہیں باوجود فہمائش کے اگر یہ شخص اس عورت سے کامل علیحدگی اختیار نہ کرے تو اس سے قطع تعلقات کرنا ضروری ہے۔ اہل اسلام اسے اپنے بیاہ و شادی وغیرہ میں شریک نہ ہونے دیں۔ لڑکا اگر چاہے تو اپنی والدہ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے — الگ مکان میں جہاں اس کے والد کی رہائش نہ ہو مکانات کے فاصلہ کا اعتبار نہیں، شخص مذکور اور مطلقہ میں کامل علیحدگی ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم —

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲/۳/۸۱ھ

بندہ عبدالستار عفی عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس
ملتان شہر

"اگر یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو طلاق" اور خط نہیں بھیجا۔

زید نے بیوی کو لکھا "اگر یہ خط تیرے پاس پہنچنے کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر تم میکے سے سسرال واپس نہ آئیں تو تین طلاق"۔ لیکن نہ یہ خط مکتوب الیہا کو بھیجا نہ کسی کو علم ہوا بلکہ کئی سال تک چھپائے رکھا اب اس خط کا انکشاف ہوا ہے۔ واضح رہے کہ بیوی سسرال نہیں گئی تو کیا طلاق ہو گئی؟

الجواب مذکورہ تحریر جب تک مکتوب الیہا کو نہیں پہنچے گی مؤثر نہیں ہو گی۔

وان علق طلاقها بمجيء الكتاب بان كتب اذا جاءك كتابي هذا فانت طالق فما لم يجئ اليها الكتاب لا يقع كذا في (فتاوى قاضي خان) (عالمگیری ج ۱ ص ۳۷۹)

فقط واللہ اعلم —

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

محمد انور غفرلہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

کسی مصلحت کے تحت طلاق کی جھوٹی خبر دینے کا حکم:

زید نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے چکا ہوں، فلاں رات شاید سو دفعہ طلاق کا لفظ کہہ چکا ہوں اور اس قسم کی اطلاع زبانی اور تحریری طور پر زید نے دوسرے بھائی اور والد کو بھیج دی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اب زید کہتا ہے کہ میرا یہ بیان غلط تھا۔ میں نے جھوٹ ہی کہا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے اب تک ایک دفعہ بھی طلاق کا لفظ زبان سے نہیں نکالا اور نہ ہی طلاق دی۔ مزید کہتا ہے کہ میری سابقہ غلط بیانی کا پس منظر یہ ہے کہ والد صاحب نے میری مرضی کے خلاف ہندہ کو اس کے والدین کے گھر بھیج دیا تھا۔ اس سے ناراض ہو کر میں نے اپنی بیوی ہندہ کو لکھا کہ تمہارا میری اجازت کے بغیر چلے جانا تمہاری آزادی پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا میں تمہیں مکمل آزادی دیتا ہوں۔ اس تحریر سے یہ شہرت ہو گئی کہ میں نے والد صاحب

سے ناراض ہو کر ہندہ کو طلاق دے دی ہے کہ والد صاحب نے ہندہ کو میکے کیوں بھیجا ہے۔ زید کہتا ہے کہ میں اپنی سابقہ غلط بیانی سے ایسا کہنے والوں کو اور والد صاحب کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے' والد صاحب کے فعل سے ناراض ہو کر نہیں کیا۔ تحریر بیوی کو بھی بعد میں بھیجی گئی۔ لیکن یہ تحریر غیر مؤثر اور لغو ہے' کیونکہ طلاق تو پہلے میں ایک رات دے چکا تھا اور شاید سو دفعہ طلاق کا لفظ کہا ہو اور اس رات ہندہ کے بھائی سے جھگڑا ہو گیا تھا جس سے ناراض ہو کر میں نے رات کو طلاق دے دی تھی۔ الغرض یہ تاثر دینا مقصود تھا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے یہ والد صاحب کے فعل سے ناراض ہو کر نہیں کیا بلکہ جو کچھ ہونا تھا وہ پہلے ہو چکا تھا اور اس کا سبب ہندہ کے بھائی کے ساتھ جھگڑا تھا۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ زید کی بیوی پر طلاق ہوئی یا نہیں' اگر ہوئی تو کونسی؟

الجواب :

فی الشامیة ص۵۸۱/ ج ۲ اماما فی اکراہ (الخانیة) **لو اکرہ ان یقر بالطلاق فاقر لا یقع کما اذا اقر بالطلاق ھازلاً او کاذباً فقال فی البحران مرادہ بعدم الوقوع فی المشبہ بہ عدمہ دیانۃ الخ۔ نقل عن البزازیة والقنیة لو اراد بہ الخبر عن الماضی کذبا لا یقع دیانۃ وان اشھد قبل ذلک لا یقع قضاءً ایضًا**

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر زید نے واقعی یہ خبر (کہ فلاں رات سو دفعہ طلاق کہہ چکا ہوں) اپنے بھائیوں اور والد کو جھوٹ موٹ دی تھی تو دیانۃً یہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ لیکن اگر یہ معاملہ حاکم یا عدالت تک پہنچا تو فیصلہ وقوع طلاق کا کیا جائے گا اور حکم بھی طلاق مغلظہ ہونے کا دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر زید کی بیوی کو اس واقعہ کا علم ہو گیا تو اس کے لئے اس کے شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں ہوگا۔

لان المرأۃ کالقاضی قال فی الشامیة (ص۵۹۴' ج ۲) والمرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرھا عدل لا یحل لھا تمکینہ وایضا فی العالمگیریة (ص۴۹' ج ۲) المرأۃ کالقاضی لا یحل لھا ان تمکنہ اذا سمعت منہ ذٰلک او شھد بہ شاھد عدل عندھا۔

البتہ زید کا اپنی بیوی کو خط لکھنا (کہ تمہارا میری اجازت کے بغیر چلے جانا تمہاری آزادی پر دلالت کرتا ہے' لہٰذا میں تمہیں مکمل آزادی دیتا ہوں) "مکمل آزادی دیتا ہوں" یہاں کے عرف میں طلاق کے معنی میں مستعمل ہے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ (ص ۳۷۰' ج ۲) میں آزادی کو طلاق صریح رجعی فرمایا ہے' مگر خط میں چونکہ مکمل آزادی کا لفظ ہے جو بدوں طلاق بائنہ کے حاصل نہیں ہوتی' لہٰذا خط کی تحریر سے زید کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی' جس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر یا بعد میں زوجین میں تجدید نکاح درست ہوگی اور تجدید نکاح کے بغیر زید کے لئے اپنی بیوی ہندہ کو گھر رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح　　　　بندہ محمد اسحاق غفرلہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ

اگر طلاق دہندہ کو معلوم ہو کہ بدوں اضافت طلاق نہیں ہوتی اور مدعی ہو کہ میں نے اسی لئے بلا اضافت کہی تھی تاکہ طلاق نہ ہو :

جناب عالی! قصہ اس طرح شروع ہوا کہ میرے خاوند کچھ دوا لے کر آئے تھے اور پلانے کے بعد کہا کہ دیکھ تیرے بھائی نے میری لڑکی کو گالیاں دی ہیں۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔ اس پر میں نے کہا غلط ہے' لڑکی نے جھوٹ کہا ہے۔ وہ لڑکی کو گالیاں نہیں

دے سکتا۔ وہ آئیں گے تو پوچھ لینا۔ تھوڑی دیر بعد بھائی آگئے۔ تو انہوں نے پوچھا تو بھائی نے کہا کہ میں نے لڑکی کو اس طرح نہیں کہا' تو ان میں تھوڑی دیر بعد ہاتھا پائی ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے مجھے کہا کہ تم اب چلو میں ابھی کار لاتا ہوں۔ میں نے کہا اچھا۔ لیکن دیگر لوگوں نے کہا کہ دیکھو چار دن کا بچہ ہے (اور عورت زچہ ہے) جانا ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے کہا وہ غصہ میں ہیں' پھر ان کو سمجھاؤ۔ وہ اتنے میں کار لے کر آگئے۔ اور کہا کہ چلو۔ لیکن دیگر لوگوں نے ان سے کہا کہ یہ اچھا نہیں ہے اور میں خاموش رہی کہ اچھا چلتی ہوں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ اچھا اگر تم ایسے کہتی ہو (یعنی کہتی ہو کہ طلاق دینا جرم ہے وغیرہ سائلہ کا زبانی بیان) تو میں کہتا ہوں ایک طلاق' دو طلاق' تین طلاق اور چلے گئے۔ اور عورت زچگی میں اس وقت چار دن سے تھی۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

نوٹ: بعد میں خاوند کا خط آیا جس کے الفاظ یہ ہیں کہ میں طلاق دے کر نہیں آیا' میرے الفاظ صرف یہ تھے جو میں نے کہے تھے ایک طلاق' دو طلاق' تین طلاق۔ یہ تو نہیں کہا کہ کیسے طلاق اور کس کو طلاق۔ یہ میں نے سوچ لیا تھا۔ مسئلہ کے متعلق مجھے پتہ تھا کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔ الخ۔

الجواب :

برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں اگر شخص مذکور کو واقعی یہ مسئلہ معلوم تھا کہ (جب تک طلاق کی اضافت عورت کی طرف نہ کی جائے اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوتی) اور مسئلہ مذکور کو ملحوظ رکھتے ہوئے شخص مذکور نے اپنی عورت کی طرف نسبت کئے بغیر ایک طلاق' دو طلاق' تین طلاق کہا تو پھر اس کی زوجہ پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ غفرلہ 'مفتی خیر المدارس
۲۱/۶/۸۱ھ

ماں بہن کے برابر کہنے سے طلاق کی نیت کرنا :

ایک شخص اپنی زوجہ کو میکے جانے سے روکتا ہے۔ اگر میکے گئی تو ناک کاٹوں گا۔ اگر رکھوں تو میری بہن ہے۔ اس کے بعد یہ الفاظ تحریر کئے: اقرار کرتا ہوں کہ یہ آئندہ کے لئے میری ماں بہن کی طرح برابر ہے۔ اس کاغذ کے عنوان میں شروع میں طلاق نامہ لکھا ہے۔ دوسری جگہ لکھا ہے کہ یہ رسیدگی طلاق نامہ ہے۔

نوٹ: ماں بہن کے الفاظ کہے ہوئے سال ہوچکا ہے' اور طلاق نامہ دیئے ہوئے ایک ماہ ہوا ہے۔ کیا ایسے الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے' اور کیا دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے؟

الجواب :

وفی الدر وان نوی بانت علی مثل امی او کامی و کذالو حذف علی خانیة براً او ظهاراً او طلاقاً صحت نیته ووقع مانواه لانه کنایة وفی الشامیة علی قول الدر (لانهٗ کنایة) ای من کنایات الظهار والطلاق قال فی البحر واذا نوی به الطلاق کان بائنا کلفظ الحرام (ص ۷۹۴' ج ۲)۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور کے اس کلمہ سے (کہ یہ میری بیوی بہن کے برابر ہے) ایک طلاق بائن ہوگئی۔ حکم اس کا یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے تجدید نکاح درست ہے۔ اور عدت کے بعد یہ عورت دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز ہے۔ اور یہ اس وقت سے مطلقہ تصور ہوگی جب سے اس کے خاوند نے تحریری طلاق نامہ دیا ہے۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

الجواب صحیح
عبداللہ غفرلہ 'مفتی خیر المدارس ملتان

حلالہ کے لئے التقاء ختانین کافی ہے، انزال ضروری نہیں :

(۱) حلالہ کرنے کے لئے جب دوسرے شخص سے عورت کا نکاح کردیا اور دوسرا اس سے صحبت بھی کرلے تو اس صحبت میں تکمیل شہوت یعنی انزال بھی ضروری ہے، یا صرف ایلاج کافی ہے۔ کیا صرف ایلاج کے بعد اگر دوسرا شخص طلاق دیدے تو سابق خاوند کے لئے بعد از عدت عورت مذکورہ حلال ہوگی؟

(۲) حدیث میں جو محلل اور محلل لہ پر لعنت آئی ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ تحلیل کا فعل جس صورت میں بھی پایا جاوے موجب لعنت ہے یا یہ موجب لعنت اس وقت ہے جب بوقت نکاح دوسرے شخص سے یہ وعدہ لیا جاوے کہ تم بعد میں طلاق دوگے۔ اگر محلل اور محلل لہ کے ارادے میں تو یہی ہے کہ عورت سابق خاوند کے لئے حلال ہوجاوے، لیکن بوقت نکاح اس کا کوئی تذکرہ نہ کیا جاوے تو حدیث بالا کے بموجب پھر بھی یہ فعل موجب لعنت ہے؟

الجواب :

(۱) صرف ایلاج کافی ہے، انزال ضروری نہیں۔ ویشترط ان یکون الایلاج موجبا للغسل وھو التقاء الختانین ھٰکذا فی العینی شرح الکنز اما الانزال فلیس بشرط للاحلال (عالمگیری ص ۴۷۳/ ج۱)

(۲) محلل پر لعنت تب ہے کہ وہ اس پر اجرت لے کر آمادہ ہو۔ اگر اس کی نیت اصلاح کی ہے تو پھر اگرچہ اس سے وعدہ بھی لیا گیا ہو تب بھی موجب لعن نہ ہوگا۔

اما اذا اضمر ذٰلک لا یکرہ وکان الرجل مأجورا لقصد الاصلاح وتأویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی، (شامیہ ص ۵۸۷، ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۱۳۸۹/۴/۲۸ھ

ہزلاً لکھی گئی طلاق واقع نہیں ہوگی :

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے پہلے نکاح کیا ہوا تھا اور اس نکاح کی اہلیہ بھی زندہ تھی کہ میں نے دوسری جگہ اور نکاح بھی کرلیا۔ تو اہلیہ اول میرے اس ثانی نکاح سے ناراض ہوئی اور مجھے کہنے لگی کہ اپنے بال بچے سنبھال میں جاتی ہوں، کیوں تم نے نکاح ثانی کیا۔ ادھر میں نے حج کی درخواست دے رکھی تھی۔ حسن اتفاق سے وہ بھی منظور ہوگئی۔ تو جیسے میرے حج پر جانے کے دن قریب آنے لگے، اہلیۂ اول کا تقاضا زیادہ اصرار سے سامنے آنے لگا۔ تو میں نے خیال کیا کہ زیارت بیت اللہ کا موقع کہاں ہر دن نصیب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے جانا ضروری ہے۔ باقی رہا اہلیہ اولیٰ کا معاملہ تو اس کا کسی کے کہنے کے موجب یہ تدبیر وعلاج کیا گیا کہ یہ راضی بھی ہوجائے اور کام بھی بن جائے۔ تو میں نے محرر طلاق سے جاکر کہا کہ میں اپنی ثانی اہلیہ کو حقیقتاً ہرگز طلاق نہیں دینا چاہتا۔ فقط اہلیہ اولیٰ کو راضی کرنے کے لئے طلاق لکھوانا چاہتا ہوں۔ تو محرر موصوف نے مجھے دوبارہ کہا کہ واقعی طلاق نہیں دینا چاہتے، محض اہلیہ اولیٰ کو راضی کرنے کے لئے لکھوانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہاں، ایسا ہی کرنا مطلوب ہے، نہ کہ حقیقی طلاق علیٰ ہذا۔ اس نے تین دفعہ مجھ سے پوچھ کر پھر مجھے اپنے پاس سے ہٹا دیا اور دوسرے شخص کو بلا کر اس سے پوچھ کر کہ طلاق کس نے دینی ہے، کس کو دینی ہے تو اس ثانی شخص نے میرا نام لے کر کہا کہ اس نے فلاں کو طلاق دینی ہے۔ تو محرر نے ایک طلاق لکھ کر اسی ثانی شخص کا انگوٹھا اس پر ثبت کرا کر مجھے دیدیا۔ میں نے پہلی اہلیہ کو جاکر پکڑا دی کہ دیکھ اسے پڑھ لے۔ وہ پڑھ کر راضی ہوگئی۔ بس میں بغیر خوف کے حج پر چلا گیا۔ اب واپسی ہے تو چونکہ ہمارا خیال ہے کہ یہ چونکہ حقیقی طلاق ہی نہ تھی، لہٰذا میں اپنی اہلیہ ثانی کو اپنی بیوی تصور کرکے طلاق کو واپس کرنا چاہتا ہوں۔ تو اس بارے میں میرے لئے کیا شرعی حکم ہے؟

الجواب :

ہزل و اکراہ ایک باب سے ہیں : کما نقل الشامیؒ وفی التلویح وکما انہ یبطل الاقرار بالطلاق والعتاق مکرھا کذالك یبطل الاقرار بھما ھازلاً لان الھزل دلیل الکذب کالاکراہ الخ (ص ۵۷۲، ج ۲) اور اکراہ میں صرف کتابت سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ پس ہزل میں بھی بشرط ثبوت ہزل کتابت طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور شامی کے ایک جزئیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ بدون نیت کے کتابت طلاق سے دیانتاً طلاق نہیں ہوتی۔ ولا یحتاج الی النیة فی المستبین المرسوم ولا یصدق فی القضاء انہ عنی تجربة الخط بحر۔ و مفھومہ انہ یصدق دیانتًا فی المرسوم رحمتی (شامی ص ۵۸۹)

اور صورت مسئولہ میں سائل نے کاتب کو طلاق ہزل لکھنے کا حکم کیا۔ یعنی اس سے اس کی خواہش ظاہر کی تو اگر سائل خود طلاق ہزل لکھتا تو واقع نہ ہوتی دیانتًا کمامر۔ پس اس کے وکیل کاتب کے لکھنے سے بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ — الجواب صحیح

۲۹/۵/۸۱ھ — عبداللہ غفرلہ، مفتی خیرالمدارس ملتان

خاوند نے قسم کھائی کہ میں سسرال نہیں آؤں گا، اور چار ماہ تک نہ آیا تو یہ ایلاء نہیں بنے گا :

زید نے بیوی سے کہا اگر اب تو میرے ساتھ نہ گئی تو میں پھر کبھی یہاں نہیں آؤں گا۔ بیوی نے کہا کہ قسم کھا کہ پھر نہیں آئے گا۔ میں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اگر

تو اب میرے ساتھ نہ گئی تو میں پھر کبھی یہاں نہیں آؤں گا۔ آخر کار ساس نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے کہا کہ اب بیوی کو لے جانا۔ دوسرے دن واپسی کا پروگرام بنا۔ اچانک میرے برادر نسبتی نے بلاوجہ مجھ سے جھگڑا کیا۔ اس نے میری بیوی کو روک لیا اور میں واپس آگیا۔ دو مہینے کے بعد سسرال نے مجھے واپس بلایا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہماری لڑکی کو طلاق دیدو۔ میں نے چھ مہینے کی مہلت مانگی اور واپس چلا آیا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ سسرال والوں نے مشہور کردیا ہے کہ ہماری لڑکی کو طلاق واقع ہوگئی ہے۔ کیونکہ آج سے چار مہینے پہلے اس نے قسم کھائی تھی کہ میں نہیں آؤں گا۔ اور اس نے چار مہینوں کے اندر اندر رجوع نہیں کیا۔ کیا واقعی طلاق ہوگئی ہے؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں سائل کے قسم کھانے سے ایلاء شرعی متحقق نہیں ہوا، کیونکہ مولی وہ ہوتا ہے جسے وطی کرنے پر جزا لازم آئے۔ فی الدر المختار والمولی ھوالذی لا یمکنہ قربان امرأتہ الا بشئ مشق یلزمہ اھ (شامیہ ص ۵۹۲، ج ۲)

اور سائل اگر قسم مذکور کھانے کے بعد بیوی سے مجامعت کرتا تو کچھ لازم نہ آتا، کیونکہ حانث نہ ہوا۔ اس لئے کہ اس نے فی الحال قسم کی خلاف ورزی نہیں کی۔ نیز "کبھی یہاں نہ آنا" عدم وطی کو مستلزم نہیں۔ نیز سائل کی نیت بھی ایلاء کی نہیں۔ الحاصل ایلاء شرعی نہیں ہوا۔ بدستور نکاح باقی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ — الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ غفراللہ لہ

۳۰/۴/۱۳۹۴ھ

خاوند بیوی والے تعلقات ختم کردینے سے طلاق کا حکم :

ولایت خان نے اپنی بیوی مسمات مقبول بنت ابراہیم کے بارے میں روبرو گواہان یہ الفاظ کہے کہ: "میں نے اس سے بایں وجہ کہ یہ اپنی نانی سے گفتگو رکھتی ہے عرصہ ایک سال سے خاوند بیوی والے تعلقات ختم کردیئے ہیں۔ کیا ان الفاظ سے طلاق ہوگئی؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں عبارت خط کشیدہ کنایات کی قسم ثالث سے ہے۔ ای مالا یحتمل السب والرد ویحتمل الجواب۔

فقط اس صورت میں طلاق بغیر نیت کے صرف حالت مذاکرۂ طلاق یا حالت غضب میں واقع ہوتی ہے۔ لہٰذا ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہوگئی، اگر حالت مذاکرۂ طلاق کی تھی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ — الجواب صحیح

۷۰/۴/۲۹ھ — خیر محمد عفی عنہ

"میں نے تم کو تین مرتبہ لفظ طلاق ادا کیے" سے طلاق کا حکم :

زید نے اپنی بیوی کے سامنے یہ الفاظ کہے میں نے تم کو یعنی مقصودہ بنت محمد شفیع کو تین مرتبہ لفظ طلاق، طلاق، طلاق ادا کیے۔ کچھ عرصہ کے بعد میں نے پھر یہ کہا تم میرے پر حرام ہوچکی ہو اور میں تم کو طلاق طلاق طلاق دے چکا ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ اوپر کے الفاظ میں طلاق دی کی بجائے لفظ طلاق ادا کیے۔ چونکہ ان الفاظ میں طلاق کے وقوع کا ذکر نہیں۔ تو کیا ان الفاظ سے یہ گنجائش نکل سکتی ہے کہ زید اپنی بیوی کو بدوں حلالہ اپنے گھر آباد رکھے۔

الجواب :

ادا کیے کے لفظ میں اگر کوئی احتمال وابہام تسلیم بھی کرلیا جائے تو نیت سے ایقاع کا احتمال متعین ہوجاتا ہے اور خط کشیدہ الفاظ دال علی النیۃ ہیں کہ زید نے پہلے الفاظ سے ایقاع ہی کا ارادہ کیا تھا۔ پس صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ لہٰذا بدوں حلالہ کے زوجین میں تجدید نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح

۹۴/۲/۱۴ھ — محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

صرف "مجھے کلما ہے" کہنے سے یمین طلاق منعقد نہیں ہوگی :

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے خالد کو کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا ہے۔ اس پر خالد نے زید کو کہا کہ مجھے کلما ہے میں نے یہ کام نہیں کیا۔ کیا ایسی صورت میں یمین منعقد ہوجائے گی یا نہیں؟

المستفتی : محمد طاہر بلوچستانی، متعلم دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب :

صورت مسئولہ میں صرف اتنے لفظ "مجھے کلما ہے" کہنے سے یمین منعقد نہیں ہوگی، تاوقتیکہ مکمل لفظ کلما تزوجت فھی طالق نہ کہے۔

فتاویٰ شامی ص ۴۶۵، ج ۲ میں ہے : قال فی نور العین الظاهر انه لا یصح الیمین لما فی البزازیة من کتاب الفاظ الکفر انه قد اشتهر فی رساتیق شروان ان من قال جعلت کلما او علی کلما انه طلاق ثلث معلق وهذا باطل ومن هذیانات العوام' اھ۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

یمین کے جواب میں صرف ہاں کہنے سے یمین منعقد ہو جائے گی؟

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ہے مثلاً عمر۔ اس کو ایک اجنبی عورت پکڑتی ہے اور زنا پر مجبور کرتی ہے۔ عمر ابتداء میں تو مجبور کیا گیا، لیکن بعد میں خوشی سے اس عورت کے ساتھ زنا کیا۔ بعد میں وہ عورت عمر کو چار صد (۴۰۰) روپیہ دیتی ہے اور کہتی ہے تو میرے پاس تیسرے چوتھے روز ضرور آیا کر۔ اگر تو نہ آیا تو تجھ پر کلما کی طلاق ہے۔ اور عمر اس وقت کہتا ہے ہاں ٹھیک ہے۔ وہاں سے چلا آتا ہے۔ بعد میں عمر کو دل میں خوف خدا آتا ہے اور عورت کے پاس بالکل نہیں گیا۔ اور عورت نے جو الفاظ کہے تھے کہ اگر تو نہ آیا تو تجھ پر کلما کی طلاق ہے، عمر نے اس کی تائید تو کی مگر دل سے نہ تو کوئی ارادہ کیا اور نہ کوئی مراد لی۔ تو اب اس کا کیا حکم ہے طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ اگر واقع ہو جائے تو اس بیوی کا کیا حکم ہے جو اس سے پہلے عمر کے نکاح میں ہے۔ اور اس رقم کو کہاں خرچ کیا جائے، اور عمر کونسا کام کرے کہ اس کا یہ گناہ معاف ہو جائے۔

الجواب :

محض ہاں کر لینے سے یہ یمین منعقد نہیں ہوگی۔ اس لئے عورت کے پاس نہ جانے سے عمر کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ پچھلے گناہ سے توبہ اور صدق دل سے استغفار کرتا رہے۔ بیوی حرام نہیں ہوئی محض ہاں کرنے سے، جبکہ اس کے ساتھ کوئی ارادہ یا مراد نہ ہو۔ اس سے یمین منعقد نہیں ہوگی۔

کذافی الهندية فصل فی تحليف الظلمة۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ — الجواب صحیح
نائب مفتی خیر المدارس ملتان — عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۰/۴/۱۳۸۴ھ — مفتی خیر المدارس ملتان

طلاق نامہ میں بیوی کے باپ کا نام غلطی سے غلط درج کرایا تو بھی طلاق ہو جائے گی :

حسب ذیل فتویٰ بموجب احکام شرع محمدی دیا جائے : (۱) کہ میں نے غصہ میں اپنی زوجہ منکوحہ مسماۃ مانن دختر الٰہی بخش کی طلاق بروئے طلاق نامہ بمورخہ (۶۰/۵/۲۸) کو لکھائی، مگر طلاق نامہ میں مسمات مانن کے والد کا نام غلط درج کیا ہے۔

(۲) گواہان کے روبرو سہ بار طلاق نہیں دی۔ سہ بار وٹہ جات طلاق نہیں پھینکے۔

(۳) گواہان کے دستخط طلاق نامہ پر نہیں ہوئے، صرف طلاق نامہ لکھا گیا ہے۔ (۴) طلاق ہونے کے روز مسمات مانن سے میں نے ہمبستری کی تھی، اب تک عورت مرد کے پاس ہے۔ عورت کو میں نے تین بار طلاق نہیں کہی۔ برادری کے جھگڑے پر فرضی طور پر طلاق نامہ ہوا ہے۔ آیا شرعاً طلاق ہو گئی یا نہیں؟

تنقیح : طلاق نامہ میں باپ کے نام کا غلط اندراج لاعلمی کی وجہ سے ہوا یا قصداً ایسا کیا۔ اور شق ثانی میں اس غلط اندراج کرانے سے کیا مقصود تھا۔ ذرا تفصیل لکھئے۔ نیز فرضی طور پر طلاق نامہ لکھنے کا کیا معنی ہے؟ واقعہ کی تفصیل مطلوب ہے۔

جواب تنقیح : طلاق نامہ میں باپ کا نام غصے کی حالت میں غلط اندراج کرایا۔ ویسے اس کے باپ کا نام درست جانتا ہے۔ مراد اپنی بیوی تھی۔ فرضی طور پر طلاق دینے کا مطلب یہ تھا کہ میری دو بیویاں تھیں۔ میں چھوٹی کو رکھنا چاہتا تھا اور بڑی کو طلاق دینا چاہتا تھا، مگر میرے والدین کہتے تھے کہ دونوں کو رکھو یا دونوں کو طلاق دیدو۔ تو میں نے دونوں کے بارے میں الگ الگ طلاق نامے تحریر کرائے۔ لیکن چھوٹی کے بارے میں میرا یہ ارادہ تھا کہ اس کو واپس کر لوں گا بخلاف بڑی کے۔ بس فرضی طلاق دینے سے میری مراد واپس کر لینا ہے۔

الجواب :

صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی مانن پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی۔ عدت کے اندر یا بعد میں زوجین میں برضائے طرفین تجدید نکاح جائز ہے۔ بدوں تجدید نکاح مسمات مانن اس کے گھر میں نہیں رہ سکتی۔ بعد از انقضائے عدت عورت جہاں چاہے نکاح کرنے کی مجاز ہے۔ باپ کے نام کا غلط اندراج مانع وقوع طلاق نہیں جبکہ مراد اپنی بیوی ہی ہو۔

کمافی الھندیة ص۵۱' ج۲ قال امرأته عمرة بنت صبیح طالق وامرأته عمرة بنت حفص ولا نیة له لا تطلق .... وان نوی امرأته فی هذه الوجوه طلقت امرأته فی القضاء وفیما بینه وبین الله تعالیٰ کذا فی خزانة المفتین۔

نیز طلاق دیتے وقت رجوع کر لینے کی نیت سے بھی وقوع طلاق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بہرحال ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

طلاق کی قسم اٹھاتے وقت جو چیز حالف اور مستحلف کے ذہن میں مستثنیٰ ہو' اس کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا :

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ مثلاً زید ایک مدرسہ کا طالب علم ہے۔ مدرسہ میں ایک مرتبہ چوری ہو جاتی ہے جس کی تحقیق کے لئے مدرسہ کی انتظامیہ اور اساتذہ کرام نے طلبہ سے کلما کی قسم اٹھوائی۔ اس مذکورہ بالا چوری کے ساتھ ایک دوسری برائے نام چوری مثلاً عام حالات کے مطابق طلباء کا ایک کمرہ سے بلب نکال کر دوسری جگہ

استعمال کرنا' اس کو بھی کلما کی قسم کے تحت رکھا گیا۔ جب قسم اٹھوائی جاری تھی تو اسی دوران تینوں فریق مذکورہ بالا میں سے ہمارے ایک فریق نے بلب کی برائے نام چوری کو کلما کی قسم سے مستثنیٰ کرنے کو کہا۔ جبکہ دوسرے دونوں فریق اس پر خاموش رہے۔ قسم اٹھانے کی زید کی باری آئی تو اس نے فریق اول جنہوں نے بلب کی برائے نام چوری کو مستثنیٰ کرنے کے لئے فرمایا تھا ان کی اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف مذکورہ بالا اصل چوری کے متعلق کلما کی قسم اٹھائی۔ فتویٰ اس بات کا چاہئے کہ زید نے کلما کی قسم اٹھائی۔ کیا اس قسم کا اس پر اطلاق ہوگا یا نہیں' جبکہ سائل انہیں حضرات میں سے ہے جنہوں نے بلب ایک کمرہ سے نکال کر دوسری جگہ استعمال کیا۔ ساتھ میں یہ قسم بھی اٹھائی جس کی تفصیل مذکور ہو چکی ہے۔ بندہ نے صرف اصل چوری کی قسم کھائی نہ کہ بلب کے متعلق۔ قسم کے الفاظ یہ تھے: میں نے اگر چوری کی ہو یا اس کے متعلق علم تک بھی ہو تو میں جو بھی بیوی کروں گا وہ مجھ پر حرام ہوگی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ سائل نے جبکہ نکاح اس قسم کے بعد کیا ہے' کیا اس کی زوجہ پر طلاق پڑے گی یا نہیں' اور طلاق پڑ جانے کی صورت میں اب اس کے لئے نکاح اور شادی کی کیا شرعی صورت ہو سکتی ہے؟

جواب تنقیح : محترم المقام حضرت مفتی صاحب' السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ !

بعد ازاں آپ نے مستحلف کے اس بلبوں کے استثنی کو برقرار رکھنے یا برقرار نہ رکھنے کے متعلق دریافت فرمایا ہے۔ محترم اس سلسلہ میں بندہ خود ان کے پاس جا کر اس کی تحقیق کر کے آیا ہے اور ساتھ ان کی طرف سے رقعہ مؤکدہ ساتھ لایا جو آپ کی طرف ارسال کیا جا رہا ہے۔ اس کے مطابق فیصلہ فرما کر فتویٰ دیں۔ باقی آپ نے کلما کے الفاظ کے متعلق دریافت فرمایا' وہ آپ کو بندہ نے جیسے تحریر کر دیا ہے وہی الفاظ ہیں۔ باقی دوسری صورت میں مستحلف اپنے الفاظ اگر واپس نہ لے بلکہ بلبوں والی بات کو برقرار رکھنا چاہتا ہو تو اس صورت میں کیا فتویٰ ہوگا۔ ان دونوں صورتوں سے آگاہی فرمائیں۔

خیر اندیش : مختار احمد

جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

عرصہ دراز کی بات ہے کہ جامعہ عربیہ چنیوٹ میں ایک طالب علم کی چوری ہوگئی اور اساتذہ کرام جامعہ عربیہ نے تمام طلبہ سے حلف اٹھوایا اور کہا کہ جو طالب علم بھی چور ہو گا وہ "طلاق اضافی" کا مستوجب ہو گا۔ دوران حلف برداری مدرسہ کے بلبوں کی چوری ہوگئی۔ وہ بھی اس حلف میں شامل کردی گئی۔ ایک استاد مولانا عبدالخالق صاحب نے فرمایا کہ اسے مستثنیٰ رکھا جائے۔ تو میں نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے۔ طلباء قسم اٹھاتے گئے اور چوری کی بات اصل میں صرف طالب علم کی چوری تھی۔ لہٰذا بلبوں والی بات کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

خیراندیش : حافظ شیر محمد عفا اللہ عنہ، جامعہ عربیہ چنیوٹ

الجواب :

اگر مستحلفین اور زید نے بلب کی چوری کو مستثنیٰ کرکے قسم کھائی تو متنازع فیہ چوری سے بری ہونے کی صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی (اگر بلب مستثنیٰ نہ ہو یا دوسری قسم میں زید جھوٹا ہو تو صورت مسئولہ میں نکاح کرنے کے بعد صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ بعد ازاں اسی عورت سے اور دیگر عورتوں سے نکاح درست ہے، طلاق واقع نہ ہوگی۔

حتٰی لو قال ای امرأۃ اتزوجھا فھی طالق لا یقع الا علی امرأۃ واحدۃ کما فی المحیط بخلاف کل امرأۃ اتزوجھا (اھ شامی ص۶۸۸، ج۲)

سوال میں مذکور الفاظ "کلما" معروف کے لفظ نہیں ہیں، بلکہ وہ ای امرأۃ کا مصداق ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور — الجواب صحیح

۱۳۹۹/۱۱/۲۳ھ — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

تو مجھ پر طلاق ہے ایک دفعہ کہنا یا دس دفعہ کہنا برابر ہے کا حکم :

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ مسمی زید نے اپنی منکوحہ کو تلخ کلامی کے دوران یہ الفاظ کہہ دیئے ہیں کہ "تو مجھ پر طلاق ہے جیسے ایک دفعہ کہنا یا دس دفعہ کہنا برابر ہے" اس لفظ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہوگئیں، کیونکہ طلاق کو تشبیہ دے رہا ہے ایک دفعہ کی طلاق سے یا دس دفعہ کی طلاق سے اور دونوں تشبیہ سائل کے نزدیک برابر ہیں، کوئی فرق نہیں۔ تو اس صورت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

وتدل علیه عبارۃ العالمگیریة واذا قال لها انت طالق ...... کعدد الالف او کعدد ثلث او مثل عدد ثلث فهی ثلث فی القضاء وفیما بینه وبین الله تعالٰی، الخ (ص۵۸، ج۲) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان — الجواب صحیح

یکم ذی قعدہ ۸۳ھ — خیر محمد عفا اللہ عنہ

غیر مدخولہ کو کہا "تجھے طلاق، طلاق، طلاق دیتا ہوں" تو تینوں واقع ہوجائیں گی

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی منکوحہ غیر مدخولہ مسمات ہندہ کو کہا کہ میں تجھے طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں، بلکہ یہی الفاظ لکھ کر دیئے۔ اب مسمات مذکورہ زید کے نکاح میں بغیر حلالہ کے آسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں۔ بدوں حلالہ زوجین میں تجدید عقد نکاح جائز نہیں۔ الفاظ مذکورہ انت طالق ثلثًا کے مشابہ ہیں،

کہ مجموعہ کا ایقاع ایک ہی لفظ آخر (دیتا ہوں) سے ہو رہا ہے۔ پس تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۳۸۰/۱/۱۸ھ

الجواب صحیح
عبداللہ غفر اللہ لہ
خادم دار الافتاء خیر المدارس ملتان

میں بیوی سے رہا طلاق کنایہ ہے :

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی۔ زید اپنی عورت سے لڑتا جھگڑتا تھا۔ آخر عورت تنگ آکر اپنے باپ عمر کے گھر چلی گئی۔ ایک دن داماد (زید) اور سسر (عمر) کی آپس میں لڑائی ہوئی، جس کی وجہ سے زید نے عمر سے کہا کہ میں تیری لڑکی سے رہا رہا اور لکھی لکھی۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اگر ہو جاتی ہے تو کونسی طلاق ہوئی۔

الجواب :

صورت مسئولہ میں زید کا عمر کو یہ کہنا کہ "میں تیری لڑکی سے رہا" کنایہ طلاق ہے۔ از قسم ثالث۔ التی لا یحتمل الرد والسب وھو کقولہ فارقتك وفیه یقع الطلاق فی حالة الغضب وحالة المذاکرة (ملخصا عن الشامیة ج ۲، ص ۵۰۴) اور صرف تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔ حلالہ کی حاجت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ ایک طلاق بائن واقع ہوئی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
خادم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۳۷۲/۱/۲۴ھ

طلاق سے بچنے کے لئے بیوی کے باپ کا نام قصداً غلط لکھوایا تو طلاق نہیں ہوگی

مسمی لعل محمد کو اپنی زوجہ مسمات پٹھانی دختر گلاب کو طلاق دینے کے لئے کہا گیا۔ لعل محمد مذکور کچھ رقم لے کر طلاق دینے پر آمادہ ہوا۔ فریقین طلاق نامہ لکھوانے کے لئے محرر کے پاس پہنچے۔ فریق ثانی نے محرر کو طلاق نامہ لکھنے کے لئے کہا۔ اس نے لکھنا شروع کیا۔ لعل مذکور نے مضمون تحریر میں کچھ نہ کہا، فقط ان سوالوں کا جواب دیا تیرے باپ کا کیا نام ہے؟ تیری بیوی کا کیا نام ہے؟ اور اس کے باپ کا کیا نام ہے؟ البتہ آخری سوال کا جواب اس نے قصداً غلط دیا اور سسر کا نام بہادر لکھوایا، کیونکہ طلاق لکھوانے والوں کو سسر کے نام کا صحیح پتہ نہیں تھا۔ اسٹام کی تحریر کے بعد زبانی طلاق کے لئے لعل مذکور کو طے شدہ رقم سے آدھی رقم دے کر طلاق کا اصرار کیا تو اس نے توریہ کے رنگ میں یوں طلاق دینے کا ارتکاب کیا۔ دبی زبان میں قصداً زوجہ کا نام ایک دو دفعہ پٹھان پٹھان کہنے پایا تھا اور تلفظ طلاق کی نوبت نہیں آئی تھی کہ مستطلق نے ٹوک کر کہا کہ سمجھ کر کہہ۔ اس پر لعل مذکور نے کہا میں نے بہادر کی لڑکی چھوڑ دی اور قصداً بیوی کے باپ کا نام غلط لیا اور صرف جملہ مذکورہ تلفظ کیا۔ جب رقم وصول ہو گئی تو لعل نے فریق ثانی کو کہا کہ نہ میں نے صحیح طور پر طلاق کہی ہے اور نہ ہی مجھ پر طلاق واقع ہوئی ہے۔ طلاق واقع ہو گئی یا نہ؟

الجواب :

طلاق واقع نہیں ہوئی۔ کما یفھم من الرد (ص ۶۳۲، ج ۲) وکذا (یقع الطلاق علی امرأته) لو نسبھا الی امھا او اختھا او ولدھا وھی کذلك۔ قید کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر طلاق نامہ میں یہ الفاظ ہوں کہ میری بیوی فلاں بنت بہادر کو طلاق ہو تو ان الفاظ سے بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال امرأته طالق ولم یسم وله امرأة معروفة طلقت (تنویر) قال

الشامی فی شرحہ اما لو سماھا باسمھا فکذٰلک بالاولٰی ویقع علی التی عناھا ایضًا لو کانت زوجتہ (شامی ص۴۹۹ ج۲) تو قید اخیر سے یہ مفہوم ہوا کہ اگر اس نام و نسب والی اس کی زوجہ نہ ہو تو طلاق نہیں ہوگی' اگرچہ پہلے امرأتہ کی اضافت موجود ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفی عنہ	الجواب صحیح	الجواب صحیح
	بندہ عبداللہ غفراللہ	خیر محمد غفرلہ

تجھے بداوا دے دیا' طلاق ہے :

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ناراضگی میں آکر اپنی بیوی کو کہہ دیتا ہے کہ میں نے تجھے بداوا دیا۔ تین دفعہ یہی لفظ کہہ دیتا ہے۔ ایسے شخص کی بیوی کا از روئے شرع کیا حکم ہے؟

(نوٹ: بداوا پنجابی میں طلاق کا نام ہے)

الجواب :

اگر شوہر کو معلوم ہے کہ بداوا طلاق کو کہتے ہیں اور وہاں کے اطراف میں بھی یہی معروف ہے تو صورت مسئولہ میں عورت پر تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ

مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

کیا لفظ فارغ میں ہر حال میں نیت ضروری ہے؟

حضرات مفتیان کرام! السلام علیکم! صورت مسئولہ کے جواب میں تحریر فرمایا گیا ہے اگر طلاق دہندہ نے بہ نیت طلاق تین دفعہ فارغ ہے' فارغ ہے' فارغ ہے اپنی زوجہ کو کہا ہے تو اس صورت میں طلاق بائن واقع ہو گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ

جب خاوند نے فارغ ہے' فارغ ہے کے الفاظ کے ساتھ ساتھ ایسے لفظ بھی کہہ دیئے ہیں جن سے مزید اس کی نیت دریافت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی' مثلاً اس نے کہہ دیا کہ تو جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور عورت کے وارث کو بھی کہا ہے کہ عورت مجھ سے فارغ ہے۔ اس کا جہاں بھی چاہے نکاح کر دو۔ اب جواب میں نیت کو مشروط کرنا چہ معنی دارد۔

الجواب :

ان کلمات سے یقیناً یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ مندرجہ بالا کلمات طلاق کی نیت سے کیے گئے تھے۔ اس لئے نیت معلوم کرنے کی ضرورت اب بھی باقی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

البحر الرائق اذھبی وتزوجی لا یقع الطلاق الا بالنیۃ وان نوی فھی واحدۃ بائنۃ کذا فی الذخیرۃ ولو قال اذھبی فتزوجی وقال لم انو الطلاق لم یقع شیء لان معناہ ان امکنک کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان (ص۳۲۶ ج۲) کذا فی الشامیۃ۔

جزئیہ ھذا سے ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں بھی نیت کی ضرورت ہے۔

فالجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان

۸/۵/۹۰ھ

قسم کھائی کہ ہندہ کے ہاتھ کی روٹی کھائی تو طلاق۔ پھر دھوکے سے کھلا دی گئی

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں نے طلاق اٹھائی ہے کہ اپنی بھاوج کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی نہیں کھاؤں گا' مگر ایک دفعہ مجھے کہا گیا کہ تیری ماں کی پکی ہوئی

روٹی ہے۔ حالانکہ بعد میں پتہ چلا کہ بھاوج کی پکی ہوئی روٹی تھی۔ اس لاعلمی میں کھا بیٹھا۔ اب سوال یہ ہے کہ مجھ پر طلاق لازم آئے گی یا نہیں۔

الجواب :

ولو الحالف مکرھا او مخطئًا او ذاھلا او ساھیا او ناسیا....... فی الیمین او الحنث الخ کذافی الدر المختار (شامی ص ۵۳ ج ۳)

جزئیہ بالا سے ظاہر ہے کہ اگر لاعلمی میں بھی کام کرلیا ہے تو بھی حانث ہوجائے گا۔ پس صورت مسئولہ میں سائل کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ — الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

علاج کے لئے کھائی گئی دوا سے نشہ کی حالت میں طلاق کا حکم :

ایک شخص کی طبیعت خراب تھی تو اس نے اپنی بیماری دور کرنے کے لئے دوائی کھائی تو اس دوائی کی وجہ سے اس کو نشہ سا ہوگیا' یعنی اس کا دماغ الٹ پلٹ ہوگیا۔ جب وہ گھر آیا تو اس نے بیوی کو تین بار طلاق دی۔ یہ طلاق اس نے دوائی کے اثر کی وجہ سے دی۔ جب اس کی طبیعت ٹھیک ہوئی تو اس نے کہا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میں نے کیا کہا۔ ڈاکٹروں سے معلوم کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ طلاق اس نے دوائی کے اثر سے دی ہے۔ واقعی اس دوائی میں اس قسم کا اثر تھا کہ جس سے مرد کو کوئی پتہ نہیں چلتا کہ میں نے کیا کہا ہے۔ بتائیں کہ مذکورہ عورت کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب :

برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ لو زال عقله بالصداع او بمباح لم یقع۔ وفی الشامیة تحت قوله او بمباح کما اذا سکر من ورق الرمان فانه لا یقع طلاقه الخ۔ (ردالمحتار ص ۴۲۰ ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

خاوند مبہم طلاق جس پر چاہے واقع کرسکتا ہے :

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ محمد بخش ولد رمضان کی دو عورتیں ہیں۔ پہلی زوجہ مہر اور دوسری آمنہ (۱/۳/۱۹۵۰) کو مولانا عبدالرحیم قاضی گرد آور لیہ کے سامنے موضع نوشہرہ تحصیل لیہ میں دعویٰ پیش کیا گیا کہ زوج محمد بخش کے باپ مسمی رمضان نے اپنے لڑکے کی پہلی عورت مسمات مہر کے ساتھ زنا کیا ہے۔ بعد از سماعت کے مولانا مذکور نے عدم حرمت مصاہرۃ کا فیصلہ کیا۔ کمی ثبوت کی وجہ سے لیکن بوجہ عام شہرت کے عورت کی علیحدگی کا حکم جاری فرمایا۔ اسی مسئلہ پر قاضی لیہ مولوی غلام نبی صاحب نے دستخط فرمائے۔ (نمبر۲) پھر (۱۵/۷/۵۰) کو موضع تھند کلاں میں مولانا محمد موسیٰ صاحب اور مولوی غلام نبی مذکور اور مولانا شیخ کلیم اللہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا گیا۔ ان سہ حضرات نے حرمت مصاہرہ ثابت کرکے پہلی زوجہ مسمات مہر کو نکال دینے کا حکم دیا۔ یہ فیصلہ تسلیم کرکے زوج نے پھر بھی قطع تعلقی نہ کی۔ اب وہ پہلی زوجہ مسمات مہر فوت ہوچکی ہے۔ (نمبر۳) اب گذارش یہ ہے کہ زوجہ ثانیہ مسمات آمنہ کا باپ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد بخش ولد محمد رمضان مذکور نے جو میری لڑکی آمنہ کے گھر والا ہے' ۲۹/۳/۵۰ فیصلہ اول کے وقت قاضی عبدالرحیم صاحب کے سامنے اپنے باپ رمضان کی صفائی کرتے ہوئے بیان کیا کہ اگر میں کاذب ہوں تو میری عورت تین طلاق کے ساتھ مطلقہ ہے۔ یہ حلف اٹھایا۔ یہ حلف انہوں نے ۲۰/۳/۵۰ کو نوشہرہ میں پہلے فیصلے کے وقت اٹھایا تھا۔ زوجہ ثانیہ مسمات آمنہ کے باپ مدعی کا بیان۔ تین طلاق اور حلف اشھد کہہ کر بیان کیا کہ جہاں محمد بخش نے تین طلاق عورت کا لفظ کہا ہے' اس وقت کے گواہان نہیں ہیں۔ دیگر حلفاً بیان کرکے محمد بخش مجھ کو منت سماجت کر رہا تھا کہ فیصلہ کیا جائے۔ تین طلاق عورت کا لفظ میں نے کہا ہے۔ مگر مسمات مہر زوجہ پہلی کو کہا ہے' مسمات آمنہ زوجہ ثانیہ کو نہیں کہا ہے۔ باقی مدعی کے چار گواہ اس بات پر متفق ہیں کہ محمد بخش سے ہم نے سنا ہے کہ اس نے طلاق کا لفظ کہا ہے' لیکن پہلی عورت مسمات مہر کے متعلق نہ

کہ زوجہ ثانیہ مسمات آمنہ کے متعلق۔

مدعا علیہ کا بیان : محمد بخش ولد رمضان نے اشہد پڑھ کر اور تین طلاق حلفاً اٹھا کر بتلایا کہ میں نے تین طلاق کا لفظ نہیں کہا۔

الجواب :

صورت مسئولہ میں اول تو ثابت نہیں کہ محمد بخش نے اپنی بیوی کے متعلق تین طلاق کے الفاظ کہے ہوں، کیونکہ سب گواہ محمد بخش کے اقرار کے ہیں اور محمد بخش اس سے منکر ہے۔ علی تقدیر الثبوت طلاق مبہم کے درجہ میں ثابت ہیں جس کی تفسیر خاوند کے الفاظ سے ثابت ہے کہ میرے الفاظ اپنی بیوی مسمات آمنہ کے متعلق نہ تھے۔ لہٰذا مسمات آمنہ پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ (عالمگیری ص ۵۱، ج ۲)

ولو قال امرأته طالق وله امرأتان كلتاهما معروفتان كان له ان يصرف الطلاق الى ايتهما شاء كذا فى فتاوى قاضى خان۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد صدیق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفراللہ لہ
خادم الافتاء خیر المدارس

الجواب صحیح
خیر محمد
بانی و مہتمم خیر المدارس
۲۷/۶/۱۳۷۱ھ

دو دفعہ لفظ طلاق کہہ دیا، تیسرا کہنے سے پہلے کسی نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ تجھے طلاق ہے کے الفاظ کہے۔ تیسری مرتبہ کہنے سے پہلے مرد کے باپ نے اس کے منہ پر ہاتھ دیدیا۔ پوچھنے پر مرد نے کہا کہ میرے دل سے لفظ طلاق آیا تھا، ابھی منہ سے ادا نہیں ہوا تھا۔ اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوئیں یا تینوں واقع ہو چکی ہیں۔ ہاتھ ہٹانے کے بعد اس نے کچھ نہیں کہا۔ بیوی مدخولہ ہے۔ مستفتی : محمد عارف، ساکن احسان پور

الجواب :

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ اگر ہاتھ ہٹانے کے بعد واقعتاً خاموش رہا، کچھ نہیں کہا تو اس کی بیوی پر دو طلاق ہی ہوئی ہیں۔ عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور عدت کے بعد عورت کی رضا کے ساتھ تجدید نکاح کر سکتے ہیں۔ محض دل سے لفظ طلاق نکلنے سے طلاق نہیں ہوتی جب تک تلفظ نہ ہو۔ ولو مات الزوج او أخذ احد فمه قبل ذكر العدد......لان الوقوع بلفظه لا بقصده (در مختار على الشامية ص ۴۹۵، ج ۲) وقعتا رجعيتين لو مدخولا بها كقوله انت طالق انت طالق (در مختار على الشامية ص ۴۶۸، ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ایک کلام کے تنجیز یا تعلیق ہونے کی تحقیق :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو جھگڑا کرنے کی بناء پر کہا کہ مجھ پر طلاق ہے۔ تجھے یہاں نہیں بیٹھنے دوں گا۔ دو دفعہ کہا یکے بعد دیگرے۔ اور ایک بار یہ کہا کہ مجھ پر عمر بھر طلاق ہے۔ تجھے یہاں نہیں بیٹھنے دوں گا۔ جہاں میں رہوں گا تجھے نہیں رکھوں گا۔ پھر وہ عورت اس جگہ اور اس مکان سے نکل گئی۔ مرد مذکور کہتا ہے کہ میری نیت تعلیق کی تھی۔ مگر بعض علاقہ کے مولوی صاحبان اس کو تنجیز بنا کر مغلظہ طلاق کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اس صورت میں آپ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب :

بظاہر تعلیق مفہوم ہوتی ہے۔ وقد تعورف فى زماننا فى الحلف

الطلاق یلزمنی لا افعل کذا یرید ان فعلتہ لزم الطلاق ووقع (شامی ص ۲۳۳، ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفی عنہ مفتی خیر المدارس — الجواب صحیح

۲۹ / ۱۲ / ۱۴۰۷ھ — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

عدالت جبراً خلع نہیں کر سکتی :

ایک عورت نے تنسیخ نکاح کا عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ شوہر کسی قیمت پر طلاق دینے پر رضامند نہیں ہے اور نہ ہی عورت کا یہ دعویٰ کسی معقول بناء پر مبنی ہے۔ بلاوجہ عدالت نے خلع کا فیصلہ صادر کر دیا۔ آیا شرعی اعتبار سے عدالت کا یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں؟ اور عدالت کے فیصلہ سے خلع واقع ہو گی یا نہیں؟

المستفتی : محمد یٰسین، قاسم بیلہ ملتان

الجواب :

خلع ایک ایسا عقد ہے جس کا تحقق بدون رضامندی فریقین نہیں ہو سکتا، جیسے کہ خود معاملہ نکاح بھی یہی حیثیت رکھتا ہے۔ حاکم خواہی نہ خواہی خاوند پر خلع کو لازم نہیں کر سکتا۔ قرآن وحدیث سے اس سلسلہ میں واضح ہدایات ملتی ہیں۔ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ (الآیہ) اور اس آیت میں خاوند کو بدل خلع قبول کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور قبول ورد اختیاری معاملات میں ہوتا ہے۔ اگر خاوند پر خلع جبری طور پر لازم ہو جائے تو اس کے قبول کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے۔ (نمبر ۲) اس آیت میں خلع کو افتداء سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ فریق مخالف کو کسی چیز پر رضامند کیا جائے۔ اگر عورت یا حاکم جبری طور پر خاوند سے علیحدگی حاصل کر سکے تو اس میں افتداء کی پوری حقیقت نہیں پائی جائے گی۔ علامہ ابن القیم زاد المعاد (ص ۲۳۸، ۲) میں لکھتے ہیں: وفی تسمیتہ صلی اللہ علیہ

وسلم الخلع فدیۃ دلیل علی ان فیہ معنی المعاوضۃ ولہذا اعتبر فیہ رضا الزوجین اھ۔ آنحضرت علیہ السلام کا خلع کو فدیہ سے تعبیر کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ اس میں رضاء زوجین ضروری ہے۔

بخاری شریف ص ۷۹۴، ج ۲ اور نسائی میں حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا کے خلع کا ذکر ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند کو فرمایا کہ بدل خلع لے کر طلاق دے دو۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ طلاق خاوند ہی دے گا۔

امام ابو بکر جصاص رازیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر خلع کا حق حاکم کو ہوتا تو آنحضرتؐ کو خاوند سے یہ کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ طلاق دے دو یا خلع کر لو (احکام القرآن، ص ۴۶۸، ج ۱) امام شافعیؒ اپنی مشہور کتاب "کتاب الام" میں ارشاد فرماتے ہیں: وعلمنا ان لا خلع الا بایقاع الزوج (ص ۱۹۸، ج ۵) کہ ہماری معلومات کی حد تک خلع خاوند کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خلع طلاق ہے۔ (بدایۃ المجتہد ص ۶۹، ۲، عالمگیری ص ۵۱۵، ج ۲) اور آنحضرت علیہ السلام کا طلاق کے مسئلہ میں واضح فیصلہ ہے کہ الطلاق لمن اخذ بالساق (الحدیث)

خلاصہ یہ کہ خاوند کی رضامندی کے بغیر عدالت خلع کو خاوند پر مسلط نہیں کر سکتی، اور اگر کہیں بلاوجہ عدالت ایسا کر دے تو وہ عورت خاوند کے نکاح سے خارج نہیں ہو گی۔ ہاں خاوند کے متعنّت ہونے کی صورت میں عدالت کو تفریق کا حق حاصل ہے اور یہ تفریق شرعاً بھی معتبر ہو گی۔ صورت مسئولہ میں اگر واقعتاً بلاوجہ عدالت کی طرف سے خلع کرایا گیا ہے تو یہ عورت خاوند کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان — الجواب صحیح، بندہ محمد صدیق، مدرس خیر المدارس

۳ / ۴ / ۱۳۹۹ھ

جتنی بار بھی شرط کا ارتکاب کرے، طلاق ایک ہی ہوگی :

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے شادی سے پہلے کہا کہ میں نے اگر فلاں کام کیا تو میری پہلی بیوی جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق۔ پھر اس نے وہ کام کرلیا، پھر شادی ہوگئی۔ شادی کے بعد اس عورت کو تو طلاق ہوئی، پھر اس سے نکاح کرلیا اور آباد بھی کیا۔ اس کے بعد پھر کہا کہ میں فلاں کام کروں تو میری بیوی کو طلاق۔ پھر اس نے وہ کام چند بار کرلیا۔ تو کیا اس کی بیوی کو ایک طلاق ہوگی یا دو یا تین؟

المستفتی : مولوی عبدالحمید، خطیب جامع مسجد کرنالوی، بھکر

الجواب :

پہلی طلاق چونکہ نکاح کے ساتھ ہی قبل الدخول واقع ہوگئی، لہٰذا بائنہ ہوگئی۔ البتہ اس کے بعد جو نکاح کے بعد واقع ہوگی وہ رجعی ہوگی۔ متعدد دفعہ کام کا ارتکاب کرنے سے طلاق ایک بار واقع ہوگی، لیکن اس دوسری طلاق ہوجانے کے بعد اب وہ عورت صرف ایک طلاق سے مغلظہ ہوجائے گی، خواہ ایک طلاق نئی تعلیق کے ذریعہ ہو یا بلا تعلیق۔ خلاصہ یہ کہ تاحال ایسے شخص کی بیوی پر صرف دو طلاق واقع ہوئی ہیں، خواہ کتنی بار فعل کا ارتکاب کیا ہو اور عدت کے اندر رجعت بھی درست ہے۔

والفاظ الشرط ان واذ واذا ما و کلما ومتی ومتی ما وفیھا تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرة الا فی کلما اھ (تنویر الابصار علی الشامیة ص ۶۸۸، ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح
نائب مفتی خیر المدارس — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۳۹۹/۵/۲۳ھ — مفتی خیر المدارس

خاوند بیوی کی مرضی کے بغیر اس کا سامان خلع میں ضبط نہیں کرسکتا :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی بیوی زینب اپنے میکے چلی گئی اور تقریباً ایک ہزار کے زیور بھی ساتھ لے گئی۔ والدین نے اس کو خاوند کے ہاں واپس کرنے سے کلیۃً منع کردیا اور وہ خود بھی والدین کی بات پر راضی ہے۔ غرضیکہ تین سال کا عرصہ ہونے والا ہے، وہ بھی واپس نہیں کرتی۔ اب قابل سوال بات یہ ہے کہ دریں صورت زینب کے کپڑے اور برتن وغیرہ تقریباً ۷۰۰/- روپے کا سامان ہے۔ کپڑے بوسیدہ اور برتن وغیرہ زنگ آلود ہوتے جارہے ہیں۔ دریں اثناء زید کا خیال یہ ہے کہ زینب کو طلاق دیدے اور بچہ کو واپس کرلے اور مذکورہ سامان بھی ضبط کرلے۔ علاوہ ازیں جتنا مال بھی زینب کے والدین کا کسی بھی صورت میں ہاتھ آجائے خلع کے نظریہ سے ضبط کرلے (طلاق کے عوض میں) لیکن صورت حال یہ ہے کہ جب مذکورہ بات کچھ ان کے سامنے ذکر کی گئی تو انہوں نے صاف انکار کردیا کہ ہم طلاق لینا نہیں چاہتے بلکہ گھر بٹھائے رکھیں گے۔ البتہ زینب کے والدین کے طرز عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ زید کے دوسری شادی کرنے کے بعد قانونی طور پر قانونی کاروائی سے طلاق لینا چاہتے ہیں۔ برادرانہ پنچائتی فیصلہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ غرضیکہ آپ جملہ صورت حال سامنے رکھتے ہوئے واضح فرمائیں۔ دریں اثناء نزاع میں کیا کرنا چاہئے؟ کپڑے اور برتن وغیرہ جو کہ بوسیدہ اور زنگ آلودہ ہوتے جارہے ہیں زید زینب وغیرہ کی اجازت کے بغیر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں مذکورہ بالا صورت جو زیر بحث ہے (یعنی خلع وغیرہ) مکمل واضح فرمائیں شرعی رو سے کیا کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :

خلع ایک عقد ہے۔ دیگر عقود کی طرح دونوں فریقوں کا اسے تسلیم کرنا

ضروری ہے۔ جب تک مسمات زینب مذکورہ سامان دے کر طلاق لینے پر آمادہ نہ ہو اس وقت تک آپ اس کے سامان میں کوئی تصرف کرنے کے شرعاً مجاز نہیں۔ اور بدون قبولیت کے طلاق دینے کی صورت میں یہ طلاق بغیر مال ہوگی۔ مسمات زینب جو زیور اپنے ساتھ لے گئی ہے اگر وہ زیور اسے والدین کی طرف سے دیئے گئے تھے یا آپ نے بطور مہر دیئے تھے یا شادی کے بعد بنواکر اس کی ملکیت کر دیئے تھے تو پھر وہ ان کی مالک ہے، آپ کا اس میں کوئی حق نہیں۔ اور اگر وہ زیور آپ کے مملوک تھے تو پھر واپس لینے کے آپ حق دار ہیں۔ اس کے عوض میں بیوی کے سامان کو ضبط کرسکتے ہیں۔ جبکہ زیور کی وصولی ممکن نہ ہو۔ ہدایہ میں ہے: وان شرط الالف علیها توقف علی قبولها (ص ۳۸۹، ج ۲) طلاق دینے کی صورت میں خالد سات سال کی عمر تک اپنی والدہ یا نانی کے پاس رہے گا۔ اس کے بعد آپ لے سکتے ہیں۔ ھندیہ میں ہے: والام والجدة احق بالغلام حتی یستغنی وقدر بسبع سنین (ص ۱۴۱، ج ۲) طلاق کی بجائے صلح کی کوشش کرنی چاہئے۔ بیوی کی جائز شکایات کا ازالہ کردیا جائے تو ان شاء اللہ طلاق تک نوبت نہ آئے گی۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح

۱۱/۱/۱۴۰۸ھ — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

عورت کو کہا میں برسوں تیرے قریب نہیں جاؤں گا، ایلاء ہے اور چار ماہ بعد طلاق بائنہ ہو جائے گی:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے ناجائز تعلق کرلیا اور پہلی بیوی سے کہہ دیا کہ میں تیرے پاس چھ مہینے کیا برسوں بھی مقاربت نہیں کروں گا کیونکہ میں تیرے سے ہمبستر نہ ہونے کی قسم کھا چکا ہوں۔ چنانچہ وہ شوہر نہ اس کے پاس گیا اور نہ ہمبستر ہوا۔ تقریباً ایک برس کا عرصہ گذر گیا۔ اس عورت کے عزیزوں نے اس کے

شوہر سے عورت مذکورہ کے آباد کرنے کے لئے کہا۔ مگر اس نے آباد نہیں کیا اور کہا کہ میں تو اس سے بیزار ہوں اور بری ہوں۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ کیا ایسی صورت میں عورت پر طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب :

جب خاوند نے چھ ماہ سے زائد مدت تک اپنی بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تو یہ ایلاء ہوگیا۔ کیونکہ چار ماہ یا اس سے زائد مدت تک عدم مقاربت کی قسم کھانے سے ایلاء ہوجاتا ہے۔ (ہدایہ ص ۳۷۶، ج ۲) میں ہے: واذا قال لامرأته واللہ لا اقربك او قال لا اقربك اربعة اشهر فهو مول۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر خاوند چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ جائے تو چار ماہ گذرنے پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوجاتی ہے۔ پس صورت مسئولہ میں اس شخص کی بیوی پر چار ماہ گذرنے پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی۔ اب عدت گذر جانے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد صدیق غفرلہ — الجواب صحیح

معین مفتی خیر المدارس ملتان — بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

۹/۸/۷۰ھ — خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

تو چھٹی ہیں میں کولوں، میں تیکوں چھوڑا، طلاق صریح ہے :

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف وفضلائے اشراف اس مسئلہ میں جو تحریر مفصل ذیل ہے۔ غلام قاسم بیان کرتا ہے کہ میرا اپنی عورت مسمات بخت بی بی اور نوہ کے بارے میں تنازع ہوا کہ تم دونوں دانے ضائع اور خراب کرتی ہو۔ اسی اثناء کے اندر میری نوہ کا بھائی مسمی غازی خان میرے گھر آگیا۔ میں نے غازی خان کو کہا کہ تیری بہن مسمات بانو بی بی میری عورت کا پکا ہوا نہیں کھاتی، اور میری عورت تیری بہن کا پکا ہوا

نہیں کھاتی۔ میں کیا کروں؟ یہاں پر میرا اور غازی مذکور کا جھگڑا ہو گیا۔ غازی خان نے کہا جب تیری عورت بڑی ہے اور میری بہن کے ہاتھ کا پکا ہوا نہیں کھاتی تو میری بہن کس طرح تیری عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھاوے۔ حتیٰ کہ میں نے ایک مٹھ دانوں کی بھر کر اپنی عورت کی طرف بھکادی 'یعنی پھینک دی۔ اور زبان سے یہ کہا: کہ ہک ڈو ترائے ونج توں چھٹی ہیں میں کولوں۔ پھر میں نے غازی کو کہا کہ تو ونج ہون خوش ہیں۔ میرے گھر کولوں پرے تھی۔ یہ بیان ہے غلام قاسم خان کا اور غازی خان کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہ تھا کہ میرے ماموں اور مامی اور میری بہن کا جھگڑا ہے۔ میں تو ماموں کے گھر دانے سنبھالنے کے واسطے گیا تو ان کا آپس میں جھگڑا تھا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک دوسری کے ہاتھ کا پکا ہوا نہیں کھاتیں' اور میرا اور ماموں کا بھی تنازع ہو گیا۔ حتیٰ کہ میرے ماموں نے ایک مٹھ دانوں کی بھر کر اپنی عورت مسمات بخت بی بی کی طرف پھینک دی۔ اور کہا کہ ہک ڈو ترائے ونج توں میں کولوں چھٹی ہیں۔ پھر مجھے کہا کہ جا میرے گھر سے نکل جا اب تو خوش ہے۔ یہ بیان غازی خان نے کیا ہے۔ اور اسی واقعہ کو ایک اور شخص بھی سن رہا تھا۔ وہ بھی کہتا ہے کہ غلام قاسم نے ایک مٹھ دانوں کی بھر کر اپنی عورت کی طرف پھینک دی۔ اور کہا کہ ایک دو تین تیکوں چھوڑا ہے۔ پھر غازی کو کہا کہ ہن توں راضی ہیں۔ یہ بیان مہر گل نے کیا ہے' اور پھر بخت بی بی اپنے بھائیوں کے گھر چلی گئی۔ فقط بینوا و توجروا۔ عورت غلام قاسم مطلقہ بالثلاث ہوئی یا نہ؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ مطلقہ بسہ طلاق ہو گئی۔ "توں چھٹی ہیں میں کولوں" اور "میں تیکوں چھوڑا" ہر دو لفظ عرفاً صریح طلاق میں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ شامی نے لفظ سرحتک کے متعلق تحقیق فرمائی ہے کہ اصل میں کنایہ ہے' لیکن عرف میں صریح طلاق بن چکا ہے۔ (کذا فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۳۴' ج ۲)

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
۱۷ رمضان المبارک ۷۰ھ

الجواب صحیح
خیر محمد' مہتمم خیر المدارس ملتان
۱۸ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ

میرے تمہارے راستے جدا ہیں' مکمل فیصلہ میری طرف سے آزادی' طلاق بائنہ ہے :

خاوند نے بیوی کی طرف لکھا کہ یہ خط میں نہایت سکون اور سوچ سمجھ کر اصولی فیصلہ کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ خط کے آخری الفاظ یہ تھے کہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم ڈیرہ میں رہو گی مکمل طور پر۔ یہ الفاظ میں نے پہلی بار بھی لکھے تھے' لیکن وہ غصے میں لکھے تھے۔ لیکن اب یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر لکھ رہا ہوں۔ اگر تم ملتان آئی تو میرے اور تمہارے راستے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہوں گے' یعنی مکمل فیصلہ میری طرف سے آزادی ہو گی۔ کیا ان الفاظ کے لکھنے سے طلاق واقع ہو گئی ہے۔ اگر طلاق واقع ہو گئی تو طلاق کی کونسی قسم ہے بائن' رجعی یا مغلظہ۔ جو بھی صورت ہو تحریر فرمائیں۔ کیا یہ طلاق یہاں ڈیرہ اسماعیل خان میں واقع ہو گی یا کہ میری بہن جب ملتان جائے گی تو واقع ہو گی۔

الجواب :

برتقدیر صحت سوال ان الفاظ کو تحریر کرنے والے کی مذکورہ بیوی جب ملتان آئے گی اسے طلاق ہو جائے گی۔ لکھنے والے نے تین کی نیت کی ہو تو تین' ورنہ ایک بائنہ۔ ایک کی صورت میں تجدید نکاح کر سکتے ہیں جب چاہیں جہاں چاہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفی عنہ مفتی خیر المدارس

تق 'تق 'تق سے طلاق نہیں ہوگی :

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ غلام عباس نے اپنی بیوی سے کہا کہ میرے کپڑوں کو صاف کریں اور دھولیں۔ تو بیوی نے گذارش کی کہ کل دھوؤنگی' آج نہیں ہو سکتا۔ تو خاوند نے مندرجہ ذیل الفاظ کے **تق 'تق 'تق** میں نے دی۔ تو یہ الفاظ بیوی کو کہے۔ باقی زبان سے کچھ نہیں بولا۔ نیز غلام عباس کا والد بھی موجود تھا۔

نوٹ : یہ عورت آٹھ ماہ سے حاملہ بھی ہے۔ تو خاوند کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی' صرف مذاق کرتا تھا۔

الجواب :

صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔ لما فی الھندیة و ان حذف اللام فقط فقال انت طاق لا یقع و ان نوی (ص ۵' ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ غفرلہ
۴ صفر ۹۳ھ

میری دونوں بیویوں کو طلاق ثلاثہ' سے دونوں کو تین تین طلاق ہوجائیں گی :

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی محمد اشرف نے میرے متعلق کچھ دوستوں سے کہا کہ فلاں نے مجھے ماں کی گالی دی ہے۔ اور کہا کہ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو میری دونوں بیویوں کو طلاق ثلاثہ اور مسجد میں کلمہ پڑھ کر کہا کہ فلاں نے مجھے ماں کی گالی دی ہے۔ حالانکہ ایک لڑکا موقع کا گواہ ہے کہ فلاں نے فلاں کو کوئی گالی نہیں دی۔ تو اس صورت میں کیا طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اسے اپنی بیویوں سے علیحدگی

اختیار کرنی چاہیے یا نہیں۔

الجواب :

اگر واقعی سائل نے محمد اشرف کو گالی نہیں دی تو محمد اشرف کی دونوں بیویوں پر تین تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ ولو قال لثلث نسوة له انتن طوالق ثلاثا او طلقتکن ثلاثا یقع علی کل واحدة ثلث ولا ینقسم۔ عالمگیری (ص ۵۳' ج ۲) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
۲۲ صفر ۹۳ھ

"طلاق ہی سمجھو" کو طلاق نہ سمجھیں :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اندریں مسئلہ کہ رخصتی ہونے کے بعد بیوی مروجہ طور پر تین دن کے بعد اپنے میکے واپس آئی تو مروجہ طور پر لے جانے سے انکار کردیا۔ لڑکی کے والد نے لڑکے کے والد کو بلوا کر کہا کہ یہ میری لڑکی تمہاری ہے' تم اس کو اپنے گھر لے جاؤ۔ اس نے جواب دیا ہم اس تیری لڑکی کو تھوک نہیں مارتے۔ مگر لڑکی کے والد نے لڑکی کو خود بخود اس کے گھر بھیج دیا۔ دو دن کے بعد اس لڑکی کا خاوند سسرال کے ہاں آیا اور کہنے لگا کہ تم اپنی لڑکی لے آؤ۔ سسر نے کہا کہ اگر میری لڑکی نالائق ہے تو اس کو مار کر سمجھالو۔ اس نے جواب دیا کہ تھوک نہیں مارتے۔ سسرال نے کہا کہ تیرے باپ نے بھی یہی الفاظ کہے ہیں اور تم بھی یہی الفاظ کہتے ہو۔ شاید یہ تمہارا لفظ طلاق نہ بن جائے۔ تو اس نے جواب دیا کہ طلاق ہی سمجھ لو۔ اب لڑکی کو اس گفتگو کے بعد پورے دو سال اپنے میکے بیٹھے ہوئے گذر گئے ہیں۔ کیا شرعاً یہ طلاق ہوگئی یا نہ؟

الجواب :

امرأة قالت لزوجها مرا طلاق بده۔ فقال الزوج داده گیرو کرده گیر۔ ان نوی یقع ویکون رجعیًا وان لم ینو لم یقع ولو قال لها داده انگار لا یقع وان نوی۔ (عالمگیری ص ۶۴، ج ۲) طلاق ہی سمجھو داده انگار کے مشابہ ہے۔ لہٰذا عورت مذکورہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ بدستور اپنے خاوند کے نکاح میں ہے۔ واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح

۱۷/۱۲/۱۳۷۹ھ — عبداللہ غفر اللہ لہ

مفتی خیرالمدارس ملتان

خاوند بیوی میں وطی میں اختلاف ہو جائے تو کس کی بات مانی جائے گی؟

زوج ثانی سے ایک عورت کا نکاح بطور حلالہ کے ہوا۔ طلاق دینے کے بعد زوج ثانی گواہوں کے سامنے منکر ہے کہ عورت نے صحبت نہیں کرنے دی اور عورت کا بیان ہے کہ اس نے صحبت کی اور غسل کے لئے پانی بھی میں نے ہی دیا ہے۔ شرع میں کس کا قول معتبر ہو گا؟

الجواب :

فی الدرالمختار ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات وشرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء ویتحری فی خبر الفاسق وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنه وفی ردالمحتار تحت قوله ولو اخبر عدل بطهارة وعدل بنجاسة الخ مانصه فقد اعتبروا التحری بعد تحقیق المعارض بالتساوی بین الخبرین۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر مرد و عورت میں ایک عادل ثقہ اور

دوسرا غیر عادل و غیر ثقہ ہو تو عادل و ثقہ کا قول معتبر ہو گا خواہ وہ شوہر ثانی ہو یا عورت ہو۔ اور اگر دونوں عادل یا دونوں غیر عادل یا دونوں مجہول الحال ہوں تو دونوں کے قول میں تحری کرے۔ جس طرف قلب شہادت دے، مگر اس شہادت میں نفسانی غرض نہ ہو۔ خود بخود جس طرف دل جھکتا ہو اور جو سچا معلوم ہوتا ہو اس کے قول پر عمل کرے، کیونکہ حلت و حرمت دیانات میں سے ہیں اور دیانات کا یہی قاعدہ اوپر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ، ص ۳۸۳، ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد اسحاق غفرلہ — الجواب صحیح

محمد عبداللہ غفرلہ

خاوند کچھ عرصہ بعد نامرد ہو جائے تو عورت کو فسخ کا حق نہیں :

ایک آدمی تقریباً عرصہ بیس سال سے شادی شدہ ہے اور اس کے چھ بچے ہیں۔ اب وہ آدمی تقریباً چار سال سے نامرد ہے اور اس نے علاج وغیرہ بھی کیا ہے، مگر وہ ٹھیک نہیں ہوا۔ اس کی بیوی اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی اور وہ طلاق بھی نہیں دینا چاہتا۔ اس عورت کو شرعاً خیار فسخ حاصل ہو گا یا نہیں؟

المستفتی : عطاء الرحمٰن وہاڑی

الجواب :

اس عورت کو فسخ کا حق نہیں ہے۔ طلاق لے لے یا اس کی رضامندی سے خلع کرلے۔ کما فی الهندیة ولو وصل الیها مرة ثم عجز لا خیار لها کذا فی التبیین (عالمگیری ص ۵۲۴، ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

۷/۸/۱۴۰۳ھ

میں خالد کی روٹی نہیں پکاؤں گا' پھر بیوی نے اس کی اجازت کے بغیر خالد کی روٹی پکائی تو حانث ہو گا یا نہیں؟

زید کا اپنے بھائی خالد سے جھگڑا ہوا۔ اس نے قسم کھائی کہ مجھ پر میری عورت تین طلاق سے حرام ہے اگر میں نے تیری روٹی پکائی۔ پھر زید کی بیوی نے خالد کی روٹی پکائی۔ گواہ کہتے ہیں کہ اس وقت زید گھر میں موجود تھا اور چپ رہا۔ بیوی کو روٹی پکاتے دیکھا اور اسے منع نہیں کیا۔ تو کیا زید حانث ہو گیا اور اس کی بیوی پر طلاق ہو گئی؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں زید حانث نہیں ہوا' کیونکہ اس نے نہ روٹی پکائی اور نہ بیوی کو روٹی پکانے کا کہا۔ پس عورت کا یہ فعل زید کی طرف منسوب نہیں ہو گا' خواہ زید اس پر راضی بھی ہو۔ جیسے کہ کنزالدقائق میں ہے: لا یخرج فاخرج محمولاً بامرہ حنث وبرضاہ لا اھ وفی العینی حلف لا یخرج فاخرج محمولاً بامرہ حنث وبرضاہ لا بامرہٖ لا یحنث علی الصحیح لان الفعل انما ینتقل بالامر ولم یوجد فی الهدایة فی کتاب الایمان ومن حلف لا یخرج من المسجد فامر انسانا فحمله فاخرجه حنث لان فعل المأمور مضاف الی الأمر فصار کما اذا رکب دابةً فخرجت ولو اخرجه مکرها لم یحنث لان الفعل لم ینتقل الیه لعدم الامر اھ۔ اور شامی کتاب الایمان میں ہے: وحنث فی لا یخرج ان حمل واخرج مختارًا بامره وبدونه لا یحنث ولو راضیًا بالخروج فی الاصح فی العینی وهذه العلة فی مسئلة حیلة تزوج من (علق الطلاق) بکلمة کلما وهناك موجود ان کان برضاه لا بامره لا یحنث قال الشامی فی تفصیل هذه الحیلة وینبغی ان یجئی الی عالم ویقول له ما حلف

واحتیاجه الی نکاح الفضولی فیزوجه العالم امرأةً ویجیز بالفعل فلا یحنث وکذا اذا قال لجماعةٍ لی حاجةٌ الی نکاح الفضولی فزوجه واحد منهم اما اذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی یکون توکیلاً (ص ۴۹۷' ج ۲)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ محمد موسیٰ
مفتی خانقاہ تھل کروڑ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
خادم الافتاء خیر المدارس

الجواب صحیح
خیر محمد مہتمم خیر المدارس
۳۰ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ

غضب کے درجات ثلثہ میں سے دوسرے درجہ میں دی ہوئی طلاق کا حکم :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری طبیعت میں غصہ رہتا ہے۔ میں نے اپنی کافی بڑی عمر میں (تقریباً ۳۷ سال) شادی کرائی۔ قریباً چار سال کے عرصے میں لڑکی باوجود میری پریشانیوں کے بہت تھوڑا عرصہ میرے پاس رہی۔ گذشتہ سال جبکہ بچہ پیدا ہونے والا تھا میری بیوی اپنے میکے چلی گئی۔ رشتہ داروں کے مجبور کرنے پر میں نے اس کو جانے دیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ جائے۔ میں نے اسے منع کیا' مگر وہ بغیر میری اجازت اور اطلاع چلی گئی۔ بچہ پیدا ہو گیا اور مر گیا۔ سنا ہے کہ لڑکی بیمار تھی اس لئے نہ آسکی۔ میں نے کئی خطوط لکھے کہ لڑکی بھیج دو مگر لڑکی کے والدین نے بھیجنے کا نام نہ لیا۔ چونکہ مجھے اپنی طبیعت کے خلاف دوسرے رشتہ داروں کے ہاں کھانا کھانا پڑتا تھا' میری طبیعت کا غصہ اور جنون بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ میں جن رشتہ داروں کی بہت عزت کرتا تھا بعض اوقات غصہ کی حالت میں ان کو صلواتیں سنا دیتا۔ گو کچھ وقت گذارنے کے بعد میں اپنے ہوش و حواس میں ہوتا تو مجھے اپنے کئے پر سخت پشیمانی ہوتی اور بے چینی بھی۔ پشیمانی بڑھتی تو طبیعت میں دوبارہ گرانی' غم و غصہ میں پھر

وہی حالت ہو جاتی۔ چونکہ میرے سسرال والے مجھے معقول جواب بھی نہ دیتے تھے، میں بعض اوقات غصے کی حالت میں اپنے کو قابو میں نہ پاتا تھا۔ اول فول جو منہ میں آتا بکتا۔ یہاں تک کہ فحش گالیاں بھی باواز بلند غائبین اور بعض اوقات حاضرین کو بھی دے دیتا۔ ایسے ہی موقع پر جبکہ میری تکالیف اور پریشانیاں میرے خیال کے مطابق حد سے تجاوز کر گئیں، غصہ کی حالت میں گالی گلوچ کرتے کرتے میں نے اپنی زبان سے یہ الفاظ ادا کر دیئے۔ "میں اس بیوی کو نہیں رکھوں گا، میں اس کو طلاق دوں گا۔ میں نے اس کو طلاق دی، دل سے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق۔ میرا اس کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔ اور بہت برا بھلا کہا۔ میرے ایک رشتہ دار جن کی میں قریباً پندرہ سال سے بہت عزت اور احترام کرتا ہوں، اور ان کی بات خلاف مزاج بھی تسلیم کر لیتا ہوں، بیٹھے تھے، مجھے منع کرتے رہے کہ ایسا نہ کہو۔ مگر میں ہوش میں کہاں تھا۔ غصہ سے تڑپ رہا تھا، کانپ رہا تھا اور جنون کی سی حالت تھی۔ میری زبان سے نہ جانے کیا کیا نکلا۔ جب یہ حالت دور ہوئی تو اس رشتہ دار کے کہنے پر جو کہ میرا پھوپھی زاد بھائی ہے، مجھے احساس ہوا کہ میں نے غلطی کی اور پشیمان ہوا۔ پریشانی کی زیادتی سے مجھ پر اسی جنون کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ میرے رشتہ دار کہتے ہیں کہ میں نے ظلم کیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ مجھے تمام عمر پریشانی آئے گی۔ اور بقایا زندگی خراب ہوگی۔ براہ کرم احکام شریعت مطہرہ سے آگاہ فرمائیں۔

طالب دعا: سعید (۵۱/۹/۳)

میں عرصہ قریباً بیس سال سے سعید صاحب کو جانتا ہوں، ہمیشہ سے طبیعت میں غصہ، دوسروں کو حقارت سے دیکھنا اور بعد میں پریشان ہونا، زیادہ غصہ کی حالت میں جنون کی سی حالت پیدا ہونا۔ یہاں تک کہ نہ بڑے کا لحاظ نہ چھوٹے کا پاس۔ یہ امور منتج ہوئے اس بات پر کہ اپنی بیوی کے متعلق ایسے الفاظ کہہ دیئے۔ میرے نزدیک اس کے زیادہ غصہ میں فتور عقل کے باعث ایسی حالت ہوگئی تھی جیسے کہ ایک پاگل کی ہوتی ہے۔

(دستخط عبدالرحمٰن ولد حافظ رقم الٰہی مرحوم)

میں محمد سعید صاحب کو عرصہ پندرہ سال سے بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ محترمی عبدالرحمٰن صاحب نے جو رائے ظاہر کی ہے مجھے اس سے اتفاق ہے۔ (دستخط محمد طاہر)

الجواب:

باسمہ تعالیٰ۔ واضح رہے کہ غضب کے تین درجات ہیں: (۱) ابتدائی درجہ میں کوئی تغیر نہیں آتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے، سمجھتا ہے۔ اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (۲) اعلیٰ درجہ غضب کا جس میں بے ہوش ہو جائے، حتیٰ کہ جو کچھ منہ سے نکلے اس کو سمجھ نہ سکے۔ اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ (۳) درمیانی درجہ غضب جس میں مثل مجنون کے تو نہیں ہوا، لیکن پہلے درجہ سے متجاوز ہوگیا۔ تو اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس تیسرے درجہ میں ابن قیم حنبلیؒ کا اختلاف ہے۔ لیکن حنابلہ کے نزدیک بھی اور ہمارے نزدیک بھی اس میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ کما فی الدر المختار لکن اشار فی الغایة الی مخالفته فی الثالث حیث قال ویقع طلاق من غضب خلافا لا بن القیم اھ۔ وھذا الموافق عندنا الخ۔ اس تمہید کے بعد اب قابل غور بات یہ ہے کہ مسمی محمد سعید کو جو صورت پیش آئی وہ ان تین صورتوں میں کونسی ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غضب کا اعلیٰ درجہ جو جنون اور مدہوش کے ساتھ ملحق ہے نہیں تھا۔ اس لئے کہ جو کچھ الفاظ غصہ کی حالت میں سرزد ہوئے ہیں وہ پوری طرح یاد ہیں۔ پس ہمارے نزدیک غضب کا درمیانہ درجہ ہے۔ اس صورت میں ہر سہ طلاق واقع ہوگئیں۔ حلالہ کی ضرورت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
۲۱ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ

الجواب صحیح والمجیب مصیب
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان

عمر قید کی بیوی رہائی کیسے حاصل کرے :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی خادم حسین کا پانچ سال سے مسمات عائشہ سے مسمات کے والد نے شرعی نکاح کر دیا۔ نکاح کے تین سال بعد مسمی خادم نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے' جس کی وجہ سے وہ قید ہو گیا ہے۔ اپیل پر ایک سال اور اضافہ ہو گیا ہے۔ اب پندرہ برس کے لئے وہ قید ہو گیا۔ لڑکی اس وقت چودہ سال کی ہے جو کہ پوری بالغ ہے' ناکح کو نوٹس دیا گیا کہ تم طلاق دے دو۔ اس کے عوض تجھے دوسری لڑکی نکاح میں دی جائے گی۔ اس نے انکار کر دیا ہے۔ والد بیچارہ فتنے کے خطرہ سے سخت پریشان ہے۔ علماء دین سے دریافت ہے کہ اس صورت میں کوئی فسخ نکاح کی صورت ہو سکتی ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب :

صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ زوجہ غائب غیر مفقود الخبر ہے۔ اس کی رہائی کی صورت اول تو یہ ہے کہ اس کے خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے۔ اگر وہ خلع پر راضی نہ ہو تو بصورت مجبوری مالکیہ کے مذہب پر قاضی کی عدالت میں درخواست دے کر گواہوں کے ذریعے سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے۔ پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ نہیں دے گیا۔ اور نہ ہی اس نے وہاں سے نفقہ بھیجا اور نہ ہی یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے معاف کیا۔ اور وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے۔ ان باتوں پر حلف بھی کرے۔ اس کے بعد اس غائب کے کسی عزیز وغیرہ نے نفقہ اپنے ذمہ لے لیا تو خیر۔ ورنہ قاضی اس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کا حق ادا کرو' یا بلالو' یا وہیں سے کوئی انتظام کرو۔ ورنہ اس کو طلاق دے دو۔ اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی نہ کی تو ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ اس پر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ انتظار کا حکم دے۔

اس مدت میں بھی اگر شکایت رفع نہ ہو تو عورت کو اس غائب سے جدا کر دے۔ (کذا فی الحیلة الناجزة ص۱۷۶) واضح رہے کہ عمر بھر قید والے کے متعلق حیلہ ناجزہ میں لکھا ہے: اگر پتہ معلوم ہو تو غائب غیر مفقود کے حکم میں ہے' ورنہ مفقود کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
خادم الافتاء خیر المدارس
ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان
۱۲شوال ۱۳۷۰ھ

نکاح فاسد کو عورت بھی فسخ کر سکتی ہے :

کیا فرماتے ہیں علماء اس میں کہ ایک عورت شادی شدہ مطلقہ بطلاق مغلظہ ہوئی۔ جس وقت اس کو طلاق ملی اس وقت اس کو حیض تھا۔ ایک یہ حیض جس میں طلاق دی گئی اور ایک دوسرا گذار کر تیسرے حیض کے اندر جبکہ وہ ختم نہیں ہوا تھا اس عورت کا نکاح پڑھا گیا تھا۔ عورت کی اجازت سے۔ بعد میں تحقیق کی گئی تو وہ نکاح عدت کے اندر پڑھا گیا تھا جو زید کے ساتھ پڑھا گیا تھا۔ علماء دین نے حکم دیا تھا کہ یہ نکاح باطل ہے۔ دوبارہ نکاح پڑھا جائے۔ عدت گذار کر جب عورت نے یہ سنا تھا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ نہیں ہوا تو عورت مذکور نے بکر کے ساتھ نکاح پڑھا لیا۔ دوبارہ زید سے نہیں پڑھایا تھا' عدت پوری کر کے بکر کے ساتھ پڑھا لیا تھا۔ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جو نکاح زید کے ساتھ پڑھا گیا غلطی سے وہی عدت پوری گذر جانے کے بعد صحیح ہو گیا۔ دوبارہ نکاح کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جو زید کے ساتھ نکاح پڑھا گیا تھا وہ باطل ہے۔ تو لہٰذا وہ اجازت بھی باطل ہو گئی تھی۔ بکر کے ساتھ جو نکاح پڑھا گیا تھا وہ صحیح ہے۔ مذکورہ عورت کا نکاح اول زید کے

ساتھ ہوا جو عدت کے اندر کیا گیا تھا۔ دوسرا بکر کے ساتھ جو عدت پوری ہونے کے بعد کیا گیا تھا۔ اس کا جواب بالدلائل عطا فرمائیں۔

مستفتی : مولوی غلام اللہ 'نواب شاہ

الجواب :

صورت مسئولہ میں دوسرے مولوی صاحب کا قول صحیح ہے' اور جو مولوی صاحب یہ دلیل دیتے ہیں کہ عدت پوری ہونے کے بعد صحیح ہو گیا وہ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ معتدہ کا نکاح فاسد ہوتا ہے اور دخول سے پیشتر نکاح فاسد کا کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور وہ علیٰ شرف البطلان ہوتا ہے' ادنیٰ عمل سے باطل ہو جاتا ہے۔ عورت ایسی صورت میں زبانی کہہ دے کہ میں اس نکاح کو ختم کرتی ہوں تو وہ نکاح فاسد ختم ہو جاتا ہے۔ جب عورت نے یہ سن کر کہ میرا نکاح صحیح نہیں ہوا' دوسری جگہ نکاح کر لیا تو پہلے نکاح کو فسخ کر دیا۔ لہٰذا دوسرا نکاح صحیح ہے۔ فی البحر افاد بالتقیید بالوطء ان الفاسد لا حکم له قبل الدخول (ص ۱۸۳ ج ۳) وبعده بقلیل فی صفحه ۱۸۵ لکن فی القنیة ان لکل واحد منهما ان یستبد بفسخه قبل الدخول بالاجماع۔ فقط واللہ اعلم۔

عبداللہ غفراللہ لہ

خادم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۳۸۰/۵/۱۸ھ

میرا تیرا تعلق ختم ہے سے نکاح ختم ہو گیا :

کیا فرماتے ہیں علماء اس میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے اپنی سالی کے ساتھ بد فعلی کی ہے۔ آیا اس فعل بد کے بعد اس شخص کا اپنی بیوی سے نکاح رہا۔ اسی مرد مذکور بالا کو خاندان والوں میں سے کسی نے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو ہم تمہارا نکاح اسی سالی سے کر دیں گے۔ اس مرد نے اس طمع میں آکر اپنی بیوی کو جا کر

ان الفاظ سے خطاب کیا کہ آج سے میرا اور تمہارا تعلق ختم ہوا۔ پھر اکثر لوگوں کے پوچھنے پر مرد یہی جواب دیتا رہا کہ میرا اپنی بیوی سے تعلق نہیں رہا۔ واقعہ کو ڈیڑھ سال گذر گیا۔ اس مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ ہر قسم کا تعلق ختم کر دیا ہے۔ آیا اس صورت میں نکاح قائم رہا ہے۔ سائل کہتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ اس نیت سے کہے تھے کہ سالی سے نکاح کروں اور اپنی بیوی سے ختم کروں۔

الجواب :

صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو گئی ہے۔ نیز برضاء طرفین تجدید نکاح جائز ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ عدت گذرنے پر اگر عورت دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ بشرطیکہ تجدید نکاح نہ کر چکے ہوں۔ فقط واللہ اعلم۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ الجواب صحیح

۱۳۸۰/۶/۲۵ھ عبداللہ غفراللہ لہ

طلاق مغلظہ طلاق بائنہ ہے :

مسمی عبداللطیف میری دختر کو طلاق دینے کی اطلاع بذریعہ پوسٹ کارڈ تحریر کر کے حسب ذیل دیتا ہے۔ نقل مصدقہ: "اگر آپ کو اپنی لڑکی کے ساتھ ہمدردی ہے تو آپ آکر لے جائیں۔ کیونکہ بندہ آپ کی لڑکی کو بتاریخ ۲۶/۱/۴۹ بروز بدھ طلاق مغلظہ دے چکا ہے' الخ۔" اب سوال یہ ہے کہ طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟ کیا اس میں رجوع کرنے یا تجدید نکاح کی گنجائش ہے؟ کیا ہم دوسری جگہ نکاح کر سکتے ہیں؟ صورت مذکورہ میں ہمیں کیا اختیار ہے کہ اس طلاق دینے سے جہیز مثل زیور' ظروف و مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں اس تحریر سے کہ بندہ آپ کی لڑکی کو طلاق مغلظہ دے چکا

ہے۔ طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے' بشرطیکہ تین کا ارادہ نہ ہو' ورنہ تین طلاقیں واقع ہوں گی اگر تین کا ارادہ کرے۔ پس اگر اس شخص نے تین طلاق کا ارادہ کیا تھا تب تو تین طلاق پڑ جائیں گی اور بغیر حلالہ کے نکاح میں نہیں لا سکتا۔ اور اگر تین طلاق کا ارادہ نہیں تھا تو طلاق بائنہ پڑے گی۔ تجدید نکاح بغیر حلالہ کے ہو سکتی ہے اور بعد نکاح ثانی وہ اس عورت کو رکھ سکتا ہے۔ فی الدر المختار ویقع بقوله انت طالق بائن او البتة او افحش الطلاق او اکبره او اعرضه ...... او اغلظه ...... واحدة بائنة ان لم ینو ثلاثا الخ۔

نوٹ : بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہے اور حق مہر بھی اور عورت کا جہیز وصول کرنے کا بھی اختیار ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ غفرلہ — الجواب صحیح

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان — خیر محمد عفی عنہ

یمین میں کام خود نہیں کیا بلکہ کسی کو کرنے کا حکم دیا تو بھی حانث ہو جائے گا :

دو شاہد لفظ اشہد سے شہادت دیتے ہیں کہ مسمی شیر محمد نے ہمارے روبرو حلف اٹھایا کہ اگر میں نے تمہاری گائے ماری ہو تو مجھ پر اپنی بیوی تین طلاق سے حرام ہے۔ یا کہا کہ تین طلاق اور حنث کے متعلق کوئی گواہ نہیں۔ شیر محمد مذکور کا بیان ہے کہ گائے میرے کھیت سے سیر ہو چکی تھی۔ جب میں پہنچا تو میں نے اس کے منہ کو رسی کے ساتھ باندھ کر ہانک دیا۔ اور اس کو ایک پتھر بھی مارا جو کوکھ پر لگا۔ تھوڑی دور جا کر وہ گر گئی۔ میں نے جا کر اس کا منہ کھول دیا۔ وہ تھوڑی اٹھ کر بے ہوش ہو گئی۔ میں نے چھری کے لئے آواز دی۔ ایک آدمی نے دوڑ کر گائے کو ذبح کر دیا۔ گائے کو ذبح کرتے وقت اس

نے حرکت بھی کی ہے۔ مسمی مذکور کا بیان ہے کہ مجھے یہ بھی شک ہے کہ گائے کثرت نفخ سے بے ہوش ہو گئی اور یہ بھی شک ہے کہ تندرست ہو اور مکر کر کے گر گئی ہو۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسمی مذکور حانث ہو گا یا نہیں۔ جبکہ شاہد اول کی شہادت میں دو لفظ تردد کے ہیں۔ ایک تو یہ کہ "میں اپنے بس تک سچ کہوں گا' دوسرا لفظ حرام اور طلاق کا اشتباہ۔ علاوہ ازیں شاہد اول فاسق ہے۔ بعض اوقات نماز بھی نہیں پڑھتا۔ اور اس بات کا وثوق بھی نہیں کہ گائے کس سبب سے مری ہے۔ اب زید کہتا ہے کہ چونکہ تردد شاہد اول کا مضر نہیں۔ اور عدالت فی زماننا مفقود ہے تو گائے کا مارنے والا یہی شخص سمجھا جائے گا۔ کیونکہ ایک تو مستحلف کی نیت کا اعتبار ہو گا۔ علاوہ ازیں اس کے حنث کے لئے یہی کافی ہے کہ اس نے ذابح کو بلا کر زندہ گائے ذبح کرا دی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں دو باتیں قابل غور ہیں: (۱) تعلیق کا معاملہ۔ آیا شیر محمد نے تعلیق کی یا نہیں۔ (۲) بعد از تعلیق کیا ایسی صورت میں جب کہ گائے کو پتھر مارا اور ذبح کا امر کیا حانث ہو گا یا نہیں۔ پہلے معاملہ میں دو گواہوں کے بیان درست ہیں۔ اور "اپنے بس تک سچ کہوں گا" کے جملہ سے شہادت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ البتہ عادل ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک گواہ غیر عادل ہے تو شرعاً تعلیق ثابت نہ ہو گی۔ هذا فی القضاء وامر الدیانة مؤکل الی الله' یعنی قضاء کے طور پر تعلیق ثابت نہ ہو گی۔

دوسرے معاملہ میں اگر کوئی تعلیق ثابت ہو جائے تو جو صورت پیش آئی ہے کہ شیر محمد نے گائے کے منہ کو رسی سے باندھ کر پتھر مارا اور وہ گر گئی۔ پھر کسی کو کہا چھری لاؤ اور ذبح کرو۔ اس صورت میں شیر محمد کا گائے کو مارنا ثابت ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ

سے وہ حانث ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر کسی فعل کے متعلق نہ کرنے کی حلف اٹھائی ہو تو اس کا امر کرنے سے فعل کی نسبت آمر کی طرف ثابت ہو جاتی ہے۔ فی الهداية من كتاب الايمان حلف لا يخرج من المسجد فامر انساناً فحمله فاخرجه حنث لان فعل المأمور مضاف الى الآمر فصار كما اذا ركب دابة الخ (کتاب الافتاء نمبر ۲۱۷، ج ۶) پس در صورت تعلیق اندریں حالت جبکہ اس نے گائے کو پتھر مارا اور ذبح کا امر کیا۔ حنث ثابت ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ ‏ ‏ الجواب صحیح

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ‏ ‏ خیر محمد عفا اللہ عنہ

۱۳۷۱/۲/۲۵ھ

خاوند کی مرضی کے بغیر خلع درست نہیں :

خیریت موجود، خیریت مطلوب۔ جامعہ خیر المدارس کی شاخ مدرسہ عربیہ ضیاء الاسلام بستی سحر میں ایک فتویٰ آیا ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ حاملین فتویٰ کو جواب سے نوازیں۔ فتویٰ یہ ہے :

جناب فلک شیر صاحب نے اپنی بیوی منظوراں مائی کے متعلق عدالت میں یہ درخواست دی کہ میری بیوی نافرمان ہے۔ میرے پاس بسیرا نہیں کرتی، لہٰذا اسے میرے پاس رہنے پر مجبور کیا جائے۔ دریں اثناء منظوراں مائی نے بھی عدالت میں یہ درخواست دائر کر دی کہ میں فلک شیر کے پاس نہیں رہنا چاہتی۔ میرا نکاح بطور خلع فسخ کیا جائے۔ چنانچہ عدالت نے منظوراں مائی کو پانچ ہزار روپیہ خلع کے بدلے جمع کرانے کا حکم دیا۔ فلک شیر فسخ و خلع پر راضی نہیں ہوا۔ وہ تو اپنی بیوی اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے، اسے رقم کی ضرورت نہیں۔ مگر عدالت نے شوہر کی مرضی کے بغیر فسخ و خلع

کا فیصلہ کر دیا۔ خاوند نے نہ پانچ ہزار روپے لئے اور نہ ہی خلع و طلاق و فسخ پر راضی ہوا۔ عورت نے عدالت کی کاروائی پر دوسری شادی رچالی۔ ازروئے شرع یہ بتائیں کہ عدالت کی کاروائی کے ذریعہ طلاق یا فسخ نکاح یا خلع وغیرہ معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ شرعاً یہ خلع معتبر نہیں۔ خلع میں زوجین کی رضامندی لازم ہے۔ شامی میں ہے: قالت خلعت نفسي بكذا ففي ظاهر الرواية لا يتم الخلع مالم يقبل بعده۔ (ص ۵۵۷، ج ۲) پس عورت مذکورہ کا خلع کے بعد دوسری جگہ عقد نکاح کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ عورت پر لازم ہے کہ پہلے شوہر سے طلاق حاصل کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ، جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۳۱۱/۳/۱۳ھ

خاوند ظالم ہو تو خلع کرنے میں کوئی حرج نہیں :

مؤدبانہ گذارش ہے کہ میرا شوہر مسمی محمد فاروق ولد عبدالحق ایک بے درد اور سفاک انسان ہے۔ مار پٹائی اور گالی گلوچ، طعنہ زنی اس کی روزمرہ کی عادت ہے۔ الزام تراشی اس کا معمول ہے۔ خطرناک قسم کی دھمکیاں دیتا ہے کہ قتل کر دوں گا، زہر دے دوں گا یا تیزاب ڈال کر تمہیں بدصورت کر دوں گا۔ ان حالات میں میرا ان کے ساتھ گذارا ممکن نہیں، نہ ہی وہ طلاق دینے کو تیار ہے۔ میں اپنے شوہر سے خلع چاہتی ہوں۔ مہربانی فرما کر قرآن و سنت کی رو سے اس مسئلہ کا حل بتائیں۔ جناب کی نوازش ہوگی۔

طالب فتویٰ : زاہدہ پروین ولد محمد عاشق، محلہ اسحاق پورہ خونی برج ملتان

الجواب :

اگر خاوند خلع کرنے کو تیار ہے تو صورت مسئولہ میں خلع کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ مسمات زاہدہ عنداللہ مجرم اور گناہ گار نہ ہوگی۔ فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ' الآیہ۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ الجواب صحیح

۵ / ۴ / ۱۴۱۲ھ بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ

جامعہ خیرالمدارس ملتان

والدہ اور بیوی کی خودکشی کی دھمکی سے ڈر کر طلاق صرف لکھ کر دی تو واقع ہوگی یا نہیں :

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جس کی پہلی بیوی موجود ہے' گھر والوں سے پوشیدہ طور پر دوسرا نکاح کرلیا۔ جب گھر والوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے اس پر زور لگایا کہ زوجۂ ثانیہ کو طلاق دے دے۔ حتیٰ کہ شخص مذکور کی والدہ اور پہلی بیوی نے طلاق نہ دینے کی صورت میں اپنی خودکشی پر آمادگی ظاہر کی۔ اور شخص مذکور کو ظن غالب ہوگیا کہ اگر میں نے دوسری بیوی کے لئے طلاق نامہ نہ لکھا تو میری والدہ اور بیوی ضرور خودکشی کرلیں گی۔ لہٰذا اس نے ایک طلاق نامہ محض ان کو مطمئن کرنے کی وجہ سے انگریزی زبان میں لکھا۔ اور اس پر دستخط کرکے سپرد ڈاک کیا۔ لیکن طلاق نامہ بیوی کو ملنے سے قبل کسی نے اسے واپس کردیا۔ شخص مذکور کا خیال ہے کہ میں نے اپنی والدہ اور بیوی کی خودکشی سے مجبور ہوکر بغیر نیت طلاق کے تین طلاقیں لکھی تھیں۔ اور لکھنے سے قبل بعض لوگوں کو گواہ بنادیا تھا کہ میں بہ نیت طلاق طلاق نامہ نہیں لکھوں گا۔ نہ الفاظ طلاق بولوں گا۔ بلکہ اپنی والدہ اور اپنی بیوی کی خودکشی کے خطرہ سے مجبور ہوکر محض انہیں مطمئن کرنے کے لئے طلاق نامہ لکھوں گا۔ چنانچہ

ایسا ہی کیا گیا۔ شخص مذکور نے یہ سمجھ کر کہ اس صورت میں جب طلاق نہ ہوئی تو میرے لئے بیوی حلال ہے۔ اس خیال سے وہ اس کے ساتھ تعلقات زوجیت رکھتا رہا۔ جس سے کئی بچے بھی پیدا ہوگئے۔ اب مندرجہ ذیل امور قابل دریافت ہیں:

(۱) صورت مسئولہ میں اکراہ جو مسئلہ طلاق میں عندالفقہاء معتبر ہے پایا گیا یا نہیں؟

(۲) عربی زبان کا لفظ طلاق انگریزی زبان میں لکھنے سے مصحف قرار پائے گا یا نہیں؟ اگر یہ لفظ طلاق انگریزی زبان میں لکھنے کی وجہ سے مصحف قرار پائے تو بغیر نیت کے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ (۳) برتقدیر وقوع طلقات ثلاثہ جب خاوند کو یہی گمان تھا کہ بحالت مجبوری بغیر نیت طلاق کے طلاق لکھنے سے چونکہ طلاق نہیں ہوتی اس لئے میری بیوی مطلقہ نہ ہوئی۔ یہ سمجھ کر وہ اپنی بیوی سے وطی کرتا رہا۔ اور اس سے کئی بچے بھی پیدا ہوگئے۔ اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ وہ بچے بصورت مسئولہ اولاد الزناء قرار پائیں گے یا ثابت النسب جانے جائیں گے۔

الجواب :

صورت مسئولہ میں جب اس کو اپنی بیوی اور والدہ کے خودکشی کرنے کا ظن غالب ہوگیا' کیونکہ اکثر عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں۔ وہ ایسے کام کرنے میں گریز نہیں کرتی ہیں۔ تو یہ صورت اکراہ کی ہوئی۔ اور اکراہ میں طلاق تحریر کی گئی۔ اکراہ شرع میں یہ ہے کہ کسی کے ساتھ ناحق ایسا فعل کرنا کہ وہ شخص ایسا کام کرے جس کو کرنا نہیں چاہتا۔ اکراہ کے محقق ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں: (۱) مکرِہ اس فعل کے کرنے پر قادر ہو جس کی وہ دھمکی دیتا ہے۔ (۲) مکرَہ جس کو دھمکی دی گئی ہے' اس کا غالب گمان یہ ہے کہ اگر میں اس کام کو نہ کروں گا تو جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے اسے کر گزرے گا۔ (۳) جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے وہ جان جانا ہے' یا عضو کاٹنا ہے' یا ایسا غم پیدا کرنا ہے جس کی وجہ سے وہ کام ہنسی خوشی و رضامندی سے نہ ہو۔ (۴) جس کو دھمکی دی گئی ہو وہ پہلے سے اس کام کو نہ کرنا چاہتا ہو' خواہ اپنے حق کی وجہ سے یا کسی

دوسرے کے حق کی وجہ سے، یا حق شرع کی وجہ سے۔ (درمختار مع الشامیہ ص۸۰، ج۵) الاکراہ هو فعل یوجد من المکرِہ فیحدث فی المحل معنًی یصیر بہٖ مدفوعًا الی الفعل الذی طلب منه۔ صاحب ردالمحتار مدفوعا الی الفعل کی تشریح میں فرماتے ہیں: ای بحیث یفوت رضاہ بہٖ وان لم یبلغ حد الجبر اھ، وشرطه اربعة امورٍ قدرة المکرِہ علی ایقاع ما هدد بہٖ سلطانًا او لصًا والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعه ای ایقاع ما هدد بہٖ فی الحال بغلبة ظنہٖ لیصیر ملجئًا۔ علامہ شامی تحت قوله لیصیر ملجئًا تحریر فرماتے ہیں: هذه الشروط لمطلق الاکراہ لا للملجئی والثالث کون الشئ المکرہ به متلفًا نفسًا اوعضواً اوموجبًا غمًا یعدم الرضی وهذا ادنی مراتبه الخ۔ والرابع کون المکرہ ممتنعًا عما اکرہ علیه قبله اما لحقه او لحق شخص آخر اولحق الشرع (درمختار مع الشامیہ ص۸۸، ۵) منع امرأته المریضة عن المسیر الی ابویها الا ان تهبه مهرها فوهبته بعض المهر فالهبة باطلة لانها کالمکرہ الخ۔ یہ اکراہ صورت مسئولہ سے یقیناً کم درجہ کی ہے اور اس کو معدم رضا قرار دیدیا ہے اور ہبہ کو باطل تسلیم کیا گیا تو صورت مسئولہ میں بطریق اولیٰ اکراہ معدم رضا ہے۔ صورت مسئول عنہا میں اکراہ کی جمیع شروط متحقق ہیں۔ لہٰذا یہ تحریری طلاق معتبر نہ ہوگی، کیونکہ اس کو اپنی بیوی اور والدہ کی خودکشی کا ظن غالب پیدا ہو گیا تھا اور اس نے اس کو ایسا غم دیا جس نے رضامندی کو معدوم کردیا تھا۔ اگرچہ اس کا اختیار باقی تھا۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: فلو اکرہ علٰی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هٰهنا۔ (شامیہ ص۴۵۷، ج۲) صورت مسئولہ میں تصحیف و عدم تصحیف کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر بالفرض تین طلاقیں ثابت بھی ہو جائیں اور مرد یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ میری نیت طلاق کی نہ تھی۔ اس لئے طلاق واقع نہ ہوگی اور وہ اس

عورت سے وطی کرتا رہے تو جو اولاد اس سے پیدا ہوگی وہ ثابت النسب ہے۔ درمختار میں ہے: کما یثبت بلا دعوة احتیاطًا فی مبتوتةٍ جاءت بہٖ لاقل منهما من وقت الطلاق لجواز وجوده وقته ولم تقر بمضیها کمامر ولو بتمامها لا یثبت النسب الا بدعوةٍ لانه التزمه وهی شبهة عقدٍ ایضًا (ای کما انها شبهة فعل) علامہ شامی وهی شبهة عقدٍ ایضًا کے تحت فرماتے ہیں: ای کما انها شبهة فعل واشار بہٖ الی الجواب عن اعتراض الزیلعی بان المبتوتة بالثلاث اذا وطئها الزوج بشبهةٍ کانت شبهةً فی الفعل وقد نصوا علٰی ان شبهة الفعل لا یثبت فیها النسب وان ادعاہ واجاب فی البحر بان وطئی المطلقة بالثلاث او علٰی مالٍ لم تتمحض للفعل بل هی شبهة عقدٍ ایضًا فلا تناقض ای لان ثبوت النسب لوجود شبهة العقد الخ (شامیہ ص۶۷۷، ج۲) فقط واللہ اعلم

سید مسعود علی قادری، مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان شہر، ۱۸ جولائی ۵۹ء

الجواب :

شریعت میں اکراہ کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے پر کوئی ایسا فعل واقع کرے کہ جس سے اس کی رضامندی یا اختیار فاسد ہو جائے۔ شرح وقایہ میں ہے: هو فعل یوقع المکرِہ بغیره فیفوت به رضاه او یفسد اختیاره مع بقاء الاهلیة (ص۳۳۷، ج۳) اور عالمگیری میں ہے: واما تفسیره فی الشرع فهو اسم لفعل یفعله المرء بغیره فینتفی به رضاه کذا فی الکافی۔ اور صاحب کنز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکراہ کی تعریف ان الفاظ سے فرمائی ہے: هو فعل یفعله الانسان بغیره فیزول به رضاه۔ اور علامہ وطوری کے تکملہ بحر ص۸۰، ج۸ میں الفاظ تعریف یہ ہیں: لان الاکراہ اسم لفعل یفعله الانسان بغیره فینتفی به رضاه۔ اور ہدایہ میں ہے: الاکراہ یثبت حکمه اذا حصل ممن یقدر علٰی ایقاع ما یوعد بہٖ سلطانًا کان او لصًا۔ لان

الاکراہ اسم لفعل یفعله بغیرہ فینتفی بهٖ رضاہ او یفسد بهٖ اختیارہ مع بقاء الاهلیة (ص ۳۳۰، ج ۳) تو ان تعریفات بالا سے یہ امر قطعاً ثابت ہو رہا ہے کہ مکرِہ اور جس پر اس کا فعل مھدد بہ واقع ہوگا، ان میں غیریت ضروری ہے۔ تعریفات بالا کے اندر اس بارے میں قطعاً کوئی اجمال یا ابہام موجود نہیں ہے کہ جس شخص پر فعل مھدد بہ واقع ہو رہا ہے وہ اس کے علاوہ ہونا چاہئے۔ جس سے کہ یہ فعل صادر ہو رہا ہے۔ یہ ایک مقدمہ ہوا جو منطوقِ تعریفات بالا ہے۔ اس کے علاوہ تحقق اکراہ کی شرائط کے سلسلہ میں حضرات فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ کسی شخص کی دھمکی کو اکراہ اس وقت سمجھا جائے گا جبکہ مکرِہ ایقاع ماھدد بہ پر قادر بھی ہو۔ یعنی اسے اتنی قوت و غلبہ حاصل ہو کہ مکرَہ اس کے سامنے بے بس و مجبور محض ہو۔ اور مکرِہ اپنی دھمکی اس پر تغلباً جاری کر سکتا ہو۔ چنانچہ تکملہ بحر ص ۸۰، ج ۸ میں ہے: ولا یتحقق ذلك الا من القادر عند خوف المکرہ لانه یصیر به ملجئاً وبدون ذالك لا یصیر ملجئاً وماروی عن الامام ان الاکراہ لا یتحقق الا من السلطان فذٰلك محمول علٰی ما شھد بهٖ فی زمانهٖ من ان القدرۃ والمنعة منحصرۃ فی السلطان وفی زمانھما کان لکل مفسدٍ له قوۃ ومنعة لفساد الزمان فافتیا علٰی ما شھدا وبه یفتی لانه لیس فیه اختلاف یظھر فی حق الحجة وفی المحیط وصفة المکرہ وھو ان یغلب علٰی ظنه انه یوقع ذلك به لولم یفعل ولوشك انه لا یفعل ما توعدبه لم یکن مکرھا لان غلبة الظن معتبرۃ عند فقد الادلة۔

نیز یہ حقیقت اس سے بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ امام صاحب اکراہ کا تحقق صرف سلطان سے مانتے ہیں، کیونکہ سلطان کو ہی ایسی قوت و شوکت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اپنی دھمکی کو جاری کر سکتا ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اصولی طور پر تو غلبہ سلطان ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ لیکن غیر آئینی تغلب وقتی طور پر غیر سلطان ڈاکو چور وغیرہ کو بھی حاصل ہو سکتا ہے، جس کی بناء پر وہ کسی فرد کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے پر

مجبور کر سکتا ہے۔ الحاصل مکرہ کا غالب یا متغلب ہونا ضروری ہے۔ قاضی خان وغیرہ اختلاف ہذا کی تعبیر ان الفاظ سے کرتے ہیں: وھو لا یتحقق الا من السلطان فی قول ابی حنیفة وفی قول صاحبیه یتحقق من کل متغلب یقدر علٰی تحقیق ماھدد به وعلیه الفتوٰی۔

جب یہ دونوں امر ثابت ہو گئے تو لازمی طور پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک شخص کا اپنے کسی عزیز کے کسی غیر متوقع فعل پر ناخوش ہو کر اپنی بے چارگی، بے بسی اور مغلوبیت کی بناء پر خودکشی کی دھمکی دینا اکراہ کی شرعی تعریف میں قطعاً داخل نہیں، کیونکہ یہاں پر سابق الذکر دونوں امر مفقود ہیں۔ فعل مھدد بہ کا وقوع خود مکرہ پر ہو رہا ہے جو منطوق تعریفات کے خلاف ہے۔ دوسرا سائل کی والدہ کا یہ فعل مغلوبیت اور بے بسی کا مظہر اور آئینہ دار ہے اور اسے جبر و اکراہ (جس کا منشاء جابریت و استیلاء ہے) سے کوئی واسطہ نہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ کو اکراہ میں داخل کرنا درست نہیں۔ خصوصاً جبکہ فاضل مجیب اپنے استدلال کی حمایت میں کوئی صریح جزئیہ بھی پیش نہیں کر سکے۔ ہم نے بھی اپنے طور پر کتاب الاکراہ کو سرسری نظر سے دیکھا ہے، لیکن ایسا کوئی جزئیہ نہ مل سکا جو صورت مسئولہ کی نظیر بن سکے۔

واضح رہے کہ فاضل مجیب نے تنویر الابصار سے جو جزئیہ نقل کیا ہے، مانحن فیہ سے قطعاً مختلف ہے۔ اور صورت مسئولہ کو اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مقیس علیہ میں مکرہ کے فعل منع کا متعلق اس کی زوجہ ہے۔ اور اس منع کا منشاء بھی غلبہ و قاہریت ہے۔ بخلاف مقیس کے کہ اس میں یہ دونوں امر مفقود ہیں۔ اور اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تحقق اکراہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عاجل ہو۔ اور مکرہ کو فوری خطرہ لاحق ہو، جس کی وجہ سے وہ طبعاً اس فعل کے کرنے پر مجبور اور مدفوع ہو جائے۔ چنانچہ عالمگیری میں ہے: وفی المکرہ المعتبر ان یصیر خائفًا من جهة المکرہ فی ایقاع ماھدد به عاجلًا لانه لا یصیر به ملجئًا محمولا طبعًا الا بذالك۔ در مختار میں ہے: وشرعًا فعل یوجد

من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہٖ مدفوعًا الی الفعل الذی طلب منہ وفیہ بعد السطر الثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما ھدد بہٖ فی الحال لغلبۃ ظنہ۔ اور صورت مسئولہ سے یہ قطعاً ظاہر نہیں ہوتا کہ سائل کی والدہ دھمکی دیتے وقت اپنے پاس کوئی آلہ ھدد یا پستول وغیرہ لئے ہوئے تھی اور فوراً اپنے نفس کو قتل کردینا چاہتی تھی۔ اگر اس وقت طلاق نامہ نہ لکھا جاتا یہ تو بجائے خود رہا سوال تو یہ ہے کہ مطالبہ طلاق کا فوری ہونا حیز خفا میں ہے۔ اگر یہ دھمکی فوری بھی تھی تو کیا سائل اپنی والدہ کو خودکشی سے باز رکھنے پر کسی دوسرے طریق سے قادر تھا یا نہیں۔ اور جواب میں تنویرالابصار کی یہ عبارت (او موجبًا غمًا یعدم الرضا) بھی فاضل مجیب کے لئے ہرگز مفید نہیں، کیونکہ ہر چیز جو موجب غم ہو اکراہ نہیں کہلاتی بلکہ اس پر اکراہ کی تعریف صادق آنے کے بعد اگر وہ فعل موجب غم ہو تب اکراہ ہوگا۔ والا فلا۔

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ (۷۹/۱/۲۳ھ

واضح رہے کہ اکراہ کی تعریف صادق آنے کے بعد اس کی تین قسمیں ہوجاتی ہیں: اتلاف جان و اتلاف عضو و احداث غم، جو کہ ادنیٰ مرتبۂ اکراہ ہے۔ بغیر صادق آنے حقیقت اکراہ کے ہر احداث غم اکراہ کے اندر داخل نہ ہوگا اور نہ اس پر احکام اکراہ صادق آئیں گے۔ پس صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور بر تقدیر وقوع طلاق جو بچے پیدا ہوئے ان میں کچھ تفصیل ہے۔ علی الاطلاق سب کو ثابت النسب کہنا جائز نہیں۔ اور یہ تفصیل اگر حاجت ہو تو دوبارہ الگ سوال کرکے معلوم کی جاسکتی ہے۔

والجواب صحیح

بندہ عبداللہ غفراللہ لہ

۷۹/۱/۲۳ھ

خاوند متعنت عدالت میں نہ آئے اور عدالت اس کی غیر موجودگی میں اس کے خلاف فیصلہ دے دے تو نافذ ہوگا یا نہیں:

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ درج ذیل میں کہ زید کی منکوحہ نے اپنے خاوند کے خلاف موجودہ ملکی عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا، جس کے حق میں عدالت نے مندرجہ ذیل فیصلہ صادر کیا ہے:

نقل یک طرفہ ڈگری تنسیخ نکاح، دفعہ ۳۴ مجموعہ دیوانی مقدمہ نمبر205 ۵۶ء، بعدالت جناب ملک لہراسپ خاں صاحب پی سی ایس ایڈیشنل سول جج درجہ دوئم ملتان۔ یہ مقدمہ آج واسطے فیصلہ کے روبرو ہمارے بذریعہ چوہدری محمد یٰسین وکیل منجانب مدعیہ سماعت ہوا، اور جب اطمینان سے عدالت میں یہ ثابت ہوگیا کہ مدعاعلیہ پر سمن کی تعمیل حسب ضابطہ ہوگئی اور باوجود اس کے نام پر دعویٰ کے وہ دعویٰ کی جوابدہی کے لئے حاضر نہیں ہوا۔ پس یہ حکم یک طرفہ صادر کیا جاتا ہے کہ ڈگری تنسیخ نکاح بحق مدعیہ برخلاف مدعاعلیہ صادر کی جاتی ہے، اور نیز مدعاعلیہ مدعیہ کی رقم مبلغ ۲۶/۱۰۱۰ بابت خرچ نالش ہذا ادا کرے۔

نقل حکم۔ ثبوت یک طرفہ پیش کردہ مدعیہ سے دعویٰ مدعیہ کی تائید و تصدیق ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ مدعاعلیہ آوارہ اور نکھٹو ہے اور اس نے عرصہ ساڑھے تین سال یا چار سال سے مدعیہ کو کوئی گذارہ خرچ نہیں دیا ہے۔ اور بلاوجہ معقول مدعیہ کے حقوق زوجیت ادا نہیں کئے ہیں۔ ان حالات میں مدعیہ مستحق ڈگری تنسیخ نکاح برخلاف مدعاعلیہ ہے۔ لہٰذا ڈگری تنسیخ نکاح یک طرفہ بحق مدعیہ مع خرچہ مقدمہ صادر کی جاتی ہے۔ فیس وکیل مبلغ ۱۵/۰۱۰ مقرر کی جاتی ہے۔ دستخط جج نقل مطابق اصل

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا فیصلہ کی روشنی میں زید کی منکوحہ کا نکاح فسخ ہوا کہ نہیں۔ اور اب وہ اپنا نکاح کسی اور شخص سے کرلے تو یہ نکاح

صحیح ہوگا یا نہ۔ (ب) اگر مسمات مذکورہ اپنا نکاح عدت گذارنے سے قبل ہی بکر سے کرلے اور اس فساد نکاح کی بناء پر بکر سے اس کا دوبارہ نکاح کرائیں تو کیا اب بھی پہلے عدت گذارنی پڑے گی۔ دراں حالیکہ وہ بکر کی تحویل میں ۵۶ء سے ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :

حامداً ومصلیًا۔ وعلیه یحمل ما فی فتاوٰی قاری الهدایة حیث سئل عمن غاب زوجها ولم یترك لها نفقةً فاجاب اذا اقامت بینة علٰی ذالك وطلبت فسخ النكاح من قاضٍ یراه ففسخ نفذ وهو قضاءٌ علی الغائب وفی نفاذ القضاء علی الغائب روایتان عندنا فعلی القول بنفاذهٖ یسوغ للحنفی ان یزوجها من الغیر بعدالعدة واذا حضر الزوج الاول وبرهن علی خلاف ما ادعت من تركها بلا نفقةٍ لا تقبل بینته لان البینة الاولٰی ترجحت بالقضاء فلا تبطل بالثانیة اھ۔ واجاب عن نظیره فی موضع آخر بانه اذا فسخ النكاح حاكم یری ذٰلك ونفذ فسخه قاضٍ آخر وتزوجت غیرهٗ صح الفسخ والتنفیذ والتزوج بالغیر فلا یرتفع بحضور الزوج وادعائه انه ترك عندها نفقة فی مدة غیبتهٖ الخ۔ فقوله من قاضٍ یراه لا یصح ان یراد به الشافعی " فضلاً عن الحنفی بل یراد به الحنبلی فافهم (شامی ص ۷۱۳، ج ۲) عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قضاء علی الغائب میں اختلاف ہے۔ مگر حضرات علماء نے اس کی گنجائش نکالی ہے، اور فقہاء فرماتے ہیں کہ کسی مسئلہ مختلف فیہ میں اگر قاضی فیصلہ کردے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوجاتا ہے، لہٰذا یہ فیصلہ نافذ ہوگیا اور شرعاً نکاح فسخ ہوگیا اور مسمات مذکورہ کو بعد عدت گزارنے کے دوسرا نکاح کرنا جائز ہے اور وہ نکاح صحیح ہوگا۔

(۲) عدت کا گذارنا بعد فسخ نکاح کے لازم ہے اور عدت میں نکاح کرنا فاسد ہے۔ اور ایسے نکاح کے بعد وطی کرنا زنا ہے۔ وہ عورت اس کی مزنیہ ہوگی۔ اگر پہلے عدت گذر چکی ہے تو زانی کا اس اپنی مزنیہ سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اب جدید عدت کی ضرورت نہیں، اور دوبارہ نکاح کے بعد اس مزنیہ منکوحہ سے اسی وقت سے وطی کرنا بھی جائز ہے۔ اور اگر مزنیہ زانی کے علاوہ دوسرے سے نکاح کرے تب بھی نکاح جائز ہے، مگر مزنیہ حاملہ سے قبل وضع حمل وطی کرنا جائز نہیں اور نہ تقبیل وغیرہ، اور اگر غیر حاملہ ہے، تب بھی ایک حیض کا گذارنا اولیٰ ہوگا۔ قال ابو حنیفة ومحمد یجوز ان یتزوج امرءة حاملاً من الزنا ولا یطاء ها حتٰی تضع وقال ابویوسف لا یصح والفتوی علٰی قولهما وكما لا یباح وطئها لاتباح دواعیه كذا فی فتح القدیر وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنی هو بها وظهر بها حبل فالنكاح جائز عندالكل وله ان یطئها عندالكل وتستحق النفقة عندالكل كذا فی الذخیرة.... واذا رای امرأة تزنی فتزوجها حل وطئها قبل ان یستبرئها عندهما وقال محمد لا احب له ان یطأها مالم یستبرئها كذا فی الهدایة عالمگیری ص ۲۸۶، ۲۔ والله اعلم بالصواب

بندہ محمد وجیہ مدرس مدرسہ اسلامیہ ٹنڈوالہیار سندھ

نوٹ: یہ دوسری عدت کا ہونا جب ہی ہے جبکہ واطی زانی سے یعنی نکاح فاسد کرنے والے ہی سے دوبارہ نکاح کیا جائے اور اگر دوسرے سے نکاح کرنا ہو تو دوسرے واطی کے وطی کے انقطاع سے دوسری عدت گذارنی ہوگی۔ فی الدرالمختار مع الشامیة ص ۶۶۱، ج ۲ اذا وطئت المعتدة بشبهةٍ وجبت علیها عدة اخرٰی وتداخلتا انتهٰی وفی البحران الدخول فی النكاح الفاسد موجب للعدة۔

الجواب صحیح
عبداللہ غفرالله لہ، مفتی خیرالمدارس
۲۰ صفرالمظفر ۷۹ ۱۳ھ

الجواب صحیح
ظفراحمد عثمانی عفااللہ عنہ
۱۱ محرم ۷۹ ۱۳ھ

عرضی نویس کو صرف اتنا کہنا کہ طلاق نامہ لکھ دو، اس سے طلاق ہوجائے گی یا نہیں :

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! مزاج گرامی؟ پرسوں بعد ظہر خیرالمدارس آپ سے شامی کی عبارت ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارًا بالطلاق وان لم یکتب (شامی ص۲۸۹، ج۲) پر گفتگو ہوئی تھی۔ امید ہے کہ اس سلسلہ میں آپ نے حضرت مفتی صاحب مدظلہم سے رجوع فرمایا ہوگا۔ حاصل تحقیق سے احقر کو بھی مطلع فرمادیں۔ کیا اس صورت میں زوج کا پہلے طلاق دینا ضروری ہے؟ اگر اس نے پہلے بالکل طلاق نہ دی ہو، بلکہ فقط اکتب الخ، ہی کہا ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ احقر کی ناقص رائے یہ ہے کہ اقرار طلاق کی وجہ سے طلاق واقع ہوجائے گی، کیونکہ یہ توکیل نہیں ہے بلکہ اقرار ہے اور اس اقرار میں تقدم طلاق بالفعل کی ضرورت نہیں ہے۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

شامی میں اس کو اقرار طلاق فرمایا گیا ہے، جبکہ الاشباہ میں اس کے توکیل ہونے کو مفتیٰ بہٖ قرار دیا گیا ہے (انظر الاشباہ والنظائر ص۵۲۸، الفن الثالث) اس ظاہری تعارض کو بھی کسی طرح رفع فرمایا جائے۔ بخدمت حضرت مفتی صاحب مدظلہم سلام مسنون اور درخواست دعاء۔ فقط والسلام۔ احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۲۱ جون ۱۹۹۰ء جمعرات

الجواب :

طلاق لکھوانے کی دو صورتیں ہیں: (۱) توکیل طلاق بالکتابت، (۲) اقرار طلاق کو ضبط تحریر میں لانا۔ صورت اول میں کتابت سے قبل طلاق واقع نہ ہوگی، اور دوسری صورت میں بدون تحریر طلاق واقع ہوجائے گی۔ کیونکہ ضابطہ یہ ہے: ان الامر بکتابۃ الاقرار اقرار کتب ام لا (بحر ص۲۷۲، ج۳) اکتب طلاق امرأتی دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے۔ (۱) اکتب کونہا مطلقۃ لانی قد طلقت (۲) اکتب طلاق امرأتی فانی ارید ان اطلقہا بہذا الصک،

واللہ اعلم۔ شامی کا جزئیہ اسی صورت ثانیہ پر محمول ہے۔ مذکورہ تقسیم بحر کے جزئیات سے واضح طور پر مفہوم ہوتی ہے، ملاحظہ ہو۔ اخبرہا انہا طالق وقل لہا انہا طالق فتطلق للحال ولا یتوقف علی وصول الخبر ولا علی المأمور ذلک (بحر ص۲۷۱، ج۳) گویا پہلے جزئیہ میں صورت ثانیہ اقرار طلاق مذکور ہے، اور آخری جزئیہ میں توکیل ہے۔

اور ہمارے اس زمانہ میں عرضی نویس کے پاس جانے والے اکثر لوگ عرضی نویس کی تحریر سے ہی طلاق دینا چاہتے ہیں (اقرار طلاق کو ضبط تحریر میں لانا مطلوب نہیں ہوتا) چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ نے الاشباہ والنظائر میں یہی لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسی کا رواج ہے کہ تحریر سے طلاق دینا مقصود ہوتا ہے۔ اختلفوا فیما لو امر الزوج بکتابۃ الصک بطلاقہا فقیل یقع وہو اقرار وقیل ہو توکیل فلا یقع حتی یکتب وبہ یفتی وہو الصحیح فی زماننا (ص۱۹۸، ج۲) مذکورہ تفصیل کے بعد شامی کا ولو استکتب الخ جزئیہ بلا تاویل درست ہوجاتا ہے۔ الحاصل مفتی بہ کو ہی مفتی بہ قرار دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح

۱۴۱۱/۱/۲۷ھ — بندہ عبدالستار عفی عنہ

مسئلہ ہذا کی مزید تحقیق

از قلم مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی مدظلہم
نائب مہتمم ومفتی جامعہ حقانیہ ساہیوال، سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

کتب معتمدہ بزازیہ، تاتارخانیہ، شامیہ، بحر اور ہندیہ وغیرہ میں امر بکتابۃ الطلاق کو اقرار قرار دیا گیا ہے، چاہے کتابت نہ ہو۔ ارباب فتاویٰ کا اسی پر عمل ہے اور یہی صحیح ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے: ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارًا بالطلاق وان لم یکتب الخ (شامی ص۵۸۹، ج۲) شامی کتاب

الاقرار میں بھی تصریح ہے الامر بکتابة الاقرار اقرار حکمًا۔ یہ جزئیہ بھی اس بات کا مؤید ہے کہ امر بالکتابة میں کتابت کی ضرورت نہیں ہے۔ بغیر کتابت کے بھی محض امر بالکتابة سے طلاق واقع ہوجائے گی۔ اس لئے کہ امر بالکتابة خود اقرار ہے نہ کہ توکیل۔ صاحب بحرالرائق علامہ ابن نجیم ؒ بھی اس امر کی ان الفاظ میں تصریح فرماتے ہیں: ولو قال للکاتب اکتب لھا طلاقھا فینبغی ان یقع الطلاق للحال (البحر ص ۲۷۲، ج ۳) پھر چونکہ یہاں اقتضاءً طلاق ثابت ہو رہی ہے، اس لئے قضاءً و دیانتاً دونوں طرح ہی نافذ ہوجائے گی۔ بہرحال جزئیہ اکتب طلاق امرأتی الخ چونکہ اقرار طلاق کو متضمن ہے، اس لئے یہ جملہ کہتے ہی طلاق واقع ہوجائے گی، گو کتابت نہ پائی جائے۔ اس کو توکیل طلاق قرار دے کر طلاق کو کتابت پر موقوف کرنا درست نہیں ہے کمامر۔ ارباب فتاویٰ اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ چنانچہ بعض ان اکابر حضرات کے فتاویٰ سے متعلقہ حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے جنہوں نے شامی کے اس جزئیہ کو اقرار طلاق پر محمول فرماکر بدون کتابت بھی طلاق کا حکم صادر فرمایا ہے۔

شامی میں ہے کہ اگر شوہر کاتب سے کہے کہ اکتب طلاق امرأتی۔ یعنی میری زوجہ کی طلاق لکھ دے تو اس کہنے سے اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ وہ لکھے یا نہ لکھے (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۳، ج ۹) اسی طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۹ کا ص ۱۷۷، ص ۱۸۰ اور حاشیہ ص ۱۸۳ بھی قابل ملاحظہ ہے، جس سے اسی سابق مضمون کی صراحتاً تائید ہوتی ہے۔

فتاویٰ محمودیہ ص ۱۰۰، ج ۸ میں ہے ولو قال للکاتب الخ۔ یہاں امر کتابت کو اقرار طلاق قرار دیا گیا ہے اور اس کے لئے کتابت کو شرط نہیں کہا گیا۔ نیز ص ۱۵۳، ج ۸ میں ہے اگر زید نے قاضی سے یہ کہا ہے کہ طلاق نامہ میری زوجہ کے لئے لکھ دو تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، اگرچہ تحریر طلاق نامہ کی نوبت نہ آئی ہو۔ ولو قال الخ (ص ۱۵۳، ج ۸)

احسن الفتاویٰ ص ۱۸۴، ج ۵ میں بھی اسی جزئیہ کی بنا پر اسے طلاق مستبین غیر مرسوم کی کتابت قرار دے کر بدون کتابت طلاق بھی طلاق واقع ہونے کی تصریح ہے۔

اب رہا جزئیہ ذیل جسے الاشباہ میں بحوالہ قنیہ نقل کیا گیا ہے۔ واختلفوا فیما لو امر الزوج بکتابة الصك بطلاقها فقیل یقع وقیل هو توکیل فلا یقع حتی یکتب وبه یفتی وهو الصحیح فی زماننا کذا فی القنیة۔ (الاشباہ ص ۵۲۸) تو وہ مرجوح ہے۔ اس کی بناء پر امر بکتابة الطلاق کو توکیل قرار دے کر بدون کتابت عدم طلاق کا حکم لگانا بچند وجوہ صحیح نہیں ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ یہ مرجوح ہے، کسی کتاب سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ ثانیاً اس جزئیہ میں دونوں ہی قول علی قول سے ذکر کئے گئے ہیں۔ اگرچہ عدم وقوع کو مفتی بہ قرار دیا ہے، مگر چونکہ اس کے ساتھ وهو الصحیح فی زماننا بھی موجود ہے، اس لئے اس کو ان کے زمانہ پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ موجودہ زمانہ کے تمام ارباب فتاویٰ اکابر نے اس کو اقرار پر محمول فرمایا ہے نہ کہ توکیل پر۔

ثالثاً خود مصنف الاشباہ کی تصریح اس کے خلاف موجود ہے۔ کمامر تحت قول البحر ولو قال اکتب کونها الخ۔

مزید برآں قنیہ اور الاشباہ پر فتویٰ میں انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ قنیہ میں اقوال ضعیفہ اور الاشباہ میں ایجاز فی التعبیر پایا جاتا ہے۔ (کما فی الشامیة ص ۶۰، ج ۱) نیز شامی میں تصریح ہے کہ جس مسئلہ میں صاحب قنیہ منفرد ہوں اس پر اعتماد نہ کیا جائے۔ ذکرہ العلامة الشامی ثم لا یخفی ان ما ینفرد به صاحب القنیة لا یعتمد علیه (ص ۴۷۲، ج ۲)

رابعاً قنیہ کے دیکھنے سے واضح ہے کہ اس صورت میں وقوع طلاق کی جو وجہ انہوں نے بیان فرمائی ہے وہ افتاء بالشک ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: لانهم قد یطلقون ثم یامرون بکتابة الصك وقد یامرون بکتابة الصك قبل الطلاق فالافتاء بالوقوع قبل الصك افتاء بالشك فلا یفتی به۔ حالانکہ

اس وجہ کا غیر موجہ ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ کتابت سے قبل وقوع طلاق کا حکم شک پر مبنی نہیں ہے' بلکہ یہ حکم یقین پر مبنی ہے۔ کیونکہ یہ طلاق خود طالق کے اقرار سے ہو رہی ہے' اگرچہ اس نے اس سے قبل طلاق نہ دی ہو۔ لان المرء یوخذ باقرارہ کما قیل ان الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکمًا وان لم یقر قیل فالافتاء بالوقوع بالصك بعد الامر بالکتابۃ لیس افتاء بالشك بل ھو افتاء بالیقین فالتوجیہ الذی ذکرہ صاحب القنیۃ غیر موجہ کما لا یخفی۔

ان وجوہات کی بناء پر قنیہ کے اس جزئیہ پر فتویٰ دینا صحیح نہیں معلوم ہوتا' بلکہ امر بالکتابۃ سے ہی وقوع طلاق کا فتویٰ دینا ضروری ہے۔ ھذا ما عندی ولعل عند غیری احسن من ھذا۔

شامی میں خانیہ کے حوالہ سے نقل کردہ جزئیہ ثانیہ ولو استکتب کی مختلف توجیہات کتب فتاویٰ میں نظر سے گذری ہیں۔ ان میں سے اگر کسی توجیہ کو بھی اپنا لیا جائے تو ان دونوں عبارتوں کا ظاہری تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے جزئیہ ثانیہ کو فضولی کے استکتاب پر محمول فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: ولو استکتب (ای غیر الزوج) (امداد الفتاویٰ) اسی طرح فتاویٰ دار العلوم دیوبند (ص ۱۵۳' ج ۹) اور کفایت المفتی ص ۵۰' ج ۸ پر بھی استکتاب کا فاعل فضولی کو قرار دیا ہے' جس کا مطلب واضح ہے کہ اگر کوئی غیر متعلق شخص بغیر زوج کی اجازت کے اس کی بیوی کی طلاق لکھوالے تو اس کے واقع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ خاوند کی تصدیق پائی جائے' ورنہ یہ طلاق واقع نہ ہوگی' کیونکہ فضولی کا یہ فعل اس وقت تک زوج کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا ہے جب تک زوج زبانی یا تحریری اس کی تصدیق نہ کردے۔ اور اس بات کا قرین عقل و نقل ہونا واضح ہے۔ یہی توجیہ زیادہ صاف اور واضح معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے جزئیہ اولیٰ سے طلاق مستبین غیر مرسوم اور جزئیہ ثانیہ سے طلاق مستبین مرسوم متعلق بوصول الکتاب مراد لی ہے۔ ویدل

علیہ قولہ عنونہ وبعث بہ الیھا فاتاھا۔ اس صورت میں جزئیہ اولیٰ و ثانیہ کا تعلق زوج سے ہی ہوگا' نہ کہ فضولی سے۔ تاہم بہر تقدیر چونکہ جزئیہ اولیٰ اقرار کو متضمن ہے اس لئے امر بکتابۃ الطلاق سے ہی بدون کتابت طلاق ہو جائے گی وان لم یکتب۔ اگرچہ بعض حضرات کاتب کی تحریر سے طلاق دینا چاہتے ہیں اس سے قبل اس لفظ سے ان کا ارادہ طلاق کا نہیں ہوتا' لیکن چونکہ امر بکتابۃ الطلاق اقرار ہے' اس لئے اس سے ہی طلاق واقع ہو جائے گی' کتابت پر موقوف نہیں ہوگی۔ لانہ اقرار لا توکیل ولا یلزم ان یکون الاقرار صادقًا ابدًا لانہ ان اقر کاذبًا یقع ایضًا کما یقع فی الاقرار الصادق وفتاوٰی الاکابر ایضًا تؤید ھذا المفھوم لانھم حملوا الامر بکتابۃ الطلاق علی الاقرار لا علی التوکیل فلذا حکموا وافتوا بوقوع الطلاق والا فکیف یصح حکمھم بوقوع الطلاق بمجرد (الامر بالکتابۃ مع التصریح عندھم من السائل ارادۃ عدم وقوع الطلاق بالامر بالکتابۃ فظھر انہ لا اعتبار لارادۃ الطلاق بعد ھذا الاقرار ھذا ما بدا لی الآن۔ والعلم عند اللہ المنان۔

اکتب طلاق امرأتی اور استکتب طلاقًا میں فرق

ایک دفعہ آپ شامی کے جزئیہ ولو اُستکتب الخ پر اشکال فرمارہے تھے کہ بظاہر اس کا تعارض دوسرے جزئیہ ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی الخ سے ہے۔ بندہ کو بھی شبہ رہا۔ ایک دفعہ امداد الفتاویٰ میں حضرتؒ کی تفسیر بین القوسین لکھی ہوئی نظر پڑی۔ وہ اس طرح تھی: ولو استکتب (ای غیر الزوج) اس سے تعارض کا شبہ تو زائل ہو گیا مگر ایک بات اپنے ناقص فہم میں نہیں آتی۔ استفادتاً آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ ولو قال للکاتب الخ والے جزئیہ میں وقوع طلاق پر پرانے اور قریب کے اکابر متفق نظر آتے ہیں۔ خلاصۃ

الفتاویٰ میں غالباً کتاب الاقرار میں مذکورہ بالا جزئیہ کے ساتھ یہ جزئیہ بھی لکھا ہوا ہے:
ولو قال للکاتب اکتب ان لفلان علیَّ الف درھم کان اقرارا بالف وان لم یکتب اھ بمعناہ۔ یہ دوسرا جزئیہ تو بالکل سمجھ میں آتا ہے۔ پہلے کے متعلق یہ شبہ ہے کہ اس زمانہ میں اکثر عوام کے ہاں طلاق دینے کا مفہوم یہ ہے کہ اگر لکھنے پر قادر ہو تو خود طلاق نامہ لکھ دے یا کسی پڑھے لکھے سے لکھوا کر اس پر انگوٹھا لگا دے۔ اس کو وہ پکی طلاق کہتے ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات غصہ سے مغلوب ہو کر زبانی طلاق بھی دے دیتے ہیں، تو جب طلاق دینے والا کسی کاتب کو کتابت طلاق کا امر کرتا ہے تو اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مجھے طلاق دینے کا یا اس کے لکھنے کا طریقہ نہیں آتا۔ تم میری طرف سے لکھ دو۔ تو یہ طلاق کی توکیل ہوئی۔ جیسے کوئی شخص دوسرے کو کہے طلّق امرأتی، تو محض کہنے سے طلاق نہیں ہوگی جب تک فعل تطلیق وکیل سے صادر نہ ہو۔ اسی طرح جب تک کاتب کتابت نہ کرے اس وقت تک طلاق نہ ہونی چاہئے۔ شوہر کا یہ مقصود بالکل نہیں ہوتا کہ میں پہلے سے طلاق دے چکا ہوں، اس کا اب اقرار کرتا ہوں۔ تم اس کو لکھ لو، نہ اس کے الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے۔ البتہ اگر الفاظ اقرار کو متضمن ہوں تو پھر وقوع طلاق میں کوئی شبہ نہیں، اگرچہ کاتب نہ لکھے۔ مثلاً یوں کہے: اکتب ان امرأتی طالق او مطلقۃ او حرام۔ صرف امر بکتابۃ الطلاق جو اقرار کو متضمن نہ ہو موجب طلاق نہ ہونا چاہئے۔ جیسے کہے اکتب الطلاق۔۔ یہ شبہ اور قوی ہوگیا جب اشباہ کے کتاب الاقرار میں یہ نظر سے گذرا کہ امر بکتابۃ الطلاق سے وقوع طلاق میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح عدم وقوع ہے اور ہمارے زمانہ میں مفتیٰ بہ یہی ہے (انتھی بمعناہ) اس وقت اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ استفادہ کا سلسلہ چلتا رہے۔ حاضر ہونے سے قاصر رہتا ہوں۔ اگر طبیعت میں نشاط ہو تو جواب سے مسرور فرمائیں، ورنہ طبیعت پر بوجھ ڈالنے کی زحمت نہ فرمائیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکرمی و مشفقی حضرت مفتی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ولو استکتب (ای غیر الزوج) یہ تاویل عبارت جزئیہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں اضمار قبل الذکر لازم آ رہا ہے۔ اور یہ ان مواضع میں سے نہیں جن میں اضمار مذکور جائز ہوتا ہے۔ پورا جزئیہ یہ ہے: رجل استکتب من رجل آخر الی امرأتہ کتاباً بطلاقھا وقرأہ علی الزوج فاخذہ اھ۔ امرأتہ کی ضمیر کا مرجع پہلا رجل ہے۔ جو کہ اپنی بیوی کو طلاق لکھوا رہا ہے۔ اگر مرجع غیر زوج ہوتا تو عبارت یوں ہونا چاہئے تھی: الی امرأۃ فلان اھ۔ لہٰذا اب تک تعارض رفع نہیں ہوا۔ البتہ اشباہ سے جو آپ نے دو قول نقل کئے ہیں، تو ہو سکتا ہے کہ دونوں جزئیات ان دونوں اقوال پر متفرع ہوں۔ گو مفتیٰ بہ عدم وقوع ہے۔ لیکن عبارات اکابر اس کے خلاف ہیں۔ بحر و شامی وغیرہ سب میں اسے اقرار بالطلاق ٹھہرایا گیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اکتب طلاق امرأتی کے دو مفہوم ہیں: (ا) طلاق مصدر مجہول ہو تقدیر یہ ہو۔ اکتب کون امرأتی مطلقۃ۔ اس صورت میں وقوع طلاق ظاہر ہے۔ جیسا کہ آپ نے بھی لکھا ہے کہ اکتب ان امرأتی طالق میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور حضرات فقہاء کے پیش نظر یہی معنی ہے، اس لئے وہ اسے اقرار بالطلاق قرار دے رہے ہیں۔ (ب) طلاق اپنے مصدری معنی میں ہو۔ یعنی میرا طلاق دینا لکھ۔ لانی ارید ان اطلقھا بھذا الصك۔ پس اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی اور ہمارے عرف میں اسی معنی کے اعتبار سے ایسے الفاظ مستعمل ہیں۔ پس عدم وقوع ظاہر ہے۔ گو اس میں ایک مرجوح احتمال یہ بھی ہے کہ میرا طلاق دینا لکھ۔ لانی قد طلقتھا۔ لیکن یہ مرجوح ہے۔ اگر یہ دونوں احتمال بدرجہ مساوی بھی مان لئے جائیں تو بھی چونکہ اصل عدم وقوع ہے۔ وقوع طلاق کا حکم نہ کیا جاوے گا۔ خصوصاً جبکہ اشباہ کے جزئیہ سے مفتیٰ بہ عدم وقوع مل گیا ہے۔ دعا کی درخواست ہے۔ بندہ بھی دعاگو ہے۔ فقط والسلام

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۵/ ۱۴۰۰ھ

تین الگ الگ کاغذوں پر ایک ایک طلاق لکھی، ایک بھیج دیا دو گم ہو گئے تو کتنی طلاق ہوئیں :

لڑکے نے غصے میں آکر تین الگ الگ کاغذوں پر ہر ایک پر ایک طلاق لکھوائی اور ایک کاغذ بھیج دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد لڑکے ہی کے گھر میں باقی دو کاغذ گم ہو گئے۔ تو صورت مسئولہ میں کتنی طلاق واقع ہوئیں؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں بنیت تین طلاق طلاق نامہ لکھنے سے ہی تین طلاق ہو گئیں۔ طلاق نامہ گم ہو جانے سے طلاق ختم نہیں ہوتی۔ بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب ھذا یقع الطلاق و تلزمھا العدۃ من وقت الکتابۃ (ص ۴۶۵، ج ۲ شامیۃ) واللہ اعلم۔

محمد انور — الجواب صحیح

مفتی جامعہ خیر المدارس — بندہ عبدالستار عفی عنہ

ایسے جنون کی طلاق کا حکم :

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام دریں مسئلہ کہ میں، مسمی عبدالکریم ولد خیر محمد قوم بھون حلفاً بیان کرتا ہوں کہ آج سے قریباً ڈیڑھ سال قبل میں بیمار ہوا اور اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا۔ ایک مرتبہ علاج کرانے سے صحیح سالم تندرست ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد مجھے دوبارہ دورہ پڑا، اور اس حالت کو تمام گھر والے اور رشتہ دار جانتے ہیں کہ واقعی ہی میرا دماغی توازن خراب ہو گیا تھا۔ دماغ خراب ہونے کا سب کو علم ہے۔ جس وقت دوسری مرتبہ مجھے دورہ پڑا، واللہ مجھے کوئی ہوش و حواس نہ تھا۔ اس دوران میں نے اپنے بالکل نئے کپڑوں کا ایک جوڑا اور ایک جوتوں کا جوڑا جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیئے اور مجھے ان کے ڈالنے کا کوئی علم نہ تھا۔ بعد میں اہل خانہ نے

مجھے بتایا کہ تو نے اپنے کپڑے اور جوتے تنور میں ڈال دیئے تھے۔ اور تو نے ایک مرتبہ اپنی بیوی نسیم بی بی دختر حافظ اللہ داد بھون کو صرف ایک طلاق کہی تھی۔ اس کے بعد میں نے متعدد ڈاکٹرز سے علاج کروایا۔ بالآخر میں پروفیسر شفیق الرحمٰن، سپیشلسٹ پشاور ہسپتال کے علاج سے ذہنی طور پر بالکل تندرست ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے گھریلو ناچاقی کی وجہ سے اپنی بیوی نسیم بی بی دختر حافظ اللہ داد کو اپنے ایک بھائی محمد بلال اور اپنی والدہ کے روبرو اپنی زوجہ کو دو مرتبہ کہا جا تجھے طلاق ہے۔ اس دوران میں بالکل دماغی طور پر ٹھیک تھا۔ مجھے اپنی حالت کی پوری ہوش تھی۔ پھر اسی دن میں نے اپنے علاقے کے علماء کے بتانے پر پھر اپنی بیوی نسیم بی بی سے اپنے گھر والوں کے روبرو لفظاً رجوع کر لیا۔ اور متواتر میری زوجہ نسیم بی بی میرے پاس چار دن ٹھہری رہی۔ اس کے بعد لوگوں کے کہنے پر نسیم بی بی میری زوجہ اپنے میکے چلی گئی۔ اب آپ حضرات مفتیان کرام بتائیں کہ واقعی میری بیوی نسیم بی بی مطلقہ ہو چکی ہے یا میرے عقد نکاح میں باقی ہے۔ مہربانی فرما کر اس کو بروئے شریعت حل فرماویں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

الجواب :

اگر واقعتاً پہلی طلاق کے وقت ذہنی کیفیت ایسی تھی کہ اچھے برے کی تمیز نہ تھی اور کسی کام کے انجام کا علم نہ تھا تو ایسی جنونی کیفیت میں دی ہوئی طلاق شرعاً معتبر نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کے بعد جو ہوش کی حالت میں دو طلاق دی ہیں اور وہ صریح تھیں تو ان کے بعد رجوع درست ہے۔ ہاں اب صرف ایک طلاق کا حق باقی ہے۔ لا یقع طلاق المولٰی علی امرأۃ عبدہٖ والمجنون والصبی اھ (درمختار) قال فی التلویح الجنون اختلال القوۃ الممیزۃ بین الامور الحسنۃ والقبیحۃ المدرکۃ للعواقب بان لا تظھر آثارھا وتتعطل افعالھا اھ (شامیہ ص ۴۶۲، ج ۲) فقط واللہ اعلم

محمد انور

۱۴۱۷/۱۱/۳ھ

یونین کونسل کو طلاق نامہ کی اطلاع نہ بھی دی جائے تو بھی طلاق ہو جائے گی :

میں نے مسمات "ک" کو مورخہ ۹۱-۶-۱۱ زبانی شرعی طور پر طلاق ثلاثہ دے دی تھی۔ اس کے بعد میں نے اس سے ہر قسم کا تعلق ختم کرلیا اور ہم کبھی اکٹھے نہ رہے ہیں۔ تاہم مسلم فیملی لاز آرڈیننس کے تحت چیئرمین یونین کمیٹی کو اطلاع نہ دی گئی۔ بمطابق شرع ایام عدت گزرنے کے بعد طلاق مؤثر ہو چکی ہے۔

مسمات مذکورہ زبانی طلاق کو تسلیم نہیں کر رہی ہے اور ہر جگہ یہ کہہ رہی ہے کہ اسے کوئی طلاق نہیں ہوئی۔ اب میں ثبوت کے طور پر طلاق کو ضبط تحریر میں لانا چاہتا ہوں۔ بمطابق شرع میری رہنمائی فرمائی جائے کہ کیا اس وقت مورخہ ۹۱-۶-۱۱ کو دی ہوئی طلاق کا اعادہ کرنے سے مقصد پورا ہو جائے گا یا مجھے اب نئے سرے سے طلاق دینا ہوگی جو کہ تین ماہ بعد مؤثر ہوگی۔ مشکور ہوں گا۔

الجواب :

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ مسمات "ک" اپنے خاوند پر ۹۱-۶-۱۱ سے بسہ طلاق حرام بحرمت مغلظہ ہوگئی ہے۔ مسلم فیملی لاز آرڈیننس کو اطلاع نہ دینے کی وجہ سے طلاق کے وقوع پر ہرگز کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نئے سرے سے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ عورت مطلقہ مغلظہ ہوگئی ہے۔ اور عدت بھی گذر گئی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ — الجواب صحیح
کم ربیع الاول ۱۴۱۸ھ — بندہ عبدالستار عفی عنہ

کل امرأۃ اتزوجھا فھی طالق میں تعلیق سے پہلے والی کو طلاق نہیں ہوگی :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو مردوں نے مل کر ایک لڑکے کے ساتھ زیادتی کرنے کا پروگرام بنایا۔ زیادتی کرنے کے لئے گئے۔ ایک مرد اس لڑکے کے ساتھ زیادتی (شرارت) کرنے لگا۔ دوسرا مرد اس کا پہرہ دے رہا تھا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ شور مچنے کی صورت میں دونوں مرد بھاگ گئے۔ جب ان کو سامنے لایا گیا تو ان میں سے ایک نے (جس نے زیادتی کی تھی) اقرار جرم کرلیا، اور دوسرے (پہرہ دینے والے) نے انکار کر دیا کہ میں اس معاملے میں ملوث نہیں ہوں۔ جبکہ حقیقت میں وہ شامل تھا۔ اس نے قسم اٹھائی اور یہ الفاظ کہے کہ کلما کی قسم اٹھاتا ہوں کہ میں اس واقعہ میں شریک نہیں تھا، حالانکہ وہ واقعہ میں شریک تھا۔ لیکن جس نے اس کو قسم اٹھوائی ہے، اس نے کہا کہ اس قسم سے تیری بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ تو قسم اٹھانے والے نے جواب میں یوں کہا کہ اگر میری بیوی کو طلاق ہوتی ہے تو ہونے دو۔ اور پھر اس نے تین گواہوں کے سامنے قسم اٹھائی۔ اب حوالہ سے ثابت کریں کہ اس کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہ ہوگی؟

نوٹ : دوسرا آدمی قسم کے وقت پہلے سے شادی شدہ تھا۔

المستفتی : مولوی محمد طارق، رحیم یار خان

الجواب :

بر تقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ چونکہ اس قسم کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے، زمانہ ماضی سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ ان کلم فلانا فکل امرأۃ یتزوجھا فھی طالق فھو علی التزوج بعد الکلام (بزازیہ ص ۲۸۸، ج ۱) کل امرأۃ یتزوجھا فھی طالق ان

کلمت فلانا فکلمه ثم تزوج لا تطلق ولو کلمه ثانیا بعد التزوج تطلق (بزازیہ ص ۲۸۸ ج ۱) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۳/۲/۱۴۱۸ھ

تم میرے تن سے جُدا ہو طلاق بائنہ ہے:

ایک شخص نے غصے میں آ کر تین ڈھیلے اٹھائے اور ایک ایک ڈھیلے پر کہا کہ تم میرے تن سے جُدا ہو اپنی بیوی کو کہا یہ طلاق ہو گئی ہے یا نہیں اسی دن سے دونوں اکھٹے کھانا کھا رہے ہیں ڈیڑھ سال کے عرصہ سے، لہذا قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ طلاق ہو گئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہو گئی ہے تو اِس کا حل بتا دیں۔ مذکورہ کلمات کے علاوہ طلاق سے متعلق کوئی لفظ نہیں کہا۔ یہ لفظ طلاق کی نیت سے کہے تھے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ عورت مذکورہ اپنے خاوند پر مطلقہ بائنہ ہو گئی ہے۔ دُور باش از من یقع اذا نوی (عالمگیری ص ۳۸۷ ج ۱)

جس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر اور بعد زوجین کی رضامندی سے تجدیدِ نکاح درست ہے اور بعد از عدت دوسری جگہ عقدِ نکاح کر سکتی ہے۔ تجدید نکاح کے بغیر میاں بیوی کا اکھٹے رہنا جائز نہیں ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — جامعہ خیر المدارس ملتان

۸/۴/۱۴۱۲ھ — ۸/۴/۱۴۱۲ھ

دو دفعہ حرام حرام کہہ کر ایک طلاق صریح دے دی:

ایک شخص نے اپنی بیوی کی طرف طلاق نامہ بھیجا جس میں تھا اپنے نفس تن پر تجھے حرام حرام کر دیا ہے اور عدت ہی میں دوسرا طلاق نامہ بھیجا۔ جس میں ایک طلاق صریح تھی کسی نے محض رجوع کا فتویٰ دیا، کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر لفظ حرام سے تین کی نیت نہیں کی تھی تو صورت مسئولہ میں دو طلاق بائنہ واقع ہوتی ہیں۔ اب صرف رجوع کافی نہیں۔ البتہ نکاح جدید ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

خلع دیتا ہوں طلاقِ بائنہ ہے:

حضرت مفتی صاحب! جاوید اقبال نے اپنی منکوحہ خالدہ سعید کو لکھ کر دیا۔ میں جاوید اقبال اپنی بیوی خالدہ سعید کو خلع دیتا ہوں۔ مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوگئی یا نہیں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ (المستفتی محمود احمد نور الائی)

الجواب: نقوله لها خالعتك بلا ذكر مالٍ لا يسمى خلعًا شرعًا بل هو طلاقٌ بائنٌ غير متوقف على قبولها بخلافِ ما اذا ذكر معه المال او كان بلفظ المفاعلة او الامر فانه لابد من قبولها كما مر لانه معاوضة من جانبها كما يأتي۔ (فتاوی شامی ص ۶۰۵ ج ۲)

مذکورہ صورت میں بنیت طلاق یہ الفاظ لکھے ہیں تو طلاق بائن واقع ہوگئی ہے۔

فقط واللہ اعلم،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء

طلاق مکرہ واقع ہو جاتی ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دے کر مجھے مار پیٹ کر جبراً طلاق لے لی میں نے تین بار طلاق کے لفظ کہہ دیئے کیا میں دوبارہ اس عورت کو رکھ سکتا ہوں کیا جبراً طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ میرا خیال نہیں تھا طلاق دینے کا۔

الجواب برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں مسمات ساجدہ پر شرعاً تین طلاق واقع ہو چکی ہیں اب وہ بدوں حلالہ محمد فاروق کے گھر آباد نہیں ہو سکتی۔

لقولہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ (الآیہ)

زوجین میں فوراً علیحدگی کی جائے تین طلاقوں کے بعد ان کا اکٹھا رہنا شرعاً حرام ہے زبانی طلاق خواہ جبر سے ہو شرعاً واقع ہو جاتی ہے۔

یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغاً عاقلاً سواء کان حراً او عبداً طائعاً او مکرھاً (ہندیہ ص ۳۵۳ ج ۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

میری طرف سے جواب ہے طلاق ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے غصہ کی وجہ سے بیوی کو تین چار دفعہ کہا کہ میری طرف سے جواب ہے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب اگر اس کے علاوہ کوئی اور طلاق کا لفظ نہیں کہا تو ایک بائنہ طلاق واقع ہو گئی۔ کذا حققہ حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی التھانوی فی امداد الفتاویٰ ص ۴۴۳ ج ۲۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد شریف جالندھری

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۸ / ۹ / ۱۳۹۸ھ

خاوند نے تین دفعہ حرام کہا کاتب نے تین طلاق لکھ دیں۔

زید اپنی بیوی کو طلاق دینے کے ارادہ سے کاتب کے پاس جاتا ہے۔ کاتب طلاق نامہ پورا

لکھ کر زید سے کہلواتا ہے کہ تو اپنی زبان سے یہ کہدے کہ فلاں میری بیوی، فلاں کی بیٹی روبرو گواہان میرے تن سے حرام، میرے تن سے حرام، میرے تن سے حرام ہے۔ چنانچہ زید یہی الفاظ دہراتا ہے۔ مگر محرر نے یوں الفاظ لکھ دیئے کہ فلاں بن فلاں نے اپنی بیوی کو تین طلاق ٹھہر کر دے کر اپنے تن سے حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا مرقومہ بالا صورت میں کونسی طلاق واقع ہوئی ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں چونکہ طلاق نامہ میں مذکورہ الفاظ طلاق سے مقصود انشاء طلاق نہیں بلکہ ان الفاظ کی حکایت ہے جو طلاق کے سلسلہ میں شخص مذکور سے کہلائے گئے تھے۔ لہٰذا اعتبار اس کے پہلے الفاظ کا ہو گا پس شخص مذکور کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ ہو گئی ہے۔ عدت کے اندر اور بعد زوجین میں تجدید نکاح درست ہے عدت کے بعد عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، عبداللہ عفرلہٗ

بندہ عبدالستار عفی عنہ، نائب مفتی خیر المدارس۔ ملتان

بوقت ضرورت طلاق دینے کا حکم

کیا مجبوری کی حالت میں طلاق دی جا سکتی ہے اور برادری طلاق دینے پر خاوند کو کوئی سزا دے سکتی ہے؟

الجواب بوقت ضرورت طلاق دینا جائز ہے لہٰذا برادری کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خاوند کو طلاق دینے پر کوئی سزا دے۔

وایقاعہٗ مباح عند العامۃ لاطلاق الآیات اکمل وقیل قائلہٗ الکمال الاصح حظرہ ای منعہ الا لحاجۃ کریبۃ وکبر والمذھب الاول کما فی البحر وقولھم الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع ترک ھذا الاصل فاباحہٗ بل یستحب لو مؤذیۃ او تارکۃ صلاۃ (غایۃ) ومفادہٗ ان لا اثم بمعاشرۃ من لا تصلی ویجب لو فات الامساک

بالمعروف ۔ (درمختار علی الشامیۃ ص۴۵۰ ج۲) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۰ / ۳ / ۱۴۱۱ھ

پنجابی میں "طلاقیئے" کہنے سے بلانیت طلاق ہو جائے گی

زید نے اپنی بیوی کو یہ لفظ کہے "طلاقیئے" طلاقی ماں دی دھیئے، میرے گھرے نکل جا۔ اس کے بعد اپنے لڑکے کو گالیاں دیتے ہوئے کہا۔ مجھے اب مار، طلاقی ماں دیا پُترا"۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں ایک ہوئی یا زیادہ ہو گئیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی ہے نیت تھی یا نہیں۔ ولو قال لها كوني طالقاً او اطلقي او يا مطلّقة بالتشديد وقع (درمختار) قوله وقع، اى من غير نيته لانه صريح وفي التاتارخانية عن المحيط قال انت طالق ثم قال يا مطلقة لا تقع أخرى اھ ۔ شامیہ ص۴۸۱ ج۲ ، فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۷ محرم ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

تو مجھ پر چار مذہب میں حرام ہے کہنے کا حکم

محمد اسلم نے اپنی بیوی کو تھپڑ لگائے تو اس کے رشتہ داروں نے محمد اسلم کو مارا محمد اسلم نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو مجھ پر چار مذہب میں حرام ہے اور تین دفعہ یہی لفظ کہے۔ اب وہ کہتا ہے کہ جب میں نے یہ لفظ کہے تھے میری نیت طلاق دینے کی نہ تھی۔ کیا طلاق واقع ہو گئی؟

(شاہ محمد عمر دندہ شاہ بلاول، تلہ گنگ ضلع اٹک)

الجواب صورت مسئولہ میں طلاق بائنہ واقع ہو گئی ہے بدون نکاح جدید کے محمد اسلم مذکورہ عورت کو اپنے گھر نہیں رکھ سکتا۔

قوله حرام من حرم الشئ بالضم حراماً امتنع أريد بها هنا الوصف ومعناه الممنوع فيحمل على ما سبق وسيأتي وقوع البائن به بلا نية في زماننا للتعارف لا فرق في ذلك بين محرمة وحرمتك سواء قال على اولا او حلال المسلمين على حرام و كل حل على حرام وانت معي في الحرام اھ (شامیہ ص۵۰۳ ج۲) ۔ باب الکنایات ۔ فقط واللہ اعلم ،

محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۹ / ۵ / ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

طلاق نامہ لکھ کر رکھ لیا تو طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ مسمی شاہد محمود نے مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کر کے طلاق دی ہے اس کا کیا حکم ہے کہ میں شاہد محمود ولد فضل حسین آج مورخہ ۸/۹۲، کو مغیرہ فرحت دختر ملک عطاء اللہ بھٹہ کو اپنے نکاح سے آزاد کرتا ہوں۔ میں مغیرہ فرحت کو طلاق دیتا ہوں۔ طلاق دیتا ہوں۔ طلاق دیتا ہوں۔ یہ فیصلہ میں نے مکمل ہوش و حواس میں رہ کر کیا ہے اور یہ کہ مجھ پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہے۔ شاہد محمود نوٹ: یہ تحریر لکھ کر اس نے بیوی کو نہیں دی بلکہ اپنے پاس رکھ لی ہے۔ آیا طلاق ہو گئی ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شخص مذکور پر اسکی زوجہ بہ طلاق حرام بحرمت مغلظہ ہو گئی ہے۔ اب دوبارہ زوجین میں بدوں حلالہ کے عقد نکاح درست نہیں ہے اور یہ عورت بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

الجواب صحیح، — فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، | بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

لفظِ طلاق سے ایک ہی طلاق ہوگی اگرچہ تین کا ارادہ ہو !

زید نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے تحریر لکھی کہ میں اپنی بیوی زبیدہ کو جو میری منکوحہ مدخولہ ہے بے ادبی اور حد درجہ گستاخی کی وجہ سے طلاق دیتا ہوں "

عزم یہ تھا کہ طلاقِ ثلاثہ دے رہا ہوں تو کون سی طلاق واقع ہوئی ؟

(عبدالحمید توحیدی . بیرون حرم گیٹ . ملتان)

الجواب صورتِ مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے ۔ دورانِ عدت رجوع اور بعد از عدت نکاح جدید کیا جا سکتا ہے ؛

صریحہ مالم یستعمل الا فیہ کطلقتک وانت طالق ومطلقہ ویقع بہا واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافہا اولم ینو شیئاً " اھ ۔

(الدر المختار ص ۲۱۸ ج ۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — محمد انور عفا اللہ عنہ

طلاق نامہ جلا دیا تو طلاق کا حکم

حاملہ عورت جس کو پانچ ماہ کا حمل ہے ۔ اُس کے خاوند نے ایک تحریر اس لڑکی کے چھوٹے بھائی (جس کی عمر تقریباً سات سال ہے) کے ہاتھ میں یہ کہہ کر دی کہ یہ سالگرہ کا کارڈ ہے ۔ لیکن جب وہ اپنی بہن کے پاس لے گیا ۔ تو وہ طلاق نامہ تھا ۔ اور تین مرتبہ طلاق درج تھی ۔ اور لڑکی نے طلاق نامہ کا کاغذ جلا دیا ۔ تو کیا طلاق ہو گئی ہے ۔ یا نہیں

ملک محمد شریف جوشیہ

الجواب برتقدیرِ صحتِ واقعہ طلاق ثلثہ واقع ہو گئیں ہیں ۔ دوبارہ زوجین میں بدوں حلالہ کے عقدِ نکاح درست نہیں ہے ۔ طلاق نامہ جلا دینے سے طلاق کے وقوع پر کوئی اثر نہیں پڑتا ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفی عنہ

۲۵-۶-۱۴۱۳ھ

(کتب الطلاق ان مستبینا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا) (در مختار) وفی رد المحتار (کتب الطلاق الخ) قال فی الھندیۃ الکتابۃ علی نوعین مرسومۃ وغیر مرسومۃ .... وان کانت مرسومۃ یقع الطلاق نوی اولم ینو ثم المرسومۃ لا تخلو اما ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب ھذا یقع الطلاق وتلزمہا العدۃ من وقت الکتابۃ الخ (شامی ص ۴۶۵ ج ۲)

(محمد انور عفا اللہ عنہ، مرتب خیر الفتاوی)

طلاقِ قطعی دیدی آج سے مطلقہ آزاد ہے مجھ پر حرام ہے دو طلاق بنتی ہیں

زید نے اپنی بیوی کو طلاق نامہ بھیجا، جس کی تحریر حسب ذیل ہے میں نے اپنی زوجہ کو طلاق قطعی دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کر دیا ہے ایسے حالات میں میں بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا آج سے وہ مطلقہ آزاد ہے اور راقم نے اپنے اُوپر اسے حرام کر لیا ہے صورتِ مسئولہ میں کتنی طلاق واقع ہوئیں کیا زوجین میں دوبارہ نکاح جائز ہے ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر طلاق دہندہ نے " طلاق قطعی " کے لفظ سے تین طلاق کی نیت نہیں کی تو طلاق نامہ ہذا کی رُو سے دو طلاق بائن واقع ہو گئیں اب بدوں حلالہ نکاح جدید کیا جا سکتا ہے ایک طلاق بائن طلاقِ قطعی کے لفظ سے واقع ہوئی اور دوسری طلاق آج سے وہ مطلقہ ہے کے لفظ سے واقع ہوئی ۔ آگے آزاد ہے اور حرام کے لفظ سے مزید طلاق واقع نہ ہوگی ۔

شامی میں ہے :

" لا یلحق البائن البائن " ولا یرد انت علیّ حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن لکونہ بائناً لما ان عدم توقفہ علی النیۃ امر عرض

لہٗ لا بحسب اصل وضعہ اھ ص۵۰۹ ج۲ - فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۰ / ۱۲ / ۱۴۰۰ھ

میں ہندہ سے جس وقت نکاح کروں اسے طلاق تو صرف ایک دفعہ طلاق ہوگی

ایک شخص عاقل بالغ بہوش وحواس خمسہ ایک عورت کا نام لے کر کہتا ہے کہ جس وقت بھی میں اس عورت کے ساتھ نکاح کروں تو اس کو اسی وقت ہی طلاق ہے۔ کیا وہ اس عورت کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اگرچہ بعد از حلالہ بھی ہو؟

الجواب لفظِ جس وقت ترجمہ ہے اذاما کا اور اذاما کا حکم یہ ہے کہ جس وقت شرط پائی جائے تو یمین ختم ہو جاتی ہے لہٰذا اس عورت سے جب نکاح کریگا تو اسے طلاق واقع ہو جائے گی ——— جب دوبارہ نکاح کریگا تو پھر طلاق واقع نہیں ہو گی" اور اگر یہاں لفظ کلما ہوتا اور الفاظ یمین یوں ہوتے کہ میں جتنی بار بھی نکاح کروں گا تو طلاق تو جتنی بار بھی نکاح کرتا طلاق واقع ہو جاتی ۔ اگرچہ حلالہ کے بعد بھی نکاح کرتا۔

ألفاظ الشرطان واذا واذاما وكل وكلما ومتى ومتى ما ففى هذه الالفاظ اذ وجد الشرط انحلت اليمين وانتهت لانها لا تقتضى العموم والتكرار فبوجود الفعل مرة تم الشرط وانحلت اليمين فلا يتحقق الحنث بعده الا فى كلما لانها توجب عموم الافعال اھ عالمگیری ص۴۱۵ ج۱ (الباب الرابع فى الطلاق بالشرط)

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱/۲/۹۸ھ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

فلاں تاریخ تک پیسے نہ دیئے تو بیوی کو تین طلاق پھر اسکی جگہ کسی اور نے پیسے دے دیئے

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ عبدالرحمان نے غلام عباس سے ایک بھیڑ خریدی۔ بھیڑ کی قیمت نقد ادا نہ کی بلکہ کہا کہ میں اسکی قیمت فلاں تاریخ تک ادا کر دوں گا۔ اگر ادا نہ کر سکا تو میری بیوی کو تین طلاق۔ مگر عبدالرحمان نے فلاں تاریخ تک رقم ادا نہ کی۔ عبدالرحمان کے سسرال والوں کو علم ہوا تو انہوں نے آخری تاریخ سے ایک دو روز قبل غلام عباس کو قیمت ادا کر دی۔ واضح ہو کہ عبدالرحمان نے اس سلسلہ میں نہ تو سسرال والوں کو کوئی ہدایت کی اور نہ ہی غلام عباس سے کوئی رابطہ کیا۔ اب عبدالرحمان کا نکاح باقی رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب از جامعہ بنوریہ کراچی۔ صورتِ مسئولہ میں عبدالرحمان کے سسرال والوں نے مذکورہ بھیڑ کی قیمت ادا کر کے مقررہ تاریخ کے اندر اندر عبدالرحمان کو اطلاع کر دی تھی تو اس صورت میں عبدالرحمان کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اور اگر سسرال والوں نے بھیڑ کی قیمت ادا کر دی ہے اور وہ یوں ہی خاموش رہا اور خود بھی رقم ادا نہ کی تو اس صورت میں اسکی مقررہ مدت گزرتے ہی تین طلاق مغلظہ سے حرام ہو گئی جس کے بعد نہ رجوع کی گنجائش ہے اور نہ ہی حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ آپس میں نکاح ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم،

کتبہ، محمد عبد القادر، دار الافتاء جامعہ بنوریہ۔ کراچی
۲۱ / ۱۲ / ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح،
محمد عبد السلام عفا اللہ عنہ،
رئیس دار الافتاء بنوری ٹاؤن کراچی

جواب : از جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، حامداً ومصلیاً ومسلماً

ہمارے نزدیک بنوری ٹاؤن کے فتویٰ ہذا میں حانث نہ ہونے کے سبب میں جو توسع اختیار کیا گیا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ اس لئے کہ قسم ٹوٹنے سے بچنے کے لئے ضروری تھا کہ خود ادائیگی کرتا یا کسی اور کو ادائیگی کا حکم کرتا۔ اس کے کہے بغیر سسرال والوں کا رقم ادا کر دینا اس کے خود ادا کرنے کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ خواہ اطلاع کریں یا نہ کریں، جیسا کہ مندرجہ ذیل تصریحات سے ثابت ہوتا ہے۔ بہر کیف

صورتِ مسئولہ میں اس شخص کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہوگئی ہیں۔

(قال فی البحر) حلف لا یدفع الی فلان ماله فامر غیره فضمنه ونقد بضمانه فهو حانث لانه اذا انقده رجع به علیه فصار کانه دفع الیه وکذلک لو احاله علیه فاعطاه۔ ولو کانت الحوالة والکفالة بغیر امره لا یحنث باداءه وکذا اذا تبرع رجل بالاداء

(ایضاً) حلف لیعطین فلاناً حقه فامر غیره، بالاداء او احاله فقبض بر ولو کان بغیر امره حنث (بحر الرائق ص۳۸۰ ج۴)

ومثله فی الدر المختار ص۳۲ ج۳)

فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۶/۲/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

جو بولنے پر قادر ہو اس کی طلاق تلفظ کے بغیر نہیں ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے دل میں اپنی بیوی پر طلاق واقع کرنے کی صرف نیت کی۔ اور نہ زبان سے لفظ کوئی نہیں بولا۔ ہاں ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کر دیا۔ تو کیا اس سے زید مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں۔ جبکہ زید اخرس نہ ہو۔ یا کوئی اسم عدد خالی زبان سے بولا۔ مثلاً ایک اور دل میں نیت بیوی پر طلاق واقع کرنے کی ہے تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی۔ یا اسم عدد کسی اور چیز کے ساتھ ملا کر بولا۔ مثلاً ایک کتاب اور اسم عدد ایک سے طلاق کی نیت کی۔ تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ غیر اخرس کی طلاق بدون تلفظ کے محض نیت سے واقع نہیں ہوتی۔ تلفظ بالطلاق رکن ہے۔ قال فی الدر المختار ورکنه لفظ مخصوص خال عن الاستثناء قال فی الشامیة وبه ظهر ان من تشاجر مع زوجته

فاعطاها ثلثة احجار ینوی الطلاق ولم یذکر لفظا لا صریحا ولا کنایة لا یقع علیه (ص۴۵۳ ج۲)

پس صورتِ مسئولہ میں محض نیت سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۱۱-۱-۱۳۸۶ھ

"تجھے چھٹی ہے" سے وقوعِ طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین۔ کہ زید نے کسی کام میں بیوی کی طرف سے نافرمانی صادر ہونے پر بیوی سے کہا کہ تجھے چھٹی ہے۔ تجھے چھٹی ہے اور اس سے زید کا مقصود فقط بیوی کو تنبیہ کرنا تھا۔ نہ کہ طلاق۔ دو دن بعد بیوی نے زید سے کہا۔ آپ میرے ساتھ بولتے کیوں نہیں کیا میں آپ پر حرام ہوگئی ہوں۔ اس پر زید نے کہا نہیں نہیں۔ تُو تو میری بیوی ہے میں تجھے کیسے چھوڑ سکتا ہوں میں نے تو صرف تجھے تنبیہ کرنے کے لئے کہا تھا۔ تاکہ تو مجھ سے معافی مانگے۔ اس کے بعد اسی وقت خاوند بیوی باہم بوس وکنار اور پیار ومحبت کرنے لگے۔ آیا اس سے طلاق تو نہیں ہوئی۔

السائل:۔ محمد عبداللہ

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ اگر زید کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی تو اسکی بیوی پر قضاءً طلاق واقع نہیں ہوئی۔ کنایته عند الفقهاء مالم یوضع له ای الطلاق واحتمله وغیره فالکنایات لا تطلق بها قضاء الا بنیة او دلالة الحال (رد المختار ص۵۰۱ ج۲) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۱-۲-۱۴۰۸ھ

تین طلاق کے وقوع کے بارے میں ”مجموعۃ الفتاوی“ کی عبارت سے

دھوکہ نہ کھایا جائے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام دریں مسئلہ۔ کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اب احناف کے نزدیک مذکورہ عورت بغیر حلالہ کے زید کے گھر آباد نہیں ہو سکتی۔ کیا ضرورت شدیدہ کے وقت امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار کرتے ہوئے تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مجموعۃ الفتاوٰی میں مولانا عبد الحیٔ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ کہ تین طلاقوں میں بوقتِ ضرورت کسی شافعی المسلک عالم سے پوچھ کر اس کے فتوے پر عمل کیا جائے اور اس کی نظیر مسئلہ نکاح زوجۂ مفقود وعدت ممتدۃ الطہر موجود ہے۔ کہ حنفیہ عند الضرورت امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرنے کو درست کہتے ہیں۔ چنانچہ رد المحتار میں مفصلاً مذکور ہے۔

الجواب باسم ملهم الصواب یہاں تین امور کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے

(۱) مذہب غیر پر عمل کرنا کس وقت جائز ہے؟

(۲) مسئلہ مذکورہ کو مسئلہ زوجۂ مفقود پر قیاس کرنا۔

(۳) مسئلہ مذکورہ میں امام شافعی کا مذہب کیا ہے؟ اب ہر ایک پر مختصراً کلام کیا جائیگا۔

الف۔ مذہبِ غیر پر فتویٰ کے جواز کے لئے علماء نے سخت شرائط بیان کی ہیں۔ محض اپنے فائدہ اور نفسانی خواہش کی خاطر اپنے مذہب کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب پر عمل کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ بلکہ دین اسلام کا مذاق اڑانا ہے۔ اور اسلام کو اپنی نفسانی خواہش کے تابع بنانا ہے۔ دنیا کی چند روزہ راحت وعیش کی خاطر مالکِ حقیقی کو ناراض کرنا اور جہنم کی راہ ہموار کرنا بہت بڑی حماقت اور بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے اس لئے اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ کہ نفسانی خواہشات کی بناء پر کسی مسئلہ میں غیر کے مذہب کو اختیار کرنا حرام ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں۔ حیث قال فیمن نکح عند شہود فسقۃ ثم طلقها ثلاثا فاراد التخلص من الحرمۃ بان النکاح کان فاسدا فی الاصل علی مذہب الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فلم یقع الطلاق ما نصہ وهذا القول یخالف اجماع المسلمین فانهم متفقون علی ان من اعتقد حل الشیٔ کان علیہ ان یعتقد ذلک سواء وافق

اوخالف ومن اعتقد تحریمه کان علیہ ان یعتقد ذلک فی الحالین وهؤلاء المطلقون لا یقولون بفساد النکاح بفسق الولی الا عند الطلاق الثلاث لا عند الاستمتاع والتوارث یکونون فی وقت یقلدون من یفسده وفی وقت یقلدون من یصححه بحسب الغرض والهوی ومثل ذلک لا یجوز باتفاق الامۃ ولو قال المستفتی المعین انا لم اکن اعرف وانا التزم ذلک لم یکن من ذالک له لان ذلک یفتح باب التلاعب بالدین ویفتح الذریعۃ الی ان یکون التحلیل والتحریم بحسب الاهواء (فتاوٰی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۴۰)

(ب) اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب پر عمل کرنا اس وقت جائز ہے۔ کہ اس کے اپنے مذہب کی رو سے کوئی کراہت لازم نہ آوے۔ اور طلاقِ ثلاثہ میں مذہب غیر پر عمل کرنے سے کراہت تو درکنار حرمت لازم آتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں جائز نہ ہوگا۔ قال العلامۃ الحصکفی فی الدر المختار لکن یندب للخروج من الخلاف لا سیما للامام لکن یشترط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذهبه۔ کذا فی فتاوٰی دار العلوم ص ۳۴۷ ج ۹

(۲) مسئلہ مذکورہ کا مسئلہ زوجۂ مفقود پر قیاس۔ علامہ لکھنوی نے مسئلہ مذکورہ میں خروج من المذہب کی نظیر مسئلہ زوجۂ مفقود پیش کی ہے۔ ان کا یہ قیاس ہرگز صحیح نہیں۔ کیونکہ وہاں مذہب مالکیہ اختیار نہ کریں تو اس کے سوا کوئی سبیل ہی نہیں اور یہاں ایسا نہیں بلکہ اس خاوند کے علاوہ دوسرے اشخاص سے نکاح کر سکتی ہے اس شخص پر کوئی ضرورت موقوف نہیں — کذا فی امداد الاحکام

(۳) مسئلہ مذکورہ میں امام شافعی کا مذہب۔ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعی کی طرف جو اس قول کی نسبت کی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ائمہ اربعہ اور جمہور سلف و خلف کا صورت مذکورہ میں وقوع ثلاث پر اتفاق ہے قال العلامۃ النووی رحمہ اللہ تعالیٰ وقد اختلف العلماء فیمن قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال الشافعی ومالک وابو حنیفۃ واحمد وجماهیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث۔ (شرح النووی علی مسلم ص ۴۷۸ ج ۱)

(۲) علامہ بدر الدین العینی رحمہ اللہ تعالیٰ صحیح بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں تحریر فرماتے ہیں حیث قال ومذہب جماهیر العلماء من التابعین ومن بعدهم منهم الاوزاعی

والنخعی والثوری وابوحنیفة واصحابه ومالك واصحابه والشافعی واصحابه واحمد واصحابه واسحاق وابو ثور وابوعبیدة وآخرون کثیرون علی ان من طلق امرأته ثلاثا وقعن ولکنه یأثم (عمدۃ القاری ص۲۳۲ ج ۲۱)

(۳) ومذهب جماهیر العلماء من التابعین ومن بعدهم وابوحنیفة واصحابه و مالك واصحابه والشافعی واصحابه علی ان من طلق ثلاثا وقعن ولکنه یأثم۔

(زجاجۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص۴۷ ج ۲)

(۴) اعلم ان الائمة الاربعة اتفقوا علی وقوع الثلاث جملةً سواء کان بلفظ واحد او بثلاث الفاظ (منہاج السنن ص۳۰۲ ج ۴)

(۵) قال النووی اختلفوا فی من قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال مالك والشافعی واحمد وابوحنیفة والجمهور من السلف والخلف یقع ثلاثا

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص۲۹۳ ج ۶)

(۶) وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمین الی انه یقع ثلاث ——— فتح القدیر ص۳۳ ج ۳۔

حوالہ جات مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اربعہ نیز تقریباً سب صحابہؓ اس پر متفق ہیں۔ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ جب شوافع کا یہ مسلک ہی نہیں تو ایک طلاق کا فتویٰ کیسے دیں گے۔ اور خود علامہ موصوف کو بھی اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ جمہور صحابہؓ و ائمہ اربعہ کے مذہب کے موافق تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں۔ جیسا کہ مجموعۃ الفتاویٰ ص۵۹ ج ۲ پر مفصل فتویٰ درج ہے الغرض مجموعۃ الفتاویٰ کا یہ فتویٰ درست نہیں اور نہ اس پر عمل کرنا جائز ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ — محمد انور عفا اللہ عنہ

لفظِ علاق سے طلاق نہیں ہوگی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ۔ کہ اگر خاوند بیوی کو کہے کہ میں تجھے علاق دیتا ہوں۔ بغیر نیت طلاق کے اور یہ لفظ مصحف بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس کے اپنے متعدد معانی ہیں۔ کذا فی کتب اللغات۔ تو اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں لفظ علاق چونکہ الفاظ مصحفہ میں سے نہیں ہے اس لئے اس سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۵-۷-۱۴۰۸ھ

ایک گواہ لفظِ طلاق کی گواہی دیتا ہے ایک لفظِ حرام کی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا۔ جھگڑے کے بعد مشہور ہوگیا۔ کہ اس نے طلاق دے دی ہے خاوند کہتا ہے کہ میں نے طلاق کے الفاظ یا حرام کے الفاظ نہیں کہے۔ سننے والوں میں سے ایک کہتا ہے کہ مجھے کچھ یاد ہے کہ ایک دفعہ طلاق کہا ہے دوسرا کہتا ہے کہ مجھے تھوڑا یاد ہے کہ حرام کا لفظ ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمیں صحیح معلوم نہیں۔ اب شرع محمدیؐ میں طلاق ہوگئی یا کہ نہیں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب: شہادت کے نامکمل ہونے کی وجہ سے۔ نیز اس میں اختلاف کی وجہ سے اس بناء پر تو طلاق کا حکم نہیں لگا سکتے۔ البتہ احتیاطاً تجدید نکاح ضرور کرلی جائے۔ لو شهد احدهما انه طلقها ثلاثا وشهد الآخر انه قال لها انت حرام ونوی الثلاث لا تقبل اھ عالمگیری ص۵۰۲ ج ۳ (باب فی الاختلاف بین الشاهدین) فقط واللہ اعلم محمد انور ۳۰-۱-۱۴۰۹ھ

عذر کی صورت میں عورت خاوند کو طلاق دے سکتی ہے؟

اخبرنا مالك اخبرنا مجبر عن سعید بن المسیب انه قال ایما رجل تزوج امرأة وبه جنون او ضرر فانها تخیر ان شاءت قرت وان شاءت فارقت قال محمد اذا کان امرًا لا یحتمل خیرت فان شاءت قرت وان شاءت فارقت والا لا خیار لها الا فی العنین والمجبوب۔ موطا امام محمد ص۲۴۸

اس کا جواب دیں کہ ہر حال میں مرد کو عورت رکھنے یا طلاق دینے کا اختیار ہے۔ اگر مرد نامرد ہے۔ اور عورت کو جدا ہونے کا اختیار بھی ہے۔ وہ عورت مرد کو طلاق دے سکتی ہے؟

الجواب: یہ بات غلط ہے کہ نکاح ہونے کے بعد کسی صورت میں بھی عورت کو اس نکاح سے علیحدہ ہوجانے کا حق نہیں۔ یہ کسی کتاب میں بھی نہیں لکھا۔ بلکہ بعض صورتوں میں عورت نکاح کے بعد اپنے آپ کو علیحدہ کرا سکتی ہے۔ جیسا کہ اگر خاوند عنین ہو یا مجبوب ہو۔

کما ھو ظاھر من الحوالۃ المذکورۃ ایضا فی الدر المختار ص ۲۵۲-۲۵۴ ج ۲ ھو من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ الی قولہ فرق الحاکم بطلبھا لو حرۃ بالغۃ۔ لیکن اس کے لئے قضاء قاضی شرط ہے۔ عورت خود اپنے پر طلاق واقع نہیں کر سکتی۔ امام محمد کے اس قول "ان شاءت قرت وان شاءت فارقت" کا بھی یہی مطلب ہے۔ کہ ایسی صورت میں عورت حاکم سے تفریق کرا سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۵ — ۴ — ۱۳۸۵ھ

دوران عدت نکاح کر کے تین طلاق دیدیں تو بدون حلالہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے

ایک شخص ۳ صفر کو فوت ہوا۔ ۲۳ ربیع الثانی کو اس کی بیوی نے نکاح ثانی کر لیا۔ اس دوسرے خاوند نے اسے تین طلاق دے دیں۔ کیا اب وہی خاوند اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب: عدت میں کیا ہوا نکاح فاسد ہے اب بدون حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں کیونکہ حرمتِ غلیظہ ثابت نہیں ہوئی۔

طلق المنکوحۃ فاسدًا ثلاثًا لہ تزوجھا بلا محللٍ اھ (درمختار علی الشامیۃ ص ۲۵۲ ج ۲)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۲-۱-۹۷ھ

قتل کی دھمکی دیکر طلاق کے الفاظ کہلوانا

میرے بھائیوں نے قتل کی دھمکی دے کر مجھ سے دو مرتبہ مجبوراً کہلوایا کہ "میں نے بیوی چھوڑ دی" میں نے صرف ڈرتے ہوئے یہ لفظ کہے ہیں دل سے نہیں کہے تو کیا طلاق ہو گی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں بیوی کے مدخولہ ہونے کی صورت میں اس پر دو طلاق رجعی

واقع ہو گئی ہیں۔ دورانِ عدت، رجوع اور بعد از عدت نکاح جدید کر سکتے ہیں۔

وکذا الواکرہ علی الطلاق والعتاق فطلق او اعتق یقع طلاقہ واعتاقہ عندنا اھ (قاضیخان ص ۴۲۹ ج ۴)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

طلاق کے ساتھ ہی انشاء اللہ کہنا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ اگر زید نے تین طلاقیں دے کر ساتھ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کہدیا۔ کہ خدا چاہے تو تجھ کو طلاق۔ آیا عند الشرع کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر زید نے طلاق کے متصل بعد بدون کسی نفس کے انشاء اللہ کا تکلم کر لیا تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہو گی۔ ہندیہ میں ہے۔

اذا قال لامرأتہ انت طالق انشاء اللہ تعالیٰ متصلا بہ لم یقع الطلاق۔ ھندیہ ص ۴۵۲ ج ۱

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۴-۹-۱۴۰۸ھ

غیر مدخولہ کو الگ الگ تین طلاق دینے کا حکم

ایک شخص نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو بایں الفاظ ۳ بار روبرو گواہان طلاق دی "میں نے فلانہ بنت فلاں کو طلاق دی" جسے عرصہ تین ماہ گذر چکے ہیں۔ کیا یہ شخص اس عورت سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب: بر تقدیر صحت سوال دوبارہ بدون حلالہ نکاح درست ہے۔ اذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثا قبل الدخول بھا وقعن علیھا فان فرق الطلاق بانت بالاولی ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ وذلک مثل ان یقول انت طالق طالق

طالق۔اھ (عالمگیری ص۳۶۰ ج ۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۲/۹/۱۴۰۰ھ

چھوڑی کا لفظ تین دفعہ کہا تو تین طلاق ہونگی

خاوند نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے یوں کہا کہ "میں نے تجھ کو چھوڑ دیا تین سے زائد مرتبہ۔اور ایک مرتبہ یوں کہا۔کہ تو میری بہن ہے۔اور ایک مرتبہ یوں کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے۔تو از روئے شریعت کونسی طلاق ہوگی۔شرعاً اس کا کیا حکم ہے (بینوا توجروا)

الجواب "چھوڑی" کا لفظ اب صریح کا حکم رکھتا ہے لہذا صورت مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔اب بدون حلالہ اس عورت سے نکاح بھی صحیح نہیں (امداد المفتیین ص۴۳۶ ج ۲) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان | ۲۵ - ۶ - ۱۴۰۲ھ

۱۱۱ طلاق تین طلاق ہیں

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اس مضمون کا خط لکھا کہ میں سخت بیمار ہوں صحت مشکل ہے بچہ آپ کے پاس رہے گا نیچے یہ لکھا ← ۱۱۱ طلاق

اب کیا حکم ہے۔ غلام اکبر چکوال

الجواب صورت مسئولہ میں بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئیں۔اب وہ بدون حلالہ نکاح جدید نہیں کر سکتا۔

کتب الطلاق ان مستبینا علی نحو لوح وقع ان نوی اھ (شامی ص۴۶۵ ج ۲)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ | الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

"مجھ پر طلاق ہے" کا حکم

میری باتوں سے بہنوئی غصہ میں آگئے۔اور قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ مجھ پر طلاق ہے۔مجھ پر طلاق ہے۔مجھ پر طلاق ہے صورت مسئولہ میں کتنی طلاق واقع ہوئیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو چکی ہیں فیکون حینئذ قوله علی الطلاق بمنزلة انت طالق اھ۔قال ولسیدی عبدالغنی النابلسی رسالة فی ذلك سماها رفع الانغلاق فی علی الطلاق ونقل فیها الوقوع عن بقیة المذاهب الثلاثة اقول وقد رأیت (الی ان قال) وما افتی به فی الخیریة من عدم الوقوع تبعا لابی السعود آفندی فقد رجع عنه وافتی عقبه بخلافه (شامیہ ص۴۳۳ ج ۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

اضافت صریحہ طلاق میں ضروری نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوجین کے مابین کسی امر میں جھگڑا پڑا اور مرد نے یوں کہا کہ ایک طلاق دو طلاق تین طلاق۔جا تجھ کو چھوڑ دیا ہے۔کیا اس طریق سے طلاق مغلظ واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب مع الصواب۔مسئلہ مذکورہ نہایت ہی سنگین اور پیچیدہ ہے۔عام علمائے کرام اس مسئلہ کے جواب میں حیران و پریشان ہیں۔ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ان کے دماغ چکرا گئے ہیں۔اور لغزش بھی کھا گئے ہیں۔دراصل بات یہ ہے۔کہ مرد نے بصورت مذکورہ میں تین چار جملے استعمال کئے ہیں پہلے جملے تین صریح طلاق کے ہیں۔یعنی ایک طلاق۔دو طلاق۔تین طلاق ان میں نیت کی کوئی ضرورت نہیں۔اگر یہ الفاظ اپنے محل پر استعمال کئے جائیں۔تو مرد نیت کرے یا نہ کرے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔باقی رہا جملہ چہارم۔جا تجھ کو چھوڑ دیا ہے۔یہ پنجابی زبان میں عربی زبان کے لفظ سرحتك کا معنی ہے یہ کنایہ طلاق کے الفاظ میں سے ایک لفظ ہے جس میں نیت کی ضرورت ہے۔اگر مرد اس لفظ سے طلاق کی نیت کرے۔تو طلاق واقع ہو

جاتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ صورتِ مذکورہ میں مرد نے جو صریح الفاظ (ایک طلاق۔ دو طلاق تین طلاق)
بولے ہیں۔ ان الفاظ سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوتی۔ طلاق کے بارے میں ملفوظ بہ میں لفظ طلاق
کی اضافت کا عورت کی طرف ہونا ضروری ہے ورنہ بدون اضافت کے طلاق واقع نہ ہوگی جیسا کہ
کتب فقہ اور خاص کر شامی ص۴۶۶ ج۲ پر مکتوب ہے (لترکہ الاضافۃ) ای المعنویۃ فانھا
الشرط والخطاب من الاضافۃ المعنویۃ وکذا الاشارۃ نحو ھذہ طالق وکذا نحو امرأتی
طالق وزینب طالق الخ اور صورت مذکورہ میں مرد نے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق کہنے کے
وقت نہ تو عورت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور نہ ہی نام لیا ہے۔ اور نہ ہی خطاب کیا ہے اور اضافت
سے یہی تین معنی مراد ہیں۔ اور اضافت ہی طلاق کے متحقق ہونے کا باعث ہے جب ایک طلاق دو
طلاق تین طلاق میں مرد کی طرف سے عورت کی جانب طلاق کی اضافت ہی نہیں پائی گئی جو طلاق
کے متحقق ہونے کی موجب تھی تو بدون اضافت کے طلاق کیسے متحقق ہوگی اس طرح بلا اضافت
طلاق کے لفظ بولنے سے ہرگز طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسا کہ شامی میں ص۴۶۷ ج۲ پر مرقوم
ہے (قولہ او لم ینو شیئا) لما مر ان الصریح لا یحتاج الی النیۃ ولکن لا بد فی وقوعہ
قضاءً ودیانۃً من قصد اضافۃ لفظ الطلاق الیھا عالما الخ اسی طرح اسی کتاب کے ص۴۷۳
پر مسطور ہے فلا یقع الطلاق الا بالاضافۃ الی ذاتھا او الی جزء شائع منھا ھو محل للتصرف
الخ پس ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ طلاق کے تحقق کے لئے طلاق کی اضافت کا عورت
کی جانب ہونا ضروری اور لازم ہے۔ اور صورت مذکورہ میں مرد نے ایک طلاق دو طلاق
تین طلاق کی اضافت عورت کی طرف نہیں کی۔ لہذا طلاق مغلظہ ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ یہ تینوں
الفاظ ترکِ اضافت کے باعث لغو قرار دئے گئے۔ باقی رہا جملہ چہارم۔ جا میں نے تجھ کو چھوڑ دیا
ہے۔ یہ لفظ کنایہ طلاق کے الفاظ میں سے ایک لفظ ہے۔ جس میں مرد کی جانب سے طلاق کے متحقق
ہونے کے واسطے طلاق کی نیت کرنا ضروری ہے اگر مرد نے اس لفظ سے نیت طلاق کی کی ہے
تو ایک طلاق واقع ہوگی۔ ورنہ نہیں۔ طلاق کی نیت کرنے یا نہ کرنے میں مرد کا قول معتبر ہوگا۔
مسئلہ مذکورہ کے مطابق کتب فقہ میں میری نظر سے عام نظائر گزرے ہیں۔ خاص کر فتاویٰ عالمگیری
ص۳۸۳ ج۱ پر اس مسئلہ کی نظیر موجود ہے لو سنئے کذا فی الخلاصۃ فی جنس المتفرقات سئل شیخ
الاسلام الفقیہ ابو نصر عن سکران قال لامرأتہ اترید ین ان اطلقک قالت نعم

فقال بالفارسیۃ۔ اگر تو زنِ منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی و
ھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ۔ کذا فی المحیط۔ عالمگیری کی روایت میں بعینہ
مسئلہ مذکورہ کی صورت مندرج ہے جس طرح صورتِ مذکورہ میں پہلے صریح طلاق کے الفاظ (ایک طلاق دو
طلاق تین طلاق) بدون اضافت کے مذکور ہیں۔ اور بعد میں کنایہ طلاق کے الفاظ جا میں نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے مذکور ہیں اسی
طرح عالمگیری کی روایت میں بھی جو اوپر مسطور ہے پہلے ایک طلاق دو طلاق سہ طلاق صریح طلاق کے الفاظ بدون
اضافت کے مذکور ہیں اور بعد میں کنایہ طلاق کے الفاظ قومی واخرجی من عندی مذکور ہیں عالمگیری کے مصنف صاحب
نے صریح لفظ ایک طلاق دو طلاق تین طلاق جو بدون اضافت مذکور تھے اور جن میں نیت کی کوئی ضرورت تھی مرد
نیت کرے یا نہ کرے طلاق واقع ہو جاتی تھی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور نہ ہی طلاق ثلاثہ کا اس مقام میں حکم فرمایا ہے
یہ ایک بدیہی اور مشہور بات تھی جس سے کسی کو انکار نہیں کہ صریح طلاق کے الفاظ نیت کے محتاج نہیں مرد نیت کرے
یا نہ کرے طلاق واقع ہو جاتی ہے صریح طلاق میں صرف لفظ طلاق کی اضافت کا عورت کی طرف ہونا ضروری ہے اور اس
مقام میں گو صریح طلاق کے الفاظ موجود ہیں اور ان میں مرد کی جانب سے طلاق کی نیت کی بھی ضرورت نہ تھی بدون نیت کے
بھی ان الفاظ سے طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی تھی صرف طلاق کے لفظ کی اضافت کا عورت کی طرف ہونا ضروری تھا جو یہاں
نہیں پائی گئی اسلئے مصنف نے ان الفاظ کو لغو قرار دے کر طلاق مغلظہ کا حکم صادر نہ فرمایا اگر ان الفاظ میں لفظ طلاق کی اضافت عورت
کی جانب موجود ہوتی تو مصنف ضرور اس مقام میں طلاق مغلظہ کا حکم فرماتے اور یہ نہ فرماتے فالقول قولہٗ
کہ اس میں مرد کے قول کا اعتبار ہے صریح الفاظ میں مرد کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی فالقول
قولہ کہنا جائز ہے۔ جب انہوں نے اس روایت میں فالقول قولہ فرمایا تو معلوم ہوا۔ کہ اس روایت
میں جو صریح طلاق کے الفاظ ایک طلاق دو طلاق تین طلاق بدون اضافت کے واقع تھے جن میں مرد
کے قول کا اعتبار نہ تھا۔ ان کو نظر انداز اور لغو قرار دے کر کنایہ لفظ قومی واخرجی من عندی جو
اس روایت میں مندرج ہے فالقول قولہ سے اس کی تشریح اور بیان کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بات
مسلّم ہے کہ کنایہ الفاظ میں مرد کی نیت کا اعتبار ہے پس اسی روایت فالقول قولہ سے علمائے کرام دھوکہ
میں پڑ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر مرد نے صورت مذکورہ میں طلاق کی نیت سے ایک طلاق۔ دو
طلاق تین طلاق کا لفظ بولا ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوگی ورنہ طلاق ثلثہ واقع نہیں ہوگی فالقول
قولہ سے ان کا یہ سمجھنا کیسا ہی غلط در غلط ہے۔ یہ تو صریح الفاظ ہیں۔ صریح الفاظ میں نیت کی
کیا ضرورت ہوتی ہے مرد نیت کرے یا نہ کرے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ نیت کی ضرورت لفظ کنایہ میں

ہوا کرتی ہے۔ نہ کہ صریح میں فالقول قولہ میں مصنف نے لفظ کنایہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا حکم بیان فرمایا ہے جو اسی روایت میں قومی واخرجی من عندی میں مذکور ہے۔ نہ صریح الفاظ یک طلاق دو طلاق سہ طلاق کا حکم بیان کیا ہے کہ اس میں مرد کے قول کا اعتبار ہے۔ یہ سمجھنا غلط فاحش ہے۔ اگر صریح الفاظ میں بھی لفظ کنایہ کی طرح مرد کی نیت اور قول کا اعتبار کیا جائے۔ تو پھر صریح صریح کیسے ہو۔ اور کنایہ اور صریح میں فرق کیسے ہو۔ علمائے کرام مصنف صاحب کی رمز اور اشارہ کو جو انہوں نے فالقول قولہ میں کیا ہے۔ سمجھے ہی نہیں کہ یہ اشارہ کس طرف ہے۔ یہ اشارہ لفظ قومی واخرجی کی طرف ہے نہ کہ صریح لفظ یک طلاق دو طلاق سہ طلاق کی طرف ہے پس ان تمام روایات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جس عالمگیری کے مصنف صاحب نے صریح الفاظ یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی میں بوجہ نہ ہونے اضافت کے طلاق مغلظہ ثابت نہیں کی اور عدم ثبوت طلاق مغلظہ کا پتہ بھی ہمیں انہی کی روایت فالقول قولہٗ سے ملتا ہے اگر وہ ان الفاظ سے طلاق مغلظہ ثابت کرنا چاہتے تو فالقول قولہٗ نہ فرماتے۔ صریح الفاظ میں فالقول قولہٗ کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ ہی یہ کہنا جائز ہے فالقول قولہ اس جگہ بولا جاتا ہے۔ جہاں مرد کی طرف سے نیت کا اعتبار ہو۔ مرد کیطرف سے نیت کا اعتبار لفظ کنایہ ہی میں ہوا کرتا ہے نہ کہ صریح لفظ میں۔ صریح سے تو بدوں نیت اور ارادہ کے بھی طلاق متحقق ہو جاتی ہے اسی لئے صاحب عالمگیری نے فالقول قولہ کو کنایہ لفظ قومی واخرجی کے ساتھ ملحق کیا ہے کہ ان الفاظ میں مرد کی نیت اور قول کا اعتبار ہے۔ اور اس مقام میں مرد نے طلاق نہ دینے کی نیت کا اظہار کیا ہے لہٰذا مصنف علیہ الرحمۃ نے فالقول قولہ کو ملحوظ رکھ کر لفظ کنایہ قومی واخرجی سے طلاق ثابت نہ کی اسی طرح صورت مذکورہ میں بھی ایک طلاق دو طلاق سہ طلاق جا میں نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے ان صریح الفاظ سے طلاق مغلظہ ثابت نہ ہوگی۔ بوجہ نہ پائے جانے اضافت کے۔ باقی رہا۔ جا میں نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ طلاق کنایہ کا لفظ ہے تمام کتب فقہ میں یہ لفظ طلاق کنایہ میں شمار ہے۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی بہشتی زیور میں حصہ چہارم کے ص۲۵ پر اس لفظ کو کنایہ طلاق میں شمار کیا ہے۔ اور اس میں مرد کی نیت کا اعتبار ہے اگر مرد نے اس لفظ سے طلاق کا ارادہ کیا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے بحوالہ کتب فقہ لکھا ہے علمائے کرام سے مستدعی ہوں کہ بنظر غور ملاحظہ فرماویں۔ فقط وما توفیقی الا باللہ۔ راقم الحروف۔ ۔ ۔ ۔

الجواب بظاہر الفاظ زوج ایک طلاق دو طلاق سہ طلاق جا تجھے چھوڑ دیا ہے۔ کلام

مرتبط اور متصل معلوم ہوتی ہے لہٰذا جا تجھے چھوڑ دیا ہے یہ کلمہ بوجہ تفسیر ہونے کلام سابق کے طلاق میں اضافت پیدا کر دیتا ہے یعنی خاوند پہلے اپنی عورت کو تین طلاق دے رہا ہے پھر کہہ رہا ہے کہ جا کیونکہ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے لہٰذا اس عبارت میں عورت مطلقہ بسہ طلاق ہوگئی ہے۔ اور اضافت کے لئے صراحۃً اضافت ہونا ضروری نہیں ہے کما فی الشامیۃ ولا یلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ شامی ص۴۶۶ ج۲ مفتی صاحب نے جو عبارت شامیہ سے نقل فرمائی ہے لترکہ الاضافۃ ای المعنویۃ فانہا الشرط والخطاب من الاضافۃ المعنویۃ الخ ص۴۶۶ اس عبارت کو آخر تک مطالعہ فرماویں تو واضح ہوگا کہ خطاب اور اشارہ کے علاوہ بھی سیاق اور سباق اور دیگر قرائن سے اضافت معنویہ ثابت ہو جاتی ہے اور اضافت معنوی بھی کافی ہے صراحۃً ہونا ضروری نہیں ہے اور خود یہ لفظ بھی دلالت کر رہے ہیں۔ کیونکہ مصنف نے کہا تھا۔ الاضافۃ شارح نے المعنویۃ سے وضاحت کر دی اور کہا کہ الخطاب من الاضافۃ یعنی خطاب بھی اضافت سے ہے۔ اور دیگر امور بھی ہو سکتے ہیں۔ اور صورت مسئولہ میں تو جا تجھ کو چھوڑ دیا ہے۔ بوجہ ارتباط کے اور کلام واحد ہونے کے خطاب پر بھی مشتمل ہو گیا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔

فقط واللہ اعلم۔ بندہ عبد اللہ غفر لہٗ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۵ / ۴ / ۱۳۷۴ھ	الجواب صحیح خیر محمد عفی عنہ بانی ومہتمم خیر المدارس ملتان

تین طلاق دینے کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آخری رائے

مندرجہ ذیل عبارت کی تحقیق فرمائی جاوے کہ جس سے غیر مقلد اپنے مذہب پر استدلال کرتے ہیں۔ کہ قال الحافظ ابو بکر الاسماعیلی فی مسند عمرؓ اخبرنا ابو یعلی حدثنا صالح بن مالک حدثنا مجالد بن یزید بن ابی مالک عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ماندمت علی شئ ندامتی علی ثلث ان لا اکون حرمت الطلاق وعلی ان لا اکون انکحت الموالی وعلی ان لا اکون قتلت النوائح (اغاثۃ اللھفان فی مصادر الشیطان)

الجواب قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ماندمت علی شئ ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق الخ) روایت ہذا سوال میں مذکور سند کے ساتھ

اغاثۃ اللھفان ص۱۸۱ میں موجود ہے لیکن غیر مقلدین کا اسے استدلال میں پیش کرنا درست نہیں کیونکہ روایت بالا میں اس امر کا تذکرہ قطعاً موجود نہیں۔ کہ ایک مجلس میں تین طلاق کے وقوع کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے آخری عمر میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اور آپ اس پر پشیمان تھے اس قسم کا کوئی مفہوم روایت بالا سے ہرگز نہیں نکلتا۔ حضرت عمرؓ کی دلی خواہش تھی کہ لوگ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے کے ناجائز اور خلاف مشروع فعل سے باز رہیں۔ مگر آپ نے جب آخر عمر میں محسوس فرمایا۔ کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے کے واقعات میں اتنی کمی نہیں ہوئی جتنی ہونی چاہیے تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس غیر مشروع کو میں نے حرام اور قابل مؤاخذہ قرار دیا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔ اور نیز اسے جرم تصور کرتے ہوئے اس پر کوئی تعزیر مقرر کر دی ہوتی۔ ایسا نہ کرنے پر مجھے ندامت و افسوس ہے کیونکہ اسے جرم قرار دینے کی صورت میں ایسے واقعات کے انسداد اور کمی کی زیادہ توقع تھی۔ جبکہ ابن قیمؒ نے ایک سوال اور جواب میں اس کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے

فان قیل کان اسھل من ذٰلك ان یمنع الناس من ایقاع الثلاث ویحرمه علیھم ویعاقب بالضرب والتادیب من فعله لئلا یقع المحذور الذی یترتب علیه قیل نعم لعمر اللّٰه کان یمکنه ذٰلك لذلك ندم علیه فی اٰخر ایامه وودّ انه کان فعله ص۱۸۱ (اغاثۃ اللھفان) پس جب روایت بالا کا مطلب صرف یہ ہوا۔ کہ آپؓ کو آخر عمر میں فعل مذکور کے جرم نہ قرار دینے پر ندامت تھی۔ تو اس سے یہ کیسے سمجھا گیا۔ کہ آپ کو اپنی سابقہ رائے میں تردد ہو گیا تھا۔ تو محض روایت بالا کی بنا پر وقوع طلاق ثلثہ مذکورہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کا رجوع ثابت کرنا قطعاً غلط ہے خصوصاً جبکہ آپؓ سے وقوع کا قول یقینی طریق سے منقول و ثابت ہے اور صحابہؓ نے آپ کے ساتھ اس مسئلہ میں موافقت فرمائی ہے (اغاثۃ اللھفان ص۲۳ عن مسلم) ان میں سے بعض اکابر صحابہؓ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن زبیرؓ۔ حضرت عمران بن حصینؓ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ۔ حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو جب وقوع طلاق ثلثہ مذکورہ اس طرح سے ثابت ہے تو ایک روایت کو (جس کا ثبوت بھی محل نظر ہے) غلط معنی پہنا کر رجوع ثابت کرنا محض سینہ زوری ہے۔ روایت ہذا کے بعض راوی میزان الاعتدال وغیرہ میں مل نہیں سکے لہذا اس کی سند کے بارے میں فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار غفر لہ

الجواب صحیح۔ بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ خادم دار الافتاء

الجواب صحیح۔ بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ خادم دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

تو مجھ سے فارغ ہے طلاق بائنہ ہے:

میاں بیوی کا آپس میں جھگڑا ہوا میاں بیوی دونوں گھر جا رہے تھے راستے کے اندر جھگڑا ہوا تیسرا آدمی اور کوئی نہیں تھا۔ تو خاوند نے چند کنکریاں اٹھا کر اپنی عورت کی طرف پھینک دیں اور زبان سے کوئی لفظ نہیں بولا ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ طلاق دیتے وقت کنکریاں یا ڈھیلے پھینکتے ہیں۔

عورت کا بیان۔ کہ ہمارا جھگڑا ہوا تو میرے خاوند نے میری طرف تین کنکریاں پھینکیں اور مجھے کہا کہ جا تو مجھ سے فارغ ہے۔ مرد کا بیان۔ کہ میں نے عورت سے کہا کہ تو اپنے میکے (والدے گھر) چلی جا اور کنکریاں بھی ماریں اور وہ عورت اپنے میکے چلی گئی۔ شریعت کی رو سے اب میاں بیوی کے لئے کیا حکم ہے شرعاً طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟

الجواب بقول عورت اس نے کہا "تو فارغ ہے" اور فارغ ہے کا لفظ خلیۃ کے قریب قریب ہے خلیۃ کے لفظ میں مذاکرۂ طلاق میں بلا نیت طلاق واقع ہو جاتی ہے لہذا ان کے مذکورہ جھگڑے میں اگر تو طلاق کا لفظ پہلے آچکا تھا تو بہر حال طلاق ہو گئی۔ خاوند جس لفظ کا اقرار کرتا ہے اس میں بھی بوقت نیت طلاق ہو جاتی ہے۔ لہذا ان کو تجدید نکاح کا حکم دینا چاہیے۔ احتیاط اسی میں ہے اور یہ احتیاط ضروری کے درجہ میں ہے۔ ونحو خلیۃ، بریۃ، حرام بائن (الدر المختار ص۲۲۴ ج۱)

وفی الینابیع الحق ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بالخمسۃ ستۃ اُخریٰ وھی الاربعۃ المتقدمۃ وزاد خالعتك والحقی باھلك هکذا فی غایة السروجی۔ (عالمگیری ص۳۷۵ ج۱) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس۔ ملتان
۲۸ محرم سنہ ۱۴۰۲ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

طلاق کا جھوٹا اقرار بھی طلاق ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ امام بخش نے اپنی لڑکی کا نکاح محمد اسلم سے کر دیا ـــــ کچھ عرصہ کے بعد برادری میں جھگڑا ہو گیا جس کی وجہ سے محمد اسلم نے ایک ڈھیلا پھینک دیا اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ محمد اسلم کا صرف نکاح ہوا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ کچھ دن کے بعد امام بخش اپنی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرنے لگا تو محمد اسلم نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی میرا نکاح باقی ہے اور کہا کہ میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر ایمان کے ساتھ کہتا ہوں کہ بھائی نے مجھ کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کا کہا تو میں نے انکار کر دیا لیکن اس نے گالیاں دی تو میں نے ایک ڈھیلا اٹھا کر پھینک دیا اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ رحیم بخش کا بھی یہی بیان ہے جبکہ عبدالشکور کہتا ہے کہ اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ محمد اسلم نے میرے سامنے تین ڈھیلے پھینک کر کہا کہ میں نے امام بخش کی لڑکی کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح اس نے مولوی غلام محمد کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ شرعاً طلاق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب محمد اسلم کی مذکورہ بیوی کو قضاءً طلاق ہو چکی ہے۔ کیونکہ طلاق کا جھوٹا اقرار بھی طلاق ہے۔

قال العلامة الشامی (قوله او هازلا) ای فیقع قضاء و دیانة کما یذکره الشارح وبه صرح فی الخلاصة (الی قوله) واما ما فی اکراه الخانیة لو اکره علی ان یقر بالطلاق فاقر لا یقع کما لو اقر بالطلاق هازلا او کاذبا۔ فقال فی البحر مراده بعدم الوقوع فی المشبه به عدمه دیانة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

۳۰/ ۸/ ۱۴۱۰ھ

جھگڑے کے دوران کہا تم آزاد ہو تمہیں طلاق ہے

کیا فرماتے ہیں علماء حق دریں مسئلہ کہ میرا شوہر مجھ سے لڑائی جھگڑا کرتا رہا اور لڑائی جھگڑے

کے دوران ایک دن غصے کی حالت میں میرے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ تم میری طرف سے آزاد ہو تمہارا دل چاہے جدھر جا سکتی ہو اور تمہارے ماں باپ سے کہوں گا کہ تمہاری بیٹی اب میرے کام کی نہیں رہی، جا کر اپنی بیٹی کو لے آؤ۔ اس واقعہ کے بعد لڑائی جھگڑا مسلسل جاری رہا اور تقریباً ایک ماہ بعد مجھے پھر کہا میں نے تجھے طلاق دی۔ میں نے صرف ایک بار "طلاق دی" کا لفظ سنا اس کے بعد مجھے معلوم نہیں کہ کتنی بار طلاق کا لفظ استعمال کیا کیونکہ طلاق کا لفظ سن کر مجھ پر بے ہوشی کا عالم طاری ہو گیا تھا۔ اسی حالت میں میرے شوہر نے مجھے اٹھا کر چارپائی پر ڈال دیا اور خود اپنی والدہ کے پاس جا کر سو گئے۔ ان واقعات کے بعد میرے شوہر نے مجھ سے رجوع نہیں کیا، بلکہ میرے ساتھ وہ سلوک کرتے رہے جیسے ایک غیر مرد ایک عورت کے ساتھ کرتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر مجھے اپنے شوہر سے انتہائی نفرت ہو چکی ہے آپ برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں میری راہنمائی فرمائیں کہ آیا یہ طلاق واقع ہو گئی ہے یا نہیں ہوئی ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت سوال دو طلاق بائنہ ہو چکی ہیں اور بائنہ طلاق میں رجوع نہیں ہوتا، عدت گزرنے کے بعد آزاد ہیں جہاں چاہیں نکاح کریں۔

ونحو اعتدی واستبرئی رحمک انت واحدة انت حرة اختاری امرک الخ لا یحتمل السب والرد ففی حالة الرضا ای غیر الغضب والمذاکرة تتوقف الاقسام الثلاثة تاثیرا علی نیة الی قوله وفی الغضب توقف الاولان اھ در مختار (قوله توقف الاولان) ای ما یصلح ردا وجوابا وما یصلح سبا وجوابا ولا یتوقف ما یتعین للجواب اھ (شامیہ ص ۵۰۴ ج ۲)

فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

۲۴ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

تین طلاق کے بعد غیر مقلدین کے فتویٰ کا سہارا لینا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک شخص نے دُوسری شادی کا ارادہ کیا تو پہلی بیوی نے مخالفت کی چنانچہ اس شخص نے اسکی تسلّی کے لئے یہ بات ٹیپ کردی کہ اگر میں تجھے طلاق دوں تو اس کو بھی تین طلاق واضح ہے کہ یہ بات اُس نے دو کیسٹوں میں ٹیپ کی ایک میں اس شخص نے مذکورہ بالا کلام خود ہی کہی اور دوسری میں مذکورہ بالا الفاظ اسکی پہلی بیوی آگے کہتی گئی اور خاوند پیچھے کہتا گیا اول الذکر کیسٹ کے بارے میں خاوند کہتا ہے مجھے کچھ یاد نہیں واضح رہے کہ یہ کیسٹ خاوند نے توڑ دی تھی اور یہ قول کہ اس شخص نے از خود ٹیپ کی تھی اسکی بیوی کا ہے۔ المختصر شخص مذکور نے دوسری شادی کر لی۔ بعد ازاں ایک یوم دَوران جھگڑا اس شخص نے اپنی پہلی بیوی کو کہا کہ کیا تو طلاق لینا چاہتی ہے تو اس نے ٹیپ والی بات یاد دلائی کہ اگر مجھے طلاق دے گا تو اسپر بھی طلاق پڑ جائے گی چنانچہ اس شخص نے کہا کہ میں دونوں سے تنگ ہوں اس کے بعد اس نے بنیتِ طلاق پہلی بیوی کو کہا ایک، دو، تین —— اس کے کچھ دیر بعد پہلی بیوی کی ماں نے دریافت کیا کہ معاملہ تو ختم ہو چکا ہے اس نے کہا ہاں اسلئے اس شخص کو پریشانی ہوئی مفتی علماء سے استفسار پر اس کو اپنی دونوں بیویوں سے مخالفت ہوئی چنانچہ اس نے اہلِ حدیث علماء سے پوچھنے پر دونوں بیویوں کو رکھا ہوا ہے شخص مذکور کا مؤقف یہ ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ بوقتِ ضرورت دوسرے مسلک پر عمل جائز ہے جیسا کہ دوران طواف مسّ مرأۃ کے مسئلہ میں شوافع احناف کے مسلک پر عمل کرتے ہیں۔ ایسا ہی میں اپنے گھرانہ اور پانچ بچوں کی ماں کو آباد کرنے کے لئے مسلک اہلِ حدیث پر عمل کرتا ہوں شریعتِ مطہرہ کا اس شخص اور اسکی دونوں بیویوں کے بارہ میں کیا حکم ہے؟

(المستفتی، محمد عابد۔ مدینہ منورہ السعودیہ)

الجواب صورت مذکورہ میں از رُوئے قرآن وحدیث واجماعِ اُمت تین طلاقیں واقع ہوگئیں ہیں۔

وقد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته انت طالق ثلثاً فقال الشافعی رحمه اللہ ومالک رحمه اللہ وابوحنيفة رحمه اللہ واحمد رحمه اللہ وجماهير

العلماء من السلف والخلف يقع الثلث الخ۔ واحتج الجمهور بقوله تعالى ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه۔ لاتدری لعل الله يحدث بعد ذالك امرا۔ الآية قالوا معناه ان المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع البينونة فلو كانت الثلاث لم يقع طلاقه هذا الا رجعيا فلا يندم الخ۔ واما الرواية التى رواها المخالفون ان ركانة طلق ثلثاً فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين

(نووی شرح صحیح مسلم رحمه اللہ ص ۴۷۸ ج ۱ باب طلاق الثلاث)

۲۔ لكنهم اجمعوا على انه من قال لامرأته انت طالق ثلاثا يقع ثلاثا بالاجماع الخ والحجة لنا السنة والاجماع

(تفسیر مظہری تحت قوله تعالى الطلاق مرتان)

۳۔ والبدعى ثلاث متفرقة وفى ردالمحتار وكذا بكلمة واحدة بالاولى الى قوله وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع الثلاث (الشامیة ص ۲۵۵ ج ۲)

مذکورہ روایات صراحتاً اس بات کی دلیل ہیں کہ یک وقت دی جانے والی تین طلاق کے وقوع پر جمہور امت کا اجماع ہے اور اس کے خلاف قول شاذ ومردود ہے۔ واما قول الطلاق بوقت ضرورت دوسرے کے مسلک پر عمل جائز ہے تو اس کا جواب روایات مذکورہ بالا سے واضح ہوگیا کہ عدم وقوع ثلاث کسی کا مسلک ہی نہیں لہذا یہ عمل بمسلک الغیر نہیں یہ عمل بالشاذ والمردود ہے۔ اور اگر بالفرض والتسلیم یہ کسی کا مسلک بھی ہوتا تو بھی عمل بمسلک الغیر کے لئے چند شرائط ہیں جن میں سے بنیادی شرط یہ ہے کہ عمل ضرورتِ شدیدہ کی بناء پر ہو اتباعِ ھویٰ کے لئے نہ ہو اور صورتِ مسئولہ میں بجز اتباعِ نفس وھویٰ اور کچھ نہیں اس قسم کے اعذار واہیہ کی بناء پر تحلیل وتحریم کے فیصلے کرنا تلعب بالدین اور مفاسد کا دروازہ کھولنا ہے بلکہ اندیشہ سلب ایمان ہے۔

واما زماننا فقد اهو زمان اتباع الهوى واعجاب كل ذى رأى برأيه والتلاعب بالدين فتتبع الرخص متعين وبمتيقن باعتبار الغالب الاكثر فلا يجوز الافتاء بمذهب الغير الا لضرورة الشديدة وعموم البلوى والاضطرار كما ذكره العلامة ابن عابدين فى رسالة عقود رسم المفتى

(اتمام الخير فى الافتاء بمذهب الغير للعلامة المرحوم المفتى محمد شفيع رحمة الله عليه)

وقيل لمن انتقل الى مذهب الشافعى رح ليزوج له أخاف ان يموت مسلوب الايمان لاهانته للدين لجيفة قذرة الى قوله وان انتقل اليه لقلة مبالاته فى الاعتقاد والجرأة على الانتقال من مذهب الى مذهب كما يتفق له ويميل طبعه اليه لغرض يحصل له فانه لا تقبل شهادته

(الشامية ص ۳۸۲ ج ۴)، فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

۲۴ / ۵ / ۹۷ھ

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محض طلاق کے تخیّل سے طلاق نہیں ہوتی

ایک آدمی کے ذہن میں اپنی بیوی کو طلاق دینے کے تخیلات آتے ہیں اور منہ سے لفظِ طلاق نکل جاتا ہے اور اس آدمی کو پتہ نہیں چلتا کہ لفظِ طلاق منہ سے نکلا ہے یا کہ خیال تھا۔ تو آیا طلاق واقع ہو گئی یا کہ نہیں۔

(۲) تخیلاتِ طلاق ایک آدمی کو آتے ہیں اور وہ اس بات کا خدشہ کرتا ہے کہ منہ سے لفظ طلاق نہ نکل جائے وہ خدا سے دعا مانگتا ہے کہ یا اللہ میں اس میں مجبور ہوں کہ مجھے ہر وقت طلاق دینے کے خیالات آتے ہیں حالانکہ میرا طلاق دینے کا کوئی ارادہ نہیں۔ اگر خیالات کی وجہ سے لفظ طلاق منہ سے نکل جائے تو طلاق واقع نہ ہو یا طلاق سے بچنے کے لئے کہتا ہے کہ جب منہ سے لفظ طلاق نکلے تو میری مراد طلاق کے ساتھ انشاء اللہ بھی متصل ہو تو کیا طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

الجواب ۱-۲- صرف تخیلات سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جب تک زبان سے نہ کہہ دے اور اگر اس کو یقین ہو یا ظن غالب ہو کہ میں نے طلاق کا لفظ کہہ دیا ہے۔ تو طلاق واقع ہو گئی۔ عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تجاوز عن امتى ما وسوست به صدورها ما لم تعمل به او تتكلم. متفق عليه مشكوٰة شريف باب الوسوسة ص ۱۸ ج ۱ هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق.... ولو حكماً ليدخل الكتابة المستبينة واشارة الاخرس والاشارة الى العدد بالاصابع اه رد المحتار ص ۵۳ ج ۲ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

صرف "ایک دو تین" کہنے سے طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام دریں مسئلہ کہ عظمت نامی شخص نے بوقتِ مطالبہ نان ونفقہ زوجہ مسماۃ مراد بی بی غصہ میں آ کر اپنی زبان (براہی) میں اپنی زوجہ کے بھائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اَسِٹ۔ ارٹ۔ مُسٹ۔ جن کا معنی یہ ہے کہ ایک دو تین۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی زوجہ کے بھائی اور والد سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ یخ مَسترے۔ جن کا معنی یہ ہے کہ کیا اب تم ٹھنڈے ہو گئے۔ عظمت نامی کے الفاظ مجلسِ عامہ میں صادر ہوئے۔ جن پر گواہ موجود ہیں۔

الجواب باسمہ تعالیٰ وھو اعلم بالصواب درصورت مسئولہ طلاق ثلاثہ از جانب مسمی عظمت بر زوجہ آں مسماۃ مراد بی بی واقع شد گو از ظاہر الفاظ است الخ اضافت الی الزوجہ معلوم نے شود لیکن از تنازعہ ہمراہ برادر و پدر زوجہ در بارہ خرچہ و حسن سلوک با زوجہ صادر شدن الفاظ مذکور الصدر از زبان زوج بایں مقدار کہ اضافت معنویہ کہ شرط صحت طلاق است ثابت مے شود کما فی الشامی ص ۵۸۱ ج ۲ باب صریح الطلاق۔ ومثلہٗ فی فتاوی دار العلوم مبوب جدید ص ۱۲۷ وفتاوی امدادیہ مبوب جدید۔ چونکہ ایں الفاظ در حالت غضب شوہر استعمال کردہ۔ لہٰذا بدوں نیت طلاق ثلاثہ براں واقع میشود۔ ولو قال انت بثلاث وقع ثلاث ان نوى ولو قال لم انو لا يصدق اذا كان فى حالة مذاكرة الطلاق والا صدق ومثله فى الفارسية تو بسه على ما هو المختار للفتوى كما فى العالمگیری ص ۳۵۶ قال لها ترا يكے او ترا سه او ترا يكے وسه قال الفقهاء لا يقع شئ وقال صدر الشريعة تقع بالنية وبه نفتى وقال القاضى ان كان حال المذاكرة او الغضب يقع والا لا يقع بلا نية ص ۲۲۵ قاضيخان بر عالمگیری مصری فالكنايات لا تطلق بها قضاءً الا بنية

اودلالة الحال وهی مذاکرة الطلاق او الغضب شامی باب الکنایات ص۶۳۶ ج۲ وکذایة ما لا یصلح

واحتمل غیرہ فلا یطلق الا بنیة او دلالة الحال کما فی شرح الوقایة ص۸۴ ج۲ از عبارات مذکورہ

معلوم شد کہ در حالت غضب و دلالت حال ضرورت نیت نیست خود ہمیں حالت قائم مقام نیت است

لہذا صورت مسئولہ میں طلاق ثلاثہ واقع شد ہٰذا ما فی خاطری واللہ اعلم بالصواب صالح محمد غفرلہ

صورت مسئولہ میں زوجہ عظمت پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ مولٰنا صالح محمد صاحب کا جواب اور

مؤیدینؒ مصدقین کی تائیدات و تصدیقات صحیح ہیں۔ عبداللہ عفر اللہ لہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳۹۹ھ

مذاق مذاق میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے

ایک عورت نے اپنے خاوند کے سامنے کسی آدمی کا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ذکر کیا اور کہا کہ اس نے غلطی کی تو بھی بھلا طلاق دے سکتا ہے تو مرد نے فوراً تین دفعہ لفظ تلاخ تلاخ تلاخ کہدیا۔ عورت نے کہا کہ یہ لفظ طلاق کے نہیں تو مرد نے فوراً تین دفعہ طلاق طلاق طلاق کہدیا اور اس کے بعد فوراً کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق نہیں دی۔ اب اس سے طلاق واقع ہو گی یا نہیں جبکہ یہ ہنسی مذاق میں ہوا ہے۔

الجواب: حالت مزاح میں طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے لہذا اگر مزاح میں بھی اس نے یہ لفظ اپنی بیوی کو کہے ہیں تو بھی تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں۔ درمختار میں ہے

ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ الی قوله او هازلاً لا یقصد حقیقة کلامه وفی الشامیة بیان لمعنی الهازل...... ففی التحریر وشرحه الهزل لغة اللعب واصطلاحاً أن لا یراد باللفظ ولا لمعنی الحقیقی ولا المجازی بل ارید به غیرهما وهو ما لا تصح ارادته منه وضده الجد وهو ان یراد باللفظ احدهما ص۴۵۹ ج۲۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ

بطور گالی طلاقن کہنے سے طلاق کا حکم:

ہمارے ہاں بے علم لوگ لفظ طلاقن کو گالی سمجھتے ہیں اور ان کو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ اپنی عورت کو طلاقن کہہ دینے سے طلاق پڑ جاتی ہے اور نہ ان کی طلاق کی نیت ہوتی ہے صرف بطور گالی اکثری بطلاقن۔ راندہ

کہہ دیتے ہیں تو کیا عورتوں کو طلاق ہو جاتی ہے۔

الجواب: اپنی عورت کو طلاقن کہنے سے ہر حال میں طلاق ہو جاتی ہے۔ ہنسی میں کہے یا غصہ میں گالی سمجھ کر کہے یا کچھ اور۔

قال لامرأته یا سارقة یا زانیة الی قوله وبخلاف یا طالق او هذه المطلقة فعلت کذا حیث تطلق امرأته لتمکنه من اثباته شرعاً فجعل ایجاباً لیکون صادقاً بخلاف الاول ام

شامی ص۴۵۷ ج۲، فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ غفرلہٗ

جب میں تیرے ساتھ نکاح کروں تو تجھے طلاق

ایک شخص کسی اجنبیہ عورت کو کہتا ہے کہ جب میں تیرے ساتھ نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے اور تو مجھ پر حرام ہے۔ بعد ازاں وہ اسی عورت مذکورہ سے نکاح کرتا ہے، تو کیا یہ نکاح صحیح ہو گا یا نہیں۔ بینوا بیاناً شافیاً توجروا اجراً وافیاً۔

الجواب: صورت مسئولہ میں یہ شخص جب بھی مذکورہ عورت سے نکاح کرے گا تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ اس یمین کی وجہ سے ایک دفعہ طلاق واقع ہونے کے بعد دوبارہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔

والفاظ الشرط ان واذا واذا ما وکل وکلما ومتی ومتی ما وفیها تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرة الا فی کلما اھ (تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ص۵۴۱ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۷ / ۵ / ۱۴۰۲ھ

الجواب الصحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

گونگے کی طلاق کیسے ہو گی؟

ایک آدمی گونگا ہے اور اس نے بیوی کو اشارہ سے طلاق دی ہے تو کیا طلاق ہو جائے گی جبکہ اس کا والد کہتا ہے جب تک میں طلاق نہیں دوں گا طلاق نہیں ہو گی۔

الجواب: گونگا اگر ایسے اشارے سے طلاق دے جس سے طلاق ہی مفہوم ہو تو طلاق ہو گی والد مانے یا نہ مانے، أو أخرس ولو طارئا باشارته المعهودة فانها تکون کعبارة الناطق استحسانًا اھ (درمختار)

ویقع طلاق الاخرس بالاشارة یرید به الذی ولد وهو اخرس اوطرء علیه ذلك ودام حتی صارت اشارته مفهومة والا لم تعتبر اھ (شامیہ ص ۴۶۱ ج ۲) ۔ فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

بیوی کے خاندان کو طلاق دینے سے بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی

ایک شخص نے غصہ میں آکر اپنی بیوی کا نام لئے بغیر صرف زبان سے یہ الفاظ کہے۔ میں طلاق دیتا ہوں، طلاق دی، سارے خاندان کو طلاق دی، جیسے الفاظ استعمال کئے۔ کیا طلاق ہو گئی۔؟ (مستفتی ظہیر الدین ملتان)

الجواب: صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ تین طلاق واقع ہو گئیں بدوں حلالہ نکاح جدید بھی نہیں کر سکتا۔ خاندان کو طلاق دینا کافی ہے۔ صراحۃً اضافت الی المرأۃ ضروری نہیں۔

ولو قال نساء هذه البلدة او هذه القریة طوالق وفیها امرأته طلقت کذا فی فتاوی قاضی خاں (عالمگیری ص ۳۵۷ ج ۱)

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۵ / ۶ / ۹۷ ھ

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ

"میں نے نکاح توڑ دیا" طلاق بائنہ ہے:

محمد حسین نامی ایک شخص نے بزبان سندھی بیوی کو خط لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے جب سے میں آپ کے گھر سے آیا ہوں۔ اسوقت سے میں نکاح توڑ کے آیا ہوں آپ کو واضح طور پر معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نکاح توڑ کر آیا ہوں۔ واضح ہو کہ میں نکاح توڑ کر آیا ہوں، حضرت اس قسم کے الفاظ سے کونسی طلاق واقع ہو گی۔؟

الجواب: اگر سندھی الفاظ ایسے تھے۔ واقعی جن کا معنی نکاح توڑنے کا بنتا ہے تو بنیتِ طلاق ان الفاظ کو استعمال کرنے سے طلاق بائنہ واقع ہو گئی اور اگر تین کی نیت کی تو تین واقع ہو گئیں۔ ولو قال فسخت النکاح ونوی الطلاق یقع وعن ابی حنیفة رح ان نوی ثلاثًا فثلاث کذا فی معراج الدرایة (عالمگیری ص ۳۷۵ ج ۱) ۔ فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

تازندگی والدین کے گھر رہو" کہنے سے طلاق کا حکم

زید نے اپنی منکوحہ بیوی کو ناراضگی کی حالت میں یہ لفظ کہے " تازندگی تو اپنے والدین کے گھر رہ تیرے لئے مرد بہت ہیں اور میرے لئے عورتیں بہت ہیں"، کیا اس سے طلاقِ بائنہ ہو جائے گی؟ (عبد الرحمان گورنمنٹ ہائی سکول چشتیاں)

الجواب: اگر زید نے یہ لفظ بنیّت طلاق کہے ہیں تو اس جملہ سے (تازندگی تو اپنے والدین کے گھر رہ) اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو گئی ہے۔

وفی الینابیع الحق ابو یوسف بالخمسة ستةً اخری وهی الاربعة المتقدمة وزاد خالعتک والحقی باهلک هکذا فی غایة السروجی الی قوله وفی البزازیة وفی الحقی برفقتک یقع اذا نوی کذا فی البحر الرائق اھ (عالمگیری ص ۳۷۵ ج ۱)

الجواب صحیح،
خیر محمد عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

میرا ہمیشہ کے لئے بائیکاٹ ہے طلاقِ بائنہ ہے:

صابر نے نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے بیوی کے بارے میں کہا کہ میں اس سے شادی نہیں کروں گا میرا ہمیشہ کے لئے بائیکاٹ ہے نہ رکھا ہے اور نہ رکھوں گا۔ کیا ان الفاظ سے طلاق ہو گئی؟

الجواب یہ لفظ طلاق کی نیت سے کہے ہیں تو طلاق بائنہ واقع ہو گئی۔ وفی الفتاوی لم یبق بینی وبینك عمل ونوی یقع اھ (عالمگیری ص ۳۷۶ ج ۱)

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ
۹ / ۳ / ۱۴۰۲ھ

دو بیویوں والے نے طلاق طلاق طلاق کہا تو کس کو طلاق ہو گی؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔ کہ فاطمہ منکوحہ عبدالرشید جس کو دس سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ تین سال کے قریب قریب فاطمہ اپنے والدین کے گھر وقت گذار رہی ہے۔ عبد الرشید کو جب کبھی کہا گیا۔ اس لے جانے سے انکار کر دیا۔ اور اس نے بغیر کچھ بتلانے کے دوسری شادی بھی کر لی۔ جسے تقریباً دو سال ہو چکے ہیں۔ فاطمہ کے والدین نے پنچائیت منگوا کر اس کو بلایا۔ اور طلاق دینے کا اصرار کیا۔ اس نے پنچائیت سے بھاگتے ہوئے یہ الفاظ کہے۔ طلاق طلاق۔ طلاق اور کسی عورت کی تصریح نہیں کی قرینے سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ الفاظ متنازعہ فیہا کے متعلق ہیں۔ لہذا ارشاد فرمایا جائے۔ کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہ؟ پنچائیت کے بیس آدمیوں میں سے دو گواہ ان الفاظ کی تصدیق کے لئے سائل کے ہمراہ ہیں۔

السائل:۔ ملک محمد حنیف مخدوم پور پیروالہ تحصیل کبیروالہ ضلع خانیوال
(۱) شاہد مسمی جاگو خاں ولد ہیرا خاں (۲) شاہد مسمی عبدالحمید ولد منگت علی
نوٹ:۔ پانچ روز ہوئے کہ عبدالرشید کی دوسری وہ بیوی جس کے ساتھ وہ رہائش پذیر تھا وفات پا چکی ہے

الجواب صورت مسئولہ میں عبدالرشید کی بیوی فاطمہ پر طلاق مغلظ واقع ہو چکی ہے نکاح ٹوٹ چکا ہے، عدت کے بعد عورت کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہے۔

اس کے وجوہ مندرجہ ذیل ہیں (۱) قرینہ موجود ہے کہ فاطمہ کو طلاق دی ہے کیونکہ نزاع اسی کے بارے میں تھا۔ چنانچہ مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کو کنائی طلاق کا قرینہ فقہاء رحمہم اللہ بناتے ہیں
(۲) قاعدہ ہے السوال معاد فی الجواب۔ پنچائیت والے جس بیوی کی طلاق کا مطالبہ کر رہے تھے اسی کو عبدالرشید نے طلاق دی ہے۔ اور وہ فاطمہ ہے۔
(۳) بالفرض اس کو مبہم طلاق مان لیا جائے تو جب دوسری بیوی مر گئی ہے تو طلاق کے لئے زندہ بیوی متعین ہو گئی ہے نظیرہ ما قال النسفی رح فی شرح اصول الکرخی ولو انقضت عدۃ احدھما بقیت الاخری ثلاث ص۸
(۴) عبدالرشید طلاق کے الفاظ کہنے کے بعد فاطمہ کی سوکن کے ساتھ رہائش پذیر رہا۔ اس سے متعین ہو گیا کہ طلاق فاطمہ کو دی تھی۔ ورنہ لازم آئیگا کہ ایک مسلمان کو زنا کا مرتکب قرار دیا جائے، حالانکہ امور مسلمین کو تا حد الامکان سداد اور صحت پر محمول کیا جاتا ہے۔
قال الکرخی رح الاصل ان امور المسلمین محمولة علی السداد والصلاح حتی یظهر غیره ص۲
پس فاطمہ ہی مطلقہ ہوئی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

عبدالقادر عفی عنہ مدرس دار العلوم کبیروالا
۲۲ — ۶ — ۱۴۱۳ھ

تلاق تلاق تلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔ کہ باغ علی ولد امام الدین نے اپنے گھریلو حالات کی بناء پر اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ اور یوں کہا کہ میں نسیم کو تلاق دیتا ہوں۔

تلاق - تلاق - تلاق - فوجی نسیم کو طلاق دیتا ہے - لیکن اس نے لفظ طلاق تحریر کرتے وقت بجائے طاء کے تاء تحریر کیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں - اگر واقع ہو گئی ہیں تو کتنی واقع ہوئیں - وقوع طلاق کے وقت عورت تقریباً تین ماہ کی حاملہ تھی بینوا توجروا

المستفتی خوشی محمد ولد نظام الدین چک ۱۲ فیض

الجواب: صورت مسئولہ میں تین طلاق ہو گئی ہیں - اب بدون حلالہ و نکاح جدید اس عورت کو گھر میں آباد نہیں کر سکتے - ویقع بھا ای بھذہ الالفاظ وما بمعناها من الصریح ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک اھ (درمختار) ومنه الالفاظ المصحفة وھی خمسة فزاد علی ماھنا تلاق اھ (شامی ص ۴۶۶ ج ۲) فقط واللہ اعلم

محمد انور ۱۰ - ۴ - ۱۴۱۵ھ

طلاق دی، دی، دی سے تین طلاق ہو گئیں

ایک شخص نے اپنی بیوی کو ان الفاظ میں طلاق دی۔

میں نے طلاق دی، دی، دی - کیا یہ طلاق ثلثہ مغلظہ ہے جو کہ بغیر حلالہ کے پہلے شوہر کے نکاح میں نہیں آسکتی -

الجواب: صورت مسئولہ میں بیوی کے مدخولہ ہونے کی صورت میں تین طلاق ہو گئیں ولو قالت مرا طلاق کن، مرا طلاق کن، مرا طلاق کن - فقال کردم، کردم، کردم تطلق ثلثاً وھو الاصح اھ - (عالمگیری ص ۳۸۴ ج ۱)

وکذا فی امداد الفتاوی ص ۳۷۶ ج ۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۴ - ۶ - ۱۴۰۰ھ

مطلقہ ثلاث کا دوسرا نکاح فاسد ہو تو پہلے کیلئے حلال نہیں ہو گی

ایک شخص کا کئی سال سے نکاح تھا - رخصتی کا وقت آیا - تو بیوی نے انکار کر دیا -

مرد نے اسی وقت طلاق دے دی - تو اس وقت اس کا نکاح زوج اول کے بھائی سے کر دیا گیا - جسے یہ علم نہیں تھا کہ یہ معتدہ ہے - حالانکہ وہ منکوحہ ہونے کی حالت میں زنا کی وجہ سے حاملہ تھی - اب سوال یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح زوج ثانی کے ساتھ صحیح ہوا یا نہیں - اور یہ پہلے خاوند کے لئے اب حلال ہو جائے گی یا نہیں پہلے خاوند نے تین طلاق بکلمۃ واحدۃ دی ہیں -

الجواب: جب بوقت طلاق وہ حاملہ تھی - تو اس کی عدت وضع حمل تھی اور حالت عدت میں کیا گیا نکاح، نکاح فاسد ہے، نکاح فاسد سے تحلیل نہیں ہوئی - لہذا دوبارہ نکاح صحیح کیا جائے - پھر وطی کے بعد طلاق ہو تو عدت گذرنے کے بعد پہلا خاوند نکاح کر سکتا ہے لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنحققہ بھا ای بالثلاث لو حرۃ ... حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف، الدر المختار علی الشامی ص ۵۸۴ ج ۲ (قولہ کما سنحققہ) ای فی باب العدۃ حیث قال ھناک والخلوۃ فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ - (جوھرہ) (شامی ص ۵۸۳ ج ۲)

فقط واللہ اعلم ـــــــ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ارتکاب شرط ناسیاً کیا تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی

زید نے قسم کھائی کہ آج کے بعد سگریٹ پیوں تو بیوی کو تین طلاق - پھر ایک تقریب میں جانا ہوا - وہاں کھانے کے بعد سگریٹ پی لی - سگریٹ پیتے وقت یہ بالکل یاد نہ رہا کہ قسم اٹھائی ہوئی ہے - تو کیا اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں - اب بدون حلالہ نکاح صحیح نہ ہو گا (قولہ فی الیمین او الحنث) متعلق بقولہ ولو مکرھاً او ناسیاً ای سواء کان الاکراہ او النسیان فی نفس الیمین وقد مر - او فی الحنث بان فعل ما حلف علیہ مکرھا او ناسیاً لان الفعل شرط الحنث وھو سبب الکفارۃ والفعل الحقیقی لا ینعدم بالاکراہ والنسیان (شامیۃ ص ۵۰ ج ۳) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۴ - ۵ - ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

حاملہ پر بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی۔ زید کی بیوی حاملہ ہے۔ کیا یہ تین طلاق وضع حمل کے بعد پڑیں گی؟ نیز حمل کے دوران بھی طلاق پڑتی ہے یا نہیں؟

محمد انور شاہ پیرانوالہ ضلع فیصل آباد

الجواب بحالتِ حمل اگر کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ لہٰذا جس وقت سے طلاق دی ہے اسی وقت سے واقع ہوگئی ہے البتہ عدت وضع حمل سے ختم ہوگی۔ وحل طلاقهن اى الآيسة والصغيرة والحامل عقب وطى (تنویر الابصار مع الدر المختار ص۱۶ ج۳) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

میں اس گھر میں داخل ہوا تو بیوی کو طلاق پھر غلطی سے داخل ہوگیا

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں۔ کہ ایک آدمی اپنے گھر میں اپنی بیوی کو مار پیٹ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا شادی شدہ بیٹا گھر میں آیا تو اس حالت کو دیکھ کر باپ کے سامنے یہ الفاظ کہہ بیٹھا "اگر میں آئندہ اس صحن میں داخل ہوجاؤں تو مجھ پر بیوی تین طلاق ہے" پھر اپنی ماں کو ساتھ لے کر گھر سے نکل کر پڑدس میں چلا گیا۔ چند دن گذرنے کے بعد ان کو کسی نے کہا کہ "اگر باپ یہی گھر کسی کو ہبہ کردے یا بیچ دے تو حالف داخل ہوسکتا ہے کیونکہ باپ کی ملکیت ختم ہوجاتی ہے"۔ اب وہ باپ تین لاکھ کا بنا ہوا گھر بیچنا نہیں چاہتا۔ البتہ اس نے ایک اپنے قریبی دوست کو وہی گھر اس نظریہ سے ہبہ کردیا۔ کہ کچھ دنوں بعد مجھے واپس کردے گا (اور یقیناً ایسا ہے) پھر حالف کو گھر میں داخل کرادیا۔ لہٰذا اب وہ باپ بھی اور حالف بھی اسی ایک ہی صحن میں رہ رہے ہیں۔ حالانکہ ہبہ کرتے وقت نہ گھر کو خالی کیا گیا نہ گھر کو چھوڑا گیا ہے۔ اب آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ اس حالف پر کتنی طلاق واقع ہوچکی ہیں؟ قرآن وحدیث کتب فقہ وکتب فتاویٰ سے حوالہ دے کر جواب سے نوازیں۔ شکریہ۔

مولوی عبدالخالق موسیٰ خیل ضلع میانوالی

الجواب برتقدیر صحت واقعہ جب یہ شادی شدہ لڑکا اس صحن میں داخل ہوا۔ تو اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں۔ کیونکہ شرط پائی گئی ہے جیسا کہ قاضی خاں میں ہے۔ حلف ان لا يدخل هذه الدار فدخلها راكباً اوماشيا او محمولاً بامره حنث فی یمینه۔ قاضیخاں ص۲۶ ج۲۵ ۔ لہٰذا اب حالف پر اس کی یہ بیوی حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہوگئی ہے اور یہ حیلہ ہبہ کا بنایا گیا تھا۔ وہ حیلہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ھبہ کے لئے قبض شرط ہے اور یہاں انہوں نے موہوب لہٗ (جس کو یہ گھر ہبہ کیا تھا) کو قبضہ نہیں دیا ہے لہٰذا یہ حیلہ باطل ہے۔ جیسا کہ جوہرۃ النیرۃ میں ہے کہ الهبة تصح بالايجاب والقبول الى قوله وتتم بالقبض قال فی الهداية القبض لابد منه لثبوت الملك لان الهبة عقد تبرع وفى اثبات الملك قبل القبض الزام المتبرع شيئا لم يتبرع به وهو التسليم فلا يصح الجوهرة النيرة ص۹ ج۲۔ وفيه لان القبض منصوص عليه فى الهبة قال النبى عليه السلام لا تجوز الهبة الا مقبوضة فيشترط كمال القبض۔ الجوہرہ ص۱۱ ج۲۔ پس اس خاوند کو چاہیئے کہ اس بیوی سے قبل از حلالہ اجتناب کرے۔ ورنہ حرام میں مبتلا رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفی عنہ

مجبوری کی طلاق کا حکم

عبدالرحمٰن نے ایک عورت سے شادی کی ہے۔ پہلے عبدالرحمٰن کی دو گھر والیاں موجود ہیں۔ تیسری شادی کرنے کے بعد گھر کے حالات بہت خراب ہوگئے۔ اس لئے عبدالرحمٰن کے بھائی نے تیسری بیوی کو تین طلاق لکھ کر عبدالرحمٰن کو مجبور کیا ہے۔ کہ یہاں دستخط کردو۔ عبدالرحمٰن نے دل میں یہ خیال کیا کہ دستخط کر دیتا ہوں طلاق نہیں دیتا۔ اور یہ مجبوری باتوں کی تھی۔ کوئی قتل وغیرہ کی دھمکی نہیں دی گئی۔ جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں طلاق ہوگئی ہے۔ اب اس کو بطور بیوی رکھنا حرام ہے۔ فی الدر المختار ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو عبدا ا ف

مکرھا فان طلاقہ صحیح وفی الشامیۃ (قولہ فان طلاقہ صحیح) ای طلاق المکرہ

(ردالمحتار ص۴۲۱ ج۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ | محمد انور ۲۵ — ۱ — ۱۴۱۲ھ

کنایہ کے بعد صریح الفاظ کہنا

زید نے اپنی بیوی کو کہا "میں اس کو اپنے نفس پر حرام کرتا ہوں" وہ میرے اوپر حرام ہوگئی، حرام ہوگئی۔ ہر سہ تین طلاق کے بعد میں کہتا ہوں۔ اس کی رسی اس کی گردن پر ہے۔ مذکورہ الفاظ سے کونسی طلاق ہوگی؟

الجواب صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئی ہیں اب بدوں حلالہ نکاح جدید اس عورت کو گھر آباد نہیں کرسکتے۔ صورت مسئولہ میں الفاظ بائن کے بعد صریح الفاظ کہے گئے ہیں۔ اور الفاظ صریحہ بائن سے ملحق ہوتے ہیں کما فی الدر المختار الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن اھ۔ وفی الشامیۃ کما لو قال لہا انت بائن او خالعہا علی مال ثم قال انت طالق او ھذہ طالق اھ (ص۵۰۹ ج۲) فقط واللہ اعلم

۳ صفر سنہ ۱۴۱۰ھ محمد انور

ہنسی مذاق میں طلاق دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

محمد اقبال ارائیں ولد جند وڈا نے مذاق اور تمسخر میں روبرو عبدالمجید، فیض رسول، محمد عثمان کے کہا کہ میری زوجہ کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے یعنی تین مرتبہ لفظ طلاق کہا۔ اس صورت میں دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں اور کونسی طلاق واقع ہوئی ہے

گواہوں کے دستخط حاضر خدمت ہیں ــــــ یہ واقعہ تین رمضان المبارک کو ہوا۔

بینوا بالبرھان توجروا من الرحمان۔

دستخط گواہاں: محمد عثمان بقلم خود فیض رسول

عبدالمجید بقلم خود

الجواب صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئی ہیں۔ اب بدوں حلالہ و نکاح جدید اس عورت کو گھر آباد نہیں کرسکتے۔ بخلاف الھازل واللاعب فانہ یقع قضاءً ودیانۃ لان الشارع جعل ھزلہ بہ جدا اھ

(درمختار علی الشامیہ ص۴۲۱ ج۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفی عنہ | محمد انور ۱۲ - ۱ - ۱۴۱۵ھ

پتھر پھینکنے کے بعد بطور اخبار کہا "ہم نے چھوڑ دی ہے"

صورت مسئلہ یہ ہے کہ "زید" اور "بکر" نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی لڑکیاں وٹہ سٹہ کے طور پر ایک دوسرے کے لڑکوں کو نکاح میں دی تھیں۔ یعنی "زید" نے "بکر" کے بیٹے "عمرو" کو اور "بکر" نے "زید" کے بیٹے "شفیق" کو اپنی اپنی بیٹیاں نکاح میں دی تھیں۔ مگر اکثر اوقات ان کا جھگڑا رہتا تھا۔ زید اپنی بیٹی کی طلاق لینا چاہتا تھا۔ چند رشتہ دار سرپنچ راضی نامہ کرانے کے لئے زید کے گھر آئے مگر "زید" اپنی لڑکی کی طلاق لینے اور اس کے وٹہ میں "بکر" کی بیٹی کو طلاق دینے پر مصر تھا (جن دونوں لڑکیوں کی رخصتی نہیں ہوئی) اب سرپنچ بمع زید اسی مسئلہ کو نمٹانے کیلئے بکر کے گھر چلے گئے یوں "بکر" کے گھر سرپنچ نے اپنی ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طریقہ سے ان دونوں کی صلح ہوجائے مگر جب سرپنچ کو صلح ہوتی ہوئی نظر نہ آئی اور زید کا بھی اپنی بیٹی کا طلاق لینے کا اصرار تھا تو سرپنچ نے کہا "تلومنہ کالا" یعنی ایک دوسرے کو طلاق دو۔ اب سرپنچ نے "بکر" کے بیٹے عمرو کو کمرے کے اندر سے بلایا۔ کہ زید کا بیٹا "شفیق" آپ کی بہن کو طلاق دینا چاہتا ہے لہٰذا تم (یعنی بکر کا بیٹا عمرو) بھی طلاق دینے کیلئے پتھر پھینکو تو یوں دونوں (یعنی زید کے بیٹے "شفیق" اور بکر کے بیٹے "عمرو") نے طلاق دینے کی غرض سے تین تین پتھر پھینکے (مگر منہ سے لفظ نہیں کہے) پتھر پھینکنے کے بعد بطور طنز "ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ تو پھر دونوں گالی گلوچ

پر اتر آئے۔ اب دوسرے دن صبح کو "بکر" کے بیٹے "عمرو" نے ایک مطالبے کا کاغذ اپنے سابقہ سسر "زید" کے نام بھیجا۔ کہ ہم نے تمہاری لڑکی کو اپنے پیسوں سے 500 روپے کا دودھ پلایا تھا۔ وہ پیسے دو" زید نے جواباً کہا کہ ہم نے بھی تو آپ کی بہن پر فلاں فلاں خرچ اخراج کئے ہیں۔ لہٰذا وہ پیسے ہمیں دیں۔ تیسرے دن "بکر" کے بیٹے "عمرو" کی اور زید کی مذکورہ بالا لین دین پر غلام حسن عبدالکریم حافظ جعفر اور دیگر حضرات کے سامنے ہاتھا پائی ہوئی" زید نے کہا ایسا تیسا میں نے تمہارے کہنے پر چھوٹی لڑکی (جو پہلے نکاح میں تھی) کی طلاقیں لے کر بڑی لڑکی تیرے نکاح میں دی۔ مگر تو نے مجھے یہی صلہ دیا ہے۔ اب جیسے زید کے بیٹے "شفیق" نے تمہاری بہن کو طلاق دیدی ہے اور تو نے میری دوسری بیٹی کو بھی طلاق دیدی تو تمہارا ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے تو تب "بکر" کے بیٹے "عمرو" نے مذکورہ بالا افراد کے سامنے کہا کہ تیرے بیٹے نے ہماری ایک چھوڑی ہے اور میں (عمرو) نے تیری دو لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ اب مسئلہ سوال طلب یہ ہے کہ کیا دونوں لڑکیوں کو طلاق ہوگئی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: وفی الشامیة ص۴۱۸ ج۲ وبه ظهر ان من تشاجر مع زوجته فاعطاها ثلثة احجار ينوى الطلاق ولم يذكر لفظا لا صريحا ولا كناية لا يقع عليه كما افتى به الخير الرملي۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔ نہ پتھر پھینکنے کے وقت اور نہ ہی بعد میں ان کلمات سے (کہ تیرے عہ بیٹے نے ہماری ایک چھوڑی ہے اور میں نے تیری دو چھوڑی ہیں) ان عورتوں پر طلاق واقع ہوگی۔ لہٰذا دونوں عورتیں مطلقہ نہیں ہیں۔ ہر ایک خاوند اگر اپنی بیوی کو نہیں رکھنا چاہتا۔ تو صریح طلاق دے کر علیحدہ کردے۔ فقط واللہ اعلم

عہ یہ خط کشیدہ الفاظ بظاہر خبر ہیں۔ انشاء نہیں "پتھر پھینکنے" کو طلاق سمجھ کر یہ الفاظ کہہ رہے ہیں۔ اور پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی لہٰذا ان الفاظ سے بھی طلاق واقع نہ ہوگی

والجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ ۳/۱۱/۱۴۱۵ھ

صرف بول چال اور مجامعت چھوڑنے سے طلاق نہیں ہوگی

اگر بیوی نافرمان ہوجائے اور جھگڑا کرنے لگے۔ اس صورت میں خاوند یہ سوچتے ہوئے کہ بیوی راہِ راست پر آجائے۔ نافرمانی چھوڑ دے۔ وہ بیوی سے بولنا اور ہمبستری چھوڑ دیتا ہے۔

لیکن پھر بھی حالات صحیح نہیں ہونے پاتے۔ حتی کہ میاں بیوی ایک ہی مکان میں رہتے ہوں۔ بچے بھی ہوں۔ بول چال میں عرصہ بھی کافی ہوگیا ہو۔ تو کیا اس صورت میں طلاق عائد ہوجاتی ہے نیز ایسی صورت میں کوئی مدت تو درکار نہیں ہے؟ اسلام میں ایسی صورت میں کیا فتویٰ ہے۔

الجواب: صورتِ مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ محض بول چال اور ہمبستری چھوڑنے سے (اگرچہ کافی مدت تک ہو) طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور یہ ترک شرعاً ایلاء شرعی میں داخل نہیں ہے۔ ایلاء شرعی کی تعریف یہ ہے الایلاء منع النفس عن قربان المنکوحة منعا مؤکدا بالیمین بالله ہندیہ ص۴۷۶ ج۱ پس صورتِ مسئولہ میں یہ عورت مطلقہ نہیں ہوگی فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ جامعہ خیر المدارس ملتان | الجواب صحیح۔ محمد انور ۲۵-۴-۱۴۱۲ھ

طلاق ہونے کے لئے منکوحہ ہونا یا اضافۃ الی النکاح ضروری ہے

زید کو مجبور کیا گیا کہ تم بکر کی لڑکی سے شادی کرلو زید نے انکار کیا اور کہا "بکر کی لڑکی کو طلاق ہے" اب بکر بھی چاہتا ہے کہ یہ نکاح ہوجائے۔ زید کے والدین کی خواہش بھی ہے۔ تو کیا زید اسی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب: زید مذکورہ لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے کیونکہ طلاق واقع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عورت نکاح میں ہو یا نکاح کی طرف نسبت ہو کہ "جب وہ میرے نکاح میں آئے اسے طلاق" چونکہ صورتِ مسئولہ میں ان میں کوئی صورت نہیں پائی گئی۔ لہٰذا زید اس سے نکاح کرسکتا ہے شرطه الملك حقيقة او حكما او الاضافة اليه (درمختار ص۲۳۰ ج۲) فقط واللہ اعلم

دو طلاق کے بعد رجوع کرکے تیسری دے دی تو تین ہوگئیں

ا۔ بچہ پیٹ میں تھا۔ ایک طلاق لفظ رجعی کے ساتھ لکھ کر بیوی کو دی پھر میاں بیوی کی رضامندی سے رجوع ہوگیا۔ 2۔ تین سال کے بعد ایک طلاق لکھ کر دی 1½ ماہ کے اندر پھر رجوع کیا گیا۔ میاں بیوی کی رضامندی سے 3۔ سات سال کے بعد تین عدد طلاق بیک وقت لکھ کر دی گئیں

بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی تجدید کی گئی۔ آیا طلاق ہوگئی یا گنجائش ہے؟

الجواب تینوں طلاقیں بالفاظِ صریحہ تھیں تو تیسری کے بعد اب رجوع کا حق ختم ہوگیا اور وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی تاوقتیکہ حلالہ کے بعد نکاح جدید نہ ہو۔ تین کے بعد جو نکاح کیا گیا ہے شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ واذا طلقها ثم راجعها يبقى الطلاق وان كان لا يزيل الحل والقيد في الحال لانه يزيلهما في المآل حتى انضم اليه ثنتان اھ (عالمگیری ص۴۵ ج ۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ عبد الستار عفی عنہ — محمد انور ۱۲-۸-۱۴۱۷ھ

صرف سر ہلا دینے سے طلاق نہیں ہوگی

اگر زید سے نکاح خواں بحضور شاہدین پوچھے کہ فلاں بنت فلاں بعوض اتنے روپے مہر تمہیں قبول ہے اس کے جواب میں اگر زید اقرار کے طور پر صرف سر ہلائے اور منہ سے کچھ نہ بولے تو نکاح نہیں ہوتا۔ اسی طرح طلاق کے بارے میں اگر ھندہ زید کو کہے کہ تمہاری طرف سے مجھ کو طلاق ہے اس کے جواب میں اگر زید اقرار کے طور پر اپنا سر ہلائے تو کیا طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب صرف سر ہلانے سے طلاق نہیں ہوگی درمختار میں ہے والایماء بالراس من الناطق ليس باقرار بمال وعتق وطلاق وبيع ونكاح الخ درمختار على الشامية ص۵۰۳ ج ۴۔ فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور مفتی جامعہ خیر المدارس۔

زبان سے طلاق کہا اور انگلیوں سے اشارہ کیا تو کتنی طلاق ہوں گی

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی دلاور حسین نے اپنی بیوی کو طلاق بایں طور دی کہ تجھے طلاق ہے اور ساتھ ہی تین انگلیوں کا اشارہ بھی کیا۔ زید کہتا ہے کہ اس سے ایک طلاق ہوئی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس طرح تین طلاقیں ہوئی ہیں یا ایک؟ نیز دلاور حسین اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مستفتی محمد طاہر یزمانی۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ مسمی دلاور حسین کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوچکی ہیں۔ لہذا بدوں حلالہ دلاور حسین کے لئے یہ عورت

حلال نہیں۔ انت طالق هكذا مشيرا بالاصابع المنشورة وقع بعدده درمختار على الشامية (قوله وقع بعدده) اى بعدد ما اشار اليه من الاصابع .... فان اشار بثلاث فهي ثلاث او بثنتين فثنتان او بواحدة فواحدة كما في الهداية (شامی ص۴۸۵ ج ۲) وقال الله تعالى۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ — محمد انور ۲۶-۲-۱۴۱۸ھ

حال کے صیغہ سے طلاق کا حکم

ما قولكم ايها العلماء الكرام میں امان اللہ خاں ولد عبد اللہ خاں۔ مقبول بی بی دختر شیر از خاں کو شرعی لحاظ سے پہلی طلاق دیتا ہوں۔ دوسری طلاق دیتا ہوں تیسری طلاق دیتا ہوں۔ آج مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۱ء کے بعد میرا اس سے کوئی لین دین نہیں ہے۔ اب قابل غور بات یہ ہے۔ کہ کیا طلاق کے واسطے لفظ ماضی کا ہونا ضروری ہے؟ طلاق دیتا ہوں۔ تو بظاہر لفظ حال معلوم ہوتا ہے۔ کیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوجائے گی۔ یا نہ۔ نیز آج مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۱ء کا جملہ پہلے لفظ طلاق دیتا ہوں کا مؤید ہوگا۔ یا تعلیق طلاق کا فائدہ دے گا۔ پھر مدت مذکورہ گزر جانے کے بعد کیا ہوگا۔ برائے مہربانی تمام شقوں پر غور فرما کر جواب مفصل و مدلل بحوالہ کتب دیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ اور طلاق دہندہ کا لفظ "آج مورخہ الخ" مضمون سابق کی تاکید ہے۔ یہ لفظ تو صراحۃً حال کے ہیں۔ (صیغہ مضارع جو کہ حال واستقبال دونوں کا ہے۔ اس میں حال کا معنی غالب ہو۔ تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے)۔ فهذا اولى وفي الشامية وكذا المضارع اذا غلب في الحال مثل اطلقك كما في البحر ص۴۳۰ ج ۲ اب بدوں حلالہ مذکورہ عورت سے نکاح جدید صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۰-۴-۱۴۰۲ھ

بیوی کو جھگڑے کے دوران لفظِ طلاق کہا اور دعویٰ کرتا ہے کہ میری مراد دوسری بیوی تھی

کیا ارشاد ہے حضرات علماءِ کرام کا۔ کہ زید کی دو منکوحہ بیویاں ہیں۔ ایک کئی سال سے راولپنڈی میں مقیم ہے۔ اور دوسری ملکوال میں زید کے ہاں رہائش پذیر ہے۔ زید کا مسمات ھندہ سے اکثر جھگڑا رہتا ہے۔ ایک روز دوران جھگڑا زید نے مسمات ھندہ کو کہا کہ "مجھ پر رن طلاق ہے کہ میں بلاواں" بعد ازاں گفتگو کے دوران زید نے ھندہ سے کہا کہ میں نے صرف تجھ پر رُعب ڈالنے کے لئے یہ الفاظ کہے ہیں، اور میرے تصور میں دوسری بیوی تھی، چند روز بعد پھر زید کا ہندہ سے جھگڑا ہوا تو زید نے کہا کہ "مجھ پر رن طلاق ہے کہ میں تجھے بلاواں" پھر زید نے کہا کہ اسی وقت ہماری بول چال ہوگئی ھندہ نے مجھے بُلا کر کہا کہ تو دو بار طلاق دے چکا ہے میں نے کہا کہ دوسری بیوی کی طلاق کہی ہے تیری نہیں، اس پر جھگڑا زیادہ ہوگیا۔ تو میں نے کہا کہ "اُس کی ترے ہوگیاں۔ ہوگیاں ہاں تے ہوگیاں"

ھندہ کا بیان ہے کہ پہلی طلاق نلکے کے پاس زید نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ اٹھائی اور دوسری بھی اُسی طرح برآمدے میں اٹھائی اور میرے پوچھنے پر اُس نے مذکورہ بالا ہی جواب دیا پھر کئی روز بعد جھگڑا ہوا، میں باہر کسی کام کے لئے جانا چاہتی تھی اور زید مجھے روکتا تھا۔ میرا اصرار تھا تو زید نے کہا کہ "مجھ پر رن طلاق ہے کہ تو واپس گھر آویں" ہندہ نے کہا کہ زید کہتا ہے کہ یہ آخری طلاق میرے ذہن میں نہیں آتی، جو کہ کمرے میں ہوئی، پھر ہمارا جھگڑا ہوا اور میرے والدین آئے اور زید نے میری والدہ کے روبرو مجھے کہا کہ "اگر آج تو مجھے طلاق بھی کہے تو میں دینے کیلئے تیار رہوں" میری والدہ واپس چلی گئی۔ میں نے رات زید کو بلایا اور کہا کہ ایک طلاق تو نے نلکے کے پاس اٹھائی، دوسری برآمدے میں اٹھائی۔ ابھی تیسرا میں نے نام ہی نہیں لیا کہ زید نے یہ الفاظ کہے کہ "تریئی میں کمرے نے وچ چا اٹھائی ترے پوریاں تھی گیاں نوں، پوریاں تھی گیاں

نوں ہاں تے پوریاں تھی گیاں نوں" میں ہندہ حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ تمام تر جھگڑے کے دوران میری طرف سے وجہ اختلاف دوسری بیوی کی طلاق نہیں تھی۔ بلکہ ہمارا جھگڑا صرف اور صرف اپنی ناچاقی کی وجہ سے تھا۔ دوسری بیوی کئی سال سے راولپنڈی میں مقیم ہے اس کا ہمارے پاس آنا جانا ختم ہے

بکر نے زید اور ہندہ کے بیان کے بعد زید سے کہا۔ کہ آپ نے چند روز قبل مجھے کہا تھا۔ کہ جھگڑے کے دوران میں نے ہندہ کو کہا کہ ترے پوریاں ہوگیاں نوں، پوریاں ہوگیاں نوں، بقول زید کے ہندہ کا جھگڑا تھا کہ تو نے مجھے طلاق دی اور میں نے کہا کہ میں نے دوسری کو دی، بکر نے ہندہ سے پوچھا کہ کیا تم نے کوئی بات کہی جس کے جواب میں زید نے یہ الفاظ کہے تو ہندہ نے کہا کہ میں نے زید کو کہا کہ تو نے ایک طلاق نلکے کے پاس اٹھائی، دوسری طلاق برآمدے میں اٹھائی اور تیسری کا ابھی میں نے نام نہیں لیا کہ زید نے کہا کہ "تریئی میں کمرے دے وچ آکھی ترے پوریاں تھی گیاں نوں، پوریاں تھی گیاں نوں" ہاں تے پوریاں تھی گیاں نوں۔ بکر نے زید سے پوچھا کہ تم نے لفظ طلاق استعمال نہیں کیا جس کی تائید ہندہ کر رہی ہے مگر ھندہ کے بیان کردہ باقی جملے صحیح ہیں تو اس نے جواب میں کہا کہ "ٹھیک ہے جی" بعد ازاں بکر نے زید سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ ھندہ کا بیان ٹھیک ہے مگر میں نے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ "توں جے آکھنی ایں" پھر کہا کہ میں نے دو طلاق دوسری بیوی کو یکے بعد دیگرے دیں تجھ کو نہیں، ھندہ نے کہا کہ تو نے تین کہی ہیں۔ میں نے کہا کہ میں نے "ترے نہیں آکھیاں" دو میں نے کہی ہیں تصور دوسری بیوی کا تھا، میں نے تجھ کو نہیں کہیں، جھگڑا بڑھ گیا تو کہا "ترے پوریاں ہوگیاں نوں، پوری ہوگیاں نوں ہاں تے پوریاں ہوگیاں نوں" جھگڑا اسی طلاق کا تھا۔ ھندہ کہتی تھی کہ تو نے تین کہیں میں نے کہا کہ دو کہیں تصور دوسری بیوی کا تھا۔

بکر نے زید اور ہندہ کے رُوبرو کہا کہ زید نے طلاق کہی مگر تصور دوسری بیوی کا تھا۔ صرف ہندہ پر رُعب ڈالنے کے لئے، اسی طرح دوسری طلاق بھی کہی گئی، دوسری بیوی کا تصور تھا، اور جھگڑا ہندہ سے، اب صرف اختلاف کمرے کے اندر کا ہے، ھندہ کہتی ہے کہ تو نے تیسری طلاق کمرے میں دی ہے زید نے اسکے جواب میں کہا کہ "میں نے تیسری طلاق کمرہ میں نہیں دی، میں بولا ہی نہیں" پھر غصہ کی وجہ سے اختلاف بڑھ گیا، لڑائی تک نوبت گئی، اس وقت زید نے کہا کہ ترے پوریاں

ہوگیاں نیں، پوریاں ہوگیاں نیں، پوریاں ہوگیاں نیں، تھوڑی دیر بعد زید نے پھر کہا کہ "اس وقت یہی کہا تھا کہ ترے پوریاں ہوگیاں، ہوگیاں، ترے پوریاں ہوگیاں نوں، ہاں تے ہوگیاں، بعد ازاں ہندہ نے کہا کہ زید نے کتنی بار کہا کہ "بلا والدکو اورلے طلاقاں"

آخر میں بکر نے زید اور ہندہ کے سامنے کہا۔ کہ دو دفعہ کی طلاقوں پر اختلاف نہیں ہے۔ اور تیسری کے بارے میں ھندہ کے بولنے سے قبل ہی زید نے کہا کہ "میں نے تیسری طلاق نہیں کہی۔ اگر توں آکھنی۔ ترے پوریاں ہوگیاں، پوریاں ہوگیاں۔ ہاں تے پوریاں ہوگیاں۔ بکر نے زید سے پوچھا کہ کیا یہی بات ہے؟ تو زید نے کہا کہ "ٹھیک ہے جی" اس کے بعد زید کے کہنے پر بکر نے اس مسئلہ کے بارے میں ایک تحریر لکھی اور زید کو سنائی تو زید نے "ترے" کے لفظ سے انکار کر دیا، بکر نے زید کو وہ کیسٹ سنائی۔ جس میں زید کے یہ الفاظ ریکارڈ تھے۔ تو زید سن کر خاموش ہوگیا۔ پھر ایک روز زید نے بکر سے کہا کہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ یہ "ترے"، کا لفظ نکال دیں، مگر بکر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ یہی مسئلہ زید نے عمر سے بیان کیا۔ اور عمر نے زید کی باتیں ریکارڈ شدہ سنیں اور تصدیق کر دی۔ کہ واقعی یہ آواز زید کی ہے اور مسمات ھندہ کی ہے۔ زید بھی اعتراف کرتا ہے کہ یہ ریکارڈ شدہ بیان میرا ہے۔ اور میں نے خود ریکارڈ کرایا ہے۔ تاکہ شرعی صورت حال سے نہایت احتیاط کے ساتھ معلومات ہو سکے

اب حضرات علماء دین سے التماس ہے کہ بیان فرمائیں، ھندہ اور زید شرعی اعتبار سے میاں بیوی ہیں یا ان کے مابین طلاق واقع ہو چکی ہے؟ اگر طلاق واقع ہوئی ہے تو کس بیوی پر، براہ نوازش شرعی حکم سے مطلع فرمایا جائے۔ فقط والسلام المستفتی محمد عبد اللہ فقیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— حامداً و مصلیاً

الجواب تحریری سوال اور میاں بیوی کی ریکارڈ شدہ گفتگو سے درج ذیل امور واضح ہوئے

(۱) زید کا اپنی بیوی ہندہ سے اکثر جھگڑا رہتا تھا اور اس جھگڑے میں دوسری بیوی کا کوئی دخل یا ذکر نہیں ہوتا تھا۔

(۲) طلاق کے الفاظ یہ ہیں "مجھ پرن طلاق ہے کہ میں بلاواں"

(۳) دوسری بار پھر زید کا اسی عورت ھندہ سے جھگڑا ہوا تو زید نے کہا "مجھ پرن طلاق ہے"

(۴) تیسری بار جب جھگڑا ہوا تو اس کی صورت یہ ہے کہ زید برآمدہ میں چارپائی پر لیٹا ہوا تھا اور ھندہ قریب سے گذری تو زید نے ھندہ کو شلوار سے پکڑتے ہوئے اپنی طرف بُلایا۔ تو ہندہ نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور اپنے کمرہ میں چلی گئی، زید اٹھ کر وہاں گیا اور پوچھا کہ کیا تو مجھ سے نفرت کرتی ہے! ھندہ نے جواب دیا کہ جب تو نے مجھے تین بار طلاق دے دی تو تعلق ختم، تو زید نے کہا کہ میں نے دو بار یہ لفظ بولا کہ "مجھ پر رن طلاق ہے" اور اس طلاق سے مراد دوسری بیوی تھی۔ جو راولپنڈی میں مقیم ہے۔ تجھے صرف ڈرانا مقصود تھا، تیسری بار میں نے لفظ طلاق استعمال نہیں کیا۔ پھر جھگڑا شروع ہوگیا۔ ھندہ نے کہا کہ تو نے تین دفعہ الگ الگ مقام پر یہی لفظ استعمال کیا۔ ایک بار نلکے کے پاس، دوسری بار برآمدہ میں، تیسری بار کمرہ میں اور تمہارا خطاب میری طرف تھا۔ نہ کہ دوسری عورت کی طرف، تو زید نے اسی لڑائی جھگڑے میں کہا کہ اگر تو کہتی ہے کہ میں نے تین بار ایسا ہی کہا ہے تو پھر ترے پوریاں ہوگیاں نوں، ترے پوریاں ہوگیاں نوں، ہاں ترے پوریاں ہوگیاں نوں۔

(۵) ان دونوں کے جھگڑے کے درمیان طلاق کا بھی ذکر ہوتا رہتا تھا اور اس دن ھندہ کی والدہ کے سامنے بھی یہی ذکر ہوا کہ اگر تم طلاق چاہتی ہو تو ہو جائے گی۔

(۶) ھندہ کہتی ہے کہ زید نے طلاق مجھے ہی دی اور تین بار دی اور آخر کار کہا کہ ترے پوریاں ہوگیاں نوں اور زید کہتا ہے کہ میں نے دو بار یہ کہا اور طلاق سے نیت دوسری عورت کی تھی نہ کہ ہندہ کی۔ لیکن بیان ریکارڈ کرنے والے نے جب زید سے پوچھا کہ تو نے ھندہ کے کہنے پر کہ طلاق مجھے ہی مقصود تھی اور تو نے تین بار یہ لفظ کہے کہ ترے پوریاں ہوگیاں نوں، کہے تھے تو زید نے جواب دیا (آہستہ سے) کہ ہاں۔ ان چھ امور میں سے اب قابل غور بات زید کے دونوں جملے ہیں۔

(۱) مجھ پہ رن طلاق ہے (۲) ترے پوریاں ہوگیاں نوں۔

کیا اس سیاق وسباق میں زید کی نیت معتبر ہو سکتی ہے؟

پہلا جملہ:۔ اب ہم کتب فقہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، کہ کیا اس سیاق وسباق میں زید کی نیت معتبر ہے۔ ولو کان له زوجتان اسم کل واحدة منهما زينب احداهما صحيحة النكاح و الاخرى فاسدة النكاح فقال زينب طالق۔ طلقت صحيحة النكاح وان قال

عنیت به الاخری لایصدق قضاءً فتاوی قاضیخاں ص۴۵۸ ج۱

بحر الرائق جلد سوم ص۲۶۴

ولو قال امرأته طالق ولو یسم وله امرأة معروفة طلقت استحساناً ولو قال لی امرأة اخری وایاها عنیت لا یقبل قوله الا ان یقیم البینة بحر الرائق جلد سوم ص۲۷۲

ترجمہ:۔ اگر کسی مرد نے کہا کہ اس کی بیوی کو طلاق ہے اور اس کا نام نہ لے اور اس کی یہ بیوی مشہور و معروف ہو (یعنی یہی عورت اس کی بیوی ہے) (دوسری بیوی غیر معروف ہے) تو اسے طلاق ہو جائے گی۔ اب اگر وہ کہے کہ میری ایک اور بیوی بھی ہے اور وہی میرا مقصد تھا یعنی میں نے اسے طلاق دی تو اس کی یہ بات قابل قبول نہیں ہوگی۔ ہاں اگر وہ موقعہ کے اس بات پر گواہ قائم کر سکے، تو معلوم ہوا کہ زید کا جھگڑا ہندہ سے تھا زن یعنی بیوی سے مراد یہی ہو سکتی ہے۔ اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہر طلاق ہندہ کی طرف منسوب ہوگی قضاءً

دوسرا جملہ۔ "توں کہتی ہے تو" "ترے پوریاں ہوگیاں نوں"

اب اس جملہ میں دو الفاظ قابلِ غور ہیں (۱) ترے (۲) نُوں

(۱) کیا ترے یعنی تین سے مراد کیا ہوگی، لازمی بات ہے کہ جب سارے جھگڑے میں ایک بار نہیں بلکہ تین متفرق موقعوں پر جھگڑا ہوا تو بات طلاق کی ہی تھی تو تین سے مراد بھی تین طلاق ہی ہوگی

(۲) نُوں ہماری پنجابی میں لفظ خطاب ہے اس جملہ کا ترجمہ اردو میں یہ ہوگا تجھے تین طلاق پوری ہوگئی ہیں عربی میں ترجمہ یوں ہوگا۔ لو قال انت طالق ثلاثاً فقد طلقت طلاقاً ثلاثاً

ولو حذف القاف من طالق فقال انتِ طالِ فان کسر اللام وقع بلا نیة والا فان کان فی مذاکرة الطلاق والغضب فکذلك والا توقف علی النیة کذا فی الخانیة وفی الجوهرة

بحر الرائق جلد سوم ص۲۷۴ ۔ فتاویٰ قاضی خاں ص۴۶۳ ج۱

وفی المحیط لو قالت المرأة انا طالق فقال الزوج نعم کانت طالقاً ان نوی به طلاقاً مستقبلاً وان نوی به الخبر عما مضی وقع ۔ وفی البزازیة قالت له انا طالق فقال نعم طلقت ۔ (بحر الرائق جلد سوم ص۲۷۴)

ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ مذاکرہ طلاق اور غصہ کی حالت میں طلاق کا جو لفظ بھی اس نے استعمال کیا۔ اس سے مراد طلاق ہی ہوگی۔ مرد کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اگر عورت اپنے خاوند

کو مخاطب کر کے کہے کہ میں طلاق ہوں یعنی تُو نے مجھے طلاق دے دی اس کے جواب میں خاوند نے کہا ہاں۔ تو عورت مطلقہ ہو جائے گی۔ زید نے مسئولہ صورت میں دو بار یہ کہا کہ "ترے پوریاں ہوگیاں نوں" پہلی بار ہندہ کے کہنے پر کہ تو نے مجھے ہی ہر بار مخاطب کیا اور تین بار ایسا کیا۔ تو اس نے کہا کہ "ترے پوریاں ہوگیاں نوں" دوسری بار جب دونوں کی گفتگو ریکارڈ ہو رہی تھی تو ریکارڈ رتے زید سے پوچھا کہ کیا تو نے ہندہ کے سوال پر یہ کہا تھا تو زید نے بہت مجبور ہو کر آہستہ سے ہاں کہا۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ اس نے بعد میں ریکارڈر سے کہا کہ آپ کسی طرح ترے کا لفظ نکال دیں۔

ان تمام قرائن اور سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زید نے ہندہ کو ہی ہر بار مخاطب کیا اور اسے ہی طلاق دی اور پھر آخری جملے سے تو تمام شک و شبہ رفع ہو جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں نے پہلے تجھے طلاق نہیں بھی دی تو اب تجھے تین یعنی طلاقیں پوری ہوگئی ہیں۔

هٰذا ما عندی والعلم عند الله

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفی عنہ ۲۲-۱۱-۱۴۱۰ھ	عزیز الرحمٰن قاضی جیال 7-3-90

نشہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید شراب نوشی کا عادی ہے اور ایک داشتہ سے تعلقات رکھتا ہے۔ بحالت نشہ اس کو بیوی نے لعن و طعن کی۔ تو اس نے بیوی کو سات مرتبہ کہا کہ "میں نے تجھے طلاق دی تو حرام ہے" صورت مسئولہ میں کونسی طلاق واقع ہوگئی؟

المستفتی۔ قاری عصمت اللہ متعلم خیر المدارس ملتان

الجواب حامداً و مصلیاً صورتِ مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو چکی ہیں۔ اب بدون حلالہ نکاح جدید صحیح نہیں۔ ویقع طلاق کل زوج بالغ الخ ولو سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجراً به یفتی تصحیح القدوری ص۲۵۶

(الدر المختار علی رد المحتار ص۴۲۴ ج۲)

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح۔ محمد صدیق غفرلہٗ مدرس خیر المدارس ملتان ۱۰-۱۰-۱۳۹۸ھ	

اگر میں تمہارے قریب آؤں تو سؤر کا بچہ ہوں ایلاء نہیں

صورت مسئلہ یہ ہے۔ کہ مظفر علی نے اپنی زوجہ عطیہ کو کہا کہ میں سؤر کا بچہ ہوں اگر تیرے پاس آؤں۔ تو کیا ایلاء کی صورت ہو جائے گی؟

الجواب: قال فی الفتاوی الشامیة ج ۳ ص۷۵ تحت قوله، وظاهر کلام الکمال لا حیث قال ان معنی الیمین ان یعلق الحالف مایوجب امتناعه من الفعل بسبب لزوم وجوده ای وجود ماعلقه کالکفر عند وجود الفعل المحلوف علیه کدخول الدار وهنا لا یصیر بمجرد الدخول زانیا او سارقا حتی یوجب امتناعه عن الدخول بخلاف الکفر فانه بمباشرة الدخول یتحقق الرضی بالکفر فیوجب الکفر۔ اس کلام سے مفہوم ہوا۔ کہ ان الفاظ سے ایلاء نہیں بنے گا۔ بلکہ اس قبیل کے اندر حلف کے لئے تعلیق بالکفر والیهودیة والنصرانیة وغیرہ ہونا موجب یمین ہوتا ہے۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۰ — ۹ — ۱۳۸۲ھ

بیوی والدین کو ایذاء دیتی ہو تو طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بیوی کا رویہ شوہر کے والدین کے ساتھ بہت نازیبا ہو۔ اور وہ ان کی اذیت کا باعث بن رہی ہو۔ تو اس کو اگر طلاق دے دی جائے تو شوہر کے اوپر کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی:۔ ریاض احمد ہال روڈ ہاسٹل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور

الجواب: باسمہ تعالیٰ:۔ ایسی حالت میں طلاق دینا درست بلکہ مستحب ہے۔ اور طلاق دینے کی اچھی صورت یہ ہے۔ کہ جب وہ عورت حیض سے پاک ہو۔ اور اس پاکی کے عرصہ میں خاوند کی اس سے ہمبستری نہ ہوئی ہو۔ اس وقت اس کو ایک طلاق دے دی جائے۔ اور یہ کہہ دیا جائے۔ کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دی۔ رد المحتار میں ہے۔ (قوله وایقاعه) ای الطلاق مباح بل یستحب لو موذیة (قوله لو موذیة) أطلقه فشمل

الموذیة له أو لغیرہ بقولها او بفعلها (رد المحتار ص۴۵۱ ج ۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۔ ۱۸ ۔ ۴ ۔ ۱۴۱۰ھ	بندہ محمد اسحٰق غفر اللہ لہٗ ۱۸ ۔ ۴ ۔ ۱۴۱۰ھ

عدالتی فسخ صرف بعض صورتوں میں معتبر ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں۔ کہ مسماۃ سلمیٰ نے محمد بشیر خاں سول جج وہاڑی کی عدالت میں اپنے خاوند محمد حنیف کے خلاف دعویٰ تنسیخ نکاح کیا ہوا تھا۔ اور خاوند نے بھی اعادہ حقوق زن و شوہر کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ جج صاحب نے ہر دو مقدمات کو ملا کر مندرجہ ذیل سات تنقیحات مرتب کیں (۱) مدعا علیہ کا سلوک مدعیہ کے ساتھ مسلسل ظالمانہ ہے (۲) مدعا علیہ بدنام عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے (۳) مدعا علیہ مدعیہ کو غیر اخلاقی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا ہے (۴) مدعا علیہ مدعیہ پر بدچلنی کا جھوٹا الزام لگاتا رہا ہے (۵) مدعا علیہ نے مدعیہ کو ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ سے کوئی چیز، خرچہ وغیرہ نہیں دیا (۶) کیا اب فریقین حدود اللہ میں رہ کر میاں بیوی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں (۷) کیا مدعا علیہ اعادہ حقوق زن و شوہر کا حقدار ہے؟

فاضل جج مجسٹریٹ نے ان تنقیحات پر علیحدہ علیحدہ بحث کر کے آخر عورت کو تنسیخ نکاح کی ڈگری دیدی۔ جس پر خاوند نے اپیل کر کے اس ڈگری کو کالعدم قرار دینے کا دعوی کیا۔ تو اپیل کا فیصلہ اس کے حق میں ہوا۔ اور تنسیخ نکاح کا فیصلہ کالعدم قرار دے دیا گیا اس کے متعلق ہماری رہنمائی فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی:۔ محمد حنیف ولد مہر دین ساکن کوٹ مظفر تحصیل میلسی ضلع ملتان

الجواب: حامدا ومصلیا۔ حاکم کے اختیارات شرعاً غیر محدود نہیں کہ اس کا ہر فیصلہ بہرحال نافذ اور واجب التسلیم ہی ہو۔ بلکہ قاضی اور جج کے اختیارات محدود ہوتے ہیں۔ اور اس کا وہی فیصلہ نافذ ہوگا۔ جو اپنے دائرہ اختیارات کے اندر رہتے ہوئے کیا گیا ہوگا۔ عقود رسم المفتی میں ہے والقاضی المقلد اذا قضی علی خلاف مذهبه لا ینفذ اتفاقا وبه جزم المحقق فی فتح القدیر وتلمیذه العلامة قاسم (ص۴۶ ج۱) نیز شرعاً فریقین کو اپیل کا حق

بھی دیا گیا ہے اور مخصوص صورتوں میں ماتحت عدالت کے فیصلوں کو رد بھی کیا جا سکتا ہے درمختار میں ہے واذا رفع الیہ حکم قاضی ..... آخر ... نفذ ... الا ما عری عن دلیل مجمع او خالف کتابا لم یختلف فی تاویلہ السلف کمتروک تسمیۃ او سنۃ مشہورۃ کتحلیل بلا وطی لمخالفتہ حدیث العسیلۃ المشہور او اجماعا کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ وکبیع ام ولد علی الاظہر الخ (ردالمحتار ص ۳۲۹ ج ۴) اور صورت مسئولہ میں چونکہ خاوند کا تعنّت ثابت نہیں جیسا کہ تفصیل شہادت کے فیصلے سے ظاہر ہے۔ اور خاوند اعادہ حقوق زن کا خواہاں ہے۔ پس ایسی صورت میں جج کو شرعاً فسخِ نکاح کا اختیار نہیں۔ پس انفساخِ نکاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے عورت خاوندِ اول کے نکاح میں ہے۔ بذریعہ خلع شرعی یا طلاق علیحدگی کی کوشش کی جائے۔ اگر عورت آباد نہیں ہونا چاہتی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۸-۱-۱۳۸۶ھ	خیر المدارس ملتان

ایک عبارت کے ایلاء یا تعلیق ہونے کی تحقیق

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ مسمّی مولوی مہر علی نے حسب ذیل عبارت پر دستخط کئے کہ

میں مسمی مہر علی ولد میاں زین العابدین اپنے ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے تحریر کرتا ہوں۔ اگر عبدالحمید ولد غلام محبوب اپنی بیٹی رشیدہ بی بی مجھے نکاح کر دے تو اس کے بعد میں اپنی منکوحہ زہرہ بی بی کو آباد کروں یا گھر لے آؤں تو زہرہ بی بی میری منکوحہ مجھ پر تین طلاق حرام ہے۔ مندرجہ بالا مضمون لکھ دیا ہے کہ سند رہے اور تمام گواہوں کو یاد رہے۔ مذکورہ بالا مضمون پڑھ لیا ہے اور تصدیق کرتا ہوں۔ مہر علی۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ ایلاء ہے یا تعلیق۔

سائل محمد امیر اترا

الجواب ایلاء میں ضروری ہے کہ ایلاء کنندہ یا حانث ہو جاتا ہے (جبکہ مدۃ ایلاء کے اندر جماع کرلے) یا مدۃ ایلاء گزرنے پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو جاتی

ہے۔ تیسری صورت ممکن نہیں ہوتی۔ اور زیر بحث صورت میں اس کا امکان موجود ہے کہ مولوی مہر علی مدۃ ایلاء میں جماع کرلے اور حانث نہ ہو جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اگر مولوی صاحب زہرہ بی بی کو اپنے گھر بھی نہیں لاتے اور کوئی دوسرا امکان لے کر اس میں اسے آباد بھی نہیں کرتے۔ کہ اس کے نان و نفقہ وغیرہ میں اس کا انتظام کردیں۔ اور خود بھی کبھی وہاں چلے جایا کریں۔ جسے عرف عام میں آباد کرنا کہا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں صورتیں عمل میں نہیں لاتے۔ مگر دوسرے کسی مقام پر اتفاقاً میاں کا اجتماع ہو جاتا ہے اور جماع کر لیتے ہیں۔ تو اس صورت میں مولوی صاحب قطعاً حانث نہیں ہوں گے۔ ایسے اتفاقی اجتماع کو عرفِ عام میں قطعاً آباد کرنا تصور نہیں کیا جاتا ہے پس جب یہ احتمال موجود ہے۔ تو یہ ایلاء نہیں بلکہ تعلیق ہی ہے فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفی عنہ ۲۹ شعبان سنہ ۱۴۱۶ھ

طلاق کی قسم اُٹھوانے کا حکم:

زید پر چوری کا الزام ہے۔ زید کہتا ہے میں مدعی کو ہر طرح اطمینان دلانے کے لئے تیار ہوں۔ کیا مدعی زید سے طلاق کی قسم اٹھوا سکتا ہے۔ عبدالحمید مدرسہ نعمانیہ ڈی۔ جی۔ خان

الجواب مدارِ فیصلہ وہی قسم ہے جو اسماءِ الٰہیہ کے ساتھ اُٹھائی جائے البتہ تخویف وغیرہ کے لئے طلاق کی قسم کی دھمکی دی جا سکتی ہے وظاہرہ ان القائل بالتحلیف بھما (بالطلاق والعتاق) یقول انہ غیر مشروع ولکن یعرض علیہ لعلہ یمتنع اھ (شامی ص ۴۴۶ ج ۴) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۷-۴-۱۴۰۱ھ

مرتد سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں

زید کمیونسٹ ہو گیا اسلامی احکام و عقائد سے نفرت و بیزاری کا علانیہ اظہار کرتا ہے۔ قرآن مجید کو پرانی کتاب ناقابل عمل کہتا ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں روسی نظام و نظریات و افکار کی تعریف کرتا ہے۔ اور دہریت کا اتنا دلدادہ ہے کہ اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ

کو نماز ادا کرنے اور رمضان میں روزے سے روکتا ہے۔ بلکہ روکنے سے زیادہ مار پٹائی کرتا ہے۔ اس صورت میں نکاح باقی ہے؟ اگر وہ تائب ہو جائے تو تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟

الجواب: اگر واقعۃً صحیح ہے کہ زید اسلامی عقائد سے نفرت و بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ مرتد ہے اس کی بیوی اس دن سے جب سے اس نے یہ کلمات کفر منہ سے بکے ہیں آزاد ہے طلاق لینے کی ضرورت نہیں۔ بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور حکومت پاکستان کو لازم ہے کہ اس شخص کو صرف تین دن کی مہلت دے کہ اپنے شبہات اسلام کے بارہ میں علماء اسلام سے رفع کر لے۔ اگر شبہات ختم کر کے اسلام میں داخل ہو جائے تو فبہا ورنہ یہ شخص واجب القتل ہے حکومت اس کو قتل کر دے۔ دوسرے شخص کو اجازت نہیں۔ فقط

بندہ عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

بیوی خاوند کو طلاق دیدے تو ہو جائے گی یا نہیں؟

السلام علیکم۔ گذارش ہے میاں بیوی میں گھریلو مسائل پر آپس میں لڑائی ہو جاتی ہے۔ جس کے بعد بیوی اپنے خاوند سے لڑ کر اس کے گھر کو چھوڑ کر علیحدہ اپنے بچوں کے ساتھ رہنے لگتی ہے لڑائی کی وجوہات شریک لوگوں کا عورت کو اکسانا ہے جب کہ خاوند ایسے لوگوں سے میل ملاپ کرنے سے منع کرتا ہے لیکن عورت خاوند کی بات نہیں مانتی۔ اور کہتی ہے کہ ہم ان کو ملیں گے جو رشتہ میں عورت کے ماموں کے لڑکے ہیں جو غیر محرم کی تعریف میں آتے ہیں اور پھر جب لڑ کر جاتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھے طلاق دے دو۔ اور ایک دفعہ طلاق کا لفظ استعمال کرتی ہے۔ عرصہ پانچ سال سے علیحدہ چھوٹے لڑکے کے مکان میں رہ رہی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ چونکہ میں نے طلاق دے دو کہا ہے لہذا اب عورت اور خاوند کا رشتہ ساقط ہو گیا ہے۔ اس کے لئے شرعی احکام سے مطلع کریں۔ کیا شرعی لحاظ سے یہ ایسا ہی ہو سکتا ہے جبکہ خاوند نے طلاق کا کوئی لفظ نہیں کہا۔ نہ ہی تحریری طلاق دی ہے محمد انور جمشید

2 اولاد کو بھی وہ ورغلاتی ہے اولاد کو کوئی جب کہے کہ والد کے حقوق کا خیال کرو تو لڑکے کہتے ہیں کہ رسول پاک نے تین دفعہ ماں کے قدموں میں جنت کہا ہے اور والد کے لئے ایک دفعہ کہا ہے لہذا والد کے لئے کوئی حقوق نہیں بتائے بلکہ والدہ ہی مقدم ہے جبکہ بیوی۔ لڑ کا دو دفعہ حج کر آئے ہیں۔ لیکن اجازت نہ لی تھی اس کے لئے شرعی اسلامی احکام قرآن کے حوالہ سے

مفصل واضح کریں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں عورت کے الفاظِ طلاق کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ اگر واقعی خاوند نے زبانی یا تحریری طلاق نہیں دی۔ تو اس کا نکاح اپنی بیوی کے ساتھ بدستور باقی ہے نکاح ختم نہیں ہوا۔ تعظیم کے لحاظ سے باپ کا حق مقدم ہے۔ اولاد پر واجب ہے کہ دونوں (والدین) کی خدمت و احترام کریں۔ کسی کی بھی حق تلفی جائز نہیں فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفی عنہ ۳-۵-۱۴۱۷ھ

میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو تفریق کی صورت

ایک عاقل و بالغ شادی شدہ عیسائی خاتون اپنی کامل رضا مندی سے اسلام قبول کر لیتی ہے۔ لیکن اس کا غیر مسلم شوہر اسلام قبول نہیں کرتا ہے۔ اس کی تاحال کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ وہ خاتون حمل سے ہے اس صورت میں کافر شوہر کا نومسلمہ سے نکاح رہے گا یا فسخ ہو جائے گا۔ اگر نکاح فسخ ہو گا۔ تو عدت کے بارے میں کیا حکم ہے اور عدت گذارنے کے بعد وہ کن صورتوں میں کسی مسلمان شخص سے نکاح کر سکتی ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

سائل لئیق احمد طور

الجواب: صورت مسئولہ میں مسلمان حاکم مذکورہ مسلمہ کے خاوند پر اسلام پیش کرے۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی/حاکم ان میں تفریق کر دے تفریق کے بعد عدت گذارنے کے بعد عورت آزاد ہے ولو اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الاٰخر فان اسلم والا فرق بینھما کذا فی الکنز (عالمگیری ص۳۹ ج۲) (حیلہ ناجزہ ص۱۹۱) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۵-۴-۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح۔ بندہ عبد الستار عفی عنہ

مخبوط الحواس کی طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اندریں مسئلہ کہ ایک شخص شوکت نامی دماغی مریض ہے اسے گاہے بگاہے بے ہوشی کے دورے پڑتے ہیں اور شخص مذکور واپڈا میں ملازم بھی ہے اکثر اوقات ٹھیک رہتا ہے

شخص مذکور کو دورہ پڑا۔ تو اس کی بیوی اس کے پاس آئی۔ اس نے بیوی کو ڈانٹا کہ میرے پاس سے چلی جا۔ یہ معاملہ رات کا ہے صبح ہونے پر اس کی بیوی جب اس کے پاس آئی تو اس نے اپنی بیوی کو مخاطب کرکے پانچ چھ مرتبہ طلاق طلاق کے لفظ کہے۔ مذکورہ صورت میں شرعی آگاہی مطلوب ہے۔ مذکورہ شخص کے مخبوط الحواس ہونے کا ثبوت دماغی ماہرین کی رپورٹیں موجود ہیں۔ براہ کرم فتویٰ صادر فرمایا جائے طلاق واقع ہوئی یا نہ۔ اور اقسام طلاق میں سے کونسی طلاق واقع ہوئی۔ واسطہ اَن پڑھ لوگوں سے ہے مسئلہ مفصل تحریر فرمادیں۔ العارض۔ حاجی ظفر اقبال مکان نمبر 266 بھکر

میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ جس وقت شوکت اقبال نے یہ الفاظِ طلاق استعمال کئے۔ وہ حالتِ جنون میں تھا۔ اور میں موقع پر موجود تھا۔

الجواب: اگر یہ بات درست ہے۔ کہ طلاق کہتے وقت شخص مذکور کو دماغی دورہ پڑا تھا۔ اور اس کی بیوی بھی یہ تسلیم کرتی ہے کہ اس وقت اس کی حالت دورے والی تھی تو پھر شخص مذکور کے اس طرح کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے والمغمی علیه هو لغة المغشی۔ وفی الشامیة وكذا يقال فيمن اختل عقله لكبر أو لمرض أو لمصيبة فاجأته فما دام فی حال غلبة الخلل فی الاقوال والافعال لا تعتبر أقواله وان كان يعلمها۔ شامی ص۴۶۳ ج۲۔ البتہ مسئلہ حلال وحرام کا ہے۔ لہٰذا پورے سوچ سمجھ کیساتھ فیصلہ کرنا چاہئے فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ ۱۹/۱/۱۴۱۶ھ

خالی کاغذ دینے سے طلاق نہیں ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے اپنی بیوی کو خالی کاغذ دیا۔ اور اس نے نیچے پھینک دیا۔ اور میں نے زبان سے کچھ بھی نہیں کہا۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے یا نہیں؟ بیوی کا بیان۔ یہ کاغذ میں نے ان سے نہیں لیا۔ ہم دونوں میاں بیوی کا حلفیہ بیان ہے کہ وہ کاغذ بالکل خالی تھا۔ اس میں کچھ بھی نہیں لکھا ہوا تھا اور زبان سے بھی خاوند نے طلاق نہیں دی۔

الجواب: برتقدیر صحتِ واقعہ خالی اور صاف کاغذ دینے سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ لہٰذا یہ دونوں شرعاً ناکح ومنکوحہ ہیں۔ حسب سابق زوجین کے مانند رہ سکتے ہیں۔ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ۔ جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۹/۲/۱۴۱۳ھ

"میں اپنی بیوی سے سات طلاق ہوں" کہنے سے طلاق نہیں ہوگی

زید کا بیوی سے جھگڑا ہوا تو اس نے غصہ میں آکر کہا میں اپنی بیوی سے سات طلاق ہوں تو کیا ان الفاظ سے طلاق ہوجائے گی؟ عبدالقادر بزدار تونسہ شریف

الجواب: اگر خاوند نے خط کشیدہ الفاظ ہی کہے ہیں تو صورت مسئولہ میں طلاق نہیں ہوئی۔ انا منك طالق او بریٔ لیس بشیٔ ولو نوی (درمختار ص۲۳۱ ج۲ شامی ص۴۳۶ ج۲) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ ۲-۱-۹۷ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مکرہ نے صرف لکھ کر طلاق دی تو طلاق نہیں ہوئی

زید سسرال اپنی بیوی کو لینے گیا تو وہاں سالوں نے پکڑ لیا۔ اور اس کو جان سے مارنے لگے۔ مطالبہ یہ تھا کہ طلاق دے دو۔ چنانچہ زید نے جان بچانے کے لئے طلاق نامہ لکھ کر دے دیا۔ کیا طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر زید نے زبان سے کچھ نہیں کہا بلکہ صرف طلاق نامہ لکھا ہے یا دستخط کئے ہیں۔ تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فکتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته کذا فی فتاوی قاضیخان اھ (عالمگیری ص۳۷۹ ج۱) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۰-۷-۹۶ھ

الجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سادے کاغذ پر دستخط کرنے سے طلاق نہیں ہوگی

غلام اکبر جیل میں تھا۔ اس کے سسر صمد خاں نے کہا کہ تمہارے لئے وکیل مقرر کرتے ہیں اس کاغذ پر دستخط کردو اور سادے کاغذ پر دستخط کرالئے۔ بعد میں اس پر طلاق لکھ لی جب غلام اکبر رہا ہوکر آیا تو اسے بتایا گیا کہ تو نے تو طلاق دے دی ہے تو کیا اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ غلام اکبر بلوچ ڈیرہ اسماعیل خاں۔

الجواب اگر واقعۃً سادہ کاغذ پر دستخط کئے تھے اور اس نے نہ خود طلاق دی نہ کسی کو (طلاق کیلئے) وکیل بنایا۔ تو طلاق نہیں ہوئی وکذا للشکل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لایقع به الطلاق اذا لم یقر أنه کتابه اھ (عالمگیری ص۳۷۹ ج۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۶ ر - ۵ ر - ۱۴۱۰ ھ

مدہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنے گھریلو جھگڑے کے دوران انتہائی غصہ کی حالت میں آگیا۔ جس کے حواس باختہ ہوگئے۔ اور بے خود ہو کر قابو سے باہر ہوگیا۔ جسے اپنے وجود کے سنبھالنے کی خبر بھی نہ رہی۔ دماغ میں زبردست فتور آگیا۔ اسے اتنا علم بھی نہ تھا کہ زبان سے کیا کلمات کہہ رہا ہوں۔ اور کیا انجام ہوگا۔ گویا اس کی حالت دیوانگی جیسی ہوگئی۔ اس حالت میں اس نے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ اسے طلاق ہے۔ طلاق ہے طلاق ہے۔ ان الفاظ کا اسے کوئی پتہ نہیں سننے والوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ آیا ایسی حالت میں شرعاً طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔ المستفتی محمد اسلم شاہ ۹/۹۰ "

جب میں شور سن کر آیا تو اس کی کیفیت ایسی تھی۔ کہ اس کو کوئی اپنی خبر نہ تھی چادر گر کر گھٹنوں تک پہنچ گئی۔ اس نے خود کو نہیں سنبھالا میں نے اس کو سنبھالا۔ پھر وہ اسی بیہوشی کے عالم میں چارپائی پر گر گیا۔ جب میں صبح کے وقت اس کے پاس گیا۔ تو اس نے کہا مجھے رات والے واقعہ کا کچھ علم نہ ہے کسی کے آنے جانے کا اور کچھ بولنے کا مجھے کوئی علم نہیں ہے محمد اسلم شاہ سناتواں

الجواب اگر مسمی محمد ارشد طلاق کے وقت ایسا مدہوش تھا۔ تو اس کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی ہندیہ میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون والنائم والمبرسم والمغمیٰ علیه والمدهوش (ص۳۵۳ ج۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفی عنہ | بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۷-۱۱-۱۴۱۰ھ

"میں نے نکاح نہیں کیا" کنایات سے نہیں

زید اور خالدہ کا نکاح ہوا یہ نکاح زید کی مرضی کے خلاف ہوا تھا۔ اب زید کہتا ہے کہ میرا کوئی نکاح نہیں میں نے یہ نکاح نہیں کیا اس لئے کہ مجھے یہ پسند نہیں تھا ایک دفعہ خالدہ کی بہن نے اسے بہنوئی کہا۔ تو کہنے لگا میں تمہارا بہنوئی نہیں بلکہ دیور ہوں۔ کیا ان الفاظ سے طلاق ہوگئی؟

الجواب یہ لفظ کنایات طلاق سے نہیں ہے لہذا اگر طلاق کی نیت ہو بھی تو ان لفظوں سے طلاق نہیں ہوئی وان قال لم اتزوجك ونوی الطلاق لا یقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع اھ (عالمگیری ص۳۷۵ ج۱) بخلاف لم اتزوجك لانه لا یحتمل الطلاق لانه نفی فعل التزوج اصلا ورأسا وانه لا یحتمل الطلاق فلا یقع به الطلاق اھ (بدائع ص۱۰۱ ج۳) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ | احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

میں اس شہر میں نہیں رہوں گا کہنے کے بعد چلا گیا پھر کبھی کبھی ملنے آئے تو حانث نہیں ہوگا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص طارق نے اپنے گھریلو تنازعے کی بنا پر غصے میں آکر یہ کہا کہ اگر میں یہاں کانجوالہ میں رہ جاؤں تو مجھ پر طلاق ہے دوبارہ بھی یہی الفاظ کہے کہ اگر میں یہاں کانجوالہ میں رہ جاؤں تو مجھ پر طلاق ہے یہ واقعہ آج سے پانچ برس قبل کا ہے پھر یہ شخص گھر والوں کو لے کر کسی اور دیہات میں چلا گیا تین سال تک خود مع بیوی بچے باہر رہا۔ تین سال کے بعد بیوی بچے اسی موضع کانجوالہ میں آگئے۔ اور تقریباً عرصہ دو سال سے رہائش پذیر ہیں۔ یہ طلاق دینے والا شخص اب تک باہر ہے وہاں رہائش پذیر نہیں ہوا البتہ ان دو سال میں دو تین مرتبہ گھر والوں اور بال بچوں کو ملنے کے لئے گیا ہے۔ مل کر اسی وقت واپس چلا آیا۔ رات نہیں ٹھہرا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب خود اپنی حلف پر یہ شخص قائم ہے۔ بیوی بچوں سے اس کی رہائش ہوگئی ہے یا نہیں اور جو دو مرتبہ لفظ طلاق کا کہا ہے اس کا کیا ہوگا طلاق پڑتی ہے یا نہیں؟ فقط۔ بینوا وتوجروا

الجواب: برتقدیرِ صحتِ واقعہ صورتِ مسئولہ میں مسمّی طارق کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ کسی شہر یا بستی کے متعلق ترکِ سکونت کی قسم کی صورت میں خود نکل جانا کافی ہے۔ بیوی بچوں اور سامان کو نکالنا ضروری نہیں ہندیہ میں ہے حلف ان لا یسکن هذا المصر فخرج بنفسه وترك اهله ومتاعه فيه لا يحنث۔ وان كانت اليمين على سكنى القرية فهي بمنزلة المصر (ص۶۷ ج۲) اگر طارق اس بستی میں بقصد ملاقات و زیارت آیا بنیت سکونت آمد نہیں ہوئی۔ تو قسم میں حانث نہ ہوگا۔ ہندیہ میں ہے ولو حلف وقال اندریں دِہ نباشم فخرج باهله ومتاعه ثم عاد وسكن كان حانثا ..... قالوا هذا اذا عاد للسكنى والقرار اما اذا عاد للزيارة لا يحنث في يمينه (ص۶۷ ج۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۰-۱۱-۱۴۱۰ھ

بیوی کو ماں بہن کہنا ناجائز ہے مگر طلاق نہیں ہوگی

زید نے اپنی بیوی کو شدید مارا۔ وہ مظلومہ میکے چلی گئی۔ زید سسرال گیا اور کہا کہ اب اسے لے جاؤں تو ماں بہن کو لے جاؤں اور یہ بھی کہا کہ اب یہ میری ماں بہن ہے میرے دل میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ان الفاظ سے طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟

الجواب: صورۃ مسئولہ میں طلاق نہیں ہوئی البتہ بیوی کو ماں بہن کہنا مکروہ اور ناجائز ہے لو قال ان وطئتك وطئت امي فلا شئ عليه اھ (عالمگیریہ ص۱۲۶ ج۲) ويكره قوله انت امي ويا ابنتي ويا اختي ونحوه (الى ان قال) وفيه حديث رواه ابو داؤد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول لامرأته يا اخية فكره ذلك ونهى عنه اھ (شامی ص۷۷۵ ج۲) فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

تو میری کچھ نہیں لگتی سے طلاق نہیں ہوگی

خالد نے اپنی بیوی جمیلہ کو ناراض ہو کر کہا کہ تو میری کچھ نہیں لگتی صرف ایک مرتبہ یہ الفاظ کہے۔ اور بعد اس کے جمیلہ نے دو مرتبہ پوچھا کہ اچھا میں تیری کچھ نہیں لگتی تو دونوں ہی مرتبہ خالد نے جواب دیا کہ تو میری کچھ نہیں لگتی۔ بقول خالد کے کہ اپنی بیوی کو ڈرانے کے لئے یہ الفاظ کہے تھے طلاق کی غرض نہیں تھی۔ آپ فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہ اگر ہوئی تو کونسی واقع ہوئی ہے؟

الجواب: اگر مسمّی خالد نے صرف یہی کلمات زبان سے کہے ہیں۔ طلاق یا حرام وغیرہ کا کوئی لفظ زبان پر نہیں لایا تو صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی جبکہ طلاق کی نیت نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے لو قال لم يبق بيني وبينك شئ ونوى به الطلاق لا يقع (ص۳۷۶ ج۱) ولو قال لامرأته لستِ لي بامرأة ..... وان قال نويت الطلاق يقع الطلاق ہندیہ ص۳۷۵ ج۱۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

صرف ڈھیلے پھینکنے سے طلاق نہیں ہوگی

احمد خاں کا اپنی بیوی سے تنازعہ ہوا وہ بھاگ کر اپنی مٹھی میں ڈھیلے لایا اور بیوی کو کہا کہ یہ ڈھیلے تم نے دیکھے ہیں مگر زبان سے بالکل کوئی لفظ نہیں کہا کیا طلاق ہوگئی؟

الجواب: اگر واقعۃً صرف ڈھیلے اٹھائے ہی تھے اور زبان سے کوئی لفظ نہیں کہا۔ تو طلاق واقع نہیں ہوئی ویہ ظہران من تشاجر مع زوجته فاعطاها ثلثة احجار ينوي الطلاق ولم يذكر لفظا لا صريحا ولا كناية لا يقع عليه اھ (شامی ص۴۱۸ ج۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۸-۵-۱۴۰۰ھ

رجوع کیلئے بیوی کا رضامند ہونا ضروری نہیں رجوع قول سے بھی ہو سکتا ہے فعل سے بھی

میرے چچا نے اپنی بیوی کے کردار کو مشکوک سمجھتے ہوئے اسے لکھ بھیجا۔ کہ میں نے بیوی کو طلاق دی بعد میں غلط فہمی رفع ہوگئی۔ اب وہ رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے لئے عورت کا رضامند ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ خادم حسین رنگ پور ضلع مظفر گڑھ

الجواب: صورت مسئولہ میں رجوع کرنا درست ہے۔ بیوی رضامند ہو یا نہ ہو۔ اور رجوع قول وعمل دونوں سے ہوسکتا ہے قول سے رجوع کرے تواس پر گواہ بھی بنالے اور اسے اطلاع دے دے۔

(۱) اذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلك او لم ترض اھ (ہدایہ ص۳۷۴ ج ۲)

(۲) كما تثبت الرجعة بالقول تثبت بالفعل وهو الوطى واللمس عن شهوة اھ (عالمگیری ص۴۶۹ ج۱)

(۳) فالسنى ان يراجعها بالقول ويشهد على رجعتها شاهدين ويعلمها بذلك اھ (عالمگیری ص۴۶۸ ج ۱) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴-۷-۱۴۰۷ھ

مطلقہ غیر مدخولہ سے رجوع کا حکم

مؤدبانہ گزارش ہے کہ ایک سال قبل بندہ کا نکاح ہوا تھا۔ مگر اب تک رخصتی عمل میں نہ آئی تھی۔ اور نہ ہی کوئی اس قسم کا رشتہ قائم ہوا تھا۔ کہ چند روز پہلے بندہ نے کچھ ذاتی وجوہات کی بناء پر تحریراً طلاق نامہ لکھ دیا تھا۔ مگر اب بندہ اس طلاق کو واپس لینا یا دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ممکن ہے تو تحریراً فتویٰ عنایت فرمایا جاوے۔ آپ کی عین نوازش ہوگی

سائل۔ فیصل قدیر ولد ملک بشیر احمد 60 ولایت آباد نمبر 2 ملتان

جناب عالی۔ میں یہ حلفاً بیان کرتا ہوں۔ عرضی نویس نے پہلے من مقر سے کہلوایا کہ میں نے نگینہ کو طلاق دی۔ اور پھر لکھنا شروع کیا

یہ لفظ عرضی نویس نے صرف ایک مرتبہ کہلوایا کہ من مقر نے سماۃ نگینہ کو طلاق دی

الجواب: اگر واقعۃً حقیقت یہی ہے کہ عرضی نویس نے پہلے ایک دفعہ زبانی کہلوایا تھا اور صرف ایک طلاق کا لفظ کہلوایا تھا تو مطلقہ غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے اس کے بعد محل طلاق نہ رہی۔ لہٰذا باقیماندہ تحریری طلاق لغو ہے۔ مذکورہ عورت سے بدون حلالہ دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مسئلہ خُلع

قرآن وحدیث اور فقہائے اُمت کے ارشادات کی روشنی میں عدالت کی جبرًا خلع کرنے کی زبردست تردید وتغلیط !

محترم مفتی عبدالستار صاحب جامعہ خیر المدارس (ملتان)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک اہم سوال خلع کے حوالے سے

کررہاہوں آپ سے گذارش ہے اس بار جلدی جواب دیجئے کیونکہ جن نامور

ایڈووکیٹ عالم کے سوال کے سبب خلع کا یہ سوال آپ سے کررہاہوں ان کا انٹرویو

رسالے میں دے چکاہوں ان کے انٹرویو میں بعض سوالات دینی حوالے سے بھی

ہیں۔ میں چاہتاہوں جب ان کا انٹرویو شائع ہو تو خلع سے متعلق آپ کا جواب یا

فتویٰ آچکا ہو اور اس میں شائع ہو خدا کرے آپ فوراً جواب دے دیں۔

سوالات

س۔ مفتی صاحب ہمارے دینی اداروں اور جید علمائے کرام خلع کے حوالے

سے جو فتویٰ دے چکے ہیں بعض اسکالرز اور اپنے طور پر دین کی تحقیق کرنے

والے عالم حضرات اس سے مختلف فتویٰ دے رہے ہیں ملک کے نہایت نامور

ایڈووکیٹ جو دینی علم کے حوالے سے بھی بڑا نام رکھتے ہیں انہوں نے ایک اخبار کو

انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ ان کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ خواتین کو سپریم کورٹ آف پاکستان سے خلع کا حق لے کر دیدیا ہے اور یہ کہ اب کوئی عورت جو کسی وجہ سے شوہر سے علیحدگی کی خواہاں ہو عدالت میں جا کر خلع حاصل کر سکتی ہے ان کے بقول قرآن کریم کی آیت اور حضور ﷺ کے دور سے وابستہ تین احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عورت کو خلع کے لئے مرد سے کسی اجازت یا شرط وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں چونکہ ہم اب تک یہ سنتے اور پڑھتے رہے ہیں کہ خلع کے لئے مرد کی رضامندی بہر حال ناگزیر ہے اگر وہ کسی طور پر خلع دینے پر آمادہ نہ ہو تو خلع ہو تا ہی نہیں ہے اگرچہ عدلیہ نے دیا ہو آپ سے فتویٰ درکار ہے کہ حقیقی صورتحال کیا ہے یعنی اگر عدلیہ کسی عورت کو خلع دے دیتی ہے تو آیا وہ شرعی طور پر درست ہے یا نہیں۔ اگر درست نہیں تو پھر سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے کی کیا کوئی حیثیت نہیں ہے؟ ان کے بقول یہ تو ہم نے قرآن اور احادیث سے سپریم کورٹ میں ثابت کیا ہے کہ خلع کے لئے عورت ہرگز مرد کی اجازت وغیرہ کو رہین منت نہیں اور یہ کہ اگر کسی ایک یا زائد علماء کرام کو اس سے اتفاق نہ ہو تو وہ سپریم کورٹ میں آکر دلائل دیں اور قرآن وسنت سے ثابت کریں کہ اس طرح خلع نہیں ہوتا ہے آپ سے گذارش ہے اس بارے میں واضح فتویٰ دیجئے اور قرآن پاک اور احادیث کی روشنی میں بتایئے بشکریہ!

والسلام

فیاض اعوان کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

آپ نے خلع کے بارے میں استفسار کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ایک نہایت نامور ایڈووکیٹ کا دعوی ہے کہ اس نے خواتین کو سپریم کورٹ پاکستان سے خلع کا حق لے کر دیا ہے۔ اور ان کا یہ بڑا کارنامہ ہے۔------واقعی انکا یہ بڑا کارنامہ ہے لیکن گمراہی کے اعتبار سے نہ کہ ہدایت کے اعتبار سے۔ یہ اصلاح معاشرہ کے حق میں نہیں بلکہ فساد معاشرہ کیلئے ہے قرآن وسنت حضرات صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین اور تیرہ سو سال مسلسل عدالتی فیصلوں کے علی الرغم خلع کا یہ خانہ ساز حق دلانا اسے بڑا کارنامہ نہ کہا جائے۔ تو آخر کیا کہا جائے؟

عدالت اسلامی قانون سازی کا حق نہیں رکھتی بلکہ اسلامی قانون کو نافذ کر سکتی ہے۔ تیرہ سو سال تک جو حق عدالت کے پاس نہ تھا۔ چودھویں صدی میں وہ حق اس کے پاس کہاں سے آگیا؟ وہ خود تہید ست ہے۔ تو ایڈووکیٹ صاحب نے جو عدالت سے لیکر دیا ہے وہ شرعی حق نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہی ہے۔

باقی ایڈووکیٹ صاحب کا یہ کہنا کہ خلع کا یہ حق قرآن کریم اور تین احادیث سے ثابت ہے----------یہ تب قابل تسلیم تھا جبکہ قرآن کریم کا نزول اور احادیث شریفہ کا ورود ابھی ابھی ایڈووکیٹ صاحب پر ہوا ہوتا اور گزشتہ تیرہ صدیوں میں اہل اسلام قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے محروم ہوتے اگر ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں ان آیات و احادیث شریفہ کے صحیح فہم سے اُمت محروم رہی ہو۔؟ یہ تو ایسی بات ہے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا۔ کہ خاتم النبیین کے معنی سمجھنے سے پوری امت قاصر رہی بقول مرزا صاحب اسکا یہ معنی نہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام آخری

نبی ہیں بلکہ اسکا یہ مطلب ہے کہ آپ نبیوں کیلئے مہر ہیں۔ جسکو نبوت ملے گی آپ
ﷺ کی مہر سے ملے گی۔ اس زمانے میں دو مرزائی مبلغین افغانستان کی اسلامی
حکومت میں گئے اور انہوں نے خاتم النبیین کا یہی قادیانی معنی بتلایا۔ قاضی القضاۃ
نے یہ کہتے ہوئے۔ کہ خنزیر بچہ آج تک امت کو یہ معنی سمجھ نہیں آیا اور مرزا پر
یہ نازل ہوا ہے؟ انہیں توپ کے سامنے رکھ کر اڑا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ
افغانستان میں قادیانیت اول روز ہی انجام کو پہنچ گئی۔ چنانچہ آجتک افغانستان میں
قادیانیت کا نام ونشان نہیں ہے۔

واضح رہے کہ نقل دین میں جیسے سلف کا قول معتبر ہے۔ اسی طرح فہم
دین میں بھی سلف کا قول حجت ہے۔ قرآن وحدیث اور اسلامی قانون کی متفقہ
تشریح جو سلف سے منقول ہو۔ اس کے خلاف کسی دانشور کی بے جا اجتہادی
کاوش کوئی وزن نہیں رکھتی۔

یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے۔ کہ عصر حاضر کی خواہش کے علی
الرغم دینی حقائق تغیر پذیر نہیں------جبکہ سائنس اور دیگر فنون وصناعات
جدیدہ تغیر پذیر ہیں اور ہر لحظہ ان میں تغیرات کا امکان ہے۔ آجکل کے دانشور
دینی حقائق کو ان فنون وسائنسی ترقیات پر قیاس کرتے ہوئے ان میں تغیر وتبدل
اور ترقی کے خواہاں ہوتے ہیں-----یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ آج
سے ہزار سال قبل جو دینی حقیقت تھی-----اسے آج بھی ویسے ہی قبول کر
لیا جائے۔ ان کا خیال ہے کہ زمانہ ترقی کا ہے ہر چیز میں ترقی ہو رہی ہے۔ تو دینی
حقائق میں ترقی وتغیرات کا عمل جاری رہنا چاہیے۔

اسکی تائید--------ان دانشوروں کو مسیحیت کے مختلف
سیمیناروں سے مل گئی۔ انہوں مسیحیت کی تاریخ میں پڑھا۔ کہ معاشرے کو
جب کسی حرام چیز کے حلال کرنیکی ضرورت پیش آئی۔ تو سیمینار منعقد کرالئے

------اور پادریوں نے زمانہ کی ہوسناکیوں کے مطابق فیصلے دیئے اور صحیح
گئے
مسائل کو پس پشت ڈال دیا۔
دینی حقائق اور سائنسی انکشافات میں ایک بنیادی فرق ہے-----دینی
حقائق ایسے علم پر مبنی ہیں۔ جن میں جہالت کا شائبہ نہیں سائنسی انکشافات کا
مدار ہی جہالت پر ہے----تجربات کرتے کرتے، جب کوئی تحقیق یا تھیوری سا
منے آتی ہے تو گویا قبل ازیں یہ تحقیق وتھیوری جہالت کے پردے میں مستور
تھی جہالت کا پردہ چاک ہوا تو یہ حقیقت منکشف ہو گئی۔ تو تمام سائنسی انکشافات
جہالت سے جنم لیتے ہیں انسانی علوم کی یہی حقیقت ہے۔ جہالت زائل ہو ہو
کر علم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن دینی حقائق اجماعیہ کا ماخذ علوم وحی ہیں۔ جو
علم خداوندی سے ناشی ہیں اور علم خداوندی میں جہالت ہی نہیں۔ تو حقائق دینیہ
میں تغیر پذیر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ گذشتہ ایک صدی سے اسلام کے
نادان دوستوں نے سود کو حلال کرنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن علماء
حق اس اٹل حقیقت پر ڈٹے رہے جو تیرہ صدیوں سے مسلسل نقل ہوتی آرہی
تھی۔ عصر حاضر کے شور وغوغا سے ہرگز متاثر نہیں ہوئے۔ متاثر بھی کیسے
ہوتے جبکہ علماء کا منصب مسئلہ بتانا ہے نہ کہ نیا مسئلہ بنانا اور گھڑنا۔ حرمت سود
کے احکام خداوند قدوس کے دربار سے جاری ہوئے ہیں۔ انکی تنسیخ خداوند جل
وعلا سے کوئی بڑی اتھارٹی ہی کر سکتی ہے۔ بندوں کو اس میں ترمیم کا کیا حق ہے؟
اسی طرح سمجھئے۔ کہ حق خلع کا مسئلہ شریعت مقدسہ کا متفقہ مسئلہ ہے۔ اس میں
ترمیم کسی کے اختیار میں نہیں۔ اور ایڈووکیٹ صاحب کا کارنامہ شرعی مسئلہ کا
اظہار نہیں بلکہ شرعی قانون میں ترمیم اور اسکی تبدیلی ہے۔ جس کے وہ مجاز ہیں نہ
کوئی دوسری اتھارٹی۔ اشکال ہو سکتا ہے کہ ایسے واضح حقائق کی موجودگی میں پھر
اس حق خلع کے مسئلے کو تبدیل کرنے کے اسباب کیا ہیں؟

جواب یہ ہے کہ اس کے تین اسباب ہیں

(۱) عورت کے حقوق کے متعلق مغرب اور ماحول کے غلط پروپیگنڈے سے متاثر ہونا

(۲) اس مسئلے کو قرآنی وحدیثی نصوص کے الفاظ و معانی سے حل کرنے کی بجائے قرآن وسنت کی روح سے حل کرنیکی کوشش کرنا------

(واضح رہے۔ کہ دانشوران عصر کسی مسئلے کے بارے میں اپنے دل پسند حل کو قرآن وسنت میں پانے سے جب مایوس ہو جاتے ہیں۔ تو وہ روح قرآن سے اسکا من بھاتا حل تلاش کر کے اسے قرآن وسنت کے سر تھوپ دیتے ہیں۔ اسی تکنیک سے حق خلع کے مسئلہ میں کام لیا گیا ہے)

(۳) حقوق نکاح کے بارے میں مرد وعورت کی مساوات کا مفروضہ جو محترم جسٹس ایس اے رحمان صاحب نے پیش کیا۔ چنانچہ موصوف حق خلع کے فیصلے میں آیت شریفہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف

کہ جس طرح مرد کو عورت کی رضامندی کے بغیر طلاق کا قانونی حق دیا گیا ہے اسی طرح عورت کو بھی مرد کی رضامندی کے بغیر خلع کا حق ملنا چاہئے (پی۔ ایل۔ ڈی ۱۹۶۷ سپریم کورٹ صفحہ ۱۱۴) اب ہم ان تینوں اسباب کے متعلق لف ونشر غیر مرتب کے طور پر کچھ عرض کریں گے۔

اہل فہم پر مخفی نہیں کہ جناب موصوف کا یہ استدلال نامکمل ہے۔ جب حقوق میں مساوات کا دعوی ہے تو یوں کہنا چاہئے تھا۔ کہ جیسے مرد کو عورت کی رضامندی کے بغیر طلاق کا قانونی حق حاصل ہے۔ اسی طرح عورت کو بھی مرد کی رضامندی کے بغیر طلاق کا قانونی حق حاصل ہے۔

حاصل ہے اور ملنا چاہئے میں بڑا فرق ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عورت

کو اب تک یہ حق حاصل نہیں (بالکل درست) لیکن جناب جسٹس صاحب عورت کو یہ حق خلع عطا کرنا چاہتے ہیں؟ نیز مرد کیلئے حق طلاق اور عورت کیلئے حق خلع کی تجویز یہ بھی مثلیت اور مساوات کے خلاف ہے کیونکہ حق طلاق وحق خلع برابر نہیں اس لئے کہ خلع میں معاوضہ مالی ضروری ہے جبکہ طلاق میں یہ ضروری نہیں۔ علاوہ ازیں اسی آیت شریفہ میں وللرجال علیھن درجة بھی موجود ہے۔ جو جناب جسٹس صاحب کی مزعومہ مساوات کی نفی کرتے ہوئے مرد کی فوقیت کو ثابت کر رہا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ (شافعی) اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ان الزوج قادر علی تطلیقھا واذا طلقھا فھو قادر علی مراجعتھا شاءت المرأة اولم تشاء اماالمرأة فلا تقدر علی تطلیق الزوج ولا تقدر علی المراجعة (تفسیر کبیر ص ۷۲۴ ج ۲)

اس سے مرد کی بالادستی ظاہر ہے الغرض انقطاع نکاح کے بارے میں مرد وعورت کی مزعومہ مساوات ثابت نہیں سبب دوم روح قرآنی سے فیصلہ کرنے کے متعلق بھی جناب ایس اے رحمان صاحب کا اقرار واعتراف ملاحظہ کر لیجئے۔ چنانچہ موصوف محترم اپنے فیصلے میں لکھتے ہیں۔

میری ناقص رائے میں یہ بات قرآن کے الفاظ اور روح کے ساتھ (جو بیوی اور شوہر کو ایک دوسرے کے حقوق کے معاملے میں ایک ہی مقام دیتی ہے) زیادہ ہم آہنگ ہوگی۔ کہ ان واقعات کی تشریح اس طرح کیجائے کہ اولوالامر بشمول قاضی خلع کے ذریعہ خود بھی تفریق کا حکم دے سکے اگرچہ شوہر اس سے متفق نہ ہو۔ (پی۔ ایل۔ ڈی سپریم کورٹ ۱۹۶۷ ص ۱۲۰ ص ۱۲۱)

اس عبارت میں روح قرآنی کا سہارا لینے کی تصریح موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مختلف اشخاص کے زعم کے مطابق روح قرآنی میں اختلاف ہو سکتا

ہے۔ کیونکہ روح کیلئے مکتوب ہونا ضروری نہ محسوس و مشاہد ہونا ضروری ہے۔ دوسرا شخص بھی دعوی کر سکتا ہے کہ روح قرآنی یہ نہیں بلکہ یہ ہے چنانچہ بہت سے زائغین نے روح قرآنی کے حوالے سے عصر حاضر میں اپنے خلاف شریعت خیالات کی کیا کچھ اشاعت نہیں کی ؟ منکرین حدیث وغیرہ کے لٹریچر کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے

باقی شاید کسی کو خلجان ہو کہ فیصلہ بالا میں روح کے علاوہ قرآن کے الفاظ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے -------سو واضح رہے کہ الفاظ قرآن کا اضافہ محض اپنی رائے میں جان ڈالنے اور اسے سہارا دینے کیلئے ہے قرآن کریم کے الفاظ سے وہ امر ہرگز ثابت نہیں

جسکا دعوی کیا گیا ہے۔ یعنی شوہر اور بیوی کے باہمی حقوق میں مساوات اور انہیں ایک ہی مقام دینا چنانچہ سابقہ نمبر میں تفصیل سے اس پر بحث گزر چکی ہے۔ کہ قرآن کریم میں جہاں پر ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف موجود ہے اسی کے ساتھ بالکل واضح طور پر وللرجال علیهن درجة بھی مذکور ہے۔ تو قرآن نے شوہر اور بیوی کو ایک ہی مقام نہیں دیا بلکہ مرد کو فوقیت دی ہے۔ پس یہ دعوی مساوات خلاف واقعہ ہے۔

پس اس مفروضہ مساوات کی بنیاد پر قاضی کو جو حق خلع دینے کا اختیار ثابت کیا گیا ہے اگرچہ شوہر اس پر راضی نہ ہو ---------- یہ سب بناء الفاسد علی الفاسد ہے قرآن کے الفاظ سے مفروضہ مساوات ثابت ہے نہ اس پر مبنی قاضی کا بغیر رضامندی شوہر کے فیصلہ خلع دینے کا حق خصوصاً جبکہ یہ حضرت جمیلہؓ کے واقعہ میں حضور پاک ﷺ کی تصریح کے بھی خلاف ہے ------- چنانچہ ان کے مقدمہ خلع میں آنحضرت ﷺ نے خود نکاح فسخ کر کے حضرت جمیلہؓ کو آزاد نہیں فرما دیا تھا------- بلکہ ان کے شوہر کو

ارشاد فرمایا--------- کہ اپنا باغ (مہر) واپس لے لو اور اپنی بیوی کو طلاق دیدو۔ تو شوہر سے طلاق دلوائی گئی آنحضرت ﷺ نے خود نکاح فسخ نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ خلع و طلاق دینے کا اختیار خاوند کو ہی ہے چنانچہ اس واقعہ کے متعلق حضور پاک ﷺ کے الفاظ یہ ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ اتردین علیه حدیقته قالت نعم قال رسول الله ﷺ اقبل الحدیقة وطلقها

(صحیح بخاری شریف ص۷۹۴ ج ۲ اصح المطابع)

سنن نسائی شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

فارسل الی ثابت فقال له خذالذی لها علیك وخل سبیلها قال نعم

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے واپسی مہر کیلئے جیسے حضرت جمیلہؓ سے رضامندی حاصل کی ایسے ہی حضرت قیسؓ خاوند سے بھی رضامندی لی۔ دونوں میاں بیوی نے نعم کہہ کر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ باقی آنحضرت ﷺ کا حکم دینا بطور ارشاد و اصلاح کے تھا نہ کہ ایجاب کیلئے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ علامہ عینیؒ اور علامہ قسطلانیؒ شراح بخاری نے اسکی تصریح کی ہے۔

بہر حال میاں بیوی میں برابری کا دعویٰ الفاظ قرآن و سنت سے ثابت ہو سکا نہ انکی روح سے اور بالکل عیاں ہے کہ میاں بیوی میں برابری کا نظریہ و خیال مغرب کی حیوانی تہذیب کی پیداوار ہے۔ جسے ہر ممکن طریقے سے مشرق پر مسلط کرنیکی انتہائی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اعاذنا الله من ذلك۔ المیہ یہ ہے۔ کہ ہم بری طرح مغرب کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ہماری زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی اسکے ہر شعبہ میں شعوری یا غیر شعوری طور پر ہم مغرب سے مرعوب و متاثر ہیں۔

سلف کی تشریحات کے خلاف قرآن وسنت کی ایسی تشریح کرنے بیٹھ جانا جو آزادی نسواں اور مردوں کے ساتھ انکی مساوات کے نظریہ پر مبنی ہو۔ اس سے مغرب سے مرعوبیت کا واضح تاثر ملتا ہے۔ یہاں تک ان تینوں اسباب کا بیان ہے۔ جن پر عورت کو حق خلع دینے کا فیصلہ مبنی ہے۔

اہل علم پر مخفی نہیں اب تک تمام فقہاء اور مجتہدین کا اس پر اتفاق چلا آتا ہے کہ خلع شوہر اور بیوی کا باہمی معاملہ ہے جو فریقین کی رضامندی پر موقوف ہے لہذا کوئی فریق دوسرے کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا۔ غیر منقسم ہندوستان اور پاکستان کی عدالتیں بھی مسلمانوں کے مقدمات میں اسی اصولوں کے مطابق فیصلے کرتی آئی ہیں۔ اس سلسلے میں عمر لی بی بنام محمد دین اور سعیدہ خانم بنام محمد سمیع کے دو مقدمات کافی مشہور ہیں۔ پہلے مقدمے میں جسٹس عبدالرحمٰن اور جسٹس ہارنس نے متفقہ طور پر فیصلہ دیا تھا۔ کہ عورت شوہر کی مرضی کے بغیر خلع نہیں کرا سکتی۔ (عمر لی بی بنام محمد دین اے۔ آئی۔ آر ۱۹۴۵ لاہور)

اسی طرح سعیدہ خانم بنام محمد سمیع کے مقدمے میں جسٹس اے۔ آر کارنیلس، جسٹس محمد جان اور جسٹس خورشید زمان صاحبان نے بھی یہی فیصلہ دیا تھا کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع نہیں ہو سکتا محض اختلاف مزاج ناپسندیدگی اور نفرت کی بناء پر عدالت نکاح کو فسخ نہیں کر سکتی۔ (سعیدہ خانم بنام محمد سمیع۔ پی ایل ڈی ۱۹۵۲ء لاہور ۱۱۳) (لیکن ۱۹۵۹ء میں پھر ۹۶۷ء میں سپریم کورٹ نے اس کے خلاف فیصلے دیئے) اب غور کر لیا جائے۔ کہ قرآن ... کی تصریحات کی روشنی میں تیرہ سو سال کے فقہاء مجتہدین اور ائمہ ... اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل ... اللہ اور انکے متبعین نے عورت کو یہ حق نہیں دیا ... چودھویں صدی میں اگر کوئی شخص عور... حق ...

طرف سے خاص ذاتی عطیہ ہی ہو سکتا ہے---------- اسے شرعی مسئلہ ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا اب آگے ہم قرآن وسنت ائمہ مجتہدین اور مفسرین سے شرعی حق خلع کے بارے میں دلائل پیش کرینگے مسئلہ خلع شریعت مطہرہ کی روشنی میں

خلع کی تعریف

علامہ ابن ہمامؒ نے خلع کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ازالة ملك النكاح ببدل بلفظ الخلع خلع کے لفظ کے ذریعے معاوضہ لیکر ملک نکاح کو زائل کرنا

(ابن الہمام فتح القدیر ۱۹۹ر ج ر ۳)

اور خلع عورت کر سکتی ہے جبکہ خاوند راضی ہو۔

دلیل اول فرمان خداوندی ہے

ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة والله عزيز حكيم

ترجمہ :۔ اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو مثل انہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ کے موافق اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکیم ہیں

(ترجمہ ماخوذ از حضرت تھانوی)

وللرجال علهين درجة اس مسئلہ میں حضرات مفسرین کے چند اقوال درج ہیں

ا۔ حضرت ابو مالک فرماتے ہیں

وللرجال عليهن درجة قال يطلقها وليس لها من الا مرشئ ء

...ن الٰہی وللرجال عليهن درجة کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورت کو طلاق ... ہے لیکن عورت کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں

(الدر المنثور للسیوطی ۲۷۷ر ج۔۱)

۲۔ امام فخر الدین رازی (شافعی) اس آیت وللرجال علیهن درجة کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں

ان الزوج قادر علی تطلیقها واذ اطلقها فهو قادرعلی مراجعتها شائت المرأة ام لم تشاء ، امالمرأة فلا تقدر علی تطلیق الزوج وبعد الطلاق لاتقدر علی مراجعة الزوج ولا تقدر ایضا علی ان تمنع الزوج من المراجعة (تفسیر کبیر ۲۴۷/ج۔۲)

ترجمہ

بیشک خاوند عورت کو طلاق دینے پر قادر ہے اور جب عورت کو طلاق دیدے تو رجوع بھی کر سکتا ہے عورت چاہے یا نہ چاہے مگر عورت نہ خاوند کو طلاق دینے پر قادر ہے اور طلاق کے بعد شوہر سے رجوع کرنے پر بھی قادر نہیں ہے اور نہ خاوند کو رجوع کرنے سے روک سکتی ہے

۳۔ امام قرطبی (مالکی)

اپنی تفسیر میں اس جملے کی تشریح میں علامہ ماوردی کا قول نقل کرتے ہیں له رفع العقد دونها کہ نکاح ختم کرنے کا اختیار صرف مرد کو ہے نہ کہ عورت کو (القرطبی الجامع لا حکام القرآن ۱۲۵/ج۔۳ دارلکتب مصریہ ۱۹۳۶)

آیت خلع

فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن یتعد حدود الله فاولٰئك هم الظالمون البقرة

ترجمہ : سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی قائم نہ کر

سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہو گا اس چیز میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے یہ خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلنا اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں (ترجمہ: ماخوذ از حضرت تھانوی) اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ خلع کا معاملہ زوجین اپنی رضامندی سے ہی کریں گے کیونکہ اس آیت میں آگے فیما افتدت بہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اس میں بدل خلع کو فدیہ اور عورت کی ادائیگی کو افتداء کہا گیا ہے اور بقول علامہ ابن قیم یہ خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خلع ایک عقد معاوضہ ہے جس میں فریقین کی باہمی رضامندی ضروری ہے

اس لیے کہ فدیہ عربی زبان میں اس مال کو کہا جاتا ہے جو جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لیے پیش کیا جاتا ہے اس مال کو پیش کرنا افتداء اور قبول کرنا فداء کہلاتا ہے دیکھیے امام راغب اصفهانی المفردات فی غریب القرآن اصح المطابع کراچی وابن الاثیر الجزری النهایة فی غریب الحدیث والاثر ۱۲۰٤ لمطبعة الخیریة ابو الفتح مطرزی المغرب ۸۸/ج۔۲ دکن (۱۳۲۸ھ) اور علامہ ابو الفتح مطرزی تحریر فرماتے ہیں وخالعت المرءة زوجها اختلعت منه اذا افتدت منه بما لها فاذا اجابها الی ذلك فطلقها قیل خلعها (المطرزی المغرب في ترتیب المغرب ص ۱٦٥ دکن) ۱۳۲۸ء

(**ترجمہ**) خالعت المرأة اور اختلعت المرأة کے الفاظ اس وقت استعمال کیے جاتے ہیں جب عورت اپنی آزادی کے لیے کوئی فدیہ پیش کرے پس اگر شوہر اس کی پیشکش کو قبول کرے اور طلاق دے دے تو کہا جاتا ہے کہ خلعها یعنی مرد نے عورت کو خلع کر دیا۔ اور حضرت ابن قیم" تحریر فرماتے ہیں۔ وفی تسمیته ﷺ الخلع فدیة دلیل علی ان فیه معنی

المعاوضة ولهذا اعتبر فيه رضا الزوجين ابن القيم (زاد المعاد ۲۳۸ ج۔ ۲ المطبعة الميمنية مصر)

اور حضور علیہ السلام نے جو خلع کا نام فدیہ رکھا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں معاوضے کے معنی پائے جاتے ہیں اور اسی لیے اس میں زوجین کی رضامندی کو لازمی شرط قرار دیا گیا ہے

۳۔ لفظ فدیہ کے علاوہ آیت شریفہ میں فلا جناح عليهما بھی موجود ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خلع یکطرفہ فعل نہیں بلکہ اس میں خاوند کی رضا مندی بھی ضروری ہے کیونکہ ان الفاظ میں میاں بیوی دونوں سے گناہ کی نفی کی گئی اور گناہ کا احتمال کسی فعل اختیاری پر ہوتا ہے اگر بیوی خلع کر لینے میں مستقل ہوتی اور عورت کے خاوند کی طرف مہر پھینک دینے سے ہی خلع ہو جایا کرتا تو فلا جناح عليها کہ عورت پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ فلا جناح عليهما فرمانے کا کوئی محل نہ تھا کیونکہ اس میں خاوند کا کوئی فعل اختیاری نہیں پایا گیا پس گناہ کی نفی بے محل قرار پاتی جیسے اگر کوئی مرد عورت کو طلاق دیتا ہے تو مرد کے متعلق گناہگار ہونیکی گفتگو ہو سکتی ہے۔ کیونکہ طلاق اسکا فعل اختیاری ہے عورت کے بارے میں طلاق ملنے سے گناہگار ہونیکا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ طلاق واقع ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں

۴۔ حدیث شریف اور حدیث شریف (جو پیچھے گزر چکی ہے) جس میں حضرت جمیلہؓ کا واقعہ ہے اس سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ خلع زوجین کی رضا مندی سے ہی ہوگا

حضرات فقہاء کی عبارتیں

۵۔ حنفی مسلک شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں

والخلع جائز عندالسلطان وغيره لا نه عقد يعتمد التراضى السرخسى المبسوط ۱۷۳ ج۔ ٦ مطبعة السعادة مصر

ترجمہ اور خلع حاکم کے پاس بھی جائز ہے اور اس کے علاوہ بھی کیونکہ یہ ایسا عقد ہے جس کی بنیاد باہمی رضامندی پر ہے۔

۶۔ شافعی مسلک حضرت امام شافعی تحریر فرماتے ہیں

لان الخلع طلاق فلا يكون لاحد ان يطلق عن احد ابٌ ولا سيد ولا ولى ولاسلطان كتاب الام ۲۰۰ ج۔ ۵ مكتبه الكليات الا زهرية

اس لیے خلع طلاق کے حکم میں ہے لہذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے کی طرف سے طلاق دے نہ باپ کو یہ حق ہے نہ آقا کو نہ سرپرست کو اور نہ حاکم کو۔

۷۔ مالکی مسلک علامہ ابن رشد مالکی تحریر فرماتے ہیں

واما ماير جع الى الحال التى يجوز فيها الخلع من التى لايجوز فان الجمهور على ان الخلع جائز مع التراضى اذا لم يكن سبب رضا هما بما تعطيه اضراره بها بداية المجتهد ۶۸ ج ۲ المصطفى البابى

رہی یہ بات کہ خلع کونسی حالت میں جائز ہوتا ہے اور کونسی حالت میں ناجائز تو جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ خلع باہمی رضامندی کے ساتھ جائز ہے بشرطیکہ عورت کے مال کی ادائیگی پر راضی ہونے کا سبب مرد کی طرف سے اسے تنگ کرنا نہ ہو

۸۔ حنبلی مسلک ابن قدامہ حنبلیؒ تحریر فرماتے ہیں

ولا نه معاوضة فلم يفتقر الى السلطان كالبيع والنكاح ولا نه

قطع عقد بالتراضی اشبه الا قالة ابن قدامه المغنی ص۵۲ ج۷

اوراس لیے کہ یہ عقد معاوضہ ہے لہذا اس کے لئے حاکم
کی ضرورت نہیں جیسا کہ بیع اور نکاح نیز اس لئے کہ خلع باہمی رضامندی
سے عقد کو ختم کرنے کا نام ہے لہذا یہ اقالہ فسخ بیع کے مشابہ ہے۔ اور علامہ
ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں

وفی تسمیته ﷺ الخلع فدیة دلیل علی ان فیه معنی
المعاوضة ولهذا اعتبر فیه رضا الزوجین ابن قیم زادا لمعاد
ص ۲۳۸ ج۲

۹۔ظاہری مسلک علامہ ابن حزم ظاہری تحریر فرماتے ہیں

الخلع وهوالافتداء اذا کرهت المرأة زوجها فخافت ان لا توفیه
حقه او خافت ان یبغضها فلا یوفیها حقها فلها ان تفتدی منه
ویطلقها ان رضی هو والا لم یجبر هو ولا اجبرت هی انما یجوز
بتراضیهما ولا یحل الافتداء لا باحد الوجهین المذکورین او
اجتماعهما فان وقع بغیر هما فهو باطل ویرد علیها ما اخذ منها
وهی امرأته کما کانت ویبطل طلاقه ویمنع من ظلمها فقط ابن
حزم المحلی ۲۳۵ ادارة الطباعة المنیریة

خلع فدیہ دیکر جان چھڑانے کا نام ہے جب عورت اپنے شوہر کو
ناپسند کرے اور اسے ڈر ہو کہ وہ شوہر کا حق پورا ادا نہیں کرسکے گی یا اسے
خوف ہو کہ شوہر اس سے نفرت کرے گا اور اس کے پورے حقوق ادا
نہیں کرے گا تو اسے یہ اختیار ہے کہ شوہر کو کچھ فدیہ دے دے اور
اگر شوہر راضی **ہو تو وہ اسے طلاق دے دے**، اور اگر شوہر
راضی نہ ہو تو نہ شوہر کو مجبور کیا جاسکتا ہے نہ عورت کو خلع تو صرف باہمی

رضامندی سے جائز ہوتا ہے اور جب تک مذکورہ دو صورتوں میں سے کوئی
ایک یا دونوں نہ پائی جائیں خلع حلال نہیں ہوتا لہذا اگر ان کے سوا کسی طرح
خلع کرلیا گیا تو وہ باطل ہے اور شوہر نے جو کچھ مال لیا ہے وہ لوٹائے گا اور عورت
بدستور اسکی بیوی رہیگی اور اس کی طلاق باطل ہوگی اور شوہر کو صرف عورت
پر ظلم کرنے سے منع کیا جائے گا۔

تفسیری اور فقہی ان تصریحات سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ
شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت خلع نہیں کرسکتی اور نہ ہی عدالت ایسے
خلع کی مجاز ہے بعض دانشوروں کا خیال ہے کہ

خلع کی دو قسمیں ہیں

(۱)۔باہمی رضامندی سے خلع کرنا
(۲)۔عدالت سے خلع حاصل کرنا اس دوسری قسم کیلئے شوہر کی
رضامندی ضروری نہیں اس کا جواب یہ ہے ۔کہ خلع کی یہ دو قسمیں بیان
کرنا اور پھر انکے احکام الگ الگ تجویز کرنا یہ سب خانہ زاد ہیں قرآن
وحدیث اور ذخیرہ تفسیر وفقہ میں انکا کوئی نام نشان نہیں اگر مسائل شرعیہ
کی اختراع اپنے ذہن سے ہی کرنی ہے تو دوسرا کوئی شخص دانشور کچھ اور بھی
گھڑ سکتا ہے اور ہر معاملے کی دو قسمیں بنا سکتا ہے بہر حال بغیر دلیل شرعی
کے ایسی کوئی تقسیم قابل قبول نہیں

اسلام عدل وانصاف کا مذہب ہے خانگی زندگی میں عورت کی حق
تلفی کی اجازت دیتا ہے نہ اسے شتر بے مہار بنا کر خانگی زندگی کے امن وسکون
کو برباد کرتا ہے کہ روز روز طلاقوں کی بھرمار ہوجائے اور خانگی زندگی بازیچہ
طفلان بن جائے نکاح کا معاملہ مرد عورت کی رضامندی سے طے پاتا ہے
اور شریعت نے نکاح سے قبل ایک دوسرے کو دیکھنے کی بھی اجازت دی ہے

نکاح ہو جانے کے بعد اگر عورت کو کوئی حقیقی مضرت پہنچ رہی ہو مثلاً نکاح کے بعد خاوند مفقود الخبر ہو گیا ہے کہ اسکی موت وحیات کا کوئی علم نہیں یا خاوند عنین اور نامرد ہے یا بیوی کے نان نفقہ کا انتظام نہیں کرتا یامتعنت ہے کہ بیوی کو ادائیگی حقوق کے ساتھ آباد کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے یا خطرناک پاگل ہے تو ایسی صورتوں میں اسلام عدالت کو عورتوں کی داد رسی کا حق دیتا ہے کہ شرعی ہدایات کی روشنی میں عدالتیں ایسے نکاح کو فسخ کر کے عورت کو آزاد کر سکتی ہیں، لیکن خلع کی صورت اس سے قطعاً مختلف ہے عورت مندرجہ بالا تکالیف میں سے کسی تکلیف اور مضرت کی شکایت نہیں کرتی سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے لیکن عورت کا دعوی یہ ہے کہ میں اپنے اس شوہر کو پسند نہیں کرتی۔ جسے چندروز یا چندماہ قبل پسند کر کے نکاح کیا تھا تو ظاہر ہے کہ یہ کوئی حقیقی مضرت نہیں ہے کہ وہ بھوکی مرتی ہے یا اس کی جنسی خواہش پوری نہیں ہو سکتی بس ایک من مرضی ہے اس لیے شریعت نے عدالت کو اسمیں یک طرفہ طور پر مداخلت کی اجازت نہیں دی بلکہ یہ تعلیم دی ہے کہ جیسے باہمی رضامندی سے عقد نکاح کیا گیا تھا ایسے ہی باہمی رضامندی سے اسے فسخ بھی کرلیا جائے تاکہ کسی فریق کی حق الوسع حق تلفی یا دل شکنی نہ ہو کیسی معتدل تعلیم ہے۔

سبحن ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين
والحمد لله رب العالمين .فقط والله اعلم

نوٹ

اس مضمون میں عربی عبارات اور عدالتی فیصلوں کے اقتباسات ہم نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے رسالہ حق خلع سے لئے ہیں

فقط بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ ۲/۶/۱۴۲۰ھ

باب العدّت

معتدہ کو دیور سے عصمت کا خطرہ ہو تو مکان چھوڑ سکتی ہے :

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی عورت کو طلاق مل جائے یا اس کا شوہر مرجائے تو (دونوں صورتوں میں) اگر شوہر کے گھر میں بیوہ کے ساتھ رہنے والا کوئی محرم نہ ہو تو دیور وغیرہ جس سے نکاح جائز ہے اپنی عزت وعصمت کے خطرہ سے اس کے ساتھ نہ رہے اور اکیلی بھی نہ رہے بلکہ اپنے ماں باپ کے گھر جا کر عدت گذارے، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب :

ایسی صورت میں عورت کا نکلنا درست ہے۔ والافضل ان یحال بینھما فی البینونة بستر الا ان یکون فاسقاً فیحال بامرأة ثقة وان تعذر فلتخرج ھی وخروجہ اولٰی اھ (شامیہ ص ۶۷۵، ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفااللہ عنہ
نائب مفتی خیرالمدارس
۲/۷/۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ
مفتی خیرالمدارس ملتان

حیض میں طلاق دے تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا :

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دیدے تو وہ حیض عدت میں شمار ہوگا یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ (۲) دیگر یہ ہے کہ اگر خاوند نے طلاق بائنہ دیدی تو وہ اس خاوند پر حرام ہوگئی ہے۔ اب اگر دوبارہ اس خاوند کے پاس رہنا چاہے تو کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرنا پڑے گا۔ اور

یہ دوسرا خاوند اس عورت کو حق مہر مقرر کر کے دے گا یا نہیں۔ اگر حق مہر دینا پڑتا ہے تو کتنا؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور یہ بھی کہ کم سے کم شرعی حق مہر کتنا ہے؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں خاوند اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دیدے تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا۔ ولا اعتداد بحیض طلقت فیہ ای اذا طلقھا فی الحیض لا یحسب من العدۃ (شامی ص ۶۶۸، ج ۲)

(۲) طلاق بائنہ اگر تین سے کم ہیں اور عورت پہلے خاوند کے پاس رہنا چاہے تو دوسرے خاوند سے نکاح کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ تجدید نکاح کر کے پہلے خاوند کے پاس آباد ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر تین طلاقیں ہوں تو پہلے خاوند کے پاس آباد ہونے سے پہلے حلالہ کرنا ضروری ہے اور مہر ہر نکاح کے لئے ضروری ہے۔ واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

عدت واجب ہونے سے پہلے مستقل رہائش والد کے گھر تھی تو عدت بھی وہیں گذارے :

بخدمت محترم المقام مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہمارے چچا فوت ہو گئے ہیں۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کی بیوی اپنے والد مرحوم کے گھر میں تھی اور کئی سال سے وہاں رہائش پذیر تھی۔ جونہی انہیں اپنے خاوند کی وفات کی اطلاع ملی تو وہ اپنے خاوند کے گھر آگئی ہے۔ اب مسئلہ ہے عدت کا۔ وہ اپنے والد کے گھر واپس جانا چاہتی ہے۔ کیونکہ ان کا والد فوت ہو چکا ہے۔ اور گھر میں صرف ضعیف والدہ موجود ہے اور کوئی اس کی دیکھ بھال کرنے والا نہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں دو چار دن وہاں جا کر گزار آؤں۔ یہی عذر در پیش ہے۔ کیا والد کے گھر جانے کی گنجائش ہے۔ بعض کہتے ہیں صبح وہاں جائے۔ اور رات کو اپنے خاوند کے گھر واپس آجائے۔ مفصل جواب سے نوازیں۔ وہاں جا کر اپنی عدت پوری کر سکتی ہے۔

المستفتی : صاحبزادہ محمد حاکم خان عفی عنہ (خانقاہ سراجیہ)

الجواب :

حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئولہ میں بیوی کے ذمہ عدت اسی مکان میں گزارنی ضروری ہے جس میں وہ کئی سال سے رہائش پذیر تھی، یعنی والد کے گھر میں۔ اب بھی وہ وہیں منتقل ہو جائے۔ اور تا عدت وہیں قیام کرے۔ وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ اھ (درمختار) (قولہ وجبت فیہ) ھو ما یضاف الیھما بالسکنی قبل الفرقۃ ولو غیر بیت الزوج اھ (شامی ص ۶۲۱، ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفی اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ ۸ / ۴ / ۱۴۱۸ھ

نامرد سے خلوت صحیحہ ہو جائے تو عورت پر عدت واجب ہے :

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ تھی تقریباً پانچ چھ سال سے، اور اس کا نکاح ایک شخص نامرد کے ساتھ کیا گیا۔ اس شخص نے ایک ماہ تک اس عورت کو اپنے پاس گھر میں رکھا اور رات کو ایک ہی چارپائی پر دونوں عورت مرد سوتے رہے، یعنی خلوت تو ہوتی رہی لیکن صورت مباشرت یعنی جماع اس شخص نے بالکل نہیں کیا، کیونکہ طاقت جماع اس میں نہیں تھی اور وہ شخص نامرد اپنا علاج بھی کرتا رہا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تو پھر ایک ماہ بعد بوجہ اپنی کمزوری کے اور عورت کی ناسازی پر اس نے اپنی عورت کو روبرو دو گواہان اور دیگر چند آدمیوں کے سامنے تین طلاق دے دی ہے۔ تو کیا اب اس شوہر نامرد پر پورا مہر واجب ہوگا یا نہیں، اور اس مطلقہ عورت پر عدت واجب ہوگی یا نہیں۔ نیز ایک مولوی صاحب نے اس طلاق کے ایک ماہ بعد اس مطلقہ عورت کا نکاح بھی دوسرے شخص سے کر دیا ہے اور اس کی عدت نہ ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے دیا ہے۔ من قبل ان تمسوھن .... کو مد نظر رکھتے ہوئے دوسرا نکاح کر دیا تو پھر ایک دوسرے مولوی صاحب نے اس نکاح خواں مولوی کو بتایا کہ تم نے یہ نکاح غلط کیا ہے کہ اس عورت پر

تو عدت واجب تھی اور عدت کے بعد نکاح پڑھنا تھا۔ لہٰذا یہ نکاح نہیں ہوا۔ تم نے یہ غلطی کی ہے۔ تو یہ مسئلہ سمجھانے کے بعد اس مولوی نکاح خواں نے غلطی کا اقرار کیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہے۔ تو پھر ایک تیسرے مولوی صاحب نے بتایا ہے کہ یہ نکاح بالکل نہیں ہوا۔ کیونکہ عدت گذرنے سے پہلے نکاح کرنا نکاح پر نکاح ہوتا ہے۔ اور نکاح پر نکاح کرنے سے نکاح خواں کا بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور جتنے لوگ اس نکاح میں بیٹھے ہیں ان سب کا نکاح ٹوٹ گیا ہے اور یہ سب لوگ پھر نکاح خواں سے اپنا نکاح دوبارہ پڑھوائیں۔ تو کیا اس طرح ہونے سے واقعی نکاح خواں اور دیگر ان سب لوگوں کا نکاح ٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ اور سب لوگ بھی نکاح خواں سے ضروری اپنا نکاح دوبارہ پڑھوائیں یا نہیں؟

المستفتی : محمد اسمٰعیل، ضلع لکی مروت سرحد

الجواب :

فی العالمگیریة (ص ۵۲۴، ج۱) ان اختارت الفرقة امر القاضی ان یطلقها طلقة بائنة فان ابی فرق بینهما هکذا ذکر محمد فی الاصل کذا فی التبیین۔ والفرقة تطلیقة بائنة کذا فی الکافی۔ ولها المهر کاملا و علیها العدة بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بها۔

اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوا کہ نامرد کی مطلقہ (جبکہ وہ اس کے ساتھ خلوت کرچکا ہو) کامل مہر کی مستحقہ ہوتی ہے اور اس پر دینا واجب ہوتا ہے اور اس کی عورت پر عدت بھی لازم ہے۔ البتہ یہ بات کہ اس عورت کا نکاح ایک ماہ بعد کردیا گیا ہے، تو اگر مولوی صاحب نے عدم علم کی وجہ سے دوسری جگہ نکاح کردیا ہے (جیسے سوال میں ظاہر کیا گیا ہے) تو پھر اس پر کوئی گناہ نہیں۔ لیکن عدم تحقیق کی وجہ سے اسے توبہ کرنی چاہئے اور نکاح خواں کا اور دوسرے بیٹھنے والوں کا اس فعل سے نکاح نہیں

ٹوٹا۔ ہاں حق تعالیٰ سے تمام کو معافی مانگنی چاہئے۔ اور اس عورت مذکورہ کو اپنے اس دوسرے خاوند سے دوبارہ تجدید نکاح کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

خادم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

۹/۶/۷۳ھ

متوفی عنہا زوجھا کی عدت مہینوں سے گذرے گی، خواہ اس دوران زنا سے حاملہ ہو جائے :

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا خاوند مرگیا تو خاوند کے مرنے کے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد زید کا اس عورت کے ساتھ ناجائز تعلق ہوگیا، جس کا علم زید کے ماں باپ اور عورت کے بھائی کو بھی ہوا اور اس کو حمل بھی زید سے ہوگیا۔ تو پھر زید کے ماں باپ اور عورت کے بھائی نے بعد گذرنے عدت وفات کے ان دونوں کا نکاح کردیا۔ حالانکہ اس کو حمل بھی تھا اور ان لوگوں کو معلوم بھی تھا۔ اور غالب گمان یہی ہے کہ حمل زانی کا تھا، کیونکہ نکاح ہونے کے ایک ماہ بعد دائی سے ملاحظہ کرایا گیا تو دائی نے بتلایا کہ حمل تقریباً تین ماہ کا معلوم ہوتا ہے، اور زید خود بھی اقرار کرتا ہے کہ حمل زنا کا تھا۔ تو اب سوال یہ ہے کہ یہ حمل خاوند کا سمجھا جائے یا زانی کا اور یہ نکاح صحیح ہوجائے گا یا نہیں اور نکاح خواں اور شرکاء نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں اس عورت کی عدت بعد وفات خاوند کے مہینوں سے گذرے گی اور چار ماہ دس دن کے گذارنے کے بعد اس عورت نے جو نکاح کیا ہے وہ نکاح صحیح ہے۔ اگر عدت کے ایام میں اس شخص سے زنا کیا تھا تو زنا کی وجہ سے حاملہ

ہو جانے سے عدت مہینوں سے وضع حمل کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔ کمافی بدائع الصنائع (ص ۲۰۱، ۳) وقد فصل محمد بينهما فانه قال فيمن مات عن امرأته وهو صغير او كبير ثم حملت بعد موته فعدتها الشهور فهٰذا نص على ان عدة المتوفى عنها زوجها لا تنتقل بوجود الحمل من الاشهر الى وضع الحمل۔ یہ حکم متوفی عنها زوجها کا ہے اور اس کی عدت وضع حمل کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔ پس صورت مسئولہ میں اس عورت کی عدت مہینوں سے گذرے گی اور اس کے بعد کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا۔ اور اگر بچہ بعد از نکاح چھ ماہ گذرنے کے بعد پیدا ہوا تو ثانی ناکح کا ہوگا اور مجلس نکاح میں شامل ہونے والوں اور نکاح خواں کا نکاح صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

مورخہ ۲۲ صفر ۷۲ھ

مسلمان لڑکی کا لاعلمی سے عیسائی کے ساتھ نکاح ہو جائے تو علیحدہ ہونے پر عدت واجب ہوگی یا نہیں؟

ایک مسلمان بیٹی کی شادی اگر کسی عیسائی (یا یہودی، سکھ، شیعہ کافر، قادیانی) سے ہو جائے۔ مابعد علم ہونے پر کہ ان سے تو نکاح صحیح نہیں۔ وہ فوراً والدین کے گھر آجائے۔ کیا کسی مسلمان شخص سے شادی کے لئے اس پر اب عدت واجب ہوگی یا نہیں ہوگی؟ چونکہ خود ہمارے خاندان پر قیامت گذری ہے کہ بیٹی کی شادی دھوکے سے ایک فاسق و فاجر شیعہ سے ہوئی۔ جس سے بالآخر بذریعہ عدالت نجات ملی۔ تو سوال سامنے آیا کہ جن بیٹیوں کی شادیاں بے علمی یا دھوکے سے عیسائیوں، سکھوں،

ہندوؤں، قادیانیوں وغیرہ سے ہوئی ہیں، وہاں علیحدگی پر آیا عدت لازم ہوگی یا نہیں؟ میرے ایک بھائی کے بقول عدت تو نکاح کے ساتھ ہے۔ جہاں نکاح ہی نہ ہو وہاں عدت کیسی۔ لیکن بہرحال مجھے آپ سے جواب درکار ہے، شکریہ۔

الجواب :

عدت پہلے خاوند یا شریعت کا حق ہونے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے۔ خاوند اگر یہودی، نصرانی اور سکھ جیسا کافر ہو جن کے ہاں عدت نہیں ہوتی تو ایسے کافر سے تفریق کے بعد عدت نہیں ہوگی۔ وظاهر كلام الهداية انه لا عدة من الكافر عند الامام اصلا وفيه اختلاف المشائخ فذهب طائفة اليه واخرى الى وجوبها عنده لكنها ضعيفة لا تمنع من صحة النكاح لضعفها كالاستبراء (بحر ص ۲۲۲، ج ۳) قال فی الهداية ولابی حنيفةؒ ان الحرمة لا يمكن اثباتها حقا للشرع لانهم لا يخاطبون بحقوقه ولا وجه الى ايجاب العدة حقا للزوج لانه لا يعتقده بخلاف ما اذا كانت تحت مسلم لانه يعتقده اه۔ وظاهره انه لا عدة من الكافر عند الامام اصلاً واليه ذهب بعض المشائخ فلا تثبت الرجعة للزوج بمجرد طلاقها، ولا يثبت نسب الولد اذا اتت به لاقل من ستة اشهر بعد الطلاق وقيل تجب لكنها ضعيفة لا تمنع من صحة النكاح فيثبت للزوج الرجعة والنسب، الاصح الاول (ردالمحتار ص ۴۱۹، ج ۲ باب نکاح الکافر) البتہ استبراء ہے، یعنی عورت ایک حیض گذارے پھر نکاح کیا جاوے۔ وان كان لا اعتبار بماء الزنا الا انها يحتمل انها علقت منه فاذا جامعها الزوج واتت بولد لستة اشهر ينسب اليه مع انه فى الحقيقة على هذا الاحتمال من الزنا فيندب الاستبراء لدفع هذا الاحتمال اذ توهم الشغل بماء الزانی متحقق بل لو قال قائل بالوجوب لا يبعد (تقريرات

الرافعی ص ۱۸۴/ ج ۱ کتاب النکاح) شیعہ سے تفریق کے بعد عدت گذارنا احوط ہے' کیونکہ ان کے ہاں عدت ہوتی ہے (فروع کافی ص ۲۹۸' ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفی عنہ

وطی کے بعد خاوند مرتد ہو جائے تو عورت پر عدت لازم ہے :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی دونوں مسلمان تھے۔ خاوند مرتد ہو گیا اور بیوی مسلمان تھی۔ بیوی نے خاوند کے مرتد ہونے کے پندرہ دن بعد دوسری جگہ نکاح کرلیا۔ کیا اس کا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس پر عدت لازم تھی یا نہیں؟

الجواب :

باسمہ تعالیٰ۔ عورت مذکورہ پر عدت گذارنا واجب ہے۔ عدت کے اندر اندر دوسری جگہ عقد نکاح صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا زوجین پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ کما فی الحیلۃ الناجزۃ ص ۱۱۲' عبارت (الحیلۃ الناجزۃ) کی یہ ہے۔ اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے۔ اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔ انتہی۔ لما فی الدر المختار وارتداد احدھما ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عددا (عاجل) بلا قضاء۔ وفی ردالمحتار (قولہ بلا قضاء) ای بلا توقف علی قضاء القاضی۔ (الحیلۃ ص ۱۰۶) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحٰق غفر اللہ لہ
جامعہ خیرالمدارس ملتان
۱۴۱۵/۱/۲۳ھ

ایک ماہ چھبیس دن میں عدت گذر سکتی ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو ۱۷ شوال کو طلاق دی تو اس لڑکی کے والد صاحب نے مطلقہ عورت کا نکاح دوسری جگہ ۱۳ ذی الحجہ کو کردیا۔ یعنی اس کی عدت پوری نہیں ہوئی تھی۔ یعنی کہ کل ایام ایک ماہ ۲۶ دن ہوئے۔ کیا یہ نکاح شریعت کے مطابق جائز ہے یا نہیں؟ اور لڑکی کی والدہ کا کہنا ہے کہ تین حیض آگئے ہیں۔ نیز اس کی والدہ اب بھی یہ کہتی ہے کہ لڑکی کو چار ماہ کی امید بھی ہے یعنی اس کے پیٹ میں بچہ ہے۔ جبکہ ۱۳ ذی الحجہ کو اس کا دوسری جگہ نکاح ہوا ہے۔ سابقہ طلاق کے مطابق اس کی عدت تین ماہ دس دن پورے نہیں ہوئے۔ کیا یہ بچہ پہلے خاوند کا ہے یا دوسرے خاوند کا ہے۔

الجواب :

صورت مسئولہ میں اگر عورت مدعیہ ہے کہ نکاح کے دن تک عدت گذر چکی تھی تو اس کا قول معتبر سمجھا جائے گا' لہٰذا نکاح ثانی صحیح ہے۔ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبھا الزوج قبل قولھا مع حلفھا والا لا اھ (شامی ج ۲' باب العدت ص ۶۱۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیرالمدارس ملتان

الجواب صحیح
محمد صدیق غفرلہ مدرس مدرسہ ہذا
۱۳۹۸/۴/۲۳ھ

نابالغہ کا خاوند فوت ہو جائے تو اس پر بھی عدت وفات لازم ہے :

ایک بچے بچی کا نابالغی میں نکاح کردیا گیا۔ اتفاق سے بچہ نابالغی میں فوت ہو گیا تو اس بچی پر عدت واجب ہوگی یا دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟

الجواب :

متوفی عنہا زوجہا پر عدت چار ماہ دس دن گزارنا واجب ہے۔ خواہ اس کا خاوند بالغ ہو یا نابالغ اور رخصتی ہوئی ہو یا نہ۔ اس کا عدت کے اندر اندر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ عدة الحرة فی الوفاة اربعة اشهر وعشرة ایام سواء کانت مدخولاً بها اولا مسلمة او کتابیة تحت مسلم صغیرةً او کبیرةً الخ۔ (عالمگیری ص۵۲۹، ج۲) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ — الجواب صحیح

۱۲/۲/۱۳۷۷ھ — بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

جہاں دونوں دروازے کھلے ہوں وہاں خلوت صحیح نہیں :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مندرجہ ذیل صورت میں خلوت صحیحہ ثابت ہو جائے گی۔ خلوت کے متعلق میرا یہ بیان ہے کہ میں ایک دن ظہر کے وقت اپنے سسرال کے گھر گیا۔ میری منکوحہ بیٹھی تھی، بات چیت کرنے لگا۔ وہ نہ بولی، پھر پانی پینے کے لئے کھڑی ہو گئی۔ میں صرف چھاتی پر ہاتھ لگا کر واپس چلا گیا۔ برآمدہ کے دونوں دروازے کھلے تھے، آمد و رفت کی رکاوٹ نہ تھی۔ پھر بغیر شادی کے طلاق دیدی۔ اب یہ عورت دوسری جگہ بغیر عدت کے نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ عورت مذکورہ بغیر انتظار کرنے ایام عدت کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور خاوند اور بیوی کے درمیان مندرجہ بالا طریق کے ساتھ خلوت کو شرعاً خلوت نہیں کہا جاسکتا۔ شامی میں ہے: أن لإقامة الخلوة مقام الوطء شروطا اربعة الخلوة الحقیقیة وعدم المانع الحسی اوالطبعی او الشرعی فالاول للاحتراز عما اذا کان هناك

ثالث فلیست بخلوة وعن مکان لا یصلح للخلوة کالمسجد والطریق العام والحمام الخ (ص۳۳۸، ج۲۔ بیروت) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ — الجواب صحیح

نائب مفتی خیر المدارس ملتان — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

۱۰/۹/۱۳۸۰ھ — مفتی خیر المدارس ملتان

نکاح فاسد میں عدت کا آغاز متارکہ یا تفریق قاضی کے بعد ہوگا:

ایک شخص نے بھانجی سے نکاح کیا۔ اس سے کسی رشتہ دار نے جھگڑا کیا۔ لڑکی کو واپس لے آئے بوجہ جھگڑے کے، نہ کہ تفریق اور فساد نکاح کی وجہ سے۔ اس مسئلہ کا علم ان کو بعد میں ہوا کہ یہ نکاح فاسد ہوا۔ کیا یہ جدائی تفریق الحاکم والقاضی کے قائم مقام ہے یا نہ؟ کیا گذشتہ عدت کافی ہے یا حاکم مسلم اور قاضی کے فیصلہ کے بعد عدت کا اعتبار ہے؟

الجواب :

تفریق قاضی یا متارکۂ قولی سے قبل عدت گزر جانے کا اعتبار نہیں۔ کما فی الدرالمختار وغیرہ۔ ومبدأها من التفریق او المتارکة۔ اور جو تفریق سوال میں درج ہے یہ تفریق القاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ پس سابقہ عدت کا گذرنا نکاح ثانی کے لئے کافی نہیں۔ لازم ہے کہ خاوند سے متارکۂ قولی کرایا جائے، یعنی یہ کہلایا جائے کہ میں نے اس عورت کو اپنے سے الگ کر دیا۔ اگر خاوند ایسا نہ کرے تو عورت کو بھی اس طرح متارکہ کا حق حاصل ہے کہ وہ الفاظ مذکورہ کہہ کر نکاح فاسد سے اپنے نفس کو الگ کرلے (کما حققه صاحب البحر وتبعه الخیر الرملی والمقدسی ومال الیه صاحب الشامیة) متارکۂ مذکورہ کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفی عنہ ‏ ‏ الجواب صحیح

عبد اللہ غفرلہ

مفتی خیر المدارس ملتان

۸۱/۱۱/۲۷ھ

عدت گذرنے سے پہلے خاوند مرجائے تو عورت وارث ہوگی :

شمس الدین ولد حبیب قوم بھٹی نے اپنی بیوی مسمات غلام جنت ولد غلام محمد کو مورخہ ۶۹/۸/۱۹ کو طلاق دی جو یونین کونسل میں بذریعہ رجسٹری دی گئی۔ بوقت طلاق شمس الدین ٹی بی کا مریض تھا جو عرصہ تین چار سال سے بیماری میں مبتلا تھا۔ بوقت تحریر طلاق گواہان کے انگوٹھے لگے ہوئے ہیں، لیکن عدت ۹۰ دن سے قبل فوت ہوگیا، لیکن بوقت تعمیل سمن یونین کونسل کی طرف سے طلاق دہندہ نے انکار کردیا تھا۔ شمس الدین مورخہ ۶۹/۱۱/۱۴ کو فوت ہوگیا ہے۔ وہ صاحب جائیداد ہے۔ طلاق دینے سے قبل تقریباً چار ماہ شمس الدین صاحب فراش ہوگیا تھا۔

الجواب :

وان ابانها فی المرض ان ابانها بسؤالها لا ترث ایضا وان ابانها بغیر سؤالها ثم مات وهی فی العدة ورثته عندنا خانیة (ص ۶۶۶، ۲)

صورت مسئولہ میں اگر عدت طلاق گذرنے سے پہلے شمس الدین فوت ہوگیا تھا تو مطلقہ مذکورہ متوفی مذکور کے ترکہ سے حصہ پائے گی، جیسا کہ حوالہ بالا سے ظاہر ہے مطلقہ مذکورہ اگر حاملہ اور آئسہ بھی نہیں تھی تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ ‏ ‏ ۹۱/۵/۱۲ھ

معتدۂ وفات مجبوری میں رات بھی باہر گذار سکتی ہے :

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ میں تپ دق کی مریض ہوں۔ خاوند نے علاج کرانا شروع کیا لیکن صحت یابی سے قبل ہی فوت ہوگیا۔ اب مجھے دوبارہ وہی تکلیف عود کرتی معلوم ہوتی ہے۔ اور میری عدت کے ایک مہینہ اور چند دن باقی ہیں۔ کیا میں عدت کے ایام میں علاج کے لئے گھر سے ایک دو دن کے لئے باہر جاسکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب :

صورت مسئولہ میں متوفی عنہا زوجہا کے لئے تپ دق کے علاج کی خاطر بقدر ضرورت گھر سے باہر جانا جائز ہے۔ اگرچہ رات بھی باہر بسر کرنی پڑے۔ بشرطیکہ بغیر خروج علاج کرانا متعذر ہو۔ والدلیل علٰی ذلك هذه العبارات ففی الشامية وتعتدان ای معتدة الطلاق والموت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه الا ان تخرج منه او ینهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها اولا تجد کراء البیت ونحو ذلك من الضرورات۔ وفی البحر (ص ۱۶۷، ج ۴) وفی القنية ولا وکیل لها فلها ذلك وفی قاضی خان (ص ۲۶۶، ج ۲) المعتدة اذا کانت فی منزل لیس معها احد وهی لاتخاف من اللصوص ولا من الجیران ولکنها تفزع من امر المبیت ان لم یکن الخوف شدیداً لیس لها ان تنتقل من ذلك الموضع لان قلیل الخوف یکون بمنزلة الوحشة وان کان الخوف شدیداً کان لها ان تنتقل لانها لو لم تنتقل یخاف علیها من ذهاب العقل۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان شہر

۷۱/۱۲/۱۹ھ

جسے ۲½ سال بعد حیض آتا ہو تو اس کی عدت بھی حیض ہی سے ہوگی

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں بعد میں زید کو پشیمانی ہوئی۔ اب وہ اس عورت کے ساتھ حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ عورت کو اڑھائی سال کے بعد حیض آتا ہے۔ اب اس کی عدت تین حیض ہوگی یا کہ تین ماہ اگر تین حیض کے ساتھ عدت پوری کی جائے۔ تو عدت بہت لمبی ہوجائے گی۔ اب کیا کریں۔

الجواب: عورت مذکورہ کی عدت حیض کے ساتھ ہوگی یعنی اس کو تین حیض پورے کرنے ہوں گے۔ کیونکہ جس عورت کو حیض آتے ہوں اس کی عدت تین حیض ہی ہوتے ہیں۔ الشابة الممتدة بالطهر بان حاضت ثم امتد طهرها فتعتد بالحيض الى ان تبلغ سن الاياس درمختار علی الشامیۃ ص ۶۵۲ ج ۲۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ | بندہ اصغر علی عفی عنہ

طلاقِ بائنہ کی عدت میں میاں بیوی میں پردہ ضروری ہے

میرے لڑکے نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی جو کہ میری بھانجی بھی ہے ہمارے مکان کے دو کمرے ہیں۔ میں نے فوراً لڑکے کو دوسرے کمرے میں منتقل کردیا ہے کیا میری وہ بھانجی اس مکان کے دوسرے کمرے میں جس میں ہماری رہائش ہے عدت گزار سکتی ہے؟

الجواب: عدت گزرنے تک مذکورہ مطلقہ اسی مکان میں رہے البتہ میاں بیوی میں پردہ ضروری ہے۔

وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فيه قال فی الجوهرة وهذا اذا كان الطلاق رجعيا فلو بائناً فلا بد من سترة اھ (شامی ص ۸۵۲ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، | محمد انور عفا اللہ عنہ، ۲۱/ ۱۰/ ۹۷ھ

حج کے موقع پر خاوند فوت ہوجائے تو عدت کہاں گزارے

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی حج کے دوران وفات پاجائے تو اس کی بیوی جو اس کے ساتھ حج پر گئی ہوئی تھی عدت کہاں گزارے گی۔ بینوا و توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ کے لئے وہاں عدت گزارنا ضروری ہے لیکن اگر حکومتی قوانین کی وجہ سے وہاں ٹھہرنا ممکن نہ ہو۔ تو وطن آکر عدت گزار سکتی ہے قال شارح التنویر ابانها او مات عنها فی سفر ولیس بینها وبین مصرها مدة سفر رجعت (الی قوله) او كانت فی مصر او قرية تصلح للاقامة تعتد ثمه ان لم تجد محرما اتفاقاً وكذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان كان اھ درمختار علی الشامیۃ ص ۶۷۲ ج ۲

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

خاوند کے طلاق سے انکار کے باوجود عدت وقتِ طلاق سے شمار ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء دین۔ کہ خالد نے اپنی بیوی کو مورخہ دس شعبان ۱۴۱۷ھ کو طلاق دی۔ اور اس کا علم اس وقت کسی کو نہیں ہوا۔ چند دن بعد بیوی نے اپنے سسر کو بتایا۔ جب اس نے بیٹے سے پوچھا تو اس نے انکار کردیا۔ کہ میں نے طلاق نہیں دی۔ چنانچہ اس پر باپ نے بیٹے کو گھر سے نکال دیا۔ تقریباً ایک ماہ بعد خالد نے والد سے معافی مانگی۔ اور طلاق کا اقرار بھی کیا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ عورت کی عدت دس شعبان ۱۴۱۷ھ سے شمار کی جائیگی یا خالد کے اقرار کے بعد سے شمار کی جائیگی۔ بینوا و توجروا۔

سائل زاہد محمود کوٹ ادو۔

الجواب: صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ عورت کی عدت طلاق کے بعد سے ہی شمار کی جائے گی۔ ایک ماہ تک خاوند کے انکارِ طلاق سے عدۃ کے شروع ہونے میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور۔ سواء اعترف بالطلاق او انكر فلو طلق امرأته ثم انكره واقيمت عليه بينة وقضى القاضی بالفرقة كان ادعته عليه فی شوال وقضى به فی المحرم فالعدة من

وقت الطلاق لا من وقت القضاء (درمختار علی الشامیہ ص۶۶۲ ج۲) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفی عنہ رئیس دارالافتاء خیر المدارس ملتان

دورانِ عدت تعلیم کے لئے باھر جانا

میرے شوہر نے مجھے ۲۱ر۹ر۹۴ء کو طلاق دے دی۔ میں گرلز کالج ساہیوال میں ملازمہ ہوں۔ تو کیا میں دورانِ عدت شہر میں یا کالج میں جا سکتی ہوں۔

الجواب: عدت کے دوران آپ گھر سے باہر نہیں جا سکتیں۔ نہ تعلیم کے لئے اور نہ کسی اور مقصد کے لئے۔ فی الدرالمختار ولا تخرج معتدۃ رجعی و بائن لحرۃ مکلفۃ من بیتھا اصلاً لا لیلاً ولا نہاراً اھ (شامیہ ص۶۷۳ ج۲)

(۲) ان کانت معتدۃ من نکاح صحیح وھی حرۃ مطلقۃ بالغۃ عاقلۃ مسلمۃ والحالۃ حالۃ الاختیار فانھا لا تخرج لیلا ولا نہاراً سواء کان الطلاق ثلاثا او بائنا او رجعیا کذا فی البدائع (عالمگیری ص۵۳۴ ج۱) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ایک عرصہ سے بیوی کو چھوڑا ہوا ہو تو بھی طلاق کے بعد عدت واجب ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام دریں مسئلہ۔

کہ ایک شخص دو سال تک اپنی بیوی کے قریب نہیں گیا۔ اور پھر اس کو تین طلاق دے دی تو اب اس عورت مطلقہ کے بارہ میں کیا حکم ہے کہ وہ فوری طور پہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا عدت گزارنا لازمی ہے۔ بینوا وتوجروا

الجواب: جب ایک دفعہ خلوت صحیحہ ہو جائے تو عدت واجب ہو جاتی ہے خواہ طلاق سے پہلے کتنا ہی عرصہ بیوی کے پاس نہ گیا ہو۔

وسبب وجوبھا عقد النکاح المتأکد بالتسلیم وما جری مجراہ۔ اھ (درمختار علی الشامیہ ص۶۵۰ ج۲)

فقط واللہ اعلم۔ محمد انور ۱۸ر۲ر۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

معتدۂ موت کو سسرال کے ہاں عصمت کا خطرہ ہو تو منتقل ہو سکتی ہے

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں۔ کہ ہماری بھانجی ہے۔ اس کا خاوند انتقال کر گیا ہے۔ اس کے گھر والے یعنی ساس اور نند اس کے ہمراہ گھر کے اوپر والے پورشن میں رہتے ہیں۔ اور اکثر ان سے ناچاقی بھی رہتی ہے وہاں پر ان کی نند کے پاس غیر محرم لوگ آتے جاتے رہتے ہیں اور وہ لوگ شراب نوشی بھی کرتے ہیں۔ جس کی شاہد بیوہ ہے۔ اس صورت حال میں بیوہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتی ہے۔ کہ وہ اس گھر میں رہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ بیوہ کے ہاں دو بچے آپریشن سے ہوئے ہیں۔ اور ابھی بھی وہ تین ماہ کی حاملہ ہے وقتاً فوقتاً ان کو ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کے لئے بھی جانا پڑے گا اس صورت حال میں ہم یعنی بیوہ کے ماموں ہم اسے اپنے گھر لا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بیوہ کے خرچہ کے لئے بھی اس گھر میں انتظام نہیں ہے۔ متوفی کے بھائی بھی کہتے ہیں کہ آپ لوگ اُسے گھر لے جا سکتے ہیں۔

محمد اسلم خان عمر فاروق سٹریٹ نیو سبزی منڈی روڈ ملتان۔

الجواب: وفی العالمگیریۃ ص۵۳۵ ج۱ المعتدۃ اذا کانت فی منزل لیس معھا احد وھی لا تخاف من اللصوص ولا من الجیران ولکنھا تفزع من امر المبیت ان لم یکن الخوف شدیدا لیس لھا ان تنتقل من ذلک الموضع وان کان الخوف شدیدا کان لھا ان تنتقل کذا فی فتاوی قاضیخان۔

اگر واقعی عورت مذکورہ کو اس مکان میں رہتے ہوئے عصمت کا خطرہ ہے۔ تو پھر وہ اپنے ماموں کے گھر جا سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ جامعہ خیر المدارس ۲۰ ۶/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح ۔ محمد انور ۲۰ ۶/۱۴۱۳ھ

معتدۂ موت معاشی ضرورت کیلئے دن کو باہر جا سکتی ہے؟

علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ایک عورت کا خاوند فوت

ہوگیا ہے۔ اور اب اس عورت کے نان ونفقہ کی سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ وہ خود کمائی کرے تو کیا وہ اپنے اخراجات کی کمائی کے لئے گھر سے نکل سکتی ہے یا نہیں۔

محمد ارشاد بیرون حرم گیٹ نزد پرانا سی آئی اے سٹاف ملتان

الجواب: وفی الدر ص ۶۷۳ ج ۲۔ ومعتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلها۔ اور شامی میں ہے واما المتوفی عنها زوجها فلانه لا نفقة لها فتحتاج الی الخروج نهارا لطلب المعاش۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا۔ کہ عورت مذکورہ اپنے اخراجات کے لئے دن کو باہر جا سکتی ہے۔ البتہ رات کے دس بجے سے اس مکان میں رہے جس میں خاوند کی موجودگی میں رہتی تھی۔ اور متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ ۲۸ - ۱۰ - ۱۴۱۶ھ

سارے رشتہ دار دوسرے شہر میں ہوں تو معتدہ وہاں جا سکتی ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں۔

۱۔ ایک عورت کا خاوند فوت ہوگیا ہے اور اب وہ عورت عدت میں ہے ان کی رہائش ملتان میں ہے اور خاوند بھی ملتان ہی میں فوت ہوا ہے لیکن اکثر کنبہ وقبیلہ کمالیہ میں ہے کیا یہ عورت کمالیہ ملنے کیلئے جا سکتی ہے کیونکہ اگر یہ اکیلی وہاں نہیں جاتی۔ تو وہاں سے سب لوگ تعزیت کیلئے یہاں ملتان آئیں گے اور پریشانی ہوگی۔ اگر یہ اکیلی وہاں چلی جاتی ہے۔ تو ان سب کی پریشانی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن مدت عدت ملتان میں ہی گزارنی ہے تو اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ عورت اس عدت کے دوران اس مجبوری کی وجہ سے کمالیہ جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور خاوند کی قبر پر بھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) یہ عورت بڑھیا ہے آنکھیں کمزور ہیں، ڈاکٹروں نے اپریشن کے لئے مشورہ دیا تھا۔ لیکن یہ حادثہ ہوگیا۔ کیا یہ علاج کے لئے اس عرصہ میں ہسپتال جا سکتی ہے یا نہ۔ اپریشن کروا سکتی ہے یا نہ۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں تاکہ اسی پر عمل کیا جا سکے۔

بینوا وتوجروا۔ المستفتی۔ چوہدری محمد رفیق نیو ملتان۔

الجواب: صورت مسئولہ میں عدت ملتان میں ہی گذاری جائے۔ مذکورہ عذر کی بنا پر کمالیہ جا کر عدت گذارنا درست نہیں۔ علی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیها بالسکنی حال وقوع الفرقة والموت کذا فی الکافی (عالمگیریہ ص ۵۳۵ ج ۱)

۲۔ عدت کے بعد کرالے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۸ - ۳ - ۱۴۱۱ھ

گواہوں کے بغیر پڑھے گئے نکاح میں عدت ہوگی یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء کرام درمیان اس مسئلہ کے کہ ایک عورت نے ایک مرد کے ساتھ مل کر اپنا نکاح گاؤں کے ایک امام صاحب سے پڑھوا لیا۔ جبکہ نکاح کے وقت امام صاحب اور مذکورہ مرد وعورت کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ پھر ایک دن رات اکٹھے بھی رہے۔ غالباً مرد نے عورت کے ساتھ جماع بھی کیا۔ لیکن ایک دن رات گذرنے کے بعد عورت کہتی ہے کہ میں نے اپنا نکاح نہیں پڑھوایا۔ جبکہ امام صاحب کہتے ہیں کہ میں نے مذکورہ عورت کا نکاح پڑھایا ہے۔ اب بار قابل دریافت امر یہ ہے۔ کہ آیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں اور علیحدگی کی صورت میں عدت ہوگی یا نہیں

بینوا وتوجروا۔ المستفتی محمد اشفاق ولد دیوان

الجواب: اگر نکاح کے وقت دو گواہ ایجاب وقبول کے سننے والے موجود نہ ہوں۔ تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں دو گواہوں کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے نکاح منعقد نہیں ہوا البتہ اگر مرد نے عورت کے ساتھ وطی کی ہے تو عورت پر عدت واجب ہوگی۔ وشرط حضور شاهدین وسیأتی فی باب العدۃ انه لاعدۃ فی نکاح باطل وذکر فی البحر هناک عن المجتبیٰ ان کل نکاح اختلف العلماء فی جوازہ کالنکاح بلا شهود فالدخول فیه موجب للعدۃ (شامی ج ۲ ص ۳۸۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

بندہ عبدالستار عفی عنہ

طلاق نامہ پر پہلے کی تاریخ لکھ دی جائے تو عدت کب سے شمار ہوگی

زید نے بیوی کو طلاق نامہ بھیجا اور اس پر ۵ ماہ پہلے کی تاریخ ڈال دی ۔ تو کیا بیوی اسی وقت سے مطلقہ شمار ہوگی یا جو تاریخ اس پر لکھی گئی ہے ؟

الجواب جس وقت طلاق نامہ لکھا گیا ہے اور اس پر دستخط ہوئے ۔ بیوی اس وقت سے مطلقہ سمجھی جائے گی اور عدت بھی اس وقت سے شروع ہوگی قوله لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال اھ لانه ما اسنده الی حالة منافية ولا يمكن تصحيحه اخباراً لكذبه وعدم قدرته على الاسناد فكان انشاءً فی الحال اھ (شامیہ ص۴۷۹ ج ۲) ثم المرسومة لا تخلو اما ان ارسل الطلاق بان كتب اما بعد فانتِ طالق فكما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة اھ (شامیہ ص۴۶۵ ج ۲) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

معتدہ عدت کے دوران کسی قسم کے زیور نہ پہنے

معتدہ دورانِ عدت زیور پہن سکتی ہے یا نہیں ؟ ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ سونے کے زیورات عورت سے نہیں اتارتے ۔

الجواب عدت کے دوران عورت کسی قسم کے زیور نہیں پہن سکتی ۔ جو پہلے پہنے ہوئے تھے وہ بھی اتار دیں زیورات کے علاوہ کسی قسم کی زیب و زینت بھی جائز نہیں ۔ تحد بترك الزينة بحلی او حرير اھ (قوله بحلی) ای بجميع انواعه من فضة او ذهب وجواهر اھ ، بحر الرائق ص۵۳۱ ج ۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۔ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ | بندہ عبد الحکیم عفی عنہ

عدت کم از کم کتنے عرصہ میں گذر سکتی ہے؟

امام صاحب (زید) نے ایک مطلقہ عورت سے اڑھائی ماہ بعد نکاح کر لیا اور چھ

ماہ دس دن کے بعد عورت مذکورہ کو بچہ پیدا ہوا ۔ اب امام پر شبہ ہے کہ اس کی بیوی کو جو بچہ پیدا ہوا ہے ۔ وہ اس کے حمل سے نہیں ۔ بلکہ پہلے سے ہے ۔ تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے ؟

الجواب صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ طلاق اور نکاح کے درمیان مدت عدت گزرنے کا احتمال ہے ۔ کیونکہ عدت پوری ہونے کی کم از کم مدت انتالیس دن ہے کما فی الشامیة ص۶۶۵ ج ۲) وعندهما اقل مدة تصدق فيها الحرة تسعة وثلاثون يوما ثلاث حيض بتسعة ايام وطهران بثلاثين ۔ لہذا یہ نکاح صحیح ہوگیا ہے ۔ اور وضع حمل بھی چھ ماہ کے بعد ہے اس لئے حمل کو نکاح سے پہلے کا قرار دینا درست نہیں ۔ پس زید مذکور کوئی مجرم نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح ۔ بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ | بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ ۱۴/۷/۱۳۸۵ھ

مُعتدہ خاوند کی قبر پر نہیں جاسکتی

کیا فرماتے ہیں عُلماءِ کرام دریں مسئلہ کہ کسی عورت کا خاوند فوت ہوجائے ۔ وہ عورت سوگ کے دنوں میں اپنے خاوند کی قبر پر جاسکتی ہے یا کسی بھی قبرستان میں جاسکتی ہے یا نہیں علاوہ ازیں عام دنوں میں عورتوں کا قبرستان میں جانا کیسا ہے ۔

الجواب معتدہ کے لئے خاوند کی قبر پر جانے کی اجازت نہیں در مختار میں ہے لوکان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلا يحل لها الخروج فتح شامیہ ص۶۲۱ ج ۲ ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ | الجواب صحیح ۔ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۵-۹-۱۴۰۹ھ

بَابُ النسبْ

وفات کے ساڑھے تین سال بعد پیدا ہونیوالے بچے کا حکم

عبداللہ خان کا ایک بیٹا اور پانچ لڑکیاں ہیں وراثت شریعت کے مطابق تقسیم ہوگئی۔ ساڑھے تین سال بعد زوجہ سے ایک لڑکے کا تولد ہوا ۔ زوجہ نے دعویٰ کیا کہ لڑکا عبداللہ خاں کا ہے کیا اس بچے کو بھی وراثت ملے گی ؟ اور نسب ثابت ہوگا ؟

الجواب حمل دو سال سے زیادہ پیٹ میں نہیں ٹھہر سکتا واکثر مدة الحمل سنتان الخ۔ اس لئے یہ بچہ عبداللہ خان کا بیٹا نہیں ہو سکتا نہ اس کا نسب عبداللہ خان سے ثابت ہے اور نہ اس کا وارث بن سکتا ہے ۔ فقط واللہ اعلم ۔ محمود عفا اللہ عنہ

المجیب مصیب، الجواب صحیح ، مفتی قاسم العلوم ملتان

محمد ابراہیم عفی عنہ، بندہ عبداللہ غفر اللہ لہ ۱۷/۷/۷۶ھ

خاوند کے لاپتہ ہونے کی وجہ سے عورت نے نکاح کرلیا بچے پیدا ہوگئے پھر پہلا خاوند بھی آگیا تو بچوں کا نسب دوسرے سے ہوگا

ایک آدمی اپنی عورت سے بے پرواہ ہوکر چلاگیا اور کسی دوسری عورت کو ساتھ لے گیا اسی اثناء میں پاکستان آنے کی صورت بنی اسکی عورت پاکستان آگئی اس نے یہاں آکر بھی پرواہ نہ کی اور نہ ہی پتہ کیا کہ میری عورت کہاں ہے آخر عورت نے خاوند کی بے توجہی کے پیش نظر دوسرے کسی مرد سے نکاح کرلیا جسے اس کے سابقہ نکاح کا علم نہ تھا اور اس سے ایک لڑکا لڑکی پیدا بھی ہوئے ۔ پہلے خاوند سے کوئی نہ تھا پھر جب اس ثانی شخص کو پتہ چلا تو اس نے فوراً گھر سے نکال دی اور بچے اس کے ہمراہ کردیئے اور کہا کہ تم سب کی مجھ کو ضرورت نہیں ۔ اسی اثناء میں خاوند اول کا ورود ہوا اس سے طلاق کے مطالبہ پر طلاق حاصل کی گئی بعوض پھر عدة کے بعد دوسری جگہ نکاح باقاعدہ کرکے بیٹھی اور اپنے ثانی شخص سے بچوں کے متعلق اپنے بھائیوں کو کہتی ہے کہ ان کا نکاح اپنی حسب منشاء کرلو ورنہ جہاں اب آباد ہوں وہ اپنی حسب منشاء ان کا نکاح کہیں کروادیں گے جس پر میں ناراض ہوں تو شرعاً عورت مذکورہ کے بھائی اسکے کہنے کے موجب نکاح کرواسکتے ہیں یا نہ یا کسی اور کی اجازت سے ان کا نکاح قابلِ انعقاد ہے یا نہیں۔

(سائل ۔ نور الحسن ،حاصل پور)

الجواب غاب من امرأته فتزوجت باخر وولدت اولاداً ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذهب الذی رجع الیه الامام وعلیه الفتوی کما فی الخانیة والجوهرة والکافی وغیرہ ۔ (درمختار ص۲۶۳ شامی ج۲)

صورت مسئولہ میں بچوں کا نسب چونکہ زوجِ ثانی سے ثابت ہے جیسا کہ جزئیہ بالا سے ثابت ہے پس انکے نکاح کی ولایت بھی اسی کو حاصل ہوگی ، زوج ثانی اگر ان بچوں کے نکاح کی اجازت دے تو اسکا کیا ہوا نکاح بھی درست ونافذ ہوگا ۔ فقط ، واللہ اعلم ،

بندہ عبدالستار عفی عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۴/۹/۸۰ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ غفر اللہ لہ،

آٹھ سالہ بچے سے نسب ثابت نہیں ہوگا

زید کی عمر آٹھ سال ہے اسی دوران اس کا نکاح والد نے خالدہ کے ساتھ کر دیا۔ خالدہ حاملہ ہوگئی بچہ بھی پیدا ہوگیا تو اس بچے کا نسب زید سے ثابت ہوگا یا نہیں ؟

(المستفتی ۔ عبدالرشید علی پوری —— خیر المدارس ملتان)

الجواب بارہ سال سے کم عمر کے بچے سے نسب ثابت نہیں ہوتا لہذا یہ بچہ زید کی طرف منسوب نہیں ہوگا ۔

نعم ینبغی ثبوته عن المراهق احتیاطاً ۔ الی قوله اما المراهق فیحبل اه یثبت النسب منه (شامی باب العدة) ۔ وادنی مدته (ای البلوغ) له اثنتا عشرة سنةً ولها تسع سنین اه (شامیہ) ۔ فقط واللہ اعلم !

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۵/۴/۱۴۱۸ھ

نکاح فاسد میں نسب ثابت ہوگا یا نہیں ؟

جوانی میں خالد کے ہندہ سے ناجائز تعلقات تھے بعد میں خالد کی شادی

ہندہ کی لڑکی سے ہو گئی اب پتہ چلا کر خالد ہندہ کی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا تھا، اب خالد کیا کرے اور جو اولاد پیدا ہو چکی ہے اسکے نسب کا کیا حکم ہے؟

الجواب خالد اس عورت کو فوراً علیحدہ کر دے اور جو اولاد پیدا ہوئی ہے وہ خالد سے ثابت النسب ہے کیونکہ نکاح فاسد میں نسب ثابت ہو جاتا ہے۔

(وعدة المنکوحة نکاحاً فاسداً) هی المنکوحة بغیر شهود و نکاح امرأة الغیر بلا علم بانها متزوجة و نکاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد عنده خلافاً لهما فتح۔ (رد المحتار ص ۶۵۹ ج ۲)

وفی الشامیة قبیل الحضانة (قوله لانه نکاح باطل) ای فالوطء فیه زنا لایثبت به النسب بخلاف الفاسد فانه وطء بشبهة فیثبت به النسب ولذا تکون بالفاسد فراشا لا بالباطل (رد المحتار ص ۹۸۶ ج ۲)

فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

ساس سے نکاح کر لیا جائے اور اولاد پیدا ہو جائے تو نسب کا حکم

زید کی منکوحہ بیوی فوت ہو چکی ہے زید نے اپنی متوفیہ بیوی کی حقیقی ماں خالدہ (جو کہ زید کی ساس ہے) سے ناجائز تعلقات قائم کر لئے حتیٰ کہ اغواء کر کے لے گیا کچھ عرصہ کے بعد مغویہ کے خاوند اصلی (جو کہ زید کا خسر تھا) نے مغویہ کو طلاق دیدی زید نے مغویہ کے ساتھ نکاح کر لیا اس مغویہ سے زید کے بچے بھی پیدا ہو چکے ہیں تو دریافت طلب امور یہ ہیں:

۱۔ زید کا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر نکاح صحیح نہیں تو اولاد کا کیا حکم ہے؟

الجواب مسمات خالدہ زید پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ لقولہ تعالیٰ وامهات نسائکم۔ البتہ زید سے نسب ثابت ہے رجل علم تزوج بمحارمه فجئن باولاد یثبت نسب الاولاد منه عند ابی حنیفة خلافا لهما بناء علی ان

النکاح فاسد عند ابی حنیفة باطل عندهما۔ کذا فی الظهیریة (ہندیہ ص ۵۴۰ ج ۱)

زید کے اقارب پر خصوصاً اور عوام الناس پر عموماً لازم ہے کہ زید اور خالدہ میں جدائی کرائیں۔

فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، ۱۲/۷/۱۴۱۱ھ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

زنا سے پیدا ہونیوالا بچہ والد کی طرف منسوب نہیں ہوگا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص غیر شادی شدہ ایک عورت غیر شادی شدہ سے زنا کرتا ہے کچھ عرصہ بعد زانی مزنیہ سے نکاح کر لیتا ہے پانچ ماہ اور پندرہ دن کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے زانی اقرار کرتا ہے کہ یہ میرا ہے اور میرے نطفہ سے پیدا ہوا ہے اور قبل از نکاح زنا کا اقرار بھی کرتا ہے قابل دریافت امور یہ ہیں۔

۱۔ کیا مذکورہ زانی مزنیہ کا نکاح صحیح ہے؟ ۲۔ کیا بچہ ثابت النسب ہوگا؟ ۳۔ مستحق میراث ہوگا یا نہیں؟ ۴۔ زانی کا اپنے فعل کا علی الاعلان اقرار حد کو لازم کرتا ہے یا نہیں؟ ۵۔ ہم مسلمان ایسے شخص سے اچھے معاملات رکھ سکتے ہیں یا نہیں ۶۔ شخص مذکور پر ہم کوئی سزا مقرر کر سکتے ہیں یا وہ صرف توبہ کر لے؟

الجواب زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اسلئے یہ لڑکا زانی کیطرف منسوب نہ ہوگا نہ اس کا وارث ہوگا۔

ولو زنی بامرأة فحملت ثم تزوجها فولدت ان جاءت به لستة اشهر فصاعداً ثبت نسبه وان جاءت به لاقل من ستة اشهر لم یثبت نسبه الا ان یدعیه ولم یقل انه من الزنا اما ان قال انه منی من الزنا فلا یثبت نسبه ولا یرث منه (عالمگیری ص ۵۴۰ ج ۱)

یہ شخص ضرور سزا کے قابل ہے لیکن مسلمان حاکم کے پاس یہ معاملہ پیش کیا جائے وہ جو سزا متعین کرے وہ نافذ کی جائے گی اور توبہ استغفار لازمی ہے۔ قبل از توبہ اس سے تعلقات ترک رکھے جائیں۔ فقط، واللہ اعلم،

بندہ محمد انور ۲/۳/۱۴۰۲ھ

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفی عنہ

بحالتِ اغوا پیدا ہونیوالے بچے کا نسب فراش کی طرف منسوب ہوگا

ایک شخص مسمی فقیر بخش کی عورت مسماۃ سلمیٰ ایک دوسرے شخص مسمی محمد بخش کے ساتھ اغوا ہو گئی اور محمد بخش کے پاس مسماۃ سلمیٰ سے ایک لڑکی غلام زہراں پیدا ہوئی حالانکہ نکاح فقیر بخش کا قائم تھا پھر اس لڑکی مسماۃ غلام زہراں کی شادی ہوگئی اور اسے ایک لڑکا مسمی حضور بخش پیدا ہو گیا اور فقیر بخش نے ایک اور شادی کی جس سے کئی لڑکیاں پیدا ہوئیں کیا اس لڑکے مسمی حضور بخش کا نکاح فقیر بخش کی لڑکیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو سکتا ہے جو فقیر بخش کی دوسری بیوی میں سے ہیں یا نہیں ہو سکتا؟

الجواب صورت مسئولہ میں اس لڑکے کا نکاح فقیر بخش کی کسی لڑکی سے جائز نہیں اس لئے کہ حضور بخش کی ماں غلام زہراں بوجہ الولد للفراش (الحدیث) فقیر بخش کی بیٹی متصور ہوگی اور حضور بخش فقیر بخش کا نواسہ بنے گا اور فقیر بخش کی باقی لڑکیاں حضور بخش کی خالہ بنیں گی اور خالہ کے ساتھ نکاح حرام ہے ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

المجیب مصیب احقر الانام
غلام محمد بقلم خود
مدرس مدرسہ احسن المدارس جلالپور

الجواب صحیح والمجیب مصیب
العبد الاحقر الافقر خادم القوم
غلام رسول غفرلہ پونٹوی

سلطان محمود بقلم خود
مدرس مدرسہ دار الحدیث محمدیہ

الجواب صحیح،
عبداللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح،
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مزنیہ کے اقرار کے باوجود کہ یہ بچہ زنا کا ہے خاوند سے نسب منتفی نہ ہوگا

زید نے ہمراہ ہندہ کے شادی کی چند ایام آبادگی کے بعد زید اپنے وطن سے دُور دراز برائے ملازمت چلا گیا ایام مفارقت کے ۱۵ ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا۔ زید کو خبر ملی تو زید نے انکار کر دیا بلکہ حکومت مجاز میں رپٹ دی کہ یہ لڑکا میرا نہیں۔ فریقین کے قبائل کے معتبر لوگوں نے جمع ہو کر بصورت پنچایت

ہندہ سے تحقیق کی کہ زید اس لڑکے سے منکر ہے تم بتاؤ یہ لڑکا کس کا ہے جواباً ہندہ نے کہا کہ میرے ساتھ جبراً عمرو نے مداخلت کی تو یہ لڑکا عمرو کا ہے آخر یہ مقدمہ مفتی حکومت کے پاس دائر ہوا تو مفتی حکومت نے شہادت پنچایت پر فیصلہ کیا کہ لڑکا والدہ کے حوالہ کر دو اور اسکی والدہ کو اپنے والدین کے حوالہ کر دو۔ اس فیصلہ کے بعد زید نے ہندہ کو طلاق دے دی تو ہندہ نے دوسری جگہ شوہر اختیار کیا۔ کیا اب بعد بلوغ وہ لڑکا ترکہ زید سے وارث ہوگا یا نہ ہوگا۔

(مستفتی، مولوی محمد زمان۔ آزاد کشمیر)

الجواب حتى (وا...) ...... (فان لاعن لاعنت) تلاعن أو تصدقه (فيندفع به اللعان ولا يحد وان صدقته أربعا لانه ليس باقرار قصدا ولا ينفي النسب لانه حق الولد فلا يصدقان في ابطاله: وفي الشامية ولا ينتفي النسب لانه انما ينتفي باللعان ولم يوجد ...... وسيأتي ان شروط النفي ستة منها تفريق القاضي بينهما بعد اللعان (شامیہ ص ۶۱۸ ج ۲)

جزئیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ قطع نسب کے لئے لعان کے بعد تفریق قاضی شرط ہے پس صورت مسئولہ میں جبکہ لعان بین الزوجین ہی نہیں ہوا تو قاضی صاحب موصوف کا قطع نسب دُرست نہ ہوا لہذا بچہ مذکورہ شرعاً اپنے والد کی میراث کا مستحق ہے اور نسب ثابت ہے۔

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبد الستار عفی عنہ،
۱۷ / ۱۱ / ۸۰ھ

الجواب صحیح،
عبداللہ غفر اللہ لہ،
مفتی خیر المدارس۔ ملتان

بچہ پیٹ میں سوکھ جائے اور باپ کی وفات کے دس سال بعد پیدا ہو تو نسب کا حکم

زید فوت ہوا اس وقت اسکی بیوی حاملہ تھی چار ماہ کا حمل تھا لیکن چند وجوہ کی بابت بچہ سوکھ گیا اور کم وبیش ۹½ برس تک بچہ پیٹ میں رہا کافی علاج معالجہ تعویذ گنڈے کراتے

رہے قدرتِ الٰہی سے بچہ پیدا ہوگیا بچہ کی پیدائش کے وقت اس کا حقیقی دادا موجود تھا، اس نے اپنے پوتے کے نسب کو صحیح قرار دیا پانچ ماہ بعد بچے کا دادا وفات پا گیا۔ اب اس بچے کی والدہ اور حقیقی دادی موجود ہے دادی نسب کا انکار نہیں کرتی اور نہ کوئی اور رشتہ دار انکار کرتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بر تقدیرِ صحتِ واقعہ اس بچہ کا نسب عورتِ مذکورہ کے خاوند سے ثابت نہیں اسلئے اس بچے کو اس باپ کے ترکہ سے حصہ نہیں ملیگا۔

شامیہ ص۶۷۶ ج۲ میں ہے۔

اکثر مدة الحمل سنتان الی ان قال ولا یخفی ان قول عائشة ؓ مما لا یعرف الا سماعاً فهو مقدم علی هذا لانه بعد صحة نسبته الی الشارع لا یتطرق الیه الخطاء بخلاف الحکایة

فقط واللہ اعلم، | الجواب صحیح،
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ | بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ ۹۲/۱/۱۷ھ

بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے سالی سے نکاح کیا تو اس سے ہونے والی اولاد کے نسب کا حکم

زید نے پہلا نکاح زینب سے کیا دو ماہ بعد دوسرا نکاح سلمیٰ سے کیا۔ جو کہ زینب مذکورہ کی حقیقی بہن ہے۔ لوگوں نے منع کیا، کہ دو بہنیں بیک وقت نکاح میں نہیں آ سکتی۔ مگر زید نہ مانا۔ اب دونوں عورتوں سے زید کی اولاد ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح کونسا صحیح ہے اور کونسی اولاد ثابت النسب ہوگی۔

الجواب زید کا زینب کی زندگی میں اسکی حقیقی بہن سلمیٰ کے ساتھ نکاح کرنا حرام تھا۔ لیکن نکاح ہو چکنے کے بعد جب سلمیٰ کے پیٹ سے زید کے ہاں اولاد بھی ہوئی تو اس اولاد کو حرامی نہیں کہیں گے۔ بلکہ یہ اولاد بھی دوسری اولاد کی طرح صحیح النسب ہے۔ کیونکہ یہ دوسرا نکاح فاسد ہے باطل نہیں، اور نکاح فاسد میں دخول کے بعد نسب ثابت ہو جاتا ہے۔

وان تزوج احداهما بعد الاخری جان نکاح الاولیٰ وفسد نکاح الثانیة (بدائع الصنائع ص۲۶۰ ج۲)۔ وکذا فی الهندیة وزاد فیها عن المحیط فی هذه الصورة بعینها وعلیها العدة ویثبت النسب وقال فی البدائع ص۳۳۵ ج۲۔ واما نکاح الفاسد فلا حکم له قبل الدخول واما بعد الدخول فیتعلق به احکام منها ثبوت النسب الخ۔

بعض فقہاء کی عبارات میں جو بیوی کی بہن سے نکاح کو باطل کہا گیا ہے اس بطلان کی تاویل فساد سے کی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ | الجواب صحیح،
۱۳۷۹/۵/۶ھ | بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہٗ

مطلقہ ثلاث سے بدوں حلالہ دوبارہ نکاح کرلیا تو ثبوتِ نسب کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص سے کیا۔ وہاں آباد ہوکر لڑکی کسی کے ساتھ اغوا ہوگئی۔ میں نے اس سے طلاق لے لی۔ اس کے بعد مغوی نے لڑکی سے نکاح کرلیا اور کچھ عرصہ بعد طلاق ثلثہ دیدی۔ مجھے اس نکاح ثانی اور طلاقِ ثانی کا علم نہ تھا تو میں نے اپنی لڑکی اور مغوی کو اب تک اکٹھے رہتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ تم آپس میں نکاح کرلو۔ تب رہو۔ ورنہ تمہارے خلاف کاروائی کریں گے انہوں نے میرے کہنے پر نکاح کرلیا بدوں حلالہ کے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہ۔ اور عورت بدوں طلاق حاصل کئے آگے کسی جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہ؟

الجواب ولو طلقها ثلثا ثم تزوجها قبل ان تنکح زوجا غیره فجاءت منه بولد ولا یعلمان بفساد النکاح فالنسب ثابت وان کان یعلمان بفساد النکاح یثبت النسب ایضاً عند ابی حنیفة کذا فی التاتارخانیة ناقلاً عن تجنیس الناصری عالمگیری ص۱۳۰ ج۲۔ وهکذا فی المنحة علی البحر للعلامة الشامی

ناقلاً عن مجمع الفتاویٰ۔

جزئیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ طلاق ثلاثہ دینے کے بعد خاوند اگر اسی عورت سے بدون حلالہ شرعی کے دوبارہ نکاح کرے تو اس نکاح میں پیدا ہونے والی اولاد صحیح النسب متصور ہوگی اور ثبوت النسب نکاح صحیح یا نکاح فاسد میں ہوتا ہے نہ کہ نکاح باطل میں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ نکاح فاسد ہے باطل نہیں۔ نکاح ہذا سے عورت کی خلاصی کی صورت یہ ہے کہ خاوند یہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت کو چھوڑ دیا یا اس کو طلاق دی اس کے بعد عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر خاوند چھوڑنے سے انکار کرے، مسلمان جج سے تفریق حاصل کر لی جائے۔ پھر عدت کے بعد آگے نکاح کرے۔ واضح رہے کہ موجودہ نکاح کو فسخ کرانا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس۔ ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفر اللہ لہ

لاعلمی میں حقیقی بہن سے نکاح کر لیا تو اولاد کے نسب کا حکم

ہندوستان کی تقسیم کے وقت مختلف خاندان منتشر ہو گئے نتیجۃً خاوند اور بیوی کو ایک عرصہ کے بعد پتہ چلا کہ ہم دونوں بہن بھائی ہیں جبکہ ان دونوں سے اس وقت اولاد بھی موجود ہے دونوں ایک دوسرے سے شرمندہ ہیں اور آپس میں جدا ہو گئے ہیں۔ مطلوب یہ ہے کہ ان سے جو اولاد پیدا ہوئی شرعاً اُن کا نسب باپ سے ثابت ہوگا یا نہیں؟

الجواب شرعاً یہ بچے اسی باپ کی طرف منسوب ہوں گے۔ رجل مسلم تزوج بمحارمہ فجئن باولاد یثبت نسب الاولاد منہ عند ابی حنیفۃ اھ۔

(عالمگیری ص۱۴۰ ج۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

موطوءۃ بالشبہ کے بچے کا نسب واطی سے ثابت ہوگا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ہندہ

کے خاوند زید کو مفقود ہوئے تقریباً تیئس برس گزر چکے تھے وہ مفقود ہو کر غائب بھی تھا ہندہ چونکہ جوان تھی، علاوہ ازیں اسکی وجہ معاش کا کوئی کفیل نہ تھا دوسرا خاوند کرنے کے لئے علماء دین کی طرف متوجہ ہوئیں۔ بنابریں ایک عالم دین مدرس سند از دارالعلوم دیوبند اور فن فتاویٰ میں بھی کسی قدر روشناس تھا، نے بلحاظ قولِ مالکیہ جو کہ ایسے خاوند کی عورت چار سال کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے فتاویٰ عبدالحئی رح کو دیکھ کر جس میں وہ شرائط درج نہیں جو الحیلۃ الناجزہ میں ہیں فتویٰ لکھ دیا کہ عورت بغیر کسی مزید پابندی شرط کے نکاح کر سکتی ہے اور شاید وہ صاحب اس نکاح میں شریک بھی ہوں چنانچہ ہندہ نے بناء بر فتویٰ، بکر کے ساتھ نکاح کر لیا اور بعدِ نکاح اسے حمل بھی استقرار پا گیا اور مدتِ حمل کے انقضاء کے بعد لڑکی پیدا ہوئی بعد ازاں انکو خبر ہوئی کہ یہ فتویٰ بناء بر مالکیہ مطلق نہیں ہے بلکہ اس میں شرائط ہیں بعد از شرائط عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے چنانچہ دوبارہ علماء کرام کی طرف توجہ کی گئی اور شرائط پورا ہونے کے بعد نکاح کیا گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لڑکی جو قبل از نکاح صحیح پیدا ہوئی ہے اگرچہ وہ بناء بر فتویٰ تھی اس کے نکاح کا متولی کون ہوگا زوج اوّل مفقود کا بھائی جو کہ پابندِ عیال نہیں ہے اور جوگیانہ زندگی بسر کرتا ہے آئے دن اس کا کوئی مکان نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مسکن ہے گویا اس کا گھر اس کے اپنے وجود کے ساتھ ہے کسی وقت اپنے وطن میں آجاتا ہے لیکن اس کو اپنی برادری کے معاملات میں کوئی سروکار نہیں یہ متولی ہوگا یا ھندہ کا زوج بکر جس کے علوق سے بناء بر فتویٰ یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے یہ لڑکی حلال زنا تصور ہوگی۔ بکر اور ھندہ کو فتویٰ کے لحاظ سے معذور عندالشرع ثابت کرتے ہوئے اس تہمت سے بری تصور کیا جائے گا۔ شرعاً یہ لڑکی بکر کی وارث ہوگی یا نہ؟

الجواب صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا نسب شخص مذکور زوج ثانی جس نے بناء بر فتویٰ نکاح کیا ہے سے ہوگا اور یہ لڑکی اس سے ہی وارث ہوگی۔

کمافی الشامیۃ والقیاس ان لا یرث لہا لان النسب کما یثبت بالنکاح الصحیح یثبت بالنکاح الفاسد وبالوطء عن شبہۃ ص۸۲۶ ج۲ وفیہ ایضاً ص۵۲۸ ج۵ تحت قول الدرالمختار (ولا یرثون بانکحۃ متحللۃ عندھم محظور کما ف الی قولہ لان النسب یستحق المیراث ولو کان بسبب النکاح الفاسد والوطئ بشبہۃ۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
۲/ ۲۷/ ۱۹۷۸ء

خاوند کی وفات کے وقت غیر حاملہ تھی چھ ماہ بعد حاملہ ہوگئی تو نسب کا حکم

مسمی نور خان نے مرض الموت میں اپنی عورت مسماۃ سرداراں کو طلاق دیدی۔ طلاق دینے کے تقریباً چھ سات گھنٹے بعد فوت ہوگیا اور عورتِ مذکورہ کے تعلقات پہلے ہی سے ایک شخص کے ساتھ خراب تھے تو عورت مذکورہ کو اس کے خاوند کے مرنے کے تقریباً چھ سات ماہ بعد حمل بالزنا ہوگیا کیونکہ جس وقت اس کا خاوند فوت ہوا ہے اس وقت عورت مذکورہ حیض کی حالت میں تھی اور اب عورت مذکورہ یہ کہتی ہے کہ یہ حمل میرے خاوند کا ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ حمل بقول عورت کے اسکے خاوند کا متصور ہوگا یا حمل بالزنا ہی اسے قرار دیا جائے گا اور متوفی نور خان مذکور کی جائیداد کی عورت مذکورہ اور حمل شرعاً وارث ہونگے یا نہیں حالانکہ زانی خود مدعی ہے کہ یہ حمل میرا ہے اور عورت مذکورہ خاوند کے مرنے کے قبل تقریباً ڈیڑھ سال کے عرصہ سے اپنے والدین کے گھر رہتی تھی اس عرصہ میں خاوند کے پاس بالکل نہیں آتی تھی اور زانی کے ساتھ تعلقات وابستہ رہے اور خاوند کی موت کے بعد اسی دن زانی کے پاس چلی گئی اور عدت کے اندر ہی اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔

الجواب فی العالمگیریۃ ص $\frac{۱۳۹}{۲۲}$ وان کانت معتدۃ من طلاق بائن او من وفات فجاءت بولد الی سنتین فانکر الزوج الولادۃ او الورثۃ بعد وفاتہ وادعت ھی فان لم یکن الزوج اقر بالحبل ولا کان الحبل ظاھراً لا یثبت النسب الا بشھادۃ رجلین او رجلٍ وامراتین فی قول ابی حنیفۃ

عبارت مذکورہ سے واضح ہوا کہ عورت اور وارثوں کے اختلاف کی صورت میں جبکہ موت کے وقت حمل ظاہر نہ ہو تو دو گواہوں کی ضرورت ہے ورنہ متوفی سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔ لہ

صورت مذکورہ میں عورت خاوند کی جائیداد سے حصہ لے سکے گی۔ کیونکہ عورت کی عدت میں خاوند فوت ہو گیا اور عورت سے بعد وفات خاوند کے جو لڑکا پیدا ہوا چونکہ دوسرے وارث اس کے انکاری ہیں اور وقت موت کے حمل بھی ظاہر نہیں تھا۔ اس لئے جب تک دو عادل گواہ ثبوت نسب کی گواہی نہ دیں نہ نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی لڑکا وارث ہوگا۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہٗ ۷/ ۹/ ۷۵ھ

ڈیڑھ سال سے عورت کے پاس نہیں گئے اور وہ حاملہ ہو تو اس بچے کا حکم

زید اپنے مقام سے کسی دوسری جگہ ملازمت کرتا تھا فرصت نہ ملنے کی وجہ سے ڈیڑھ سال بعد گھر آنا ہوا۔ آنے پر پتہ چلا کہ بیوی کو ۵ ماہ کا حمل ہے۔ میں نے عورت سے دریافت کیا تو اس نے تسلیم کیا کہ واقعتاً میرے فلاں شخص سے تعلقات ہیں اور یہ حمل اسی کا ہے۔ میں نے پنچایت بلائی۔ پنچایت نے فیصلہ کیا کہ یہ بچہ میرا نہیں اور میں نے طلاق بھی دے دی اب لوگ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ یہ بچہ تیرا ہے اور تم اسکی کفالت کرو۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

(محمد سعید۔ آزاد کشمیر)

الجواب شرعاً یہ لڑکا آپ ہی کا ہے اور شرعاً اس کا نسب آپ سے ثابت ہے کیونکہ نسب منتفی ہونے کے لئے لعان شرط ہے۔ فی الشامیۃ ص $\frac{۸۰۸}{۲۲}$ (ولا ینفی النسب لانہ انما ینتفی باللعان ولم یوجد وبہ ظہر ان ما فی شرح الوقایۃ والنقایۃ من انھا اذا صدقتہ ینتفی غیر صحیح اھ (شامی)

وفی العالمگیریۃ ص $\frac{۵۱۹}{۱۲}$ ولو نفی ولد زوجتہ الحرۃ فصدقتہ فلا حد ولا لعان وھو ابنھما لا یصدقان علی نفیہ ؛ اھ

اور واقعہ مذکورہ میں اب لعان بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عورت مطلقہ ہو چکی ہے اور طلاق بائن کے ساتھ لعان ساقط ہو جاتا ہے اور پھر لوٹتا بھی نہیں خواہ بعد میں نکاح کرلے۔

فی الدر علی الشامیۃ ص $\frac{۸۰۹}{۲۲}$ ویسقط اللعان بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود ولو تزوجھا بعدہٗ لان الساقط لا یعود۔

الحاصل اب لڑکے مذکور کا نسب آپ سے ہی ثابت ہوگا اور یہ آپ کا وارث بنے گا۔

صورتِ مسئولہ میں آپ کو پریشانی اُٹھانی پڑ رہی ہے کہ جو بچہ آپ کے نطفہ سے نہیں ہے اس کا
نسب آپکی طرف کیا جا رہا ہے اور وہ لڑکا آپ کا وارث بھی بنے گا مگر اس میں شریعت کا کوئی قصور
نہیں جس وقت آپ کو علم ہوا تھا کہ میری عورت کے رحم میں جو نطفہ ہے میرا نہیں ہے آپ کو تحقیق
کرنی چاہیئے تھی کہ میں کس طرح اس بچہ سے نجات حاصل کروں دیہات کے اکثر ساجد بیچارے جس کو علم نہیں ہوتا
وہ ایسے مسائل سے خود ناواقف ہوتے ہیں آپ کی رہبری کیا کریں گے آپ لڑکا کا وصول کر کے اسکی
پرورش کریں کیونکہ لڑکا تو بے قصور ہے اور اگر عورت تائب و نادم ہے تو اس کو واپس
دوبارہ نکاح کر کے رکھ لینے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ طلاق تین نہ دی ہوں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ
خادم الافتاء، خیر المدارس۔ ملتان
۲۲ / ۱۱ / ۷۵ھ

حاملہ کو خون آسکتا ہے اور پیدا ہونیوالا بچہ خاوند ہی کا ہو گا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی کی شادی ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۰ء کو ہوئی اور وہ ۲۱ر دسمبر ۱۹۸۰ء
تک خاوند کے ساتھ آباد رہی ۲۱ر دسمبر ۱۹۸۰ء کو اس کا خاوند بیرونِ ملک چلا گیا خاوند کی عدم
موجودگی میں جنوری، فروری ۱۹۸۱ء میں ایک ایک ماہ کے باقاعدہ وقفوں سے لڑکی کو دو دفعہ خون
آیا۔ مارچ میں خون اچانک بند ہو گیا جس پر لڑکی کے حاملہ ہونے کا انکشاف ہوا عموم کے خلاف
اسی واقعہ پر رفع شکوک و تعجب کے لئے لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کیا گیا جس کی رائے حاملِ خدمت
ہے۔ خاوند کی جدائی کے گیارہ مہینے بعد اسی لڑکی نے ایک بچی کو جنم دیا دونوں باتیں چونکہ ضابطۂ
قدرت کی عمومی شکل کے خلاف ہیں لہٰذا سسرال والوں نے خاوند سے لڑکی کو بدچلن قرار دے کر
طلاق دلوادی مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے ضمن میں راہنمائی فرمائیں۔
۱۔ کیا حالتِ حمل میں خون آنا مظہر قدرت کے خلاف ہے یعنی کیا شریعتِ مطہرہ کا فیصلہ طبی رائے
سے اختلاف رکھتا ہے کیا حالت حمل میں خون آنا اور بچے کا عمومی مدت سے زیادہ عرصے بعد پیدا ہونا
دیگر شواہد کی عدم موجودگی میں لڑکی کو بدچلن یا زانیہ قرار دینے کی کافی دلیل ہے کیا اس بچی کو حرامی قرار

دیا جائے گا ۲۔ اگر سوال نمبر ۲ کی تمام جزئیات کا جواب اثبات میں ہے تو لڑکی کی سزا شریعت کی
رُو سے کیا ہے اور پرورش بچی کی کس کے ذمے ہے اور اگر جواب نفی میں ہے تو لڑکی کو بدچلن اور
زانیہ قرار دینا کیسا ہے اور کیا یہ بہتان کے ضمن میں نہیں آتا اور شریعت میں مقدمہ بہتان کی سزا
کیا ہے اور اس حالت میں بچی کی پرورش کس کے ذمہ ہے اور شریعت کی نظر میں لڑکی کو بدچلن
قرار دے کر طلاق دینا جائز فعل ہے یا نہیں؟

الجواب حالتِ حمل میں خون آسکتا ہے اور اس خون کو غیر حاملہ ہونے کا ثبوت قرار
نہیں دے سکتے۔ ودم الحامل استحاضۃ کنز ص۱۰ ج۱ شریعت میں اکثر مدت
حمل دو سال ہے لہٰذا جدائی کے گیارہ ماہ بعد پیدا ہونے کی صورت میں یا حالتِ حمل میں خون آنے
کی وجہ سے لڑکی کو زانیہ قرار دینا سخت غلطی اور جہالت ہے اور بچی خاوند کی طرف منسوب ہو گی۔
لخبر عائشۃ لا یکون الحمل اکثر من سنتین (درمختار علی الشامیۃ ص۶۲۳ ج۲)
لڑکی پر جو زنا کی تہمت لگائی گئی ہے اسی سلسلہ میں اگر خاوند چار عینی گواہ پیش نہ کر سکے تو لڑکی
اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے لعان کا مطالبہ کر سکتی ہے لیکن اگر لعان سے پہلے طلاق بائنہ یا
رجعی ہو جائے مگر عدت گزر جائے تو لعان ساقط ہو جائے گا لہٰذا صورت مذکورہ میں لعان کے ساقط
ہونے کی وجہ سے خاوند کو سزا تو نہیں دی جا سکتی البتہ اسے بلاوجہ الزام لگانے کا گناہ ضرور ہو گا۔
بچی اسکی ہے لیکن حق پرورش والدہ کو حاصل ہے نو سال کی عمر تک بچی والدہ کے پاس رہے گی بشرطیکہ
کوئی امر ایسا پیش نہ آ جائے جو حق پرورش کو ختم کر دے۔
ویسقط اللعان بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود (درمختار ص۵۸۸ ج۲)
متی سقط اللعان بوجہ ما او ثبت النسب بالاقرار او بطریق الحکم
لم ینتف نسبہ ابداً۔ (شامی ص۵۹۲ ج۲)
محض اپنی غلط فہمی کی وجہ سے اور کم علمی کی وجہ سے بدچلن قرار دے کر طلاق دینا جائز نہیں ہاں
اگر واقعۃً بیوی فاحشہ ہو تو طلاق دینا مستحب ہے واجب پھر بھی نہیں۔

فقط واللہ اعلم
محمد انور غفرلہ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مزنیہ کی بچی سے نکاح کیا۔ تو اولاد کے نسب کا حکم

ایک عورت کو زید اغواء کر کے لے گیا۔ ۲۵ دن بعد اسے واپس لایا گیا۔ عورت کا بیان ہے کہ جس وقت میں اغواء کی گئی تھی۔ اس وقت مجھے حمل تھا۔ بہر حال بچی پیدا ہوئی اس بچی کا نکاح مغوی کے ساتھ صحیح ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ اس اغواء کنندہ نے عورت کے ساتھ زنا بھی کیا تھا۔ ۲۔ اگر اس بچی کا نکاح اس مغوی کے ساتھ کر دیا گیا ہو تو جو اولاد پیدا ہوگی۔ ان کے ساتھ رشتہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب (۱) اغواء کرنیوالے کے لئے وہ بچی حرام ہے اس سے اس کا نکاح صحیح نہیں اب بھی فوراً اس کو چھوڑ دے اور اپنے سے علیحدہ کر دے۔

وحرم اصل مزنیته وممسوسه بشهوة الخ وفروعهن مطلقاً اھ درمختار علی الشامیۃ ص۳۰ ج۲

(۲) جو ان سے اولاد پیدا ہوئی ہے وہ ثابت النسب ہے اور ان کے ساتھ نکاح جائز ہے رجل مسلم تزوج بمحارمه فجئن باولاد یثبت نسب الاولاد منه عند ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ ہندیہ ص۵۴۰ ج۱ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ | الجواب صحیح۔ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

طلاق کے آٹھ دن بعد پیدا ہونے والی بچی کے نسب کا حکم

ایک آدمی نے منظوراں بیگم سے شادی کی۔ وہ عورت عبد الستار سے شادی کروانے سے پہلے تین جگہ مطلقہ ہو چکی تھی۔ اس کے بعد آپس میں اختلاف ہو گیا۔ کیونکہ منظوراں بدچلن عورت تھی اس وجہ سے عبد الستار نے منظوراں کو طلاق دے دی۔ بوقت طلاق منظوراں حاملہ تھی اس کے آٹھ یوم بعد بچی پیدا ہوئی۔ اب عورت کے والدین اس بچی کو دینے سے انکاری ہیں دلائل سے جواب دیں

المستفتی چوہدری عبد الستار ولد ثناء اللہ مغل مکان ۱۵۲ کوٹ زید سرگودھا

الجواب شرعاً یہ بچی عبد الستار کی ہے۔ اپنی والدہ کے پاس نو برس کی عمر تک رہے گی۔ جبکہ کسی غیر جگہ شادی نہ کرے نو برس کی ہونے کے بعد یہ لڑکی

والد کے حوالہ کر دی جائے گی۔ اس لڑکی کے نکاح کا اختیار والد کو ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۶/۱۲/۹۸ھ

خاوند کی وفات کے پونے دو سال بعد پیدا ہونیوالے بچے کا نسب

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔ کہ ایک عورت کی شادی ہوئی۔ اور دو ماہ کے بعد اس کا خاوند فوت ہو گیا۔ اور پھر وہ گھر میں ہی رہی۔ اور خاوند کی وفات کے پونے دو سال بعد اس کو بچہ پیدا ہو گیا تو یہ بچہ کس کی طرف منسوب ہوگا۔ بینوا توجروا۔

المستفتی۔ مولانا محمد الطاف صاحب راؤ خیر پور ٹامیوالی

الجواب برتقدیر صحت واقعہ عورت مذکورہ نے اگر اس دوران اپنی عدت کے گزرنے کا اقرار نہیں کیا تو یہ بچہ اس خاوند سے ہوگا جو فوت ہو چکا ہے۔

ویثبت نسب ولد المتوفی عنها زوجها ما بین الوفاة و بین السنتین واذا اعترفت المعتدة بانقضاء عدتها ثم جاءت بالولد لاقل من ستة اشهر یثبت نسبه وان جاءت لستة اشهر لم یثبت (ہدایہ ص۴۱۲ ج۲) ویثبت نسب ولد معتدة الموت لاقل منهما من وقته ای الموت درمختار علی الشامیۃ ص۶۷۹ ج۲ اکثر مدة الحمل سنتان لخبر عائشة رض کما فی الدار قطنی والبیهقی (درمختار علی الشامیۃ ص۶۷۹ ج۲) ولو مات عنها قبل الدخول او بعده ثم جاءت بولد من وقت الوفاة الی سنتین یثبت النسب منه وان جاءت به لاکثر من سنتین من وقت الوفاة لا یثبت النسب هذا کله اذا لم تقر بانقضاء العدة (عالمگیریہ ص۵۳۷ ج۱) واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ ۴/۱۲/۱۴۱۶ھ | احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جس عورت کو بغیر نکاح گھر رکھے رکھا اس کی اولاد کا نسب

ایک عورت زینب حاملہ تھی۔ زید نے اسے بکر سے خرید لیا۔ اور اسے بغیر نکاح ہی گھر رکھا۔ اور کچھ عرصہ بعد اس سے اسی سابقہ حمل کی بنا پر بچہ پیدا ہوا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اب زید یہ دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر مر گیا ہے۔

واضح رہے۔ کہ آخر تک نکاح نہیں کیا تھا۔ آیا یہ زید کی وراثت میں حصہ دار ہیں؟

الجواب: صورتِ مسئولہ میں بچے زید سے میراث نہیں پائیں گے۔ کیونکہ ان کا نسب زید سے ثابت نہیں۔ البتہ اپنی ماں کے وارث ہوں گے۔

یکون المرأۃ بحیث یثبت نسب الولد منہا اذا جاءت بہ فان ھذا لکون انما یثبت بعد العقد

فتح القدیر ص ۲۴۳ ج ۴ باب ثبوت النسب نقلاً عن (فتاوی دار العلوم ج ۱۱) فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

نکاح کے بعد چھ ماہ سے پہلے پیدا ہونیوالا بچہ ثابت النسب نہیں ہے

زید نے مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ کو ہندہ کے ساتھ نکاح کیا اور مورخہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ کو ہندہ نے وضع حمل کیا۔ تو یہ مدت تقریباً پانچ ماہ دس یوم بنتی ہے کیا یہ بچہ ثابت النسب ہے؟ کیا نکاح دوبارہ پڑھا جائے۔ یا وہی سابقہ نکاح باقی ہے؟

الجواب: یہ بچہ ثابت النسب نہیں ہے، اور پہلا نکاح باقی ہے دوسرا نکاح پڑھنے کی حاجت نہیں۔ واذا تزوج الرجل امرأۃ فجاءت بولد لاقل من

ستۃ اشہر منذ یوم تزوجہا لم یثبت نسبہ لان العلوق سابق علی النکاح فلا یکون منہ۔

ہدایہ ج ۲ ص ۴۱۲ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۲ - ۶ - ۱۴۰۳ھ

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

زید والد حقیقی نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک آدمی سے کر دیا۔ آدمی مزدوری کے لئے کہیں دور دراز چلا گیا۔ جب واپس آیا۔ تو اس کی بیوی حاملہ تھی۔ اس بات پر لوگوں نے شور مچایا۔ کہ حمل حرام کا ہے۔ اب بچہ پیدا ہوا ہے شرعاً وہ کس کا سمجھا جائے گا۔ آپ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے وضاحت کریں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ لڑکا خاوند ہی کا سمجھا جائے گا۔ اسے ولد الحرام کہنے والے سخت مجرم اور قابل سزا ہیں۔ آپ کے علاقہ میں شرعی قوانین نافذ ہوں تو مذکورہ افراد کے خلاف مقدمہ درج کرایا جاسکتا ہے۔ تاکہ تحقیق واقعہ کے بعد ہر مجرم کو مناسب سزا دی جاوے۔

وان جاءت بہ لستۃ اشہر فصاعدا یثبت نسبہ منہ اعترف بہ الزوج او سکت اھ عالمگیری ص ۵۳۶ ج ۱ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۹۹/۶/۲۹ھ

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مرزائیہ سے نکاح کر لے تو اولاد کے نسب کا حکم

مرزائی عورت سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے یا نہیں، اس نکاح کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کی شرعی حیثیت کیا ہوگی، اولاد جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: صورت مسئولہ میں ان بچوں کا نسب ثابت ہوگا۔ درمختار میں ہے۔

ولاحد ایضاً بشبہۃ العقد ای عقد النکاح عندہ ای الامام کوطء محرم نکحہا الی ان قال وحرر فی الفتح انہا من شبہۃ المحل وفیہا یثبت النسب اھ درمختار علی رد المحتار ص ۱۵۴ ج ۳

قال الشامی صوابہ فی النہر فانہ بعد ماذکر ما قدمناہ عن الفتح قال وھذا انما یتم بناء علی انہا شبہۃ اشتباہ قال فی الدرایۃ وھو قول بعض المشایخ والصحیح انہا شبہۃ عقد لانہ روی عن محمد انہ قال بسقوط الحد عنہ لشبہۃ حکمیۃ فیثبت النسب علی ما مر اھ وفی مجمع الفتاوی اھ وھذا صریح بان الشبہۃ فی المحل وفیہا یثبت النسب عندہ خلافا لہما ص ۱۶۸ ج ۳

محرم کی تشریح کرتے ہوئے علامہ شامی نے تزوج مجوسیہ کو بھی داخل کیا ہے۔ اور عالمگیری میں مجوسیہ و مرتدہ کا ایک حکم لکھا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۸/۷/۹۹ھ

حالتِ عدت میں کئے گئے نکاح کے بعد اولاد پیدا ہو تو ثابت النسب ہوگی

زید نے شادی کی کسی وجہ سے منکوحہ کو طلاق دے دی مطلقہ نے فوراً بعد ۱۸ دنوں میں شادی رچالی۔ اس مدت میں مطلقہ کو حیض وغیرہ نہیں آیا۔ جب خاوندِ اول سے مطلقہ ہوئی تو غیر حاملہ تھی۔ دوسری شادی کے تین سال بعد اولاد پیدا ہوئی۔ یہ اولاد ثابت النسب ہوگی یا نہ؟ اور اس اولاد سے نکاح کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: مذکورہ عورت کا نکاح ثانی فاسد ہے۔ شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہر دو میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے کی وجہ سے سخت مجرم ہیں۔ معہذا نکاحِ ثانی کے بعد پیدا ہونے والی بچیاں اس باپ سے ثابت النسب ہوں گی۔ انہیں ولد الزناء کہنا درست نہیں اور ان سے عقدِ نکاح درست ہے

واذا تزوجت المعتدة بزوج اٰخر ثم جاءت بولدٍ الخ فان علم ذلك وقع النكاح الثانی فاسدًا فجاءت بولد فان النسب يثبت من الاول ان امكن اثباته بان جاءت به لاقل من سنتين منذ طلقها الاول اومات ولستة اشهر فصاعدًا منذ تزوجها الثانی لان النكاح الثانی فاسد ومهما امكن احالة النسب الى الفراش الصحيح كان اولیٰ وان لم يمكن اثباته منه وامكن اثباته من الثانی فالنسب يثبت من الثانی بان جاءت به لاكثر من سنتين منذ طلقها الاول اومات ولستة اشهر فصاعدا منذ تزوجها الثانی لان النكاح الثانی وان كان فاسدا لكن لما تعذر اثبات النسب من النكاح الصحيح فاثباته من الفاسد اولیٰ من الحمل على الزناء هكذا فی البدائع (عالمگیری ص ۵۳۸ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور ۲۴، ۱۰، ۹۹ھ

علامہ شامی نے نکاحِ معتدہ کا بعض صورتوں میں جو باطل ہونا اور موجبِ عدت نہ ہونا نقل کیا ہے۔ یہ بدائع وغیرہ کی اس تصریح کے مقابلہ میں مرجوح ہے۔

فالجواب صحیح ۔ بندہ عبدالستار مفتی خیر المدارس ملتان

زانی مزنیہ سے نکاح کرے اور چھ ماہ سے پہلے بچہ پیدا ہو تو نسب کا حکم

ایک کنواری بالغہ لڑکی سے زید نے زنا کیا۔ پھر برادری نے ان دونوں کا نکاح کر دیا اب بچہ پیدا ہوا ہے۔ بچہ نکاح کے چار ماہ بعد پیدا ہوا ہے تو کیا یہ بچہ زید ہی کا کہلائیگا اور زید کی وراثت بھی لے گا۔ غلام محمد راجڑ ہارون آباد

الجواب: اگر زید یہ کہے کہ یہ بچہ میرا ہی ہے تو اس بچے کا نسب زید سے ثابت ہو جائے گا بشرطیکہ زید یہ نہ کہے کہ زنا سے پیدا ہوا ہے۔

ولو زنى بامرأةٍ فحملت ثم تزوجها فولدت ان جاءت به لستة اشهرٍ فصاعدًا ثبت نسبهٗ وان جاءت به لاقل من ستة اشهر لم يثبت نسبه الا ان يدعيه ولم يقل انه من الزنا اما ان قال انه منی من الزنا لا يثبت نسبه ولا يرث منه كذا فی الينابيع اهـ (عالمگیری ص ۵۴۰ ج ۱) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

منکوحہ کا بیٹا خاوند ہی کا سمجھا جائے گا بدون لعان نسب منتفی نہیں ہوگا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے۔ زید اور بکر دو سگے بھائی ہیں۔ زید کی شادی ہوگئی۔ زید نے اپنی عورت (منکوحہ) کو طلاق دے دی بعد ازیں اس مطلقہ عورت کا نکاح بکر سے بروئے شریعت ہوگیا۔ لیکن مطلقہ زید کے پاس ہی رہی۔ اور اب تک اسی کے پاس ہے۔ تین لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ بکر نے دوسری شادی کر لی۔ جس سے اس کے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ بکر نے اپنے لڑکے کی شادی اپنی ہمشیرہ کی لڑکی سے کر دی۔ اب وہ حاملہ ہے۔ لیکن زید نے بکر کے لڑکے شادی شدہ کو ورغلا کر اپنے ساتھ ملالیا۔ اور اپنی لڑکی (جو مطلقہ عورت سے ہے اور بکر سے اس کا نکاح ہے) سے شادی کر دی ہے اور پہلی عورت کو بذریعہ ڈاک رجسٹری طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ کیا یہ طلاق

اور شادی درست ہے۔ زید نے جس وقت طلاق دی اس کی اولاد نہیں تھی۔ بعد اغواء کرنے کے اولاد پیدا ہوئی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ چونکہ بکر کی منکوحہ ہے اور اس سے طلاق بھی حاصل نہیں کی گئی۔ لہٰذا عورت مذکورہ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد بکر کی اولاد متصور ہوگی۔ تاوقتیکہ لعان کرکے ان کا نسب منقطع نہ کردے پس بکر کا لڑکا لڑکی کا علاتی بھائی ہوا۔ اور علاتی بہن بھائی میں نکاح درست نہیں لہٰذا نکاح مذکورہ باطل ہے۔ بکر کے لڑکے کی طلاق واقع ہوگئی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ	بندہ عبدالستار عفی عنہ
۹ - ۹ - ۷۹	مفتی خیر المدارس ملتان

مرزائی سے نکاح کیا تو اولاد ثابت النسب نہ ہوگی

مرزائی مرد اور مسلمان عورت کا نکاح ہو سکتا ہے؟

مرزائیوں سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟ مسمی دلاور نے اپنی بیٹی کا نکاح عنایت سے کیا جبکہ وہ گیارہ سال کی تھی دس سال آباد رہی پھر اس کو والد نے گھر بلایا اور دوسری جگہ بغیر طلاق لئے نکاح کردیا۔ یہ نکاح کیسے ہے؟ اس سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کا حکم کیا ہے؟

الجواب: یہ نکاح ایسے ہے جیسے کسی عیسائی چوہڑے کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح کردیا جائے یہ بالکل کالعدم ہے اور یہ اولاد بھی ولد حرام ہے۔ نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل اھ (شامی ص۶۳۳ ج۲)

۲۔ ان سے تعلقات رکھنے جائز نہیں اور انکے جنازوں و نکاحوں میں شرکت کرنا بھی ممنوع ہے

۳۔ دوسرا نکاح جائز نہیں لہٰذا زوجین میں تفریق کرانا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۲۵/۴/۱۳۹۵ھ	بندہ عبدالستار عفی عنہ،

ثبوتِ نسب کی ایک نادر الوقوع صورت

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو مریض ہیں جن میں سے ایک مریض کی قوۃ باہ یعنی مردانہ طاقت بالکل زائل ہوچکی ہے اور یہ مریض شادی شدہ ہے دوسرے مریض کی مردانہ طاقت تو ٹھیک ہے۔ لیکن کسی دوسرے مرض میں مبتلا ہے یہ دونوں مریض ایک لائق اور قابل سول سرجن کے زیر علاج ہیں۔ قدرت کو ایسا منظور ہوا کہ وہ مریض جسکی قوت مردانہ ٹھیک تھی، مرچکا۔ اب سول سرجن اس مریض کے ذکر کاٹ کر دوسرے مریض کو لگا دیتا ہے جس کی مردانہ طاقت ختم ہوچکی تھی۔ اور اس کا ذکر (آلہ تناسل) کاٹ کر مردہ کو لگا دیا۔ اب یہ مریض جس کی قوت باہ زائل ہوچکی تھی۔ ٹھیک ہوگیا۔ اسکی طاقت بحال ہوگئی۔ اور اس دوسرے ذکر (آلۂ تناسل) کے لگا دینے سے اسکی اولاد بھی پیدا ہونے لگی۔ اور یہ اپنی بیوی کی خواہش کو پورا کرنے کے قابل بھی ہوگیا تو کیا اس اولاد کا نسب اس سے ثابت ہوگا۔ کیا شریعت میں یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اگر سرجن ایسا عمل نہ کرتا تو یہ قوت باہ کی بیماری میں مبتلا۔ مریض ٹھیک نہیں ہوسکتا تھا اور اسکی زندگی مفت میں تباہ ہو جاتی۔ نیز اگر شریعت میں یہ صورت جائز نہیں۔ تو کیا یہ مریض مذکور شادی شدہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ کیونکہ پھر وہ تو اپنی بیوی کی خواہش کو پورا نہیں کرسکتا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انسانی اعضاء سے انتفاع کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۔ عام ضروریات کے لئے استعمال کرنا ۲۔ عام حالات میں تداوی کی غرض سے استعمال کرنا ۳۔ علاج کی اضطراری حالت۔ پہلی اور دوسری حالت میں انسان کے کسی جزء سے انتفاع جائز نہیں۔ خواہ یہ جزء کسی زندہ انسان کا ہے یا مردہ کا۔ جیسا کہ فقہاء کرام کے کلام سے ظاہر و باہر ہے۔ انسانی بالوں سے انتفاع کے عدم جواز کا تذکرہ صراحۃً تمام کتب میں موجود ہے۔ ہدایہ میں ہے۔

ولا یجوز بیع شعور الانسان ولا الانتفاع بہ لان الآدمی مکرم لا مبتذل فلا یجوز ان یکون شئ من اجزائہ مهانا مبتذلا۔ (ہدایہ ص۳۹ وقایہ ص۴۲ ج۲ درمختار ص۲۲۴ ج۲)

اسی تعلیل پر اضافہ کرتے ہوئے ابن ہمام لکھتے ہیں۔

فی بیعه اهانة له وکذا فی امتهانه بالانتفاع جلد انسانی کی دباغت
اور اس کے استعمال کے سلسلہ میں فقہاء کرام کی تصریحات بھی اسی پر دال ہیں چند عبارات یہ ہیں۔

واما جلد خنزیر وآدمی فلا یدبغ لکرامته ولو دبغ طهر وان حرم استعماله (درمختار) (ب) وحرمة الانتفاع باجزاء الآدمی لکرامته (ج) اذا دبغ جلد انسان طهر لکن لا یجوز الانتفاع به کسائر اجزائه نهایة بحواله فتح القدیر ص۸۳ ج۱ نولکشوری (د) وجلد الآدمی لکرامته لئلا یتجاسر الناس علی من کرمه الله بابتذال اجزائه عنایة علی الهدایة ص۸۲ ج۱ - اس محرم الانتفاع ہونے میں زندہ اور مردہ دونوں انسان برابر ہیں جیسا کہ مؤخر الذکر عبارات سے ظاہر ہے کیونکہ جلد آدمی کی دباغت اور اسے استعمال کا سوال موت کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں فقہاء کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ موت کے بعد بھی مردے کا ویسا ہی احترام واجب ہے جیسا کہ زندگی میں تھا ابن الہمامؒ ایک مسئلہ کی تعلیل وتوضیح میں لکھتے ہیں۔

توضیحه الاتفاق علی ان حرمة المسلم المیت کحرمته حیاً اھ

بغرض تداوی کسی چیز کا استعمال یہ بھی ایک قسم کا انتفاع ہے اور عبارات بالا میں اجزائے انسانی سے انتفاع کو علی الاطلاق حرام قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا بطور دوا بھی اجزائے انسانیہ کو استعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔ چنانچہ امام محمدؒ سے انسانی ہڈی کو دواءً استعمال کرنے کا عدم جواز منقول ہے۔

قال محمد فی السیر الکبیر لا بأس بالتداوی بالعظم اذا کان عظم شاة او بقرة او بعیر او فرس او غیره من الدواب الا عظم الخنزیر والآدمی فانه یکره التداوی بهما فقد جوز التداوی بعظم ماسوی الخنزیر والآدمی (فتاویٰ ہندیہ ص۱۱۱ ج۴)

دباغت جلد اور اسے استعمال کرنے کے سلسلے میں جلد انسان اور جلد خنزیر کو جیسے ایک ہی سطح پر رکھا گیا تھا، تداوی کی بحث میں بھی ان کی ہڈیوں کو ایک ہی درجہ میں ممنوع ٹھہرایا گیا ہے اگرچہ علت الگ الگ ہو۔ تداوی ہی کی بحث میں عالمگیری میں یہ جزئیہ بھی موجود ہے۔

الانتفاع باجزاء الآدمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل للکرامة هو الصحیح کذا فی جواهر الاخلاطی۔

سابقہ عبارات سے اجزائے انسانی سے انتفاع کا عدم جواز گو انتفاع علاجاً ہی ہو ظاہر ہے کسی نابینا کو بینا کرنا یا کسی کی قوتِ مردمی کو بحال کرنا یا اسی قسم کے دوسرے عیوب کو دور کرنا۔ ہمارے نزدیک عدمِ تداوی میں داخل ہے۔ علاج کی اضطراری حالت میں اسے داخل نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ آئندہ اضطراری حالت کی تعریف سے خود ظاہر ہو جائے گا۔ پس ایسے معالجات میں کسی عضوِ انسانی کا دوسرے مریض کی طرف منتقل کر دینا جائز نہیں، علاوہ ازیں اگر عام معالجات میں انسانی اجزاء کی اسطرح منتقلی کی اجازت دے دی جائے تو انسانی ڈھانچوں کی خرید وفروخت کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسا کہ ناکارہ موٹروں وغیرہ کے ڈھانچوں کے کارآمد پرزے اس میں سے نکال لئے جاتے ہیں۔ اور باقی کباڑ خانے میں پہنچ جاتا ہے اور ایسی صورت میں احکام شریعت کی جو خلاف ورزی ہوگی۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ بیع میتہ نعش کی بے حرمتی پوری کتاب الجنائز کے مسائل غسل۔ کفن دفن وغیرہ کا خاتمہ۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں نعش کا مثلہ ہونا لازم آتا ہے جو کہ بنص حدیث پاک ممنوع وحرام ہے نابینا کو بینا کرنا یا ازیں قسم دیگر معالجات فرض وواجب نہیں اور محظورات مذکورہ بالا کا ارتکاب حرام ہے۔ تو محض ایک مباح کے لئے ارتکاب حرام کی کیسے اجازت دی جا سکتی ہے عدم جواز کی چوتھی وجہ یہ بھی ہے کہ باقی اشیاء کو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے متاع ہونے کی حیثیت میں پیدا فرمایا ہے اور انسان کو بلاتمیز کافر ومسلم کے متمتع اور استعمال کنندہ قرار دیا ہے۔ یہ اشیاء توڑ پھوڑ کر کوٹ چھان کر حسبِ ضرورت انسانی ضروریات میں کام آتی رہتی ہیں۔ باقی اشیاء میں متاعیت اور مالیت کے اعتبار فرق ہی کیا رہ جائے گا۔ اسی فرق اور حقیقت کو شریعت میں پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے اور انسان کی اسی خصوصیت کو فقہاء کرام نے تکریم انسانی کے عنوان سے تعبیر فرمایا ہے۔ **فائدہ**: اگر اپنا کوئی عضو کٹ جائے تو اسے اسکی جگہ پر لگا لینا جائز ہے بقول امام ابو یوسفؒ وفی السراج الوهاج وان قطعت اذنه قال ابو یوسف لا بأس بان یعیدها الی مکانها وعندهما لا یجوز (بحر ص۱۱۳ ج۱)

علماء کے لئے جزئیہ ہٰذا کے پیش نظر یہ امر قابلِ غور ہے کہ کیا اس سے اپنے بدن کے کسی ٹکڑے کو دوسرے حصے کی طرف منتقل کرنے کا جواز نکل سکتا ہے؟ بظاہر اسکی گنجائش معلوم ہوتی ہے

معالجہ کی اضطراری حالت: ثبوتِ اضطرار کے لئے اندیشۂ موت کا وجود ضروری ہے اگر کسی مرض سے موت کا ظن غالب نہیں ہے۔ تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس مرض کے لئے کوئی دوسری مُباح دوا۔ نہ مل سکے اور موجود نہ ہو۔ پھر یہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا۔ اس دوا سے شفاء مظنون ہے۔ جیسا کہ معالجات میں ہوتی ہے یا شفاء ایسی یقینی ہے جیسا کہ حالتِ مخمصہ میں کوئی چیز کھا لینے سے جان کا بچ جانا تو یہ دو صورتیں ہوئیں۔

۱۔ شفاء مظنون ۲۔ شفاء یقینی۔ مؤخر الذکر صورت میں تداوی بالحرام بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ یقینی شفاء ہو۔

فی شرح الدرر ان قوله لا للتداوی محمول علی المظنون والا فجوازه بالیقینی اتفاقا کما صرح به فی المصفی اھ وبعد اسطر وظاهر المذهب المنع محمول علی المظنون کما علمته وقال ایضا فی الشامیة مجیباً عن حدیث العرنیین من جانب الامام حتی لو تعین الحرام مدفعا للهلاک یحل کالمیتة والخمر عند الضرورة اھ کله فی الشامیة ص۱۹۴ ج۱۔

یہ بحث الگ رہی کہ اطباء کے قول سے تیقن شفاء ہو جاتا ہے یا نہیں لیکن لحم خنزیر کے ساتھ اس حالت پر بھی تداوی کی ممانعت ہے۔ قال فی الشامیة ص۱۹۴ ج۱

ونقل الحموی ان لحم الخنزیر لا یجوز التداوی به وان تعین

مگر بظاہر یہ خلافِ نص ہے کیونکہ قرآن مجید میں مضطر کے لئے لحم خنزیر کی اجازت دی گئی ہے۔ کما لا یخفیٰ۔ پس غالباً یہ جزئیہ پہلی صورت (یعنی شفاء مظنون) پر محمول ہوگا نیز اس صورت میں اسکی بھی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔ کہ انسانی عضو کو کاٹ کر مریض کی جان بچانے کے لئے استعمال کیا جائے جیسا کہ خود حالتِ مخمصہ جو کہ مقیس علیہ ہے کی اضطراری حالت میں ایسا کرنا جائز نہیں نہ اپنے جسم کا کوئی ٹکڑا۔ نہ دوسرے انسان کا کوئی عضو۔

مضطر لم یجد میتة، وخاف الهلاک فقال له رجل اقطع یدی وکلها او قال اقطع منی قطعة فکلها لا یسعه ان یفعل ذلک ولا یصح امره به کما لا یسع للمضطر ان یقطع قطعة من لحم نفسه فیأکل اھ۔

البتہ ایسی حالت میں اگر کسی ایسے جزء انسانی کو استعمال کیا گیا جس کے حصول میں انسانی جسم کی قطع و برید لازم نہیں آتی تو اسکی گنجائش ہے جیسا کہ وجوہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے عورت کا دودھ دکھتی آنکھ میں استعمال کرنا عام حالات میں مختلف فیہ ہے۔ کما فی البحر بلکہ محقق ابن نجیم کے صنیع سے ترجیح جواز معلوم ہوتی ہے۔ پس جب آنکھ کے لئے اس کا استعمال جائز ہے تو جب اس کا دافع ہلاکت ہونا متعین ہو تو ایسی حالت میں بطریق اولیٰ جواز ہونا چاہیئے۔ عالمگیری کے اس جزئیہ سے صراحۃً اس کا جواز معلوم ہوتا ہے گو اضطراری حالت نہ ہو۔

ولا بأس بان یسعط الرجل بلبن المرأة ویشرب به للدواء ص۱۱۲ ج۱

ولا یجوز للمرضعة دفع لبنها للتداوی ان اضر بالصبی (ہندیہ ص۱۱۲ ج۴)

ان مؤخر الذکر جزئیات سے اگر اضطراری حالت میں مریض کو خون دینے کی گنجائش کا استنباط کیا جائے تو قرینِ قیاس ہے کیونکہ دم و لبن استحقاق تکریم کے اعتبار سے مساوی ہیں اور بھی تکریم ہی مدارِ ممانعت ہے۔ وھو الاصح کما مر اور نجاست وطہارت کا فرق قابلِ لحاظ نہیں کیونکہ حالت اضطرار میں تداوی بالنجس والطاہر دونوں جائز ہیں۔ الحاصل علاج کے طور پر کسی عضو انسانی کو دوسرے مریض میں منتقل کر دینا جائز نہیں۔ خواہ اضطراری حالت ہی ہو۔ البتہ ایسی حالت میں خون دینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

فی الدر المختار وسیجیٔ فی الاستیلاد ان الفراش علی اربع مراتب و

فی الشامیة (قوله علی اربع مراتب) ضعیف وهو فراش الامة لا یثبت النسب فیه الا بالدعوة ومتوسط وهو فراش ام الولد فانه یثبت فیه بلا دعوة لکنه ینتفی بالنفی وقوی وهو فراش المنکوحة ومعتدة الرجعی فانه فیه لا ینتفی الا باللعان وأقوی کفراش معتدة البائن فان الولد

لا ینتفی فیه اصلا لان نفیه متوقف علی اللعان وشرط اللعان الزوجیة

(رد المحتار ص ۶۸۴ ج ۲) وفی الهندیة ص ۱۱۴ ج ۴ رجل عالج جاریته فی مادون

الفرج فانزل فاخذت الجاریة ماءه فی شئ فاستدخلته فی فرجها فعلقت عند ابی

حنیفة رحمه الله تعالیٰ ان الولد ولده وتصیر الجاریة ام ولد له کذا فی

فتاویٰ قاضی خان انتهی۔

جزئیات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آدمی سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب اسی سے

ثابت ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، بندہ عبد الستار عفی عنہ،

چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کر لیا تو اس سے ہونے والی اولاد کے نسب کا حکم

اگر کسی شخص نے پہلے چار بیویوں کی موجودگی میں

پانچویں بیوی سے نکاح کر لیا ہو اور اس پانچویں بیوی سے اولاد پیدا ہوئی ہو تو کیا پانچویں

بیوی کی اولاد کا نسب اس شخص مذکور سے ثابت ہوگا یا نہیں اور اس شخص کے مرنے کے بعد

پانچویں بیوی کی اولاد مرحوم باپ کی جائیداد سے حصہ لینے کی حق دار ہوگی یا نہیں، کیا پانچویں بیوی

کی اولاد پہلی چار بیویوں کی اولاد کے برابر مرحوم باپ کی جائیداد میں حق دار ہے جبکہ شخص مذکور

نے اس بیوی کی اولاد کا اندراج میونسپل کمیٹی میں درجِ رجسٹر کرایا ہو۔ ؟

الجواب فقہائے حنفیہ نے پانچویں شادی کا تذکرہ کتاب الحدود میں زنا کی حد بیان

کرتے ہوئے کیا ہے جس سے مسئلہ ہذا میں فیصلہ کی بات سامنے آجاتی ہے

چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ حضراتِ فقہاء نے باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه

میں تین قسم کے شبہات کا ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ شبہ فی الفعل جسے شبہ اشتباہ بھی کہا جاتا ہے ۲۔ شبہ فی المحل جسے شبہ حکمیہ سے

بھی تعبیر کیا جاتا ہے ۳۔ شبہ فی العقد: ان شبہات حلت کو تمام مصنفین مثلاً قاضی خان

صاحب فتاوی عالمگیری صاحب درمختار صاحب کنز الدقائق وغیرہ نے بیان فرمایا ہے نیز

ان عورتوں کی الگ الگ فہرست بھی دی ہے جن سے نکاح کے بعد مجامعت کرنے میں حلت

کا کوئی شبہ پایا جاتا ہے اور اس امر کی وضاحت بھی بالاتفاق تمام فقہاء نے کر دی ہے کہ جن

عورتوں کے بارے میں شبہ فی المحل پایا جاتا ہے اگر کسی شخص نے ان سے مجامعت کر لی

اور اس سے اولاد پیدا ہوئی تو اسکی اولاد کا نسب مجامعت کنندہ سے ثابت ہوجائے گا۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

(۱) والشبهة مایشبه الثابت ولیس بثابت وهی انواع شبهة فی الفعل

ویسمی شبهة اشتباه وشبهة فی المحل وتسمی شبهة حکمیة

فالحد یسقط بالنوعین والنسب یثبت فی الثانی ان ادعی الولد

ولا یثبت فی الاول وان ادعاه.... وشبهة فی العقد اھ ص ۲۲۷ ج ۲

صاحب تنویر الابصار لکھتے ہیں۔

(۲) الشبهة ثلاثة انواع شبهة حکمیة فی المحل وشبهة اشتباه

فی الفعل وشبهة فی العقد (درمختار ص ۱۵۵ ج ۳ شامی)

ان شبہات کی تفصیل کرنے کے بعد حکم بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۳) ان ادعی النسب یثبت فی الاولی شبهة فی المحل لا فی الثانیة ای

شبهة الفعل تنویر مع الدر ص ۱۵۷ ج ۳

(۴) کنز الدقائق میں ہے۔ لاحد بشبهة المحل .. وشبهة فی الفعل وان

ظن حله.... والنسب یثبت فی الکل فقط ( ) یثبت النسب فی شبهة

المحل با لدعوة الخ کنز مع بحر الرائق ص ۱۵ ج ۵)

دیگر حوالہ جات بھی اس سلسلہ میں بہت ہیں لیکن بنظر اختصار انہی پر اکتفاء کیا جاتا

ہے حوالہ جات بالا سے یہ امر بالکل عیاں ہوگیا کہ جن عورتوں کے بارے میں شبہ فی المحل

پایا جاتا ہے ان سے پیدا شدہ بچہ صحیح النسب تصور ہوگا اور مجامعت کنندہ سے ان کا نسب

ثابت ہوجائے گا۔ اب قابلِ تحقیق یہ امر باقی ہے کہ چاروں بیویوں کی موجودگی میں پانچویں

عورت کے بارے میں کونسا شبہ پایا جاتا ہے اس بحث سے فقہاء حضرات کی تصریح مل گئی ہے

کہ ایسی صورت میں شبہ فی المحل پایا جاتا ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ایسی عورتوں کی

فہرست دیتے ہوئے لکھتے ہیں والشبھۃ فی المحل فی وطی امۃ ولدہ وولد ولدہ کذا فی الکافی ..... چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں کذا لو تزوج خمساً فی عقدۃ او تزوج الخامسۃ فی نکاح الاربع او تزوج باخت امرأتہ او بامہا فجامعہا وقال علمت انہا علی حرام او تزوجہا متعۃ لایجب الحد فی ہذہ الوجوہ وان قال علمت انہا علی حرام ص۲۲۷ ج۳. قاضی خان میں بھی ایسی عورتوں کی فہرست دی گئی ہے جن میں پانچویں شادی کا تذکرہ بھی ہے آخر میں لکھتے ہیں لایجب الحد عند ابی حنیفۃ فی ہذہ الوجوہ اس کے بعد لکھا ہے۔ وان قال علمت انہا علی حرام ص۸۲۰، ۸۲۱ ج۲

نوٹ: واضح رہے کہ جن عورتوں میں شبہ فی المحل پایا جاتا ہے ان سے مجامعت کنندہ اگر یہ اقرار بھی کرے کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ عورت مجھ پر حرام ہے اسکے باوجود میں نے مجامعت کی ہے تو بھی اس پر حد نہیں لگتی چنانچہ عبارت نمبر۲ سے ظاہر ہے اور دیگر تمام کتابوں میں بھی مصرح ہے۔ بخلاف شبہ فی الفعل کہ اگر ان عورتوں کے بارے میں یہی اقرار کرے تو حد ساقط نہیں ہوتی بلکہ حد زنا اس پر جاری کی جاتی ہے چنانچہ در مختار میں ہے۔ لاحد بشبھۃ فی الفعل..... ان ظن حلہ۔ قال الشامی فنفی الحد ہنا مشروط بظن الحل بخلاف ما مر (در مع الشامی ج۳ ص۱۵۵، ۱۵۶) پس اسی تنبیہ کے پیش نظر عالمگیری اور قاضی خان کی عبارت میں جملہ "وان قال علمت" کے اضافہ نے یہ بات بالکل صاف کردی مذکورۃ الصدر عورتوں (جن میں پانچویں شادی والی عورت بھی ہے) میں شبہ فی المحل پایا جاتا ہے ورنہ اقرار کے باوجود سقوط حد کا حکم نہ کیا جاتا۔

الحاصل تفصیل بالا سے مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہوگیا ہے کہ جس نے چار عورتوں کی موجودگی میں پانچویں عورت سے شادی کی تو اس سے مجامعت کی صورت میں شبہ فی المحل کا تحقق ہوگیا ہے اور ہر ایسی عورت جس کے بارے میں ایسا شبہ پایا جائے مجامعت کنندہ خاوند سے اسکی اولاد کا نسب ثابت ہوجاتا ہے پس اس تحقیق کے پیش نظر صورت مسئولہ میں بھی یہی حکم کیا جائے گا کہ مسئولہ پانچویں بیوی سے پیدا شدہ اولاد خاوند کی صحیح النسب اور جائز اولاد ہے اور ثبوت نسب کے بعد میراث سے محرومی یا عدم استحقاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میراث کا مدار ثبوت پر

ہے گو نسب کسی بھی طریق سے ثابت ہو یعنی گو اس کا نسب غیر مشروع اور ناجائز ہو چنانچہ علامہ شامی علامہ مقدسی سے نقل فرماتے ہیں۔ لان النسب یستحق بہ المیراث ولو کان سببہ محظوراً کما فی النکاح الفاسد والوطء بشبھۃ (شامی ص۵۲۸ ج۵)

۲. علاوہ ازیں قانون میراث کا یہ ایک مستقل اصول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے بچے کے متعلق بصحت ہوش و حواس یہ اقرار کرے کہ یہ میرا بچہ ہے اور اس کا نسب کسی دوسرے شخص سے ثابت نہ ہو تو یہ بچہ شخص مذکور کا بیٹا قرار دیا جائے گا دیگر جائز اولاد کے ساتھ یہ بچہ بھی مستحق میراث قرار پائے گا۔ قال فی الشریفیۃ منہ اما الاول فلان اقرارہ لمجہول النسب نسبہ منہ اذا لم یتضمن تحمیل النسب علی غیرہ واشتمل علی شرائط صحتہ اوجب ثبوت نسبہ منہ واندراجہ فیما مرّ ذکرہ من الورثۃ النسبیۃ کان یقرلہ بانہ ابنہ وفی الحاشیۃ کما اذا قال انہ ابنہ فثبت ابنیتہ منہ و یکون داخلاً فی العصبات الخ وفی حاشیۃ السراجیۃ عن انوار السراج یشارک الورثۃ فی المیراث۔ پس اسی ضابطہ کی بنا پر پانچویں بیوی کی اولاد مستحق میراث ہے جبکہ ناکح نے اسی بیوی کی اولاد کو اپنی اولاد ہونا ظاہر کیا ہو اور اسی سوال سے ظاہر ہے کہ ناکح نے اس بچہ کا اندراج اپنی ولدیت کے ساتھ کمیٹی کے کاغذات میں کرادیا تھا۔

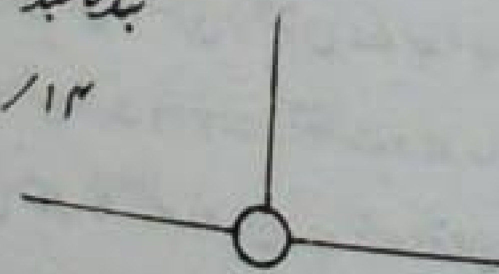
الحاصل پہلی دلیل کی بنا پر بھی اور مؤخر الذکر ضابطہ کے تحت بھی مسئول عنہا پانچویں بیوی کی اولاد صحیح النسب اولاد ہے اور مستحق میراث ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۱۴/۱۰/۹۴ھ

الجواب صحیح،

عبداللہ عفا اللہ عنہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ تین طلاق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ:

حق جل شانہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مقتضاء کے مطابق ہر نوع میں زوجین پیدا فرمائے۔ وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (الذاریات آیت نمبر ۴۹) نباتات کے علاوہ حیوانات میں بھی نر اور مادہ کے ذریعے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری فرمایا اور ہر نوع کی افزائش نسل اور بقاو نشو ونما کے مختلف اسباب رکھے۔

بنی نوع انسان کو تمام کائنات پر فضیلت و شرافت سے نوازا گیا۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (بنی اسرائیل، آیت ۷۰) دیگر حیوانات میں سلسلہ توالد و تناسل محض نفسانی خواہش اور اس کی تحریک کے تابع ہوتا ہے، جب کہ انسان کو نعمت نکاح سے امتیاز بخشا گیا۔ چنانچہ نکاح وازدواج ایک ایسی خصوصیت ہے جو اسے دیگر حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔ نکاح کے ذریعے خاندانی نظام کی پہلی اکائی وجود میں آتی ہے جس کے بعد نسبی وصہری رشتوں کے جدا جدا سلسلے قائم ہو کر پھیلتے چلے جاتے ہیں اور انسانی معاشرہ محبت واخوت، شفقت و ہمدردی کے جذبات سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ یہ حق جل شانہ کا عظیم احسان ہے جسے امتنان کے پیرایہ میں ارشاد فرمایا کہ: "وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا" (الفرقان، آیت ۵۴) پھر ہر ایک کے لئے مختلف حدود و حقوق اور احکامات دیئے گئے۔ جبکہ حیوانات اس شرافت و کرامت، حدود و حقوق و احکامات سے یکسر محروم ہیں۔ نہ نکاح کی حاجت، نہ نسبی و سسرالی رشتوں کا احترام و تحفظ۔ ان میں

جوڑ محض شہوانی تحریک کی حد تک ہوتا ہے۔ قضائے شہوت کے بعد ان میں کوئی قانونی، اخلاقی رشتہ باقی نہیں رہتا جس پر احکام کا ترتب ہو۔ لیکن چونکہ بچوں کی پرورش ماں کے بغیر ممکن نہ تھی۔ اس لئے خالق کائنات نے ماں کے دل میں بچوں کی پرورش کا بے لوث، ناقابل شکست، قوی و فطری جذبہ ودیعت فرمادیا تاکہ بچے ضائع نہ ہوں۔ مرغی انڈوں پر بیٹھنے سے لے کر چوزوں کے مستغنی ہونے تک ان کی خدمت پر مامور ہے۔ بڑے ہونے کے بعد نہ ماں ماں ہے نہ بچے بچے ہیں۔ اور وہ ماں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھتے ہیں جو کہ دیگر افراد نوع اس کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ کتے، بلے، گائے، گدھے وغیرہ جانوروں کی حیوانی معاشرت ہے۔ جب کہ انسانی معاشرت اپنی شرافت و کرامت کے سبب اس سے یکسر مختلف ہے۔ جو نکاح، رشتوں کے تحفظ واحترام اور ان کے خصوصی و امتیازی احکامات پر مبنی ہے۔

یورپ اپنی شہوت پرستی کے جنون میں انسانیت کی فطری حدود کو توڑ کر حیوانیت کے قعر مذلت میں گر چکا ہے۔ خانگی امن و سکون اور نظام عصمت و عفت کی تباہی کنواری ماؤں کی شرح میں سال بہ سال اضافہ کا ہونا اسی کا نتیجہ ہے۔

(امریکہ میں ہر سال دس لاکھ کم عمر لڑکیاں مائیں بن جاتی ہیں۔ ان امریکی لڑکیوں میں پچھتر فیصد کنواری ہوتی ہیں۔ ۸۳ء میں پچاس فیصد ناجائز بچے پیدا ہوئے۔ امریکہ میں شادی کے بغیر میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے والوں کی تعداد ایک کروڑ ستر لاکھ ہو گئی۔ (نوائے وقت ص ۶، ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء)

اسلام انسانیت کی صلاح و فلاح کے لئے جامع مذہب ہے۔ اس میں انسان کی پیدائش سے لے کر وفات تک پیش آنے والے حالات کے احکامات دے کر رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات، مناکحات ہوں یا عقوبات، ترکات ہوں یا مواریث، ملکی امور ہوں یا خارجی، حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ، سب کے بارے میں مفصل احکام دیئے گئے ہیں۔

پھر نوع انسانی دو قسم کے افراد پر مشتمل ہے: مرد و عورت

اسباب کے درجے میں بقائے نوع کی ذمہ داری ان دونوں قسم کے افراد پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ بقائے نوع کے لئے دو امر ضروری ہیں : (۱) نئے انسانی افراد کی ایجاد و پیدائش' اور (۲) موجودہ انسانی افراد کی بقاو نشو و نما کا نظام۔ اگر امر اول منتفی ہوجائے تو ظاہر ہے کہ موجودہ افراد فنا کی زد میں ہیں۔ ایک روز آئے گا کہ سب ختم ہوکر نوع انسانی سے یہ زمین خالی ہوجائے گی۔ اور اگر انسانوں کی پرورش' کھانے پینے وغیرہ کا کوئی نظام نہ ہو تو بھی نوع انسانی باقی نہیں رہ سکتی۔ بہرحال بقائے نوع کے لئے ہر دو امور بالا کا پایا جانا ضروری ہے۔ خالق کائنات نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت فطری طور پر ان ہر دو امور کو مرد و عورت پر تقسیم فرمادیا ہے۔ امر اول کی تمام تر ذمہ داری خلقی اور فطری طور پر عورت کے ذمہ ڈال دی گئی۔ جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل یا وارہ بندی نہیں ہو سکتی۔ اور امر ثانی کی ذمہ داری مرد کے کندھوں پر لاد دی گئی کہ وہ خود اپنی روزی و معاش کا بھی فکر کرے اور عورت اور اس سے پیدا ہونے والے افراد انسانیہ کے تمام تر نان و نفقہ' لباس و مکان' غذا و دوا وغیرہ کا انتظام بھی کرے' تاوقتیکہ وہ خود کفالت کی عمر کو نہ پہنچ جائیں۔ اسی فارمولے کے مقتضاء کے مطابق عورت کو پرورش اولاد اور امور خانہ داری کی منتظمہ اور ملکہ بناکر گھر میں بٹھادیا گیا۔ اور مرد کو کسب معاش کے لئے شب و روز محنت کرنے' لمبے لمبے سفروں کی صعوبتیں جھیلنے' زراعت' تجارت' ملازمت کی مشقتیں برداشت کرنے کے لئے متعین کردیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی فطری اور نہایت معتدل و موزوں تقسیم ہے۔

یورپ عورت کو آزادی و مساوات کے سبز باغ دکھاکر اس پر ظلم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس کی فطری و خلقی ذمہ داری بالکلیہ اس کے ذمے رکھتے ہوئے (کیونکہ اس میں کوئی تقسیم یا وارہ بندی ممکن نہیں کہ ایک مرتبہ عورت بچہ جن لیا کرے اور دوسری مرتبہ یہ کام مرد کرلیا کرے) اسے بھی کسب معاش کے لئے بازار میں' فیکٹریوں میں' ریسٹورنٹوں میں' دفتروں میں ---- اور نمائش گاہوں میں بھی کھینچ لایا ہے۔ اب یہ

صرف خاوند ہی کے لئے محبت و مودت کی رانی نہیں بلکہ اب اسے شہوت پرستوں کی ہوس ناکیوں کا نشانہ بھی بننا پڑتا ہے۔ اب اسے نت نئے گاہکوں کی تلاش ہے جو کسی اچھے ہوٹل میں اس کے ساتھ شب باشی کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں' خانگی امن و سکون کا نام و نشان نہیں۔ عصمت کا دامن تار تار ہوچکا ہے اور طلاقوں کی بھرمار ہے۔ لاکھوں لاکھ غیر شادی شدہ جوڑے گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں جنہیں ہر طرح کا قانونی تحفظ حاصل ہے۔ یہ سب حیوانی معاشرہ میں حیوانی زندگی گزار رہے ہیں اور ثم رددناہ اسفل سافلین (التین آیت ۵) کا مصداق بن رہے ہیں۔

اسلام انسانیت کو عصمت و عفت پر مبنی ایک پاکیزہ نظام معاشرت دیتا ہے۔ اور نکاح کے مقدس رشتے کی ضرورت و اہمیت واضح کرتے ہوئے فریقین کو باہمی حقوق کی ادائیگی کا پابند بناتے ہوئے اس رشتہ کو مضبوط اور دیرپا بنانے پر زور دیتا ہے۔ ایسے ہی معاشرہ کو فاشی کی گندگی سے پاک رکھنے کے لئے نکاح کو عام کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ "وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم واماءکم۔ (النور آیت ۱۸) اگر آزاد عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ ہو تو باندیوں سے ہی نکاح کرلیا جائے۔ "ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات۔" (نساء آیت ۲۵) اس سے نکاح کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ نیز بیوی کو خوش دلی سے خاوند کی اطاعت کرنے کی ترغیب دی گئی۔ حدیث میں آتا ہے کہ : "قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای النساء خیر قال التی تسرہٗ اذا نظر وتطیعہٗ اذا امر ولا تخالفہ فی نفسھا ولا مالھا بما یکرہ۔" (مشکوٰۃ ص ۲۸۳' ج ۲) اسی طرح مردوں کو حکم دیا گیا کہ عورتوں کے حقوق کا خصوصیت سے خیال رکھیں۔ ورنہ قیامت کے دن مدعی خود اللہ تعالیٰ ہوں گے۔ "عن حکیم بن معاویۃ القشیری عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ ما حق زوجۃ احدنا

علیه قال ان تطعمها اذا طعمت۔ وتکسوها اذا اکتسیت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البیت (مشکوٰۃ ص۲۸۱ ج۲) وعن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائهم۔" (ص ۲۸۲ ج ۲) دوسری جگہ فرمایا کہ عورتوں کو معلقہ کرکے نہ رکھو کہ نہ تو ان کے حقوق ادا کرو اور نہ انہیں طلاق دے کر فارغ کرو۔ "فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة۔ (نساء آیت ۱۲۹) پھر اس مقدس رشتہ نکاح کو باقی رکھنے کی ترغیب دی گئی۔ اسباب تفریق کو ختم کرنے کی بھی ہدایات جاری کی گئیں، لیکن مع ہذا بعض حالات میں زوجین کے مابین علیحدگی ناگزیر ہوجاتی ہے۔ ایسی صورت میں اسلام نے بہترین طریقے پر طلاق کی بھی اجازت دی ہے۔

طلاق کی اہمیت اور مسائل طلاق سے لاپرواہی :

دین کے دوسرے کاموں میں جیسے آجکل سستی ہو رہی ہے اور انہیں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، اسی طرح طلاق کے بارے میں ہمارے معاشرے کے اندر شعوری یا غیر شعوری طور پر بہت سی غلطیاں کی جاتی ہیں۔ عوام کی طرف سے یہ کوتاہی کی جاتی ہے کہ نکاح اور شادی کی تقریبات بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہیں، لیکن نکاح وطلاق کے مسائل کا اجمالی تعارف بھی نہیں ہوتا اور نہ انہیں سیکھنے سکھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالانکہ ضروری مسائل کا سیکھنا فرض ہے اور بہت بڑی فضیلت کا حامل ہے۔

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں : لان اغدو الی قوم اسألهم عن اوامر الله تعالیٰ او یسألونی احب الی من ان احمل علی مائة فرس فی سبیل الله (تنبیہ الغافلین) یعنی صبح کے وقت میں لوگوں کے پاس جاؤں اور ان سے اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں سوال کروں یا وہ مجھ سے سوال کریں۔ یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ سو گھوڑے اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے دوں۔

شادی ہوجانے کے بعد کبھی طلاق کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ مسائل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے عموماً تین طلاقیں ہی دی جاتی ہیں اور پھر غلط بیانی کرکے غلط فتوے حاصل کئے جاتے ہیں۔ نتیجتاً عمر بھر کے لئے حرام کاری میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک معزز خاندان میں طلاق کا واقعہ پیش آیا۔ لڑکی کے والد دین دار تھے۔ مفتیان کرام سے مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے طلاق کا فیصلہ فرمایا۔ خاندان میں بات چلی کہ لڑکی کو تین طلاقیں ہوگئی ہیں۔ اب یہ تجدید نکاح کرکے بھی خاوند کے گھر آباد نہیں ہوسکتی۔ اس فیلی کے اکثر لوگ اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ اکثر نے ان میں سے کہا کہ اس طرح کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہم تو اس طرح روزانہ کہتے رہتے ہیں۔ گویا کہ پورا خاندان اس گناہ میں مبتلا ہے۔ اور ایک صاحب کہنے لگے کہ اس لڑکی کو بھیج دو، گناہ کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ کبھی اس قسم کی بات برادری کی طرف سے کہی جاتی ہے۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ اللہ جل جلالہ کی حرام کردہ چیزوں کو کوئی برادری، کوئی فرد، کوئی عدالت یا کوئی پارلیمنٹ حلال نہیں کرسکتی۔

اور خواص کی طرف سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ خطبات جمعہ میں، اپنے مواعظ میں، بیانات میں اور تقریر و تحریر میں طلاق کا مسئلہ شدید ضرورت کے باوجود بھی بیان نہیں کیا جاتا۔ عوام خود تو ان مسائل کے سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اگر علماء کی طرف سے بھی اس کی تبلیغ و سعی نہ کی گئی تو ان مسائل کا علم آخر کیسے ہوگا؟ اسی وجہ سے عوام میں بلکہ دین دار گھرانوں تک میں تین طلاق کے واقعات پیش آنے کے باوجود بھی انہیں ہضم کرلیا جاتا ہے اور شرعی احکام پر عمل درآمد نہیں ہوپاتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ طلاق کے مسائل کی تقریر و تحریر کے ذریعہ سے اشاعت کی جائے۔

طلاق کے اہم مسائل

طلاق کی تعریف :

نکاح کی قید کو مخصوص لفظ کے ذریعہ حالاً یا مآلاً ختم کرنا۔ (در مختار علیٰ ہامش ردالمحتار ص۴۴۹، ج۲)

طلاق کے ارکان :

مخصوص الفاظ جو استثناء سے خالی ہوں۔ (در مختار علیٰ ہامش ردالمحتار ص۴۵۳، ج۲)

طلاق کا حکم :

طلاق رجعی میں عدت کے بعد اور اس کے علاوہ (یعنی رجعی کے علاوہ) میں بغیر عدت کے جدائی کا واقع ہونا۔ (فتاویٰ ہندیہ ص۳۴۸، ج۱)

طلاق کی صفت :

اصل میں تو یہ ممنوع ہے، لیکن ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔ (ایضاً ص۳۴۸، ج۱) اور اگر عورت ضرر رساں ہے یا تارکہ صلاۃ ہے تو اسے طلاق دینا مستحب ہے۔ (در مختار علیٰ ہامش ردالمحتار)

شرائط طلاق :

خاوند کا عاقل بالغ ہونا (فتاویٰ ہندیہ ص۳۵۳، ج۱) اسی لئے مجنون اور نابالغ کی طلاق شرعاً معتبر نہیں۔ نہ وہ خود طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کی طرف سے اس کا باپ یا ولی طلاق دے سکتا ہے۔ یقع طلاق کل زوجٍ اذا کان بالغًا عاقلاً سواء کان حرًا اوعبدًا (ایضاً)۔ ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون (ہندیہ ص۳۵۳، ج۱) و کذا لا تصح من غیرہ کابیہ ووصیہ

والقاضی للضرر۔ (ردالمحتار ص۱۲۱، ج۵)

البتہ اگر خاوند خطرناک مجنون ہے یا متعنت یا مفقود الخبر ہے تو شرعی ضوابط کے مطابق عدالت عورت کو آزاد کر سکتی ہے۔ قال محمدؒ ان کان الجنون حادثًا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعدالحول اذا لم یبرأ وان کان الجنون مطبقًا فھو کالجب وبہ ناخذ کذا فی الحاوی القدسی۔ (عالمگیری ص۵۲۶، ج۱) وقد قال فی البزازیۃ الفتوٰی فی زماننا علٰی قول مالك وقال الزاھدی کان بعض اصحابنا یفتون بہ للضرورۃ (ردالمحتار ص۳۶۲، ج۳)۔ اختیار طلاق مرد کو ہے۔ طلاق دینا مرد کا حق ہے۔ عورت یا عدالت کو عام حالات میں طلاق دینے کے اختیارات حاصل نہیں۔ قرآن و سنت میں فعل طلاق کو صرف مرد کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن (طلاق آیت نمبر۱) اور فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتٰی تنکح زوجًا غیرہ۔ اور حدیث میں ہے کہ الطلاق لمن اخذ بالساق (ابن ماجہ ص۱۵۲، ج۲) قرآن و سنت میں عورتوں کو مطلقہ قرار دیا گیا ہے نہ کہ طلاق دہندہ۔ "والمطلقات یتربصن۔" (بقرہ، آیت ۲۲۸)

یہ اختصاص بڑے مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہے۔ عدالتی طلاق میں مفاسد ہیں اور اس کے لئے بڑے مصارف کی حاجت ہوتی ہے۔ اور ضیاع وقت اور کچہریوں کے دھکے اور تذلیل الگ رہی۔ عورت کی طرف سے قبول طلاق ضروری نہیں۔ مرد کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ خواہ اسے عورت قبول کرے یا نہ کرے۔ طلاق نامہ وصول کیا جائے یا واپس کر دیا جائے۔ ثم المرسومۃ لا تخلوا ما ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب ھٰذا یقع الطلاق وتلزمھا العدۃ من وقت الکتابۃ۔ کذا فی الخلاصۃ۔ (ردالمحتار ص۴۶۵، ج۲)

زبانی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے :

جیسے تحریری طلاق نامے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، بہت سے جہلاء تحریری طلاق کو ہی طلاق سمجھتے ہیں۔ اور زبانی طلاق کو طلاق تصور نہیں کرتے۔ حالانکہ اصل طلاق زبانی ہی ہے۔ تحریری طلاق زبانی طلاق کے قائم مقام ہے۔ کما قال الشامیؒ: "لان رکن الطلاق اللفظ اُو ما یقوم مقامہٗ" (ردالمحتار ص ۴۶۵، ج ۲)
غصے اور زبردستی کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ غصے یا کسی کے ڈرانے دھمکانے سے زبانی طلاق دے دی تو بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ عام لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے غصے میں طلاق دی ہے، لہٰذا اس کا اعتبار نہ ہونا چاہیے۔ حالانکہ طلاق عموماً غصے میں ہی دی جاتی ہے۔ خوشی میں کون طلاق دیتا ہے۔ یقع طلاق کل زوجٍ اذا کان بالغًا عاقلاً سواء کان حرًا اُو عبدًا طائعا اُو مکرھا۔ (ہندیہ ص ۳۵۳، ج ۱) ویقع طلاق من غضب۔ (ردالمحتار ص ۴۶۳، ج ۲)

کتابت طلاق مکرہاً معتبر نہیں :

اگر زبان سے کچھ نہیں کہا، قتل یا اتلاف عضو کی دھمکی دے کر طلاق نامہ لکھوایا گیا تو بعض حالات میں یہ تحریری طلاق نامہ شرعاً معتبر نہ ہوگا۔ "فلو اکرہ علٰی ان یکتب طلاق امرأتہٖ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھنا کذا فی الخانیۃ۔" (ردالمحتار ص ۴۵۷، ج ۲)

طلاق نامہ لکھ کر پھاڑنے کا حکم :

طلاق نامہ لکھ کر اگر پھاڑ دیا تب بھی ویسے ہی طلاق واقع ہو جائے گی جیسے طلاق لکھی گئی تھی۔ "ثم المرسومۃ لا تخلوا اما ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب ھٰذا یقع الطلاق و تلزمھا العدۃ من

وقت الکتابۃ کذا فی الخلاصۃ۔" (ردالمحتار ص ۴۶۵، ج ۲)

ہنسی مذاق کی طلاق بھی معتبر ہے :

بعض واقعات میں خاوند کہتا ہے کہ میں نے بطور ہنسی و مذاق کے طلاق دی تھی۔ یاد رہے کہ طلاق قصداً دی جائے یا ہنسی مذاق میں دی جائے، دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے : "ثلٰث جد ھن جِدٌّ وَھَزلُھُنَّ جدالنکاح والطلاق والرجعۃ (مشکوٰۃ ص ۲۸۴، ج ۲) و طلاق اللاعب والھازل بہ واقع۔" (ہندیہ ص ۳۵۳، ج ۱)

ڈرامے کی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے :

واضح رہے کہ ڈرامے کی طلاق بھی شرعاً واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ طلاق ہزل ہے اور ہازل کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ہزل کی حقیقت یہی ہے کہ الفاظ طلاق کا تلفظ کیا جائے اور اس کے حکم (یعنی وقوع طلاق) کا ارادہ نہ ہو۔ "او ھازلاً لا یقصد حقیقۃ کلامہٖ۔" (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ص ۲۱۵، ج ۱)

طلاق کا حکم :

طلاق کا عمل حدیث پاک کی رو سے ابغض المباحات ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ابغض الحلال الی اللّٰہ عزوجل الطلاق۔" (ابوداؤد شریف ص ۲۹۶، ج ۱)
کیونکہ عقد نکاح بہت سے دینی و دنیاوی مصالح کو متضمن ہوتا ہے، مثلاً بقائے نسل انسانی، نظام عصمت و عفت کا قیام، نیز نسبی و صہری رشتوں کے ذریعے باہمی اخوت و محبت کا قیام وغیرہ۔ اور طلاق سے چونکہ ان مصالح کی نفی ہو جاتی ہے، اس لئے اصولی طور پر اسے محظور و ممنوع قرار دیا گیا ہے۔
شیطانی قوتیں طلاق سے خوش ہوتی ہیں۔ حدیث پاک میں وارد ہے کہ شیطان

اعظم پانی پر اپنا دربار لگا کر شیاطین کی کارکردگی سنتا ہے۔ اور اس شیطان سے بہت خوش ہوتا ہے جو یہ بتلائے کہ میں نے میاں بیوی میں تفریق کرادی ہے۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۸' ج ۱) خوشی کی وجہ ظاہر ہے کہ اس شیطان نے دو انسانوں بلکہ دو خاندانوں کے درمیان عداوت کے بیج بو دیئے ہیں جو بہت سے چھوٹے بڑے گناہوں کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس لئے ہدایت فرمائی گئی کہ عورتوں کی معمولی کج خلقی برداشت کرلینی چاہئے' کیونکہ عورت کی تخلیق ٹیڑھی پسلی سے ہوئی ہے۔ اگر اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ بیٹھو گے۔ (مسلم شریف ص ۴۷۵' ج ۱)

غرضیکہ اس مقدس رشتہ نکاح کو باقی رکھنے کی ترغیب دی گئی اور اسباب تفریق کو ختم کرنے کی بھی ہدایات جاری کی گئیں' تاہم بعض اوقات خانگی حالات ایسی نازک صورت اختیار کرلیتے ہیں جن میں امساک بالمعروف فوت ہوجاتا ہے اور زوجین کے درمیان ادائے حقوق اور محبت کی فضاء قائم نہیں رہ سکتی۔ تو ایسے حالات میں زوجین کا بذریعہ طلاق علیحدگی اختیار کرلینا ہی ان کے دین و دنیا کے اعتبار سے مصلحت مند و مفید ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اسلام نے بہترین طریقے پر طلاق کی بھی اجازت دی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر کام اچھی طرح سے کرو۔ یہاں تک کہ اگر جانور کو ذبح کیا جائے تو اس کے لئے بھی تیز چھری استعمال کرو تاکہ اسے غیر ضروری تکلیف سے بچایا جاسکے۔ ان اللہ کتب الاحسان علی کل شیء واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحة۔ (نسائی ص ۱۸۳' ج ۲) اسی طرح اگر بیوی کو آباد کیا جائے تو اعزاز و اکرام اور ادائے حقوق کے ساتھ آباد کیا جائے اور اگر چھوڑنے کی نوبت آئے تو بھی احسان کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔ فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔ (البقرۃ' آیت ۲۲۹)

طلاق دینے کے طریقے

اسلام میں طلاق دینے کے تین طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) احسن' (۲) حسن' اور (۳) بدعی۔ اس میں یہ امر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ طلاق کا کم از کم استعمال ہو' اور مطلقہ کی عدت لمبی ہونے کا احتمال نہ ہو' تاکہ اسے انتظار نکاح میں طویل مدت نہ گزارنی پڑے۔

طلاق احسن :

یہ ہے کہ ایسے طہر میں جو مجامعت سے خالی ہو' ایک طلاق رجعی دے کر چھوڑ دیا جائے۔ (ردالمحتار ص ۴۵۳' ج ۲)

طلاق حسن :

یہ ہے کہ غیر مدخولہ کو ایک طلاق دینا یا مدخولہ کو تین طلاقیں ایسے تین طہروں میں جدا جدا کرکے دینا جن میں مجامعت نہ کی ہو۔ (ردالمحتار ص ۴۵۳' ج ۲)

طلاق بدعی :

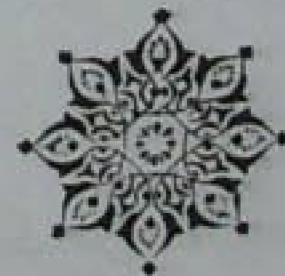
یہ ہے کہ ایک طہر میں یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا' یا حیض میں طلاق دینا' یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مجامعت ہوچکی ہو۔ (ردالمحتار ص ۴۵۴' ج ۲) پہلی دو قسم کی طلاقوں کے وقوع کے بارے میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ ایک طہر میں یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے کے بارے میں معمولی نوعیت کا اختلاف ہے۔ واضح رہے کہ حضرات فقہاء کرام کے فیصلے کے مطابق درحقیقت یہ اختلاف نہیں ہے' محض خلاف ہے جس سے مسئلے کے اجماعی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (بحرالرائق ص ۲۵۷' ج ۳)

قرآن پاک' احادیث مبارکہ' آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین' اجماع امت اور ائمہ مجتہدین کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہے کہ مدخول بہا پر ایک مجلس

کی دی ہوئی تین طلاقیں اکٹھی ہوں یا جدا جدا تین ہی واقع ہوں گی۔ لیکن اس کے بر خلاف غیر مقلدین کا قول یہ ہے کہ ایک طہر میں تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق واقع ہوگی' خواہ کلمہ واحدہ سے ہو یا کلمات متفرقہ سے' مجلس ایک ہو یا مختلف مجالس میں دی گئی ہوں' بلکہ دوران طہر اگر ہر روز سو طلاقیں بھی دیتا رہے تو بھی ایک طلاق ہی ہوگی۔ (دوسری طلاق کا وقوع دوسرے طہر سے پہلے ناممکن ہے) اس حساب سے ماہوار تین ہزار طلاقیں بنتی ہیں۔ اگر مطلقہ ممتدۃ الطہر ہو تو پھر اس سے بھی بڑھ جائیں گی۔

زمانہ جاہلیت میں طلاق کا حق محدود نہ تھا۔ سو طلاق کے بعد بھی حق رجعت باقی رہتا تھا۔ اس میں عورت کی تذلیل و ایذا رسانی ظاہر ہے کہ روز طلاقیں مل رہی ہیں' لیکن اس ظالم سے جان چھوٹنے کی کوئی سبیل نہیں۔ لیکن غیر مقلدین کا یہ مسئلہ زمانہ جاہلیت کی طلاقوں سے بھی زیادہ رسوا کن ہے۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت کی تو سو طلاقوں کا ذکر آتا ہے اور اسے ظلم قرار دیا گیا' مگر غیر مقلدین کے نزدیک اس کی کوئی تحدید ہی نہیں۔ ایک طہر میں ہزار' دو ہزار جتنی چاہیں طلاقیں دی جائیں' مظلوم عورت کی جان نہیں چھوٹ سکتی' فیاللعجب۔

آج کل ابتلائے عام کی وجہ سے یہ مسئلہ کافی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے ہم قرآن مجید اور احادیث مبارکہ' آثار صحابہؓ اور اجماع امت' نیز عقلی دلائل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک مجلس میں دی جائیں یا ایک طہر کی مختلف مجالس میں' وہ تین ہی واقع ہوتی ہیں نہ کہ ایک۔ واللّٰہ الموفق والمعین۔



قرآن مجید میں طلاق کے احکام

(۱) فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره۔ (الآیۃ) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ عام ازیں کہ مختلف مجلسوں میں دی ہوں یا ایک ہی مجلس میں دی ہوں' ایک طہر میں ہوں یا کئی طہروں میں۔ چنانچہ امام ابوبکر رازی اپنی کتاب احکام القرآن میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: فحكم بتحريمها عليه بالثالثة بعد الاثنين ولم يفرق بين ايقاعهما في طهر واحد اوفي اطهار فوجب الحكم بايقاع الجميع على اى وجه اوقعه من مسنون او غير مسنون ومباح او محظور وقال هذه الآية تدل على وقوع الثلاث معا مع كونه منهيا عنها۔ (احکام القرآن ص۳۸۶' ۳۸۷' ج۱) محلی ابن حزم میں ہے کہ فهذا يقع على الثلاث مجموعة ومفرقة ولا يجوز ان يخص بهذه الاية بعض ذالك دون بعض بغير نص۔ (محلی ابن حزم ص۱۷۰' ج۱۰)

(۲) يا ايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن الٰى قوله ومن يتعد حدود اللّٰه فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل اللّٰه يحدث بعد ذالك امرًا (الطلاق آیت نمبر۱)

اس آیت مبارکہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک کرکے تین طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں تاکہ ایک طلاق دینے کے بعد اگر ندامت ہو تو اس کی تلافی ہو سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جو ان سے تجاوز کرے گا فقد ظلم نفسہ۔ یعنی جو تین طلاقیں اکٹھی دے گا تو یہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا' کیونکہ پھر اگر اسے ندامت ہوئی تو یہ رجوع نہیں کر سکے گا اور تلافی ناممکن ہوگی۔ پس اگر تین طلاقیں دینے سے ایک ہی واقع ہوتی تو اس کی تلافی بھی ممکن ہوتی اور اس

کو ظلم نہ فرمایا جاتا۔

اور اگر تین طلاقیں بلفظ واحد دینے سے ایک ہی ہو تو پھر آیت مبارکہ میں اس تقویٰ سے کون سی صورت مراد ہوگی جس کو اختیار کرنے والے کے لئے "مخرج اور آسانی" کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور پھر تین طلاق دے کر اور آیت مذکورہ کی خلاف ورزی کرکے اپنی جان پر ظلم کرنے والے اور اللہ کی حدود کو توڑنے والے کی سزا کیا ہوگی؟ اس لئے کہ جو آدمی ایسا قول منکر کہے جس کا اثر اس پر مرتب نہ ہو، اس پر شارع نے اس کی سزا مقرر کی ہے جیسے جملہ ظہار کہنے والے پر "کفارۂ ظہار" کی سزا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دینے والے کو اس کی طلاقیں نافذ کرکے سزا دی گئی ہے۔ اور اس کے لئے مخرج نہیں۔ بسبب اس کے حدود سے تجاوز کرنے کے، واللہ اعلم۔ اگر ایک ہی مان لیں تو نہ تقوے اور مخرج والی صورت نکلتی ہے اور نہ ہی اس ظالم کی سزا۔ چنانچہ جمہور علماء نے اسی آیت سے طلاق ثلثہ فی مجلس واحد کے وقوع پر استدلال کیا ہے۔ "واحتج الجمهور بقوله تعالىٰ ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه۔ لا تدری لعل الله يحدث بعد ذالك امرًا۔ قالوا معناه ان المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تدارك لوقوع البينونة فلو كانت الثلاث لم تقع لم يقع طلاقه هذا الا رجعيًا فلا يندم (نووی علی مسلم ص۴۷۸، ج۱)

اور امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ فلولا انه اذا طلق لغير العدة وقع ما كان ظالمًا لنفسه بايقاعه ولا كان ظالمًا لنفسه بطلاقه وفى هذه الآية دلالة على وقوعها اذا طلق لغير العدة ويدل عليه قوله تعالىٰ فى نسق الخطاب ومن يتق الله يجعل لهٗ مخرجًا والله اعلم انه اذا اوقع الطلاق على ما اُمره الله كان له مخرجًا مما اُوقع ان لحقه ندم وهو الرجعة وعلى هذا المعنى تأوله ابن عباسؓ۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : لوأن الناس طلقوا نساءهم كما اُمروا لما فارق الرجل امرأته وله اليها حاجة ان احدكم يذهب يطلق امرأته ثلثا ثم يقعد ثم يعصر عينيه مهلاً مهلاً بارك الله عليكم فيكم كتاب الله وسنة رسوله فماذا بعد كتاب الله وسنة رسوله الا الضلال ورب الكعبة۔ (حكم الطلاق الثلاث)

پس معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دفعتاً دینے سے واقع ہوجاتی ہیں، اگرچہ ایسا کرنا شریعت مطہرہ کے ہاں پسندیدہ نہیں ہے۔

(۳) "ومن يتق الله يجعل له مخرجًا" (الطلاق آیت ۲)

اس آیت کے تحت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں : لٰكنهم اجمعوا على ان من قال لامرأة انت طالق ثلثا يقع ثلثا بالاجماع الخ (تفسیر مظہری ص۳۰۰، ج۲)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو اور ایک ایک کرکے طلاق دو۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے رجعت کا مخرج رکھا ہے۔ اور جو اللہ جل شانہ سے نہیں ڈرتا، اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا ہے اس کے لئے کوئی مخرج نہیں۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ قال ابن عباسؓ وانك لم تتق الله فلا اجد لك مخرجًا عصيت ربك وبانت منك امرأتك (ابوداؤد ص۲۹۹، ج۱) وقال لرجل آخر "ان عملك عصى الله فاثمه الله واطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجًا (طحاوی شریف ص۳۷، ج۲)

(۴) امام بخاریؒ نے اس آیت سے بھی طلاق ثلاثہ کے وقوع پر استدلال کیا ہے کہ "الطلاق مرتان الخ۔" پس فرمایا اپنی کتاب صحیح بخاری میں کہ باب من اجاز طلاق الثلاث لقول الله تعالیٰ۔ الطلاق مرتان فامساك

بمعروف او تسریح باحسان (بخاری ص۷۹۱ ج ۲) اس آیت میں ترتیب طلاق کو نہیں بلکہ تعداد طلاق کو بیان کیا ہے۔

محلّٰی میں ہے کہ واما قولهم معنی قوله الطلاق مرتان ان معناه مرة بعد مرة فخطاء بل هذه الآية كقوله تعالٰی نؤتها اجرها مرتین ای مضاعفا معًا (محلّٰی ابن حزم ص۱۶۸ ج ۱۰)

وايده الكرمانی لانهٗ لا یوجد من یفرق بین الاثنین والثلاث فی صحة الوقوع الخ (کتاب الاشفاق فی حکم الطلاق ص۳۸) وقال الامام الرازیؒ ان هذه الآية يدل علی وقوع الثلاث مع كونه منهيًا عنها (احکام القرآن للجصاص ص۳۸۶ ج ۱)

احادیثِ مبارکہ سے طلاق کے احکام

(۱) عن عائشة رضی الله عنها ان رجلا طلق امرأتهٗ ثلاثًا فتزوجت فطلق فسئل النبیّ ﷺ اتحل للاول قال لا حتّٰی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول۔ (بخاری ص۷۹۱ ج ۲۔ مسلم ص۴۶۳ ج ۱)

یہ حدیث طلاق ثلاثہ کے بیک وقت نافذ ہونے میں ظاہر ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے کہ: فالتمسك بظاهر قوله طلقها ثلاثا فانه ظاهر فی كونها مجموعة (فتح الباری ص۳۰۱ ج ۹) اور عمدۃ القاری میں ہے: مطابقتهٗ للترجمة فی قوله طلق امرأته ثلثًا فانه ظاهر فی كونها مجموعة۔ (عمدۃ القاری ص۲۳۷ ج ۲)

(۲) عن محمود بن لبید قال اخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلث تطلیقات جمیعًا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب الله وانا بین اظهرکم حتّٰی قام رجل فقال یا رسول الله الا

اقتله (نسائی ص۸۲، مشکوۃ ص۲۸۴ ج ۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے بارے میں بتایا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی ہیں تو آپ ﷺ غصہ میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کو کھلونا بنایا جاتا ہے اس حال میں کہ میں تم میں موجود ہوں۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، ورنہ آپ ﷺ اس قدر غصّے کا اظہار کیوں فرماتے؟ محض ایک لغو بات کرنے پر اس قدر شدید ناراضگی کا اظہار فرمانا کہ پاس والے اس آدمی کے قتل کے لئے تیار ہوجائیں یہ اس پر دال ہے کہ واقع میں تین طلاقیں نافذ ہوجاتی ہیں۔ اگرچہ ایسا کرنا ناپسندیدہ اور لغو عمل ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک انصاری بچہ کے فوت ہونے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ عصفور من عصافیر الجنة۔ آپ ﷺ اس بات سے روکنا چاہتے تھے تو آپ نے صرف اتنا ہی فرمایا کہ "او غیر ذالك"۔ اس کے علاوہ نہ تو غصے ہوئے، نہ ہی زجر و توبیخ کی۔ پس معلوم ہوا کہ ایک ہی مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ اسی لئے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

(۳) وقال فی الطلاق الثلاث لا تحل له من بعد حتّٰی تنکح زوجًا غیره وقال لیث عن نافع کان ابن عمرؓ اذا سئل عمن طلق ثلثًا قال لو طلقت مرة او مرتین فان النبی ﷺ امرنی بهذا فان طلقها ثلاثًا حرمت حتّٰی تنکح زوجًا غیره۔ (بخاری ص۷۹۲ ج ۲) یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا جاتا جس نے تین طلاقیں دی ہوں، تو وہ فرماتے کہ اگر ایک یا دو طلاق دی ہو تو پھر وہ حلال ہوسکتی ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے اسی کا حکم دیا تھا۔ پس اگر تین طلاقیں دی ہوں تو پھر وہ حرام ہوجاتی ہے۔ جب تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے۔ پس اس حدیث سے بھی

معلوم ہوا کہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

(۴) ابوداؤد میں حضرت عویمرؓ عجلانی کے واقعہ میں ہے کہ فلما فرغا قال عویمرؓ کذبت علیہا یا رسول اللہ! ان امسکتہا فطلقہا ثلاثا (ابوداؤد ص ٣٠٥، ج ١۔ نسائی ص ٨٣، ج ٢) یعنی جب حضرت عویمرؓ اور ان کی بیوی لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب اگر میں اس کو روکوں تو مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اس پر جھوٹ بولا ہے۔ یہ کہہ کر پھر انہوں نے اس کو تین طلاقیں دے دیں۔ آگے فرمایا: عن ابن شہاب عن سہل ابن سعد فی ہذا الخبر قال فطلقہا ثلاث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانفذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ما صنع عند النبی ﷺ سنۃ (ابوداؤد ص ٣٠٦، ج ١) یعنی آپ نے ان کی تین طلاقوں کو نافذ بھی کر دیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دفعتاً دینے سے واقع ہو جاتی ہیں۔ اس پر یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ "یہ تین طلاقیں امر زائد ہیں۔ جدائی تو لعان سے ہی ہو گئی تھی۔ اس لئے آپ نے اس پر انکار نہ فرمایا۔ لہٰذا آپ کا اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں، کیونکہ صرف لعان سے بغیر قاضی کی تفریق کے جدائی نہیں ہوتی۔ چنانچہ "فتح القدیر" میں ہے کہ: "واذا التعنا لا تقع الفرقۃ حتّٰی یفرق الحاکم بینہما (حتی لو مات احدہما قبل تفریق القاضی ورثہ الآخر" وقال لو ظاہر منہا فی ہذہ الحالۃ او طلقہا او آلٰی منہا صح لبقاء النکاح غیر ان وطأہا محرم لان ثبوت الحرمۃ یفوت الامساک بالمعروف فیلزمہ التسریح بالاحسان" فاذا امتنع ناب القاضی منابہ دفعًا للظلم دل علیہ قول ذلک الملا عن عند النبی ﷺ کذبت علیہا یا رسول اللہ ان امسکتہا ہی طالق ثلثا قالہٗ بعد اللعان (فتح القدیر ص ١١٨، ج ۴) اور خصم کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ "عویمرؓ کو

مطلق لعان سے جدائی کے وقوع کا علم نہ تھا۔" اس لئے کہ انہوں نے یہ بات اگر بے علمی کی وجہ سے کہی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس کی تقریر نہ فرماتے۔ چنانچہ نسائی شریف میں حدیث مذکور کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: "ومن یقول بخلافہ ویعتذر بان عویمرؓ ما کان عالما بالحکم وفیہ انہ لو کان عن جہل کیف قررہ النبی ﷺ علی ذالک الخ (ص ٨٣، ج ٢)

(۵) عن عامر الشعبیؒ قال قلت لفاطمۃ بنت قیس حدثینی عن طلاقک قالت طلقنی زوجی ثلٰثا وھو خارج الی الیمن فاجاز ذٰلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابن ماجہ ص ١۴٧، ج ١) یعنی عامر شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس سے ان کی طلاق کا قصہ پوچھا تو فرمایا کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دیں جب کہ وہ یمن کو جا رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو نافذ کر دیا۔

(٦) اسی واقعہ کو نسائی نے (باب الرخصۃ فی ذالک ای الثلاث المجموعۃ) میں اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ قال حدثنی ابوسلمۃ قال حدثتنی فاطمۃ بنت قیس ان ابا عمروؓ بن حفص طلقہا ثلثا فانطلق خالد بن الولید فی نفر من بنی مخزوم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان ابا عمروؓ بن حفص المخزومی طلق فاطمۃ ثلٰثًا فاجاز ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (نسائی ص ٨٣، ج ٢) کہ آپؐ نے ابو عمرو بن حفصؓ مخزومی کی دفعتاً دی ہوئی تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا۔ آئندہ حدیث نمبر ١۵ سے صراحتاً معلوم ہو رہا ہے کہ ابو عمرو بن حفصؓ نے فاطمہ کو ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دی تھیں۔ (ابوداؤد ص ٣١٩، ج ١)

(٧) حدثنا علی بن محمد بن عبید الحافظ قال نا محمد بن

شاذان الجوهري نا علي بن منصور نا شعيب بن زُريق ان عطاء الخراساني حدثهم عن الحسن قال نا عبداللّٰهؓ بن عمر انه طلق امرأته تطليقة وهي حائض ثم ارادان يتبعها بتطليقتين اخراوين عندالقرئين، فبلغ ذلك رسول اللّٰهؐ فقال يا ابن عمرؓ ما هكذا امرك اللّٰه انك قد اخطات السنة والسنة ان تستقبل الطهر فيطلق لكل قروء قال فامرني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فراجعتها ثم قال اذا هي طهرت فطلق عند ذلك او امسك فقلت يا رسول اللّٰه الخ ارأيت لواني طلقتها ثلثا اكان يحل لي ان اراجعها قال لا كانت تبين منك وتكون معصيةً (سنن دارقطنی ص۴۳۸، ج۲۔ زاد المعاد ص۲۵۷، ج۲)

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی حالت حیض میں۔ پھر اس کے بعد دو اور طلاقیں دینے کا ارادہ کیا دو حیضوں میں۔ آگے فرمایا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! بتایئے کہ اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دیتا تو کیا اس سے رجوع کر سکتا تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں، وہ تجھ سے بائنہ ہو جائے گی اور ایسا کرنا گناہ ہے۔

(۸) حدثنا احمد بن محمد بن سعيدنا يحيٰى بن اسماعيل الجريري حسين بن اسماعيل الجريري سيدنا يونس بن بكيرنا عمرو بن شمر عن عمران بن مسلم و ابراهيم بن عبدالاعلى عن سويد بن غفلة قال لمامات علي رضي اللّٰه عنه جاءت عائشة بنت خليفة الخثعمية امرأة الحسن بن عليؓ فقالت له لتهنك الامارة فقال لها تهنيني بموت امير المؤمنين انطلقي فانت طالق فتقنعت بثوبها وقالت اني لم ارد الا خيرًا فبعث اليها بمتعة عشرة آلاف وبقية صداقها فلما وضع بين يديها بكت وقالت متاع قليل من حبيب مفارق فاخبره الرسول فبكى وقال لولا اني ابنت الطلاق لها

لراجعتها ولكني سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول ايما رجل طلق امرأته ثلثا عند كل طهر تطليقةً او عند رأس كل شهر تطليقةً او طلقها ثلثا جميعًا لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره۔
(دارقطنی ص۴۳۸، ج۲۔ بیہقی ص۳۳۶، ج۷)

اس کی سند کے متعلق ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ "اسناده صحیح۔" (کتاب الاشفاق ورواہ الطبرانی واعلاء السنن ص۵۲۱، ج۱۱) یعنی حضرت حسن بن علیؓ نے ایک مرتبہ اپنی بیوی عائشہ خثعمیہ کو اس لفظ سے طلاق دی: "انطلقی فانت طالق ثلثا۔" تو چلی جا، تجھے تین طلاقیں ہیں۔ عائشہ چلی گئیں۔ بعد میں حضرت حسنؓ کو معلوم ہوا کہ عائشہ کو جدائی کا بہت غم ہے تو روئے اور فرمایا کہ اگر میں نے بائنہ طلاق نہ دی ہوتی تو رجوع کر لیتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق اس طرح دے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے یا ہر مہینہ کے شروع میں ایک طلاق دے یا تین طلاق ایک ساتھ دے دے تو جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے پہلے کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ پس اس حدیث سے صراحتًا معلوم ہو گیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

(۹) عن ذاذان عن علیؓ قال سمع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم رجلا طلق البتة فغضب وقال تتخذون آيات اللّٰه هزوًا او دين اللّٰه هزوا ولعبًا من طلق البتة الزمناه ثلثا لا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره۔ (سنن دارقطنی ص۴۳۳، ج۲) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق سنا کہ انہوں نے طلاق بتہ دی ہے (لفظ البتہ سے تین طلاق کی بھی نیت ہو سکتی ہے) آپؐ غضبناک ہوگئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھیل اور مذاق بناتے ہو۔ جو کوئی طلاق البتہ دے گا ہم اس کے ذمہ تین لازم کردیں گے۔ پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ دوسرے مرد سے نکاح کرلے۔ تو

آپ ؐ نے ناراضگی تو فرمائی، لیکن تین کو بھی لازم کردیا۔

(۱۰) حدثنا محمد بن مخلد الٰی ان قال سمعت معاذؓ بن جبل یقول سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول یا معاذؓ من طلق للبدعة واحدة او اثنین او ثلاثًا الزمناه بدعته۔ (دارقطنی ص ۴۴۳-۴۴۴، ج ۲۔ اغاثة اللهفان ص ۱۶۸) یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص بدعی طریقے پر طلاق دے گا، چاہے ایک دے یا دو یا تین دے تو ہم وہ طلاقیں اس پر لازم کردیں گے۔ یہ بھی طلاق ثلاثہ کے وقوع پر صراحت ہے۔

(۱۱) عن ابراهیم بن عبیداللّٰه بن عبادة بن الصامت عن ابیه عن جده قال طلق بعض آبائی امرأته الفًا فانطلق بنوه الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقالوا یا رسول اللّٰهؐ ان ابانا طلق اُمّنا الفًا فهل له من مخرجٍ فقال ان اباکم لم یتق اللّٰه فیجعل له من امره مخرجًا بانت منه بثلاث علی غیر السنة وتسع مائة وسبعة وتسعون اثم فی عنقه۔ (دارقطنی ص ۴۳۳، ج ۲۔ زادالمعاد ص ۲۵۷، ج ۲)

(۱۲) مصنف عبدالرزاق میں یہ روایت یوں ہے : عن داؤد بن عبادةؓ بن الصامت قال طلق جدی امرأة له الف تطلیقة فانطلق ابی الٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فذکر ذٰلك له فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اما اتقی اللّٰه جدك اما ثلاث فله واما تسع مائة وسبعة وتسعون فعدوانٌ وظلم ان شاء اللّٰه تعالٰی عذبه وان شاء غفرله۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۳، ج ۶۔ اغاثة اللهفان ص ۱۶۸، ج ۱۔ فتح القدیر ص ۳۳۰، ج ۳) یعنی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے والد نے اپنی زوجہ کو ہزار طلاقیں دیں۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان

کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی بیوی تین طلاقوں سے بائنہ ہوگئی ہے۔ اور نوسو ستانوے ظلم اور عدوان ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو ظلم کی سزا دے اور چاہے تو معاف کردے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دینے سے واقع ہو جاتی ہیں۔

(۱۳) عن صفوان بن عمر الطائی ان امرأة کانت تبغض زوجها فوجدته نائما فاخذت شفرة وجلست علی صدره ثم حرکته وقالت لتطلقنی ثلاثا اولا ذبحنك فناشدها اللّٰه فابت فطلقها ثلاثا ثم جاء الٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فسأله عن ذٰلك فقال له رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا قیلولة فی الطلاق رواه محمد باسناده۔ (زجاجة المصابیح ص ۴۷۶، ج ۲۔ انوارالسنن ص ۱۸۲، ج ۱) یعنی صفوان بن عمر سے روایت ہے کہ ایک عورت کو خاوند ناپسند تھا، ایک مرتبہ اس کو سوتا ہوا پاکر اس کے سینے پر بیٹھ گئی اور چھری اس کے سینے پر رکھ کر کہنے لگی کہ مجھے تین طلاقیں دو، ورنہ تمہیں ذبح کردوں گی۔ خاوند نے قسم دے کر کہا کہ میں تجھے بعد میں طلاق دے دوں گا۔ مگر اس نے انکار کردیا۔ مجبور ہو کر اس نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق میں فسخ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس سے بھی پتہ چلا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں نہ کہ ایک۔

(۱۴) واحتجوا ایضًا بحدیث رکانة رضی اللّٰه عنه انه طلق امرأته البتة فقال له النبی صلی اللّٰه علیه وسلم آللّٰه ما اردت الا واحدة؟ فقال آللّٰه ما اردت الا واحدة فهذا دلیل علٰی انه لو اراد الثلاث لوقعن والا فلم یکن لتحلیفه معنًی۔ (مسلم شریف مع نووی ص ۴۷۸، ج ۱) یعنی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی۔ اب طلاق بتہ چونکہ

کنایات میں سے ہے اور اس کا یہ حکم ہے کہ اس میں طلاق دینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر اس نے تین طلاقوں کی نیت کی ہے تو تین ہی واقع ہوں گی اور اگر ایک طلاق کی نیت کی ہے تو ایک ہی واقع ہوگی۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اللہ کی قسم دے کر پوچھا کہ کیا تم نے ایک طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا تو انہوں نے عرض کیا جی ہاں، اللہ کی قسم میں نے ایک ہی کا ارادہ کیا تھا۔ تو جمہور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان کا ارادہ تین کا ہوتا تو تینوں واقع ہو جاتیں۔ ورنہ تو قسم دینے کی کیا ضرورت تھی۔ قسم اس لئے دی کہ تین کا ارادہ ہوگا تو تین ہوں گی، ورنہ ایک ہوگی۔ اسی حدیث کی روشنی میں حدیث علیؓ کو سمجھنا چاہئے جس میں طلاق بتہ کا ذکر ہے۔ یعنی طلاق بتہ دینے سے اس وقت تین طلاقیں واقع ہوں گی، جب کہ ایک کا ارادہ نہ کیا ہو بلکہ تین کا ارادہ کیا ہو۔

(۱۵) حدثنا ابو عبید القاسم بن اسماعیل ..... نا سلمة بن ابی سلمة عن ابیه انه ذکر عنده ان الطلاق الثلاث بمرة مکروه فقال طلق حفص بن عمرو بن المغیرة فاطمة بنت قیس بکلمة واحدة ثلثا فلم یبلغنا ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عاب ذٰلك علیه۔ (سنن دار قطنی ص۴۲۹، ج۲) وفی روایة منها وطلق عبدالرحمٰن بن عوف امرأته ثلثا فلم یعب ذٰلك علیه۔ (ایضاً) یعنی ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ بات ذکر کی گئی کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا مکروہ ہے۔ فرمایا حضرت حفص بن عمرو بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت قیس کو ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی تھیں۔ ہمیں اس کی خبر نہیں ملی کہ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہو۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔ پس ان تمام احادیث مرفوعہ سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے واقع ہو جاتی ہیں۔

مجموع فقهی (مسند زید) میں زید بن علی عن ابیه عن جده کی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو فرمایا کہ تین کے ساتھ اس سے بائنہ ہو گئی اور ستانوے طلاقیں ان کی گردن میں معصیت ہیں۔ (مسند زید ص۲۸۹)

آثارِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

احادیث حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(۱۶) عن انسؓ قال کان عمرؓ اذا اتی برجلٍ قد طلق امرأته ثلثًا فی مجلس اوجعه ضربًا وفرق بینهما۔ (مصنف ابن ابی شیبه ص۱۱، ج۵۔ سنن بیہقی ص۳۳۴، ج۷۔ بدائع الصنائع ص۹۶، ج۳۔ طحاوی ص۳۴، ج۳) یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اس کو سزا دیتے اور دونوں میں تفریق کر دیتے۔ اس حدیث سے بھی واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اگر ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں کوئی دے تو واقع ہو جاتی ہیں۔

(۱۷) وکان عمر بن الخطابؓ اذا اتی برجل طلق امراته الفًا فقال لهٗ عمرؓ اطلقت امرأتك؟ فقال انما کنت العب فعلاه عمرؓ بالدرة فقال انما یکفیك من ذٰلك ثلاث۔ (محلی ابن حزم ص۱۷۲، ج۱۰۔ سنن بیہقی ص۳۳۴، ج۷۔ زاد المعاد ص۲۵۹، ج۲۔ بحواله مصنف ابن ابی شیبه ص۱۲، ج۵۔ مصنف عبدالرزاق ص۳۹۳، ج۶) یعنی زید بن وہبؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا تو نے اتنی طلاقیں دی ہیں؟ اس نے کہا میں تو مذاق

کر رہا تھا، تو حضرت عمرؓ نے اسے دُرّے سے سزا دی اور فرمایا کہ تجھ کو ایک ہزار میں صرف تین کافی تھیں۔

(۱۸) حضرت عمرؓ نے اپنے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو خط میں لکھا تھا کہ "من قال انت طالقٌ ثلٰثًا فهی ثلٰث۔" یعنی جو شخص یوں کہے کہ "تجھے تین طلاق" تو تین واقع ہوں گی۔ (سنن سعید بن منصور ص۲۵۹، ج۳۔ رقم الحدیث ص۱۰۶۹)

حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

(۱۹) روٰی وکیع عن جعفر بن یرقان عن معاویة بن ابی یحیٰی انه قال جآء رجل الٰی عثمانؓ بن عفان فقال طلقت امرأتی الفًا فقال بانت منك بثلاث فلم ینکر الثلاث۔ (محلی ابن حزم ص۱۷۲، ج۱۰۔ زاد المعاد ص۲۵۹، ج۲۔ فتح القدیر ص۳۳۰، ج۳۔ طحاوی ص۳۰، ج۲) یعنی ایک شخص حضرت عثمانؓ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں تو آپؓ نے جواب دیا کہ تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہو گئی۔ اس سے بھی وقوع طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد ثابت ہوتا ہے۔

حدیث حضرت علی کرم اللہ وجهه

(۲۰) روٰی وکیع عن الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن بعض اصحابه قال جآء رجل الٰی علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه قال انی طلقت امرأتی الفًا فقال له علیؓ بانت منك بثلاثٍ واقسم سائرهن بین نسآئك فلم ینکر جمع الثلاث۔ (سنن بیہقی ص۳۳۵، ج۷۔ زاد المعاد ص۲۵۹، ج۲۔ محلی ابن حزم ص۱۷۲، ج۱۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۲-۱۳، ج۵۔ فتح القدیر ص۳۳۰، ج۳)

ایک آدمی نے آکر حضرت علی کرم اللہ وجهه سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا: وہ تجھ سے تین سے بائنہ ہو گئی۔ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ طلاق ثلاثہ کے وقوع کے قائل تھے۔ (نیل الاوطار ص۱۹۷، ج۶)

دوسری روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ کو آکر کہا کہ: "انی طلقت امرأتی عدد العرفج قال تأخذ من العرفج ثلاثًا وتدع سائرة۔ قال ابراهیم واخبرنی ابوالحویرث عن عثمانؓ بن عفان مثل ذٰلك۔ (مصنف عبدالرزاق ص۳۹۴، ج۶)

یعنی یہ کہ میں نے اپنی بیوی کو عرفج کے درختوں کے برابر طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا ان میں سے تین لے لو، باقی چھوڑ دو۔

(۲۱) عن الاعمش انه کان بالکوفة شیخٌ.....الٰی قوله.....فاخرج کتابه فاذا فیه۔ بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم هٰذا سمعت علی بن ابی طالبؓ۔ یقول اذا طلق الرجل امرأته ثلاثًا فی مجلس واحدٍ۔ فقد بانت منه ولا تحل له حتٰی تنکح زوجًا غیره قلت ویحك هٰذا غیر الذی تقول قال الصحیح هو هٰذا ولکن هولاء ارادونی علٰی ذٰلك (سنن بیہقی ص۳۳۹، ج۷) یعنی اعمش کوفی سے روایت ہے کہ کوفہ کے ایک بوڑھے شخص یہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی شخص ایک مجلس میں اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دے تو اس کو ایک کی طرف رد کیا جائے گا۔ میں نے شیخ سے کہا کہ تم نے حضرت علیؓ سے یہ کہاں سنا ہے؟ اس نے کہا کہ میری کتاب میں موجود ہے۔ شیخ نے کتاب نکالی۔ اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا تھا کہ یہ حدیث میں نے حضرت علیؓ سے سنی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ جب کوئی شخص ایک مجلس میں اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دے تو عورت اس سے جدا ہو جائے گی۔

جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے طلاق دینے والے کے لئے حلال نہ ہوگی۔ میں نے کہا کہ افسوس ہے کہ یہ تو تمہارے بیان کے خلاف ہے۔ تو شیخ نے کہا کہ صحیح یہی ہے۔ لیکن لوگوں نے مجھے مجبور کیا تھا' اس لئے میں نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے۔

احادیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(۲۲) مالکؒ انه بلغه ان رجلاً جآء الٰی عبدالله بن مسعودؓ فقال انی طلقت امرأتی بمائتی تطلیقات فقال ابن مسعودؓ فماذا قیل لك قال قیل لی انها قد بانت منی فقال ابن مسعودؓ صدقوا الخ۔ (موطا امام مالکؒ ص۵۱۱' ج۱۔ فتح القدیر ص۳۳۰' ج۳) امام مالکؒ تک یہ روایت پہنچی کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو دو سو طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا کہ تم کو دوسروں (مفتیوں) کی جانب سے کیا جواب دیا گیا؟ اس نے کہا کہ مجھے یہ جواب ملا کہ وہ عورت مجھ سے بائنہ ہوگئی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ وہ لوگ صحیح کہتے ہیں۔ "یعنی حکم شرعی بھی یہی ہے۔"

(۲۳) عبدالرزاق عن معمر عن الاعمش عن ابراهیم عن علقمة قال جآء رجلٌ الٰی ابن مسعودؓ فقال انی طلقت امرأتی تسعة وتسعین وانی سألت فقیل لی قد بانت منی فقال ابن مسعودؓ لقد احبوا ان یفرقوا بینك وبینها قال فما تقول رحمك الله فظن انه سیرخص له فقال ثلٰث تبینها منك وسائرها عدوان (مصنف عبدالرزاق ص۳۹۵' ج۶) تین طلاقوں سے وہ بائنہ ہوگئی اور باقی سب زیادتی ہے۔

(۲۴) عن مطرف عن الحکم عن ابن عباسؓ وابن مسعودؓ قالا فی رجل طلق امرأته ثلٰثًا قبل ان یدخل بها لا تحل له حتٰی تنکح زوجًا غیره۔ (مصنف ابن ابی شیبه ص۲۱'۲۲' ج۶-۵) یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ و عبداللہ بن مسعودؓ تین کو نافذ کرتے تھے۔

احادیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

(۲۵) ابوداؤد میں ہے کہ: عن مجاهد قال کنت عند ابن عباسؓ فجاءه رجلٌ فقال انه طلق امرأته ثلٰثا قال فسکت حتٰی ظننت انه رادها الیه ثم قال ینطلق احدکم فیرکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباسؓ وان الله قال "ومن یتق الله یجعل له مخرجًا۔ وانك لم تتق الله فلا اجدلك مخرجًا عصیت ربك وبانت منك امرأتك الٰی ان قال قال ابوداؤد' روٰی هٰذالحدیث حمید الاعرج وغیره عن مجاهد عن ابن عباس ورواه شعبة عن عمرو بن مرة عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وایوب وابن جریج جمیعًا عن عکرمة بن خالد عن سعید بن جبیر عن ابن عباس و ابن جریج عن عبدالحمید بن رافع عن عطاء عن ابن عباسؓ ورواه الاعمش عن مالك بن الحارث عن ابن عباسؓ وابن جریج عن عمرو بن دینار عن ابن عباسؓ کلهم قالوا فی الطلاق الثلاث انه اجازها قال وبانت منك نحو حدیث اسماعیل عن ایوب عن عبدالله بن کثیر (ابوداؤد ص۲۹۹' ج۱۔ فتح القدیر ص۳۳۰' ج۳۔ بدائع الصنائع ص۹۶' ج۳۔ طحاوی ص۳۱' ج۳۔ دارقطنی ص۴۵۱'۳۰۷' ج۳'۵۔ سنن بیہقی ص۳۳۱' ج۷)

یعنی مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس تھا۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو یک بارگی تین طلاقیں دے آیا ہوں۔ مجاہد کہتا ہے کہ ابن عباسؓ چپ رہے۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ آپ رجعت کا حکم دے دیں گے۔ پھر فرمایا کہ لوگ پہلے حماقت پر سوار ہوجاتے ہیں' پھر کہتے ہیں کہ اے ابن عباسؓ! اے ابن عباسؓ۔ بے شک خدائے پاک نے فرمایا ہے کہ جو خدا سے ڈرے اس کے لئے چھٹکارے کی صورت ہوتی ہے۔ اور تو نے خدا کا خوف نہیں کیا۔

اس لئے تیرے واسطے کوئی مخلص نہیں ہے۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی ہے۔ اس کے بعد امام ابوداؤدؒ نے بیان فرمایا کہ ان حضرات نے متفقہ طور پر ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔

(۲۶) حدثنا ابراهیم بن مرزوق الٰی آخر السند عن مالك بن الحارث قال جآء رجلٌ الٰی ابن عباسؓ فقال ان عمی طلق امرأته ثلثًا فقال ان عمك عصی اللّٰه فاثمه اللّٰه واطاع الشیطٰن فلم یجعل له مخرجًا فقلتُ کیف ترٰی فی رجل یحلها لهٗ فقال من یخادع اللّٰه یخادعهٗ (طحاوی شریف ص ۳۷، ج ۲۔ مصنف ابن ابی شیبه ص ۱۱، ج ۵۔ فتح القدیر ص ۳۳۲، ج ۲۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۵۸، ج ۳۔ اغاثة اللهفان ص ۱۳۶، ج ۱)

کہ میرے چچانے اپنی عورت کو دفعتًا تین طلاقیں دی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیرے چچانے خدا کی نافرمانی اور شیطان کی اطاعت کی۔ اور آپ نے اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکالی۔ مالک بن حارثؓ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ آپ اس کے بارہ میں کیا کہتے ہیں جو اس عورت کو اس کے شوہر کے لئے حلال کرے تو فرمایا: "کہ جو اللہ تعالیٰ سے چال بازی کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرے گا۔"

(۲۷) عن محمد بن ایاس بن بکیر انه قال طلق رجلٌ امرأته ثلثًا قبل ان یدخل بها ثم بدأله ان ینکحها فجآء یستفتی قال فذهبت معهٗ فسأل اباهریرةؓ وابن عباسؓ فقالا لا ینکحها حتّٰی تنکح زوجًا غیره فقال انما کان طلاقی ایاها واحدة قال ابن عباسؓ ارسلت من یدك ما کان لك من فضلٍ۔ (موطا امام محمد ص ۲۵۹۔ فتح القدیر ص ۳۳۰، ج ۳۔ طحاوی ص ۳۷، ج ۲۔ سنن بیهقی ص ۳۳۵، ج ۷۔ موطا امام مالکؒ ص ۵۲۱، ج ۱)

یعنی ایک آدمی نے صحبت سے قبل ہی اپنی منکوحہ کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر چاہا کہ اس سے نکاح کرے۔ اس لئے فتویٰ دریافت کرنے کے لئے نکلا۔ محمد بن ایاسؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہوگیا۔ وہ ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ کے پاس گیا۔ دونوں نے فرمایا کہ اب تم اس سے نکاح نہیں کرسکتے، جب تک کہ دوسرے مرد سے وہ نکاح نہ کرے۔ اس نے کہا کہ میری نیت ایک طلاق کی تھی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "انت طالقٌ ثلاثًا" کہہ کر وہ گنجائش ختم کردی جو تجھے حاصل تھی۔

احادیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(۲۸) عن نافع عن ابن عمرؓ ..... اما انت طلقتها ثلاثًا فقد عصیت ربك فیما امرك به من طلاق امرأتك وبانت منك۔ (مسلم ص ۴۷۶، ج ۱۔ دارقطنی ص ۴۳۶، ج ۲۔ اغاثة اللهفان ص ۱۶۸، ج ۱) تین کو نافذ کردیا۔

(۲۹) حدثنا سعید المقبری قال جآء رجلٌ الٰی عبداللّٰه بن عمرؓ وانا عنده فقال یا ابا عبدالرحمٰنؓ انه طلق امرأته مائة مرة قال بانت منك بثلاث وسبعة وتسعون یحاسبك اللّٰه بها یوم القیامة۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴، ج ۵) ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی تھیں تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تین سے وہ بائنہ ہوگئی اور ستانوے کا اللہ تعالیٰ تجھ سے قیامت کے دن حساب لیں گے۔

(۳۰) عن علقمة عن عبداللّٰهؓ انه سئل عن رجلٍ طلق امرأته مائة قال ثلث تبینها منك وسائرها عدوان۔ (طحاوی ص ۳۷، ج ۲) یعنی تین طلاقوں سے وہ تجھ سے بائنہ ہوگئی۔ پتہ چلا کہ تین اکٹھی واقع ہوجاتی ہیں۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما

(۳۱) عن عطاء بن یسارؒ انه جآء رجلٌ الی عبداللّٰه بن عمرو بن العاصؓ فسأله عن رجلٍ طلق امرأته ثلثًا قبل ان یمسها قال عطاء فقلت له طلاق البکر واحدةٌ فقال عبداللّٰهؓ انما انت قاص الواحدة تبینها والثلاث تحرمها حتّٰی تنکح زوجًا غیرهٗ۔ (طحاوی ص۳۷، ج۲۔ مصنف ابن ابی شیبه ص۲۲، ج۵۔ مصنف عبدالرزاق ص۳۳۴، ج۶۔ موطا امام مالک ص۵۲۱، ج۱) کہ عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس آیا اور اس شخص کے متعلق سوال کیا جس نے صحبت سے قبل عورت کو تین طلاقیں دے دی ہوں۔ عطاءؒ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ غیر مدخولہ پر تو ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ تو نرا قصہ گو اور واعظ ہے۔ پھر فرمایا کہ غیر مدخولہ ایک طلاق سے بائنہ ہوجائے گی۔ اور تین طلاقوں سے ایسے حرام ہوجائے گی کہ جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے حلال نہ ہوگی۔

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(۳۲) عن محمد بن ایاسؒ ان ابن عباسؓ وابا هریرةؓ وعبداللّٰه بن عمرو بن العاصؓ سئلوا عن البکر یطلقها زوجها ثلاثًا فکلهم قالوا لا تحل له حتّٰی تنکح زوجًا غیره۔

(۳۳) ان رجلا من اهل البادیة طلق امرأته ثلثا قبل ان یدخل بها فماذا تریان فقال ابن الزبیرؓ ان هٰذا الامر مابلغ لنا من قول فاذهب الٰی ابن عباس وابی هریرة فسألهما ثم ائتنا فاخبرنا فذهب فسألهما فقال ابن عباسؓ لابی هریرةؓ افته یا اباهریرةؓ فقد جآء تك معضلة فقال

ابوهریرةؓ الواحدة تبینها والثلاث تحرمها حتّٰی تنکح زوجًا غیره۔ (طحاوی ص۳۷، ج۲۔ موطا امام مالک ص۵۲۱، ج۱۔ سنن بیہقی ص۳۳۵، ج۷۔ مصنف عبدالرزاق ص۳۳۴، ج۶)

حدیث ام المومنین حضرت عائشہؓ

(۳۴) حدثنا ابوبکرؒ قال نا عبدة عن یحیٰیؒ بن سعید عن بکیر بن عبداللّٰه الاشج عن رجل من الانصار یقال لهٗ معاویةؓ ان ابن عباسؓ واباهریرةؓ وعائشةؓ قالوا لا تحل لهٗ حتّٰی تنکح زوجًا غیره۔ (مصنف ابن ابی شیبه ص۲۲، ج۵) کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ نے (اس عورت کے بارے میں جس کو تین طلاقیں دی گئی ہوں) فرمایا کہ اب وہ شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرا نکاح نہ کرے۔

حدیث ام المومنین حضرت ام سلمہؓ

(۳۵) حدثنا ابوبکر قال نا عبداللّٰه بن نمیر عن اشعث عن ابی الزبیر عن جابرؓ قال سمعت ام سلمةؓ سئلت عن رجل طلق امرأته ثلاثًا قبل ان یدخل بها فقالت لا تحل له حتّٰی یطأها زوجها۔ (مصنف ابن ابی شیبه ص۲۲، ج۵) یعنی ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو صحبت سے قبل تین طلاقیں دے دی ہوں۔ آپؓ نے جواب دیا کہ اب اس شوہر کے لئے حلال نہیں کہ اس سے وطی کرے۔ پس معلوم ہوا کہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

حدیث حضرت مغیرۃ بن شعبہ

(۳۶) حدثنا ابوبکر قال حدثنا غندرٌ عن شعبة عن طارق عن قیس بن ابی حازمؒ انه سمعه یحدث عن المغیرة بن شعبةؓ انه سئل

عن رجل طلق امرأته مائة فقال ثلث تحرمها عليه وسبعة وتسعون فضل"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳، ج ۵۔ اغاثۃ اللھفان ص ۳۶۹، ج ۱) طارق فرماتے ہیں کہ قیس بن ابی حازم حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی تھیں تو فرمایا تین طلاقوں نے عورت کو شوہر پر حرام کر دیا اور بقیہ ستانوے طلاقیں بے کار ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اکٹھی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

(۳۷) حدثنا ابوبکر الی آخر السند قال سئل عمران بن حصين عن رجل طلق امرأته ثلثًا فی مجلسٍ قال اثم بربه وحرمت عليه امرأته۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۰، ج ۵۔ احکام القرآن للجصاص ص ۳۸۳، ج ۱۔ اغاثۃ اللھفان ص ۳۱۷، ج ۱۔ سنن بیہقی ص ۳۲۳، ج ۷) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں تو فرمایا کہ اس نے گناہ کا کام کیا اور اس کی عورت اس پر حرام ہو گئی ہے۔

حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ

(۳۸) حدثنا سعيد قال حدثنا سفيان عن شقيق سمع انس بن مالك رضی اللہ عنہ يقول فی الرجل يطلق امرأته ثلثًا قبل ان يدخل بها قال هی ثلاث لا تحل له حتٰی تنكح زوجًا غيره وكان عمر رضی اللہ عنہ اذا أُتی به اوجعه۔ (سنن سعید بن منصور ص ۲۶۰، ج ۲۔ طحاوی ص ۳۸، ج ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۴۵، ج ۵) یعنی شقیق فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس شخص کے متعلق جو صحبت سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے فرماتے تھے کہ یہ تین

طلاقیں ہیں۔ اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں، الخ۔

حدیث زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

(۳۹) عبدالرزاق عن ابی سليمان عن الحسن بن صالح عن مطرف عن الحكم ان عليًا رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضی اللہ عنہ وزيد بن ثابت رضی اللہ عنہ قالوا اذا طلق البكر ثلاثًا فجمعها لم تحل لهٗ حتٰی تنكح زوجًا غيرهٗ فان فرقها بانت بالاولٰی ولم تكن الاخريين شيئًا۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۳۶، ج ۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۶۳، ج ۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مرد غیر مدخولہ عورت کو بیک لفظ تین طلاقیں دے تو وہ شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کر لے الخ۔

حدیث حسن بن علی رضی اللہ عنہ

(۴۰) لولا انی ابنت الطلاق لها لراجعتها لكنی سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول ايما رجل طلق امرأته ثلثًا عند كل طهر تطليقةً او عند رأس كل شهر تطليقةً او طلقها ثلاثًا جميعًا لم تحل له حتٰی تنكح زوجًا غيره۔ (دارقطنی ص ۴۳۸، ج ۲۔ سنن بیہقی ص ۳۳۶، ج ۷۔ اغاثہ ص ۱۴۹، ج ۱) اس کی سند کے بارے میں ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اسنادہٗ صحیح" یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں نے اس کو طلاق بائنہ نہ دی ہوتی تو رجوع کر لیتا، لیکن میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیوے، ہر طہر میں ایک یا ہر ماہ میں ایک یا تینوں اکٹھی دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کر لے۔

حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ

(۴۱) لو ان الناس طلقوا نسآءھم کما امروا لما فارق الرجل امرأته وله اليها حاجة ان احدكم يذهب فيطلق امرأته ثلثا ثم يقعد ثم يعصر عينيه مهلا مهلاً بارك الله عليكم فيكم كتاب الله وسنة رسوله فماذا بعد كتاب الله وسنة رسوله الا الضلال ورب الكعبة۔ (احسن الفتاویٰ ص۳۲۱، ج۵) کہ لوگ اگر اپنی بیویوں کو ویسے طلاق دیتے جیسے مامور ہیں تو کوئی بھی اپنی بیوی سے حاجت کے ہوتے ہوئے جدا نہ ہوتا۔ تم میں سے ایک جاکر بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیتا ہے، پھر گھر بیٹھ کر روتا ہے۔ ٹھہر ٹھہر کر طلاق دو، اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے۔ تمہارے اندر قرآن و حدیث ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ ان کے بعد تو رب کعبہ کی قسم! سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوا۔

حدیث عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

(۴۲) تاریخ خمیس میں ہے کہ شہادت سے قبل غزوۂ موتہ میں انہوں نے فرمایا تھا کہ اے نفس! اب تجھے اترنا ہوگا۔ خوشی سے اترے یا ناگواری سے۔ اب تجھے کس چیز کا اشتیاق باقی ہے۔ اگر بیوی کا ہے تو اسے تین طلاق، غلاموں کا ہے تو سب آزاد الخ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں ایک اور تین طلاق میں فرق تھا۔ اس لئے کہ اگر ان کے ہاں اس میں فرق نہ ہوتا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ یہ عبارت نہ بولتے۔ کیونکہ وہ غلاموں اور بیوی سب کو بالکلیہ اپنے سے آزاد کرنا چاہتے تھے تو بیوی کو تین طلاق کہا۔ ان کو معلوم تھا کہ بیوی کی بالکلیہ آزادی تین طلاق سے ہی ہوگی۔ جیسا کہ غلاموں کی بالکلیہ آزادی ایک مرتبہ "آزاد ہے" کہنے سے ہوجاتی ہے۔ اگر میں بیوی کو ایک ہی طلاق دوں گا تو میرا مقصد

مجھے حاصل نہ ہوگا۔ یعنی بیوی کی مکمل آزادی۔

لہٰذا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے ہاں ایک اور تین کا فرق معروف تھا اور تمام صحابہؓ کے نزدیک تین طلاقیں اکٹھی دینے سے تینوں واقع ہوجاتی تھیں۔ ان تمام مرفوع احادیث مبارکہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں، جب کہ غیر مقلدین ایک روایت بھی صحیح صریح اس بات کی نہیں دکھا سکتے کہ خیر القرون میں تین طلاقوں کو ایک مجلس میں ہونے کی وجہ سے ایک ہی شمار کیا گیا ہو۔

حدیث حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ

(۴۳) حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث حدثنا ابوبکر نا علی بن مسهر عن اسماعيل عن الشعبي عن ابن مغفل في رجل طلق امرأته قبل ان يدخل بها قال لا تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳، ج ۵) کہ تین طلاقیں ہوجاتی ہیں۔

آثارِ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ

(۴۴) حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ کی حدیث حدثنا ابوبکر قال حدثنا وكيعٌ عن اسماعيل عن الشعبي عن شريح قال رجل اني طلقتها مائة قال بانت منك بثلاث وسائرهن اسراف ومعصية۔ ایک مرد نے پوچھا کہ میں نے بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا کہ تین سے وہ تجھ سے بائنہ ہوگئی ہے اور باقی سب اسراف اور گناہ ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴، ج ۵)

(۴۵) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی حدیث حدثنا ابوبکر قال حدثنا جرير عن مغيرة عن ابراهيم في الرجل يتزوج المرأة فيطلقها ثلثاً قبل ان يدخل بها قال ان كان قال طالق ثلثاً كلمة واحدة لم تحل له

حتی تنکح زوجًا غیرہ واذا طلقها طلاقًا متصلا فهو کذلك۔ حضرت مغیرہ رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے اور صحبت سے قبل تین طلاقیں دے دے تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایک جملہ میں تین طلاقیں دی ہیں تو عورت اس کے لئے اب حلال نہیں ہے۔ یہاں تک کہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلے الخ۔ اس سے بھی صراحتًا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں نافذ ہوجاتی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳، ج ۵)

(۴۶) حدیث حدثنا ابوبکر قال حدثت عن جریر یعنی عن مغیرۃ عن حماد عن ابراهیم قال اذا خیرها ثلاثا فاختارت مرۃً فهی ثلاث۔ فرمایا جب عورت کو تین طلاقوں کا اختیار دیا گیا تو پھر اس نے ایک ہی مرتبہ تینوں کو اختیار کرلیا تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۶۵، ج ۵)

(۴۷) حضرت مکحول رحمہ اللہ کی حدیث حدثنا ابوبکر قال حدثنا حاتم بن وردان عن مکحول فیمن طلق امرأته قبل ان یدخل بها انها لا تحل له حتی تنکح زوجًا غیرہ۔ مکحولؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کو صحبت سے قبل طلاق دے دے تو وہ جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۴، ج ۵)

(۴۸) حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی حدیث عن معمر عن قتادۃ فی رجل قال لامرأته اعتدی اعتدی۔ اعتدی هی ثلاثٌ۔ یعنی جب شوہر نے بیوی کو اعتدی، اعتدی، اعتدی تین مرتبہ کہا تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۶۴، ج ۶)

(۴۹) حضرت امام شعبی رحمہ اللہ کی حدیث عبدالرزاق عن معمر عن عطاء ابن السائب عن الشعبی قال فی الرجل یطلق البکر ثلاثا جمیعًا ولم یدخل قال لا تحل له حتی تنکح زوجًا غیرہ الخ۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۳۶، ج ۶)

(۵۰) حضرت امام زہری رحمہ اللہ کی حدیث وکان عمرؓ وابوهریرۃؓ وابن عباسؓ وابن شهاب زهری وغیرهم یقولون من طلق امرأته قبل الدخول بها ثلاثا لم تحل له حتی تنکح زوجًا غیرہ۔ یہ سب حضرات طلاق ثلاثہ کے وقوع کے قائل تھے کہ اگر غیر مدخولہ کو صحبت سے پہلے اکٹھی تین طلاقیں دیں تو واقع ہوجائیں گی۔ (کشف الغمہ للشعرانی ص ۱۰۱، ج ۱)

(۵۱) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی حدیث حدثنا سعید حدثنا حزم ابن ابی حزم قال سمعت الحسن وسأله رجلٌ فقال یا ابا سعید رجل طلق امرأته البارحة طلاقًا ثلاثًا وهو شارب فقال یجلد ثمانین وبرئت منه۔ حضرت حسن بصری سے پوچھا گیا کہ ایک مرد نے گزشتہ رات اپنی بیوی کو نشہ کی حالت میں تین طلاقیں دیں۔ آپ نے فرمایا اس کو اسی کوڑے مارو اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۲۴، ج ۵)

(۵۲) حضرت مصعب بن سعید ابی ملک اور عبداللہ بن شداد رحمہم اللہ کی حدیث حدثنا ابوبکر قال نا وکیعٌ عن سفیان عن منصور عن ابراهیم وعن جابر عن عامر وعن عمران بن مسلم عن ابن عفان عن مصعب بن سعید وابی ملك وعبداللہ بن شداد قالوا اذا طلق الرجل امرأته ثلاثًا وهی حامل لم تحل له حتی تنکح زوجًا غیرہ۔ یعنی جب کوئی حاملہ کو تین طلاق دے دے تو پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے خاوند سے وہ نکاح نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۴۳، ج ۵)

(۵۳) حضرت عطاء ابن ابی رباح کا اثر: عبدالرزاق عن ابن جریج قال

قلت لعطاء البتة قال يدين فان اراد ثلثاً فثلثٌ وان اراد واحدةً فواحدةٌ۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے پوچھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ البتہ سے طلاق دے دے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ اگر وہ تین طلاقوں کا ارادہ کرے گا تو تین ہوں گی۔ اگر ایک کا ارادہ کرے گا تو ایک ہی واقع ہوگی۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۵۵ ج ۶)

(۵۴) حضرت امام جعفر صادقؒ کی حدیث عن ابان ابن تغلب قال سألت جعفر بن محمد عن رجل طلق امرأته ثلاثا فقال بانت منه ولا تحل له حتٰی تنكح زوجًا غيره فقال أفتی الناس بهذا قال نعم۔ حضرت ابان ابن تغلبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام جعفرؒ صادق سے سوال کیا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو کیا وہ عورت اس کے لئے حلال ہوگی؟ تو فرمایا کہ وہ اس سے بائنہ ہوگی۔ اب وہ اس کے لئے حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ میں نے کہا کہ میں لوگوں کو اس کا فتوٰی دوں؟ تو فرمایا کہ ہاں دو۔ یعنی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ (سنن دارقطنی ص ۴۴۳ ج ۲)

(۵۵) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی حدیث' قال عمر بن عبدالعزيز لو كان الطلاق الفاً ما ابقت البتة منه شيئًا من قال البتة فقد رمى الغاية القصوٰی۔ (موطا امام مالک ص ۵۱۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۹۰ ج ۳۔ اعلاء السنن ص ۵۳۲ ج ۱۱) فرمایا کہ اگر مرد کو شریعت کی طرف سے ایک ہزار طلاق دینے کا اختیار ہوتا اور کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق بتہ دیتا تو ایک بھی طلاق باقی نہ رہتی' ہزار ہی واقع ہو جاتیں۔

(۵۶) حضرت امام محمد بن سیرینؒ کی حدیث اخبرنا سعید قال ناهشيم قال ابو عون عن ابن سيرين انه كان لا يرى بأسًا ان يطلق ثلاثاً۔ کہ حضرت محمد ابن سیرین رحمہ اللہ تین طلاقیں دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (سنن سعید

بن منصور ص ۲۶۰ ج ۳)

(۵۷) مروان بن الحکم رحمہ اللہ کی حدیث مالك عن ابن شهاب ان مروان ابن الحكم كان يقضى فى الذى يطلق امرأته البتة انها ثلاث تطليقات۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق البتہ دیتا تو مروان اس کو تین قرار دیتے تھے۔

(۵۸) حضرت سلیمان اعمش کوفی رحمہ اللہ کی حدیث عن الاعمش انه كان بالكوفة شيخ يقول سمعت على ابن ابى طالب رضى الله عنه يقول اذا طلق الرجل امرأته ثلثًا فى مجلس واحد فانه يرد الى واحدةٍ والناس عنقا واحدا اذ ذاك يأتونه ويسمعون منه قال فأتيته فقرعت عليه الباب فخرج الى الشيخ فقلت له كيف سمعت على ابن ابى طالب رضى الله عنه يقول فيمن طلق امرأته ثلاثًا فى مجلس واحد فانه يرد الى واحدة قال فقلت له الحديث۔ (بیہقی ص ۳۳۹ ج ۷) اعمش فرماتے ہیں کہ کوفہ کے ایک شیخ کہتے تھے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ جو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے ایک کی طرف رد ہوگی۔ حدیث نمبر ۲۱ میں اس کی تفصیل گزر گئی ہے۔ اس واقعہ سے سلیمان اعمش "کا مذہب بھی معلوم ہوگیا۔

حضرت مسروق رحمہ اللہ کی حدیث حدثنا سعيد عن شعبى عن مسروق فيمن طلق امرأته ثلثاً ولم يدخل بها قال لا تحل حتٰی تنكح زوجًا غيره۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۴ ج ۵ کذا عن سعید بن جبیر فی مصنف عبدالرزاق ص ۳۳۴ ج ۶۔ رقم الحدیث نمبر ۱۱۰۷۵ و سنن سعید بن منصور" ص ۲۶۳ ج ۳ رقم الحدیث ص ۱۰۸۷ و طحاوی ص ۳۷ ج ۲)

سعید بن جبیرؒ' سعید بن المسیبؒ اور حمید بن عبدالرحمنؒ کی حدیث حدثنا ابوبكر قال ناعبدالاعلى عن سعيد عن قتادةؒ عن سعيد بن المسيب

وسعید ابن جبیر و حمید بن عبدالرحمٰن قالوا لا تحل له حتٰی تنکح زوجًا غیرہ الخ۔ (سنن سعید بن منصور ص ۲۶۲، ج ۳)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی حدیث وروٰی محمد بن الحسن فی الاٰثار بسندہٖ عن ابراھیم النخعی رحمہ اللّٰہ فی الذی یطلق واحدۃ وھو ینوی ثلثًا او یطلق ثلاثًا وھو ینوی واحدۃ قال ان تکلم بواحدۃ فھی واحدۃ ولیست نیتہٗ بشیءٍ و ان تکلم بثلاثٍ کانت ثلاثًا ولیست نیتہ بشیءٍ قال محمد رحمہ اللّٰہ بھٰذا کلہ ناٰخذ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ۔ (اعلاء السنن ص ۵۲۲، ج ۱۱) یعنی ابراہیم نخعیؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی آدمی ایک طلاق دے کر تین کی نیت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ اگر ایک طلاق کا تلفظ کیا تو ایک ہی ہوگی۔ تین کی نیت اس میں کرلینا غیر معتبر ہے۔ اور اسی طرح اگر تین طلاقیں زبان سے دیں تو وہ تین ہی واقع ہوں گی۔ ان میں ایک کی نیت کرلینا بے کار ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں ہم لیتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

پس ان تمام احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ نیز چاروں ائمہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ کما یاتی۔

اجماعِ ائمۂ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) احکام القرآن میں ہے کہ فالکتاب والسنۃ و اجماع السلف الصالحین توجب ایقاع الثلاث معًا وان کان معصیۃ۔ (احکام القرآن للجصاص ص ۳۸۸، ج ۱) یعنی قرآن و سنت اور اجماع سلف کا یہی فیصلہ ہے کہ یک بارگی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ اگرچہ ایسا کرنا معصیت ہے۔

(۲) تفسیر مظہری میں ہے کہ لکنھم اجمعوا علی انہ من قال لامراٰتہ

انت طالق ثلثًا یقع ثلثًا بالاجماع۔ (تفسیر مظہری ص ۳۰۰، ج ۱) یعنی جمہور علماء قائل ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں مجتمعًا دے گا تو بالاجماع تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

(۳) عینی شرح بخاری میں ہے کہ: ومذھب جماھیر العلماء من التابعین ومن بعدھم منھم الاوزاعیؒ والنخعیؒ والثوریؒ وابو حنیفۃ واصحابہ ومالکؒ واصحابہ والشافعیؒ واصحابہ واسحاقؒ وابو ثورؒ وابو عبیدؒ وآخرون کثیرون علی ان من طلق امراٰتہ ثلثًا وقعن ولکنہ یاثم وقالوا من خالف فیہ فھو شاذ مخالف لاھل السنۃ انما تعلق بہ اھل البدعۃ ومن لا یلتفت الیہ لشذوذہ عن الجماعۃ۔ (عینی ص ۵۳۷، ج ۹) یعنی جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد کے علماء و فقہاء و محدثین اور امام اوزاعیؒ، امام نخعیؒ، امام ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب و امام مالکؒ اور ان کے اصحاب، امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب، امام اسحٰقؒ، امام ابو ثورؒ، امام ابو عبیدؒ اور دیگر فقہاء قائل ہیں کہ "جو کوئی اپنی عورت کو تین طلاقیں دے گا وہ پڑ جائیں گی، لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا اور ان حضرات نے کہا ہے کہ جو اس کی مخالفت کرے وہ اہل سنت کا مخالف ہے اور اہل بدعت میں داخل ہے۔ اس قول کو اہل بدعت نے اور ایسے لوگوں نے اختیار کیا ہے جن کا جماعت سے الگ ہونے کی وجہ سے کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۴) مرقاۃ المفاتیح میں ہے کہ وذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع ثلٰث۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ المصابیح ص ۲۹۴، ج ۶) یعنی جمہور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ مسلمین قائل ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

(۵) زجاجۃ المصابیح میں ہے کہ ومذھب جماھیر العلماء من التابعین ومن بعدھم منھم الاوزاعی والنخعی والثوری وابو حنیفۃ

واصحابه ومالك واصحابه والشافعى واصحابه واحمد واصحابه
واسحاق وابو ثور وابو عبيد رحمهم الله وآخرون كثيرون على ان
من طلق امراته ثلثاً وقعن ولكنهٗ يأثم وقالوا من خالف فيه فهو شاذ
مخالف لاهل السنة والجماعة۔ (زجاجة المصابیح ص۴۶۹-۴۷۹، ج۲)
اس کا مطلب تقریباً وہی ہے جو نمبر تین پر گزرا ہے۔

(۶) بخاری شریف میں ہے کہ : قال اهل العلم اذا طلق ثلاثا فقد
حرمت عليه فسموه حرامًا بالطلاق والفراق وليس هٰذا كالذى
يحرم الطعام لانه لا يقال لطعام الحل حرامٌ ويقال للمطلقة حرام
وقال فى الطلاق الثلاث لا تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره۔ (بخاری
شریف ص۷۹۲، ج۲)

(۷) نووی علی مسلم میں ہے کہ : وقد اختلف العلماء فيمن قال
لامراته انت طالق ثلثًا فقال الشافعیؒ ومالكؒ و ابوحنيفةؒ واحمدؒ
وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث۔ (نووی
ص۴۷۸، ج۱) جو شخص اپنی بیوی کو کہے "انت طالق ثلاثا"۔ اس کے حکم میں علماء
نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ اور جمہور علماء
سلفًا و خلفًا فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں ہو جاتی ہیں۔

(۸) زاد المعاد میں ہے کہ وهذا (اى وقوع الثلٰث بكلمة واحدة) قول
الائمة الاربعة وجمهور التابعين وكثير من الصحابة رضوان الله
عليهم اجمعين۔ (زاد المعاد ص۲۵۵، ج۲) یعنی ایک مجلس کی تین طلاقوں کا وقوع
ائمہ اربعہؒ اور جمہور تابعینؒ اور بے شمار صحابہؓ کا قول ہے۔

(۹) بذل المجہود میں ہے کہ : وايضا وقع فى الحديث ان عمر بن
الخطاب رضى الله عنه امضاهن وهذا بمحضر من الصحابةؓ فى

زمن توفرهم ولم ينكر عليه احد فاولًا لا يظن بعمر بن الخطابؓ ان
يخالف رسول الله ﷺ فى الامر الصريح الشائع ثم لا يظن
بالصحابة ان لا ينكروا عليه فيما يخالف فيه رسول الله ﷺ فصار
الاجماع علىٰ ذٰلك ولا يمكن اجماعهم على باطل فالحق
الصريح انه اذا طلق الرجل امراتهٗ ثلٰثا مجموعًا او مفرقًا يكون ثلثًا
لا واحدًا وهو الذى ادين الله به۔ (بذل المجہود ص۷۲، ج۳) اور حدیث میں
ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو نافذ کیا تھا اور یہ صحابہ کی بڑی جماعت کی
موجودگی میں ہوا تھا۔ اور حضرت عمرؓ پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ پس پہلے تو حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک امر صریح شائع میں
حضور اقدس ﷺ کی مخالفت کرتے۔ پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ ممکن نہ تھا کہ
وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر انکار نہ
کرتے۔ پس "صریح حق" یہ ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے اکٹھی
یا جدا جدا تو تین ہوں گی، نہ کہ ایک۔

(۱۰) اعلاء السنن میں ہے کہ والحاصل ان وقوع الثلاث مجموعة
موضع اتفاق بين جميع من يعتد بقولهم كما قاله ابن التين ولم
ينقل الخلاف الا عن غالط او عمن لا يعتد بخلافه۔ (اعلاء السنن
ص۵۲۳، ج۱۱) کہ اکٹھی تین طلاقوں کا وقوع سب معتبر علماء میں موضع اتفاق ہے۔

(۱۱) اعلاء السنن میں ہے کہ : قال الخطابى القول بعدم وقوع
الطلاق البدعى قول الخوارج والروافض وقال ابن عبدالبر لا
يخالف فى ذٰلك الا اهل البدع والضلال۔ اس کے تھوڑا آگے فرمایا :
فوصل الى نتيجة ان وقوع الثلاث مجموعة على المدخول بها
مسئلة اجماعية كتحريم المتعة على حدٍ سواء۔ (اعلاء السنن

ص۵۲۷، ج۱۱) یعنی خطابی اور ابن عبدالبر کے نزدیک تین طلاقوں کے واقع نہ ہونے کا قول صرف بدعتی اور گمراہ، خارجی اور شیعہ لوگ ہی کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مدخولہ عورت پر تین طلاقیں واقع ہونے کا مسئلہ اجماعی ہے۔ جیسے متعہ حرام ہے برابر درجے میں۔

(۱۲) اعلاء السنن میں ہے کہ : واما قولهم فی ایقاع الثلاث مجموعة علی المدخول بها فکقول الجمهور علی حدٍ سواءٍ وقال بعد ذٰلك ففی الروض النفیر ص۱۳۷ ج۴ ان وقوع الثلاث بلفظ واحد هو مذهب جمهور اهل البیت الٰی ان قال فلا یصح نسبة الافتاء بعدم الوقوع الیهم بعد هٰذا البیان الصریح۔ (اعلاء السنن ص۵۲۹، ج۱۱) کہ ایک لفظ سے تین طلاقوں کا وقوع جمہور اہل بیت کا بھی مذہب ہے۔ پس ان کی طرف یہ منسوب کرنا کہ وہ ان کے عدم وقوع کا فتویٰ دیتے تھے، اس صریح بیان کے بعد جائز نہیں۔

(۱۳) المغنی میں ہے کہ : قال ابن قدامةؒ وان طلق ثلٰثًا بکلمة واحدة وقع الثلاث وحرمت علیه حتٰی تنکح زوجًا غیره ولا فرق بین قبل الدخول وبعد روی ذٰلك عن ابن عباسؓ وابی هریرةؓ وابن عمرؓ وابن مسعودؓ وانسؓ وهو قول اکثر اهل العلم من التابعین والائمة بعدهم۔ (المغنی لابن قدامه ص۱۰۴، ج۷) ان سب حضرات کے نزدیک دخول سے قبل یا بعد میں ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دینے سے تین واقع ہو جاتی ہیں۔

(۱۴) فتح القدیر میں ہے کہ : وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمین الٰی انه یقع ثلٰث۔ (فتح القدیر ص۳۳۰، ج۳)

(۱۵) بحرالرائق میں ہے کہ : ولا حاجة الی الاشتغال بالادلة علی رد

قول من انکر وقوع الثلٰث جملةً لانهٗ مخالف للاجماع کما حکاه فی المعراج ولذا قالوا لو حکم حاکم بان الثلاث بفم واحدة واحدة لم ینفذ حکمه لانه خلاف لا اختلاف۔ (بحرالرائق ص۲۵۷، ج۳) یعنی جو شخص تین طلاقوں کے وقوع کا قائل نہیں اس کے قول کو رد کرنے کے لئے دلائل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اس کا یہ قول اجماع کے خلاف ہے۔ جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم فیصلہ کرے کہ ایک مرتبہ کی دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہیں تو اس کا یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ خلاف ہے (جو مذموم ہے) اختلاف نہیں (جو کہ رحمت ہے)

(۱۶) بدایة المجتہد میں ہے کہ : جمهور فقهاء الامصار علی ان الطلاق بلفظ الثلٰث حکمه حکم الطلقة الثالثة۔ (بدایة المجتهد لابن رشد ص۶۱، ج۳)

(۱۷) فتاویٰ خیریہ میں ہے کہ : نعم یقعن ای الثلاث بقول عامة العلماء المشهورین من فقهاء الامصار ولا عبرة بمن خالفهم فی ذٰلك او حکم بقول مخالف والرد علی المخالف القائل بعدم وقوع شیءٍ او وقوع واحدة فقط مشهور۔ (فتاویٰ خیریہ ص۴۳، ج۱) کہ نہ ماننے والوں کا جواب مشہور ہے جو اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع کے قائل نہیں ہیں۔

(۱۸) شامی میں ہے کہ : قال فی فتح القدیر بعد سوق الاحادیث الدالة علیه الی ان قال وقد اثبتنا النقل عن اکثرهم صریحًا بایقاع الثلاث ولم یظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال۔ (فتح القدیر ص۳۳۰، ج۳) یعنی تین کے وقوع کی مخالفت کرنا سوائے گمراہی کے کچھ نہیں۔

(۱۹) شرح وقایہ میں ہے کہ : وعندنا الثلٰث دفعة سنی الوقوع ای وقوعها مذهب اهل السنة۔ (شرح وقایہ ص۷۰، ج۲)

(۲۰) کفایة المفتی میں ہے کہ : وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلٰث۔ (کفایت المفتی ص۳۲۹، ج۶)

(۲۱) وقال الکاسانی : واما حکم الطلاق البدعة فهو انه واقع عند عامة العلماء وقد ذكر منها الثلاث بلفظ واحد۔ (بدائع الصنائع ص۹۶، ج۳)

(۲۲) قال القرطبی : "قال علماء نا واتفق ائمة الفتوى على لزوم ايقاع الطلاق الثلاث بكلمة واحدة وهو قول جمهور السلف۔" (تفسیر قرطبی ص۱۲۹، ج۳) یعنی اس پر ائمہ فتویٰ کا اتفاق ہے کہ ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

(۲۳) قال المرداوی : وان طلقها ثلاثا مجموعة قبل رجعة مرة واحدة طلقت ثلاثا وان لم ينوها على الصحيح من المذهب نص عليه مرارًا وعليه الاصحاب بل الائمة الاربعة واصحابهم فى الجملة۔ (الانصاف ص۴۵۳، ج۸) یعنی اکٹھی تین طلاقیں دیں تو اگرچہ نیت نہ بھی ہو صحیح مذہب یہی ہے کہ تین واقع ہو جائیں گی۔ اسی پر ائمہ اربعہ ہیں۔

(۲۴) وقال شیخ الاسلام : "فى اثناء الكلام على بيان المذاهب فى ذالك الثانى انه طلاق محرم لازم وهو قول مالك وابى حنيفة واحمدؒ فى الرواية المتاخرة عنه واختارهم اكثر اصحابه وهذا القول منقول عن كثير من السلف من الصحابة والتابعين۔" (مجموع الفتاویٰ ص۳۳، ج۸) ان سب حضرات کے ہاں یہ طلاق محرم اور لازم ہے۔

(۲۵) اضواء البیان میں ہے کہ : وقال الشيخ محمد امين الشنقيطى وعلى هذا القول اى اعتبارها ثلاثًا جل الصحابة واكثر العلماء

منهم الائمة الاربعة وقد استدل لهٰذا المذهب بالكتٰب والسنة والاجماع والآثار والقياس۔ (اضواء البیان ص۱۷۶، ج۱)

(۲۶) قال ابن رجب حنبلیؒ : اعلم انهٗ لم يثبت عن احد من الصحابة ولا من التابعين ولا من ائمة السلف المعتد بقولهم فى الفتاوٰى فى الحلال والحرام شىءٌ صريح فى ان الطلاق الثلٰث بعد الدخول يحسب واحدة اذا سيق بلفظ واحد۔ (احسن الفتاویٰ ص۳۶۶، ج۵)

(۲۷) المغنی میں ہے کہ : ان الرجل اذا قال لامرأته انت طالق ثلثًا فهى ثلٰث وان نوٰى واحدة لا نعلم فيه خلافًا لان اللفظ صريح فى الثلاث والنية لا تعارض الصريح لانها اضعف من اللفظ ولذلك لا تعمل بمجردها والصريح قوى يعمل بمجرده من غير نية فلا يعارض القوى بالضعيف كما لا يعارض النص بالقياس ولان النية انما تعمل فى صرف اللفظ الى بعض محتملاته والثلاث نص فيها لا يحتمل الواحدة بحال فاذا نوى واحدة فقد نوٰى ما لا يحتملهٗ فلا يصح كما لو قال له علىَّ ثلاثة دراهم وقال اردت واحدة۔ (المغنی ص۲۳۶، ج۷)

(۲۸) تکملہ فتح الملہم میں ہے کہ : مذهب الائمة الاربعة وجماهير العلماء من السلف والخلف وهو انهٗ يقع به الثلاث جميعًا وتصير المرأة بها مغلظة لا تحل لزوجها الاول حتّٰى تنكح زوجًا غيره وهو مروى عن ابن عباس و ابى هريرة و ابن عمر و عبدالله بن عمرو وابن مسعود وانس وهو قول اكثر اهل العلم من التابعين والائمة بعدهم كما فى المغنى ص۱۰۴، ج۷۔ وهو مروى عن عمر و عثمان وعلى والحسن بن على و عبادة بن الصامت

رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (تکملہ ص ۱۵۳، ج ۱) یعنی چاروں ائمہ، جمہور علماء سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کہ ایک لفظ سے ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں نہ کہ ایک، اور عورت حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہوجاتی ہے الخ۔

(۲۹) (وقال نقلاً عن العرف الشذی ص۴۶ : قول العالم الجليل الشيخ انور شاه كاشميری نور الله مرقده)۔ "ان هولاء فقهاء الصحابة امثال عمر و علی و عثمان و ابن مسعود و ابن عمرو عبد الله بن عمرو و عبادة بن الصامت و ابی هريرة و ابن عباس و ابن الزبير و عاصم بن عمر و عائشة رضوان الله عليهم اجمعين كلهم مطبقون علی وقوع الثلاث ولو نطق بها الرجل فی مجلس واحد و كفی بهم حجةً واستناداً۔ (تکملہ فتح الملهم ص ۱۵۸، ج ۱)

(۳۰) تبیان الفرقان میں ہے کہ : ثم انهم اجمعوا علی انهٗ من قال لامرأته انت طالق ثلاثا يقع ثلاثًا بالاجماع وحكی ابن عبدالبر الاجماع قائلاً ان خلافهٗ لا يلتفت اليه۔ (تبیان الفرقان ص ۹۱، ج ۱) یعنی اس پر اجماع ہے کہ جس آدمی نے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں تو بالاجماع تین ہی واقع ہوں گی اور اس کے خلاف کہنے والے کی طرف التفات نہ کیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ "کتاب الام" ص ۲۴۷، ج ۵ میں فرماتے ہیں : ولو رای امراٴة من نسائه مطلعة فقال انت طالق ثلاثا وقال لواحدة منهن هی هذه وقع عليها الطلاق (اعلاء السنن ص ۵۲۲، ج ۱۱)

سعودی علماء کرام کی سپریم کونسل کا فیصلہ

حکومت سعودیہ نے اپنے ایک شاہی فرمان کے ذریعے حرمین شریفین اور ملک کے دوسرے نامور ترین علماء کرام پر مشتمل ایک تحقیقاتی مجلس قائم کر رکھی ہے۔ جس کا فیصلہ تمام ملکی عدالتوں میں نافذ ہے، بلکہ خود بادشاہ بھی اس کا پابند ہے۔ اس مجلس میں "طلاق ثلاثہ" کا مسئلہ پیش ہوا۔ مجلس نے اس مسئلہ سے متعلق قرآن و حدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر و حدیث کی سینتالیس (۴۷) کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کے بعد صاف اور واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ "ایک مجلس میں ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں۔" یہ بحث ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ میں ہوئی تھی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس مجلس میں یہ اکابر علماء موجود تھے جن کے نام یہ ہیں :

۱۔ الشیخ عبدالعزیز بن باز
۲۔ الشیخ عبداللہ بن حمید
۳۔ الشیخ محمد الامین الشنقیطی
۴۔ الشیخ سلیمان بن عبید
۵۔ الشیخ عبداللہ خیاط
۶۔ الشیخ محمد الحرکان
۷۔ الشیخ ابراہیم بن محمد آل الشیخ
۸۔ الشیخ عبدالرزاق عفیفی
۹۔ الشیخ عبدالعزیز بن صالح
۱۰۔ الشیخ صالح بن غصون
۱۱۔ الشیخ محمد بن جبیر
۱۲۔ الشیخ عبدالمجید حسن
۱۳۔ الشیخ راشد بن خنین
۱۴۔ الشیخ صالح بن الحیدان
۱۵۔ الشیخ محضار عقیل
۱۶۔ الشیخ عبداللہ بن غدیان
۱۷۔ الشیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع و دیگر علماء کرام اس میں شریک تھے۔

ان حضرات نے قرآن و حدیث اور اجماع امت کی روشنی میں اپنے اکثریتی فیصلے

میں یہی قرار دیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

قرآن کریم کی تین آیات، تقریباً ساٹھ احادیث مرفوعہ و موقوفہ اور اتفاق جمہور اور سلف صالحین کی تیس تصریحات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مدخول بہا پر ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ سلف صالحین میں کوئی بھی قابل اقتداء ایسی شخصیت نہیں ہے جو اس کے خلاف کی قائل ہو۔ چنانچہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: اعلم انه لم یثبت عن احد من الصحابة ولا من التابعین ولا من ائمة السلف المعتد بقولهم فی الفتاوٰی فی الحلال والحرام شیٔ صریح فی ان الطلاق الثلاث بعد الدخول یحسب واحدة اذا سبق بلفظ واحدٍ ذکره ابن عبدالهادی عن ابن رجب رحمه اللّٰه۔ (رسالہ "الطلاق الثلاث" ص۳۶۶)

گزشتہ صفحات میں جو دلائل و احادیث ذکر کی گئی ہیں ان کی روشنی میں ہم یہاں پر ان حضرات کی مختصر فہرست ذکر کرنا چاہتے ہیں جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے قائل ہیں۔

حق جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، حضرت مکحول رحمہ اللہ، حضرت قتادہ رحمہ اللہ، حضرت امام شعبی رحمہ اللہ، امام زہری رحمہ اللہ، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ، حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ، حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ، حضرت حمید بن

عبدالرحمن رحمہ اللہ، حضرت مصعب بن سعید رحمہ اللہ، حضرت ابو مالک اور حضرت عبداللہ بن شداد رحمہما اللہ، حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ، حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، حضرت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ، حضرت مروان بن الحکم رحمہ اللہ، حضرت سلیمان بن اعمش کوفی رحمہ اللہ اور حضرت مسروق رحمہ اللہ، امام ابو حنیفہ، امام قاضی ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، حضرت امام اوزاعی و سفیان ثوری و اسحاق و نووی و بخاری رحمہم اللہ و دیگر علماء و فقہائے امت۔

اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ اور جمہور کا اتفاق نقل کرنیوالے حضرات کے اسمائے گرامی

امام بخاری رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ، علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ، امام قرطبی رحمہ اللہ، شیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ، شیخ ابوبکر رازی المعروف بالجصاص رحمہ اللہ، مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فی اعلاء السنن، قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ، شیخ عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ فی کتابہ المغنی سید عبداللہ بن مظفر حسین حیدر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ ابن رشد و علامہ محمد امین المعروف بابن عابدین و شیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید المعروف بابن ہمام الحنفی رحمہ اللہ، شیخ محمود بن صدر الشریعہ و عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ و شیخ محمد امین الشنقیطی رحمہم اللہ و مفتی تقی عثمانی صاحب مصنف تکملہ فتح الملہم، علامہ حبیب الرحمن

الاعظمی و دیگر فقہائے امت۔

حضرات علماء کرام نے ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے نفاذ والے مسئلے کو ان مسائل اجماعیہ میں شامل کیا ہے۔ جس کے خلاف قضاء قاضی بھی نافذ نہیں ہے' بلکہ قاضی کا اس کے خلاف کیا ہوا فیصلہ ایسے ہی ناقابل قبول ہوگا جیسے صریح قرآن وسنت یا اجماع امت کے خلاف قاضی کا فیصلہ مردود قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بحرالرائق میں ہے: "ولا حاجة الى الاشتغال بالادلة علی رد قول من انکر وقوع الثلاث جملة لانه مخالف للاجماع کما حکاه فی المعراج ولذا قالوا لو حکم حاکم بان الثلاث بفم واحدة واحدة لم ینفذ حکمه لانهٗ خلاف لا اختلاف۔" (بحرالرائق ص ۲۵۷' ج ۳) کہ اگر قاضی یا حاکم اس اجماع کے خلاف فیصلہ کردے تو وہ نافذ نہیں ہوگا کیونکہ یہ خلاف ہے نہ کہ اختلاف۔

تفصیل بالا کے مطابق کسی اہل فہم واہل دیانت کو اس میں شبہ نہیں رہنا چاہئے کہ یہی مسئلہ حق ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

گزشتہ صفحات میں قرآن وسنت آثار صحابہ وتابعین فقہائے کرام وائمہ مجتہدین مفسرین ومحدثین اور اجماع امت کی تصریحات سے اس حقیقت کو واضح کردیا گیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ (نیت تاکید کی صورت زیر بحث نہیں) اس مسئلہ کے اثبات کے لئے دلائل بالا صرف کافی ہی نہیں بلکہ اس سے بھی اوپر ہیں۔ البتہ اندھی تقلید تعصب وعناد اور "میں نہ مانوں" کی رٹ لگانے والوں کا کوئی علاج نہیں'

دلائل کے اس انبار کو آخر کہاں پھینکا جا سکتا ہے اور اس سے اندھاپن کیسے اختیار کیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کے مقابلہ میں ایک بھی صحیح غیر متکلم فیہ روایت موجود نہیں۔ نہ مرفوع نہ موقوف' نہ آثار تابعین اور نہ ہی ائمہ مجتہدین ومفسرین اور محدثین نے اسے قبول کیا ہے۔ اس سے زیادہ شذوذ ونکارت کیا ہو سکتی ہے۔ اس یتیمی اور لاوارثی کی کوئی حد بھی ہے کہ پورے ذخیرۂ احادیث وآثار صحابہ وتابعین میں اس کی کوئی گری پڑی اصل موجود نہیں۔ علامہ ابن رجب فرماتے ہیں کہ

میں ایک عرصہ تک اس کی اصل کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ انتہائی کوشش کے باوجود مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ قال الجوز جانی" هو حدیث شاذ قال ابن رجب وقد عنیت بهذا الحدیث فی قدیم الدهر فلم اجد له اصلا۔ غیر مقلدین کے پاس کوئی صحیح دلیل نہیں۔ مگر وہ اپنی فطرت سے مجبور ہیں۔ کوئی صحیح دلیل نہ ہونے کے باوجود اہل سنت والجماعت کے اول الذکر ذخیرۂ دلائل کو محض اپنے جھوٹے پروپیگنڈے سے باطل کرنا چاہتے ہیں اور شریعت مقدسہ کی رو سے متفقہ حرام کردہ مطلقہ کو حلال کرنے کے درپے ہو رہے ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے تین طلاقیں دینے والے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ مگر غیر مقلدین ایسے شخص کا دل وجان سے استقبال کرکے اسے ہمیشہ کے لئے حرام کاری میں مبتلا کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اشاعت فاحشہ کی مردود سعی سے اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے۔

قرآن وسنت اور اجماع کے دلائل سامنے آجانے کے بعد اگرچہ اس کی حاجت نہ تھی کہ کسی کے قیل وقال کی طرف توجہ کی جائے' مگر مخالفین کے دلائل کا سرسری جائزہ لینا بھی ابطال کے لئے ضروری ہے۔

شبہات کے جوابات

شبہ نمبر۱:

غیر مقلدین نے اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: عن ابن عباس قال کانت الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة الی آخره (صحیح مسلم ص ۴۷۷' ج ۱)

اس روایت کے محدثین نے بہت سے جواب دیئے ہیں' جن میں سے بعض یہ ہیں:

جواب نمبر۱ :

یہ روایت سند اور متن کے اعتبار سے مضطرب ہے۔ کبھی یوں روایت کرتے ہیں کہ عن طاؤس عن ابن عباسؓ اور کبھی یوں روایت کرتے ہیں کہ عن ابی الجوزاء عن ابن عباسؓ۔ اور متن میں کبھی یوں نقل کرتے ہیں کہ : الم تعلم ان الرجل کان اذا طلق امرأته ثلاثًا قبل ان یدخل بها جعلوها واحدة۔ اور کبھی یوں نقل کرتے ہیں کہ الم یکن الطلاق الثلاث علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و ابی بکرؓ وصدر خلافة عمرؓ واحدةً۔ (الطلاق الثلاث ص ۱۴۵)

لہٰذا اس مضطرب روایت کا صحیح احادیث کے مقابلے میں اعتبار نہ ہوگا، خاص طور پر جب کہ وہ خود راوی کے فتوے کے خلاف ہو۔

جواب نمبر۲ :

یہ حدیث منکر ہے، کیوں کہ اس روایت کو صرف طاؤس نے ہی ابن عباس سے نقل کیا ہے اور طاؤس کی مناکیر میں سے یہ روایت بھی ہے : قال القاضی اسماعیل فی کتابه احکام القرآن طاؤس مع فضله وصلاحه یروی اشیاء منکرة منها هذا الحدیث۔ (الطلاق الثلاث ص ۱۴۵۔ "نوٹ": یہ رسالہ ہے جس میں سعودی علماء کرام کی سپریم کونسل کا فیصلہ ہے)۔

جواب نمبر۳ :

یہ حدیث شاذ ہے۔ قال ابن عبد البر شذ طاؤس فی هذا الحدیث (الطلاق الثلاث ص ۱۴۵) وقال ابن رجب و کان علماء اهل مکة ینکرون علی طاؤس ما یتفرد به من شواذ الاقاویل۔ (ایضاً ص ۹۸) یعنی طاؤس کے متفرد شاذ اقوال پر اہل مکہ انکار کرتے تھے۔

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (مشکل الاحادیث الواردة فی ان الطلاق الثلاث واحدة) میں امام احمدؒ، یحییٰ القطانؒ، یحییٰ بن معینؒ، علی بن مدینی وغیرہ سے اس کے شاذ ہونے کے اقوال نقل کئے ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ : کل اصحاب ابن عباس رضی اللّٰه عنه رو واعنه خلاف ماروی طاؤس وقال الجوزجانیؒ هو حدیث شاذ قال ابن رجب وقد عنیت بهذا الحدیث فی قدیم الدهر فلم اجد له اصلاً قال المصنف ومتی اجمع الامة علی اطراح العمل بحدیث وجب اطراحه وترک العمل به وقال ابن المهدی لا یکون امامًا فی العلم من عمل بالشاذ۔ (الطلاق الثلاث ص ۹۷) اور دیگر اہل علم نے بھی اس کو شاذ کہا ہے۔

جواب نمبر۴ :

طاؤسؒ کی یہ روایت وہم اور غلط ہے اور ناقابل التفات ہے۔ چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے : عن ابن عبدالبر انه قال روایة طاؤس وهم "وغلط" لم یعرج علیها احدٌ من فقهاء الامصار بالحجاز والشام والمغرب۔ (ایضاً ص ۹۸) وعن ایوب انه کان یعجب من کثرة خطاء طاؤسؒ۔

جواب نمبر۵ :

یہ حدیث خلاف اجماع ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایات جو تین کے وقوع کی ناطق ہیں وہ اجماع صحابہ اور جمہور امت کے موافق ہیں اور جن میں ایک طلاق کے واقع ہونے کا ذکر ہے۔ وہ روایات احادیث صحیحہ، اجماع صحابہؓ اور جمہور امت کے خلاف ہیں۔ لہٰذا تین طلاقیں واقع ہونے والی روایت معتبر ہوگی، اور ایک والی غیر معتبر۔

جواب نمبر۶ :

یہ حدیث منسوخ ہے : کما قال ابن رجب۔ اس لئے کہ خود حضرت ابن عباسؓ اس کے خلاف فتویٰ دیتے تھے کما مرّ۔ راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا اس روایت کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے اور پھر وہ حدیث حجت نہیں بن سکتی۔ نورالانوار میں ہے : امتناع الراوی عن العمل به مثل العمل بخلافه فیخرج عن الحجیة۔ (ایضاً، ص۹۸) اور اس کے منسوخ ہونے پر اجماع صحابہ بھی دال ہے اور اجماع معصوم ہوتا ہے۔ پس وہی مقدم ہوگا اور اگر ناسخ موجود نہ ہوتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے خلاف کبھی فتویٰ نہ دیتے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اس کو منسوخ کہا ہے اور فرمایا ہے : ویقویه ما اخرجه ابوداؤدؒ من طریق یزید النحوی عن عکرمة عن ابن عباسؓ قال کان الرجل اذا طلق امرأته فهو احق برجعتها وان طلقها ثلاثا فنسخ ذالك (فتح الباری ص۲۸۹، ج۹) لہٰذا یہ منسوخ ہونے کی وجہ سے متروک العمل ہے۔

جواب نمبر۷ :

اس میں تقریر نبی ﷺ ثابت نہیں ہے۔ اگر تقریر ہوتی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے خلاف فتویٰ کبھی نہ دیتے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بھی یہ نقل فرمایا ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ اس میں تقریر ثابت نہیں۔ لہٰذا احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔ حافظ ابن حزمؒ نے محلیٰ میں کہا ہے کہ یہ نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے نہ فعل فلا حجة فیه۔ (محلیٰ ابن حزم ص۱۶۸، ج۱۰)

جواب نمبر۸ :

اس میں ثلاث سے مراد "البتہ" ہے، کیوں کہ اہل مدینہ کے ہاں "البتہ" تین

کے معنی میں مشہور تھا تو اس شہرت کی وجہ سے کسی راوی نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے بتہ کی بجائے "ثلاث" کہہ دیا۔ اس توجیہ سے روایات میں جمع اور تطبیق ہوجائے گی۔ اور بتہ بول کر پہلے ایک مراد لی جاتی تھی، جیسا کہ رکانہؓ نے کیا تھا۔ پھر جب لوگ بتہ بول کر تین ہی کا ارادہ کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین ہی لازم کردیں نہ کوئی نیا حکم دیا اور نہ ہی شرعی حکم کو بدلا۔

جواب نمبر۹ :

روایت کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ ایک ہی طلاق دیتے تھے۔ تین کا استعمال شاذ و نادر تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تین طلاقیں دینے لگے۔ اس لئے یہ حکم نافذ کیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے ابن عربی اور ابو زرعہ رازی کا پسندیدہ جواب بتلایا ہے۔ (فتح الباری ص۲۹۹، ج۹)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس توجیہ کے اعتبار سے یہ روایت لوگوں کی عادت کے اختلاف کو بیان کر رہی ہے نہ کہ تغیر حکم کو۔

جواب نمبر۱۰ :

یہ حدیث غیر مدخولہ کو طلاق دینے کے بارے میں ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں لوگ غیر مدخولہ کو اس طرح طلاق دیتے تھے: انت طالق طالق طالق۔ اس کے برخلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں نے انت طالق ثلاثًا سے طلاق دینا شروع کردیا تو حضرت عمرؓ نے تینوں کے وقوع کا حکم لگایا اور اس پر جمہور کا اتفاق ہے کہ غیر مدخولہ کو انت طالق طالق طالق کہنے سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور دوسری لغو شمار ہوتی ہیں اور انت طالق ثلثًا کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوکر وہ حرام ہوجائے گی۔ پس یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے نہ کہ اہل ظاہر و غیر مقلدین کی اور اس حدیث کے غیر مدخولہ کے بارے میں ہونے کی دلیل یہ ہے کہ امام نسائیؒ نے اپنی سنن میں روایت ابن عباسؓ اس ترجمہ کے تحت بیان کی ہے : باب الطلاق

الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة (نسائی ص ۸۳، ج ۲)

امام نسائیؒ نے قبل الدخول بالزوجہ کی قید کسی حدیث کی وجہ سے لگائی ہوگی۔ (یہ حدیث سنن ابی داؤد کتاب الطلاق میں باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث کے تحت موجود ہے) اس لئے کہ امام بخاری اور امام نسائی رحمہما اللہ کی عادت ہے کہ وہ جس روایت کو اپنی شرائط کے مطابق نہ پائیں اس کی طرف ترجمة الباب میں اشارہ کردیتے ہیں۔ کما قال الحافظ ابن حجرؒ۔

جواب نمبر ۱۱ :

اصل میں طلاق کے الفاظ کو تین بار دہرانے کی دو شکلیں ہیں۔ ایک یہ کہ ارادہ بھی تین طلاق دینے کا ہو اور دوسری یہ کہ ارادہ تو ایک ہی طلاق دینے کا ہو، مگر اس کو پختہ کرنے کے لئے تین بار لفظ طلاق دہرا دیا جائے، جیسا کہ بعض لوگ نکاح میں ایجاب و قبول کے الفاظ تین بار دہراتے ہیں۔ اب چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں پر امانت و دیانت کا غلبہ تھا، اس لئے یہ خیال نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کوئی شخص طلاق دیتے وقت تین طلاق کے ارادے سے تین بار یہ الفاظ کہے اور بعد میں یہ کہنے لگے کہ میں نے تو ایک ہی کا ارادہ کیا تھا۔ بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کی دیانت و امانت کا وہ معیار باقی نہیں رہا تو حکم فرمایا کہ آئندہ جو شخص طلاق کے الفاظ تین بار دہرائے گا ہم ان کو تین ہی سمجھیں گے اور کسی کا یہ عذر قابل قبول نہ ہوگا کہ میں نے ایک ہی طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا تین کا نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی شرعی حکم کو نہیں بدلا۔ اور ظاہر ہے کہ دیانت و امانت کا جو معیار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تھا اب اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اگر انہوں نے تین کے تین ہونے کا فیصلہ فرما دیا تو ہمیں اس کی پابندی کرنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ حرام کے جس دروازے کو بند کرنے کے لئے تھا اب

اسے کھولنا مناسب نہیں۔ اسی جواب کو علامہ نوویؒ نے "اصح الاجوبہ" قرار دیا ہے۔ "صحیح مسلم ص ۴۷۸، ج ۱" اور دیگر مفسرین و محدثین نے بھی یہ جواب دیا ہے۔ جیسے علامہ قسطلانیؒ، قرطبیؒ اور ابن ہمام وغیرہ نے۔

جواب نمبر ۱۲ :

اس روایت کے راوی صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خود تین طلاقوں کے وقوع کا فتویٰ دیتے تھے اور ابن قدامہؒ نے اعتماد کے ساتھ لکھا ہے کہ لا یسوغ لابن عباسؓ ان یروی ھذا عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویفتی بخلافہ۔ (مغنی ابن قدامہ ص ۱۰۵، ج ۷) اس لئے یہ حجت نہیں بن سکتی۔

جواب نمبر ۱۳ :

حسین بن علی کرابیسی ادب القضا میں بطریق علی بن عبداللہ ابن المدینی عن عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس اپنے والد طاؤس تابعیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جو شخص تمہیں طاؤس کے بارے میں یہ بتائے کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کی روایت کرتے تھے تو اسے جھوٹا سمجھو۔ (کتاب الاشفاق ص ۳۰۹)

جواب نمبر ۱۴ :

ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء تابعی سے کہا کہ آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات سنی ہے کہ بکر کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں؟ تو فرمایا کہ مجھے تو ان کی یہ بات نہیں پہنچی اور عطاءؒ ابن عباسؓ کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ (ایضاً ص ۳۰۹)

جواب نمبر ۱۵ :

اس روایت میں دور نبوی اور دور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک حالتِ اجتماعی کا

ذکر ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے معاصر بھی اس کو روایت کرتے اور کئی طرق سے یہ بات ملتی۔ حالانکہ یہ صرف ایک غریب اور شاذ روایت ہے۔ جس کو صرف طاؤس نے ہی نقل کیا ہے جو مختلف فیہ ہے اور جمہور علماء اصول کے نزدیک ایسے موقع پر جہاں تقاضا اخبار متواترہ کا ہو ایک ہی روایت کا ملنا اس کے صحیح نہ ہونے پر دال ہوتا ہے، چہ جائیکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا اس وقت تمام صحابہ کے سکوت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو بھی اس کے خلاف معلوم نہ تھا۔ (الطلاق الثلاث ص ۱۴۷) کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا۔ اور کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا اور صحابہ کرامؓ اس کے بعد بالاتفاق اسی کے مطابق فیصلے کرنے لگے۔ یہاں تک کہ خود حضرت ابن عباسؓ بھی اب پہلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہی محال ہے کہ شرعی حکم کو بدلتے خاص طور پر جب کہ یہ مسئلہ فرج کے حلال یا حرام ہونے کا ہے۔ اگر بالفرض والمحال ایسا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی ان کی موافقت نہ کرتے اور اگر ابن عباسؓ کے پاس حدیث مرفوع ہوتی کہ تین ایک ہوتی ہیں، تو وہ کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت نہ کرتے، جیسا کہ مسئلہ عول میں اور حجب الام بالاثنین من الاخوة والاخوات اور حج تمتع اور بیع دینار بدینارین اور بیع امہات الاولاد وغیرہ مسائل میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی۔

حج تمتع کے بارے میں فرمایا کہ یوشك ان تنزل عليكم حجارة من السماء اقول قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وتقولون قال ابوبكر و عمر (الطلاق الثلاث ص ۱۴۷) ایسے متقی اور پختہ حضرات سے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس روایت کو ظاہر پر ہی رکھا جائے تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ ہر صورت میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں۔ اگرچہ تین متفرق طہروں میں ہوں۔ اس لئے کہ اس میں فی طہر واحد کے الفاظ نہیں ہیں۔ فلا دليل لهم۔ جب تخصیص کرنی

ہی ہے تو پھر جمہور کے موافق تاکید پر کیوں محمول نہ کرلیں۔

جواب نمبر۱۶ :

خود راویٔ حدیث ابوالصہباء کے اقرار واعتراف کے مطابق یہ حدیث عجائبات اور مصائب میں سے ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ ابوالصہباء حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہا کرتے تھے : هات من هناتك الم يكن الطلاق الثلث على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم و ابى بكر واحدة الخ۔ اور "هناتك" کا معنی آفت و مصیبت ہے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے : "فی فلان هنات"۔ فلاں کے اندر بری خصلتیں ہیں اور اس کا استعمال خیر میں نہیں ہوتا (مصباح اللغات)۔

جب یہ حدیث بقول ابوالصہباء ہنات "مصائب" میں سے ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی راوی کے اس الزام کو قائم رکھا اور اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث ایسی ہی ہے۔ تعجب ہے غیر مقلدین کی کورانہ تقلید پر کہ وہ احادیث صحیحہ کثیرہ کے مقابلے میں اس ہنات کو اپنے گلے میں لٹکائے پھر رہے ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے غالبًا حدیث ابن عباسؓ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور اول تک کوئی صحابی زیر بحث تین طلاقوں کے وقوع کا قائل نہ تھا۔ گویا کہ عدم وقوع پر تمام صحابہ کا اجماع تھا۔

جواب نمبر۱۷ :

یہ مبالغہ آمیز دعویٰ محض خوش فہمی پر مبنی ہے، کیوں کہ اولاً تو یہ حدیث ہی ثابت نہیں جیسا کہ مفصلاً پہلے گزر چکا ہے۔ جب بنیاد ایسی حدیث ہے تو اس پر مبنی خوش فہمی کا محل بھی پارہ پارہ ہو جائیگا خصوصاً جب کہ خارج میں کسی متفق علیہ صحیح سند کے ساتھ ایک صحابی کا قول بھی اس کی تائید میں ثابت ہے نہ ہی کوئی صحیح غیر متکلم فیہ کوئی ایک

حدیث مرفوع موجود ہے اور جن بعض صحابہ کی طرف اس مسئلے کی نسبت کی گئی ہے، حضرات علماء نے اسے صریح جھوٹ قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو : "ومانسبوہ الی الصحابة کذب بحت لا اصل لهٗ فی کتاب ولا روایة له عن احد۔ الی ان قال واما حدیث الحجاج بن ارطاة فغیر مقبول فی الملة ولا عند احدٍ من الائمة۔ (الطلاق الثلاث ص ۱۴۵) کہ صحابہؓ کی طرف یہ نسبت کہ تین کے دفعتًا وقوع کے قائل نہ تھے بالکل خالص جھوٹ ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

علامہ موصوف نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ زیر بحث طلاق ثلاثہ کے وقوع پر حضرات صحابہ کا جو اتفاق نقل کیا جاتا ہے یہ صحیح نہیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے وقت تقریباً ایک لاکھ صحابہ موجود تھے تو ان کے عشر کے عشرے بھی کیا یہ چیز صراحتًا منقول ہے کہ زیر بحث طلاق ثلاثہ واقع ہو جاتی ہیں۔

جواب نمبر ۱۸ :

علامہ موصوف کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہم سے لاکھوں صحابہ کی ایسی تصریح کا مطالبہ کیوں کیا جا رہا ہے، جبکہ آپ نے اپنے دعویٰ اجماع صحابہ کے لئے ایک صحابی کی بھی نقل پیش کرنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ اگر یہ اتفاق لاکھ یا دس ہزار صحابہ کی تصریحات کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا تو آپ نے جس اتفاق کا دعویٰ کیا ہے وہ ایک صحابی کی طرف سے تصریح نقل کئے بغیر کیسے ثابت ہو گیا؟

(ب) کیا دوسرے مسائل اجماعیہ میں بھی لاکھ یا دس ہزار صحابہ کی تصریحات ضروری ہیں یا صرف مسئلہ وقوع طلاق ثلاثہ ہی میں خصوصیت سے اس کی ضرورت پڑ گئی؟ آخر وجہ فرق کیا ہے؟ حضرات صحابہ کے دیگر متفق علیہ مسائل میں کبھی کسی نے ہزاروں اور لاکھوں صحابہ کی طرف سے نقل صریح کا مطالبہ نہیں کیا تو کیا یہ کہا جائے گا کہ صحابہ کے مابین کوئی اجماعی مسئلہ سرے سے موجود ہی نہیں، ہرگز نہیں۔

جواب نمبر ۱۹ :

ایسے مسائل میں اتفاق و اختلاف کا مدار مجتہدین صحابہؓ پر ہوتا ہے۔ صرف صحابہؓ پر نہیں تابعین، تبع تابعین اور ہر دور میں اتفاق و اختلاف کا مدار اس زمانہ کے علمائے مجتہدین پر ہوتا ہے۔ اگر کسی مسئلہ پر مجتہدین کا اتفاق ہے تو اسے متفق علیہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس دور کی پوری مسلم آبادی کے ہر ہر فرد سے اس پر اتفاق کا منقول ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح سمجھئے کہ زیر بحث وقوع طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر مجتہدین صحابہ کا اتفاق کافی ہے (لاکھ اور ہزاروں کی بات بے جا اور لغو ہے) اور گزشتہ صفحات میں تقریبا تمام اکابر صحابہ سے یہ گزر چکا ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے کہ : فان العبرة فی نقل الاجماع نقل ما عن المجتهدین لا العوام والمائة الالف الذین توفی عنهم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا تبلغ عدة المجتهدین الفقهاء منهم اکثر من عشرین کالخلفاء والعبادلة وزید بن ثابت ومعاذ بن جبل وانس وابی هریرة رضی اللّٰه عنهم وقلیل والباقون یرجعون الیهم ویستفتون منهم وقد اثبتنا النقل عن اکثرهم صریحًا بایقاع الثلاث ولم یظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن هذا قلنا لو حکم حاکم بان الثلاث بفم واحد واحدة لم ینفذ حکمه لانه لا یسوغ الاجتهاد فیه فهو خلاف لا اختلاف۔ (فتح القدیر ص ۳۳۰، ج ۳) خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ سب سنت نبوی اور منشاء نبوت کی تکمیل میں کیا۔ اسی لئے حضرات صحابہ نے بھی بلا کسی نکیر کے اس کو قبول کیا۔ پس اجمالی طور پر اتنا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ تفصیل اس کی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے اگر ایسا نہ کیا جائے تو خلافت راشدہ کے مقصد کے خلاف ہو گا۔ کیونکہ خلفاء راشدین کا مقصد سنت نبوی اور دین متین کی تکمیل تھی، نہ کہ اس کا

ابطال۔ اب اگر مطلقہ ثلاثہ بلفظ واحد حلال تھی اور نعوذ باللہ حضرت عمرؓ نے اس کو حرام قرار دیا تو یہ منشاء نبوت کا ابطال ہے نہ کہ اس کی تکمیل' اور یہ بعینہ رافضیوں کا مذہب ہے کہ خلفاء راشدین نے دین نبوی کو باطل کردیا اور اس میں تبدیلیاں کردیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا یہ مذہب اور عقیدہ ہے کہ خلافت راشدہ تکمیل دین کے لئے تھی۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی یہ تاویل کرنا عین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

چنانچہ حضرات علماء نے حدیث ابن عباس کی مختلف توجیہات کردی ہیں' جنہیں امت نے تسلیم کیا ہے۔ بندہ کے ناقص خیال میں ایک توجیہ یہ بھی آرہی ہے کہ بطریق عکرمہ حدیث ابن عباس میں حضرت رکانہؓ کی تین طلاقوں اور پھر رجوع کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ جو منکر ہے (ابن ہمام) دراصل یہ طلاق ثلاثہ کا واقعہ نہیں' بلکہ یہ طلاق بتہ کا قصہ ہے۔ اہل مدینہ کے عرف میں اسے طلاق ثلاثہ سے بھی تعبیر کردیا جاتا تھا۔ چنانچہ رکانہ کے اہل بیت کی سند سے ظاہر ہے کہ یہ طلاق بتہ کا واقعہ تھا اور یہی اصح ہے (ابوداؤد) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے اسے طلاق ثلاثہ سے تعبیر کیا اور پھر اسی جزئی واقعہ کو ایک عام کلیہ کی شکل میں ذکر فرمادیا۔ تساہلات ابن عباس رضی اللہ عنہما معروف ہیں اور ایسا دوسری بعض احادیث میں بھی ہوا ہے۔ حضرت زید مسواک اپنے کان کے اوپر رکھ لیا کرتے تھے۔ اور دوسرے راویوں نے اسی جزئی واقعہ کو یوں تعبیر کردیا' گویا کہ یہ تمام صحابہ کی عادت تھی۔ کانت اسو کتھم عند اذنھم موضع القلم من الکاتب۔ نیز حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں : کنت اطیب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لحلہ قبل ان یطوف۔ حالانکہ حضورؐ نے ایک ہی حج کیا ہے تو ایک ہی مرتبہ خوشبو استعمال کی ہوگی۔ کان یصلی وھو حامل امامۃ بنت العاص' کان ینام وھو جنب۔ کان یباشر وھو صائم۔ ان سب مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ "کان" استمرار کا فائدہ ہمیشہ نہیں دیتا۔ چنانچہ

نوویؒ فرماتے ہیں : فان المختار الذی علیہ الاکثرون والمحققون من الاصولیین ان لفظ "کان" لا یلزم منھا الدوام ولا التکرار فانما ھی فعل ماض یدل علی وقوعہ مرۃً فان دل دلیل علی التکرار عمل بہ والا فلا تقتضیہ بوضعھا۔

شبہ نمبر۲ :

عن محمد بن اسحاق عن داؤد بن الحصین عن عکرمۃ عن ابن عباسؓ قال طلق رکانۃؓ امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلك واحدۃ فارجعھا ان شئت فراجعھا۔ (الطلاق الثلاث ص ۱۴۹)

جواب نمبر۱ :

حضرت رکانہؓ کے طلاق کے واقعہ میں مختلف الفاظ احادیث میں ہیں۔ بعض میں طلق امرأتہ ثلاثا جیسا کہ مذکورہ روایت ہے۔ اور بعض میں "طلق امرأتہ البتۃ" کے الفاظ ہیں۔ اور امام ابوداؤد نے "بتہ" والی روایت کو دو وجہ سے ترجیح دی ہے۔ اول تو اس لئے کہ یہ روایت حضرت رکانہ کے اہل خاندان سے مروی ہے۔ وھم اعلم بہ۔ دوسرے اس لئے کہ "طلق ثلثا" والی روایات مضطرب ہیں۔ بعض میں طلاق دینے والے کا نام "رکانہ" ہے۔ کما فی روایت احمد اور بعض میں "ابو رکانہ" ہے۔ جب کہ "البتۃ" والی روایت اس اضطراب سے خالی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت رکانہؓ نے اپنی اہلیہ کو تین طلاقیں نہ دی تھیں بلکہ طلاق بتہ ہی دی تھی۔ اس زمانے میں چونکہ طلاق البتۃ کا اطلاق طلاق ثلاثہ پر بھی ہوتا تھا' اس لئے کسی راوی نے اس میں روایت بالمعنی کردی۔ اب طلاق بتہ میں تین کا ارادہ کرنا بھی صحیح ہے اور ایک کا بھی فلا اشکال۔

جواب نمبر۲ :

"طلق ثلاثاً" والی روایت ضعیف ہے۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ :
اما الروایۃ التی رواھا المخالفون ان رکانۃ طلق ثلاثاً فجعلھا واحدۃً فروایۃٌ ضعیفۃٌ عن قوم مجھولین۔ (شرح نووی علیٰ صحیح مسلم ص۴۷۸، ج۱)

اور علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ : وھٰذا لا یصح لانہٗ عن غیر مسمی من بنی ابی رافع ولا حجۃ فی مجھولٍ وما نعلم فی بنی ابی رافع من یحتج بہٖ الا عبیداللّٰہ وحدہٗ وسائرھم مجھولون۔ (محلی ابن حزم ص۱۶۸، ج۱۰) اس روایت کا صحیح روایات کے مقابلہ میں اعتبار نہ ہوگا۔

جواب نمبر۳ :

محمد بن اسحاق اور اس کا شیخ مختلف فیہ ہیں عند المحدثین۔ قال ابوداوٗد احادیثہٗ عن عکرمۃ مناکیر۔ اور عکرمہ کے بارے میں علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ : "عن عبداللّٰہ بن حارث قال دخلت علٰی علی بن عبداللّٰہ فاذا عکرمۃ فی وثاق عند باب الحسن فقلت لہٗ اَلَا تتقی اللّٰہ فقال ان ھٰذا الخبیث یکذب علی ابی ویروٰی عن ابن المسیب انہٗ کذب عکرمۃ وقال کذبہٗ عطار الخ۔ (میزان الاعتدال ص۲۰۸، ج۲) غرضیکہ ایسے متکلم فیہ رواۃ کی سند کا احادیث صحیحہ کے مقابلے میں اعتبار نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

جواب نمبر۴ :

یہ حدیث راوی صحابی کے فتوے کے خلاف ہے اور روایت سے سب سے زیادہ باخبر اس کا راوی ہوتا ہے۔ لہٰذا ابن عباسؓ کا یہ فتویٰ یقیناً کسی مرجح کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ کیونکہ راوی کا خود اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا اس کے نسخ کی دلیل

ہے۔

جواب نمبر۵ :

یہ شاذ مذہب ہے۔ اس لئے اس پر عمل نہ کیا جائے گا جمہور کو چھوڑ کر۔

جواب نمبر۶ :

حدیث رکانہؓ تو ہماری دلیل ہے۔ اس لئے کہ اگر کنایہ کے الفاظ میں صرف دل میں ارادے کی وجہ سے تین واقع ہو جاتی ہیں باتفاق امت جبکہ تین کا لفظ بھی زبان پر نہیں آتا تو زبان سے تین کہہ کر کیوں واقع نہ ہوں گی۔ اس لئے یقیناً یہ طلاق بتہ تھی جس میں ایک کا ارادہ معتبر ہے۔ یا جدا جدا کر کے تین دی ہوں گی اور ان میں ارادہ تاکید کا ہوگا نہ کہ تجدید کا۔

جواب نمبر۷ :

صحیح یہی ہے کہ حضرت ابو رکانہؓ نے طلاق بتہ دی تھی۔ اس لئے کہ اگر تین کا لفظ صریح ہوتا تو آپؐ یہ کیوں پوچھتے کہ ارادہ کتنی طلاقوں کا تھا؟ ہاں اگر طلاق، طلاق، طلاق کہا ہو تو اس میں دو احتمال ہوتے ہیں۔ ۱۔ عدد کا، ۲۔ تاکید کا۔ جیسے کوئی کہے کہ "چور چور چور" یا "سانپ، سانپ، سانپ" حالانکہ ہوتا ایک ہی ہے۔ اب چونکہ دو احتمال تھے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک طلاق قرار دینے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیا تھا کہ ان کا ارادہ ایک کا تھا۔

جواب نمبر۸ :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو قسمیں دے کر بار بار پوچھنا اس پر دال ہے کہ انہوں نے طلاق بتہ ہی دی تھی۔ کما رجحہ، ابوداوٗد، وقال الترمذی، ھٰذا حدیث لا نعرفہٗ الا من ھٰذا الوجہ۔ (ترمذی ص۲۲۲، ج۱) وقال الدار قطنی ھٰذا حدیث صحیح۔ (دارقطنی ص۳۳، ج۳) وقال ابن ماجۃؒ ما اشرف

هٰذاالحدیث۔ (ابن ماجہ ص ۱۴۹، ج ۱)

ابن ابی شیبةؒ نے بھی اسی کو بیان کیا ہے۔ اور علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ :

فهذادليل علٰى انه لواراد الثلاث لوقعن والافلم يكن لتحليفه معنى (نووی علی مسلم ص ۴۷۸، ج ۱)

یعنی اگر تین کی نیت کی ہوتی تو تین ہی واقع ہو جاتیں، ورنہ اس سے قسم لینے کا کوئی معنی نہیں۔

جواب نمبر ۹ :

مستدرک حاکم میں محمد بن ثور کی روایت میں صرف "طلقتها" ہے۔ اور "ثلٰثا" کا لفظ اس میں نہیں ہے۔ اور علامہ ابن رجب حنبلیؒ نے بھی محمد بن ثور کی روایت کو عبدالرزاق کی روایت پر ترجیح دی ہے۔ اور کہا ہے کہ عبدالرزاق آخر عمر میں مناکیر سے اہل بیت کی فضیلت بیان کرتے تھے۔ نیز عبدالرزاق کی روایت میں "بکلمة واحدة" کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔ عبدالرزاق شیعہ ہے اور اس کی جس روایت سے شیعوں کی طرف میلان ہو وہ معتبر نہیں۔ بعض جہلاء بعض حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور علماء ربانیین کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں کہ تین طلاق ایک ہوتی ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ چنانچہ جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف تین طلاقوں سے ایک کے واقع ہونے کو منسوب کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ : وقال ابن العربی فی کتابه الناسخ والمنسوخ ونقله عنه ابن القیمؒ فی تهذیب السنن قال تعالٰی الطلاق مرتان زل قومٌ فی آخرالزمان فقالوا ان الطلاق الثلاث فی کلمة واحدة لا یلزم وجعلوه واحدة ونسبوه الی السلف الاول فحکوه عن علیؓ والزبیرؓ و عبدالرحمٰن بن عوفؓ و ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و عزوه الی الحجاج بن ارطاة الضعیف المنزلة والمغموز المرتبة ورووا فی

ذلك حديثا ليس لهٗ اصل - الٰی ان قال وما نسبوه الٰی الصحابة كذب بحت لا اصل له فی كتاب ولا رواية لهٗ عن احدٍ - الٰی ان قال واما حديث الحجاج بن ارطاة فغير مقبول فی الملة ولا عند احدٍ من الائمة - (تهذيب السنن - الطلاق الثلاث ص ۱۴۵)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کی طرف یہ نسبت کرنا بالکل جھوٹ ہے۔ اور کسی کتاب میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، نہ ہی اس قسم کی کوئی روایت ان حضرات سے مروی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو صراحتاً صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار میں گزرا ہے۔ اور جن تابعین کرام رحمہم اللہ کی طرف تین طلاقیں دینے سے ایک واقع ہونے کا قول منسوب ہے وہ بھی کسی اصل اور تحقیق پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر حضرات سے اس کی صراحت موجود ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ ابراہیم نخعیؒ، قاضی شریحؒ، امام شعبیؒ حضرت سعید بن المسیبؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، امام زہریؒ، امام مکحولؒ، امام حسن بصریؒ، حمید بن عبدالرحمٰنؒ، حضرت قتادہؒ، عطاء ابن ابی رباحؒ، عبداللہ بن شدادؒ، محمد بن سیرینؒ، سلیمان اعمشؒ اور امام مسروق رحمہم اللہ کے آثار بروایات صحیحہ بیان ہوئے ہیں۔ ابن قدامہ نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ علامہ ابن رجب حنبلیؒ نے بھی اتفاق ائمہ نقل کیا ہے۔ امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ قاضی ابن رشد کا فتویٰ پیچھے گزرا ہے۔ پس ان حضرات کی طرف جو کہ صراحتاً تین طلاقیں واقع ہونے کے قائل ہیں۔ ایک طلاق واقع ہونے کے قول کی نسبت کرنا بالکل غلط ہے۔

ان ناموں میں سے جن کی طرف غیرمقلدین ایک طلاق کے قول کی نسبت کرتے ہیں ان میں سے صرف حضرت ابوالشعثاء، طاؤس، اور عمرو بن دینار رحمہم اللہ سے

ایک طلاق واقع ہونے کا قول ملتا ہے۔ لیکن ان کا یہ قول غیر مدخولہ کے بارے میں ہے۔ وھو مذھبنا فلا اختلاف۔ چنانچہ مغنی ابن قدامہ میں ہے کہ: "وکان عطاء و طاؤس و سعید بن جبیر و ابوالشعثاء و عمرو بن دینار یقولون من طلق البکر ثلاثا فھی واحدۃ۔ تو ان کا یہ قول غیر مدخولہ کے بارے میں ہے۔ کیونکہ تین والی روایت بھی ان سے مروی ہے۔ اور غیر مدخولہ کو ہمارے نزدیک بھی اگر جدا جدا تین طلاقیں دی جائیں تو ایک ہی سے وہ بائنہ ہو جاتی ہے۔ باقی دو اس پر واقع نہیں ہوتیں۔ پس ان کی بات کو یہاں دلیل بنانا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ یہاں مدخولہ کے بارے میں بحث ہو رہی ہے کہ اس کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین واقع ہو جاتی ہیں۔

غیر مقلدین حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ" کا فتویٰ بھی دکھاتے ہیں۔ بظاہر وہ جعلی ہے۔ اس لئے کہ مولانا عبدالحیؒ لکھنوی رحمہ اللہ باوجود اپنی وسعت علمی و تبحر فقہی کے یہ نہیں فرما سکتے کہ شوافع کے مذہب پر یہ عمل کرلے' جب کہ شوافع کا مذہب بھی یہی ہے کہ تین طلاقیں ایک مجلس کی واقع ہو جاتی ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مولانا حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب سے غافل ہوں۔ جب کہ ان کی تمام تصانیف میں اس بات کی تصریح ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کا واقع ہو جانا یہ ائمہ اربعہ کا متفقہ مذہب ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عبدالحیؒ (ص ۵۹' ج ۲) میں تفصیلاً علمی انداز میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "جمہور صحابہ' تابعین' ائمہ اربعہ' اکثر مجتہدین' امام بخاری اور جمہور محدثین کے مذہب کے موافق تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ اور شرح وقایہ میں حاشیہ "عمدۃ الرعایۃ" میں بھی حضرت نے یہی لکھا ہے۔ وایقاع الثلٰث دفعۃً وان کان بدعیًا لکنہ سنی الوقوع فاذا نوی بقولہ للسنۃ ھذا المعنی صحت نیتہٗ ووقع الثلاث دفعۃً وقال ان الثلاث تقع بایقاعہٖ سواء کانت المرأۃ مدخولۃ او غیر مدخولۃٍ وھو قول

جمہور الصحابۃ والتابعین والائمۃ الاربعۃ وغیرھم من المجتھدین واتباعھم الخ۔ (عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ ص ۷۱' ج ۲) پس معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی ائمہ اربعہ کا مذہب یہی تھا۔ پھر وہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ اس صورت میں شافعی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرلے۔ پس بظاہر یہ فتویٰ جعلی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اور غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ پوری امت کے مجتہدین و محدثین میں سے صرف امام ابو حنیفہ کا یہ قول ہے کہ تین طلاقیں تین ہوتی ہیں۔ یہ محض افتراء ہے اور بدترین جہالت ہے۔ گزشتہ تمام حوالہ جات سے ثابت ہو گیا ہے کہ یہ ائمہ اربعہ' جمہور صحابہ' جمہور تابعین و محدثین کا مذہب ہے۔

اسی طرح علماء دیوبند کی طرف تین طلاقوں سے ایک کے واقع ہونے کی نسبت بھی سفید جھوٹ ہے۔ جس سے مقصود صرف عوام کو گمراہ کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب" کا حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ کفایت المفتی میں ہے: "وذھب جمہور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع الثلاث۔ (کفایت المفتی ص ۳۲۹' ج ۶)

دوسری جگہ فرمایا کہ "ائمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہ وامام مالک وامام شافعی وامام احمد بن حنبل اور جماہیر اہل سنت والجماعت اس امر کے قائل ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے تین پڑ جاتی ہیں۔ خواہ ایک لفظ سے دی ہوں یا ایک مجلس میں یا ایک طہر میں۔ (کفایت المفتی ص ۳۲۲' ج ۶) اس کے علاوہ بھی فتاویٰ میں یہی جواب منقول ہے۔

اسی طرح غیر مقلدین حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی" کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں تو اب وہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہو گئی۔ اب اگر پھر سے نکاح کرے تب بھی عورت کا اس مرد کے پاس رہنا حرام ہے۔ (بہشتی زیور ص ۴۴' حصہ چہارم)

اسی طرح وہ فتاویٰ دارالعلوم کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ حالانکہ فتاویٰ دارالعلوم

میں ہے۔ یہ فتویٰ کہ ایک واقع ہوگی بالکل غلط اور خلاف نص قطعی ہے۔ اور جمہور ائمہ کے مذہب کے خلاف ہے۔ مطلقہ ثلاثہ کو بدون حلالہ کے حلال کرنا گویا کلام اللہ کا مقابلہ کرنا ہے کہ یہ بات کلام اللہ کے صریح حکم کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۰۸، ۳۰۹، ج ۹)

اور اس کے علاوہ باقی فتاویٰ میں بھی تین کے وقوع کا حکم لگایا گیا۔ اسی طرح باقی جن حضرات اور فتاویٰ کی طرف یہ نسبت کی گئی ہے یہ کسی تحقیق پر مبنی نہیں ہے، محض غلط ہے۔ علماء دیوبند اور جمہور امت کا یہی فیصلہ ہے۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ طلاق دہندہ نے تین طلاق کہا ہے، لیکن اس کی مراد ایک طلاق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے دوسرے امور میں ایک تین نہیں اور تین ایک نہیں، اسی طرح طلاق میں بھی تین ایک نہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص نے دوسرے کو دس روپے دیئے تو وہ دس ہی سمجھے جاتے ہیں۔ معطی اگر یہ کہے کہ اسے ایک روپیہ تصور کیا جائے کیونکہ میں نے نیت ایک کی کی تھی تو اسے لغو اور ہذیان سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے یہ اقرار کیا کہ میرے ذمے زید کے تین لاکھ روپے ہیں۔ تو وہ تین لاکھ ہی متصور ہوں گے۔ اس کے بعد اگر اقرار کرنے والا یہ کہے کہ میں نے تین لاکھ میں نیت ایک لاکھ کی کی تھی تو اسے کسی طرح بھی قابل اعتبار نہیں سمجھا جائے گا۔ شرعاً نہ اخلاقاً، نہ عرفاً نہ قانوناً، نہ دیانتاً۔ یہ تین لاکھ، ایک لاکھ کی نیت کے باوجود تین لاکھ ہی رہیں گے۔ کوئی کہتا ہے کہ میں پانچوں نمازیں پڑھتا ہوں۔ پھر کہتا ہے کہ اس سے میری مراد ایک نماز ہے تو اسے پہلے اقرار سے رجوع اور کذب تو کہا جا سکتا ہے لیکن پانچ ایک نہیں ہو سکتیں۔

وجہ یہ ہے کہ تین کا لفظ خاص عدد کے لئے موضوع ہے اور اپنے مفہوم میں قطعی ہے۔ جس میں کمی زیادتی کا احتمال نہیں۔ نور الانوار میں ہے کہ حکم الخاص ان یتناول المخصوص قطعًا ای الذی ھو مدلولہ قطعًا بحیث یقطع احتمال الغیر۔ یعنی خاص کا حکم یہ ہے کہ یہ مخصوص کو قطعاً شامل ہوتا ہے۔

مخصوص سے مراد اس خاص کا مدلول ہے۔ قطعاً سے مراد یہ ہے کہ اس میں غیر کا احتمال نہیں رہتا۔ (نور الانوار ص ۱۸)

لفظ صریح میں اس کے خلاف کی نیت کرنا معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ لفظ صریح دلالت میں نیت سے اقویٰ ہے۔ اقویٰ اور قوی کے مقابلے میں ضعیف کا کوئی اعتبار نہیں اور دوسرے اس وجہ سے کہ نیت کا اعتبار اس لفظ میں ہوتا ہے جہاں پر لغۃً وہ لفظ اس نیت کا محتمل ہو اور جو نیت ایسی ہو کہ لفظ کے مفہوم میں داخل ہی نہیں بلکہ لفظ کے مفہوم سے متباین ہے۔ اس نیت کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ مغنی ابن قدامہ کے حوالے سے واضح طور پر گزر چکا ہے کہ: ان الرجل اذا قال لامراتہ انت طالق ثلثًا فھی ثلاث وان نوی واحدۃً لا نعلم فیہ خلافًا لان اللفظ صریحٌ فی الثلاث والنیۃ لا تعارض الصریح لانھا اضعف من اللفظ ولذٰلک لا تعمل بمجردھا والصریح قوی یعمل بمجردہ من غیر نیۃٍ فلا یعارض القوی بالضعیف کما لا یعارض النص بالقیاس ولان النیۃ انما تعمل فی صرف اللفظ الی بعض محتملاتہ والثلاث نصٌ فیھا لا یحتمل الواحدۃ بحالٍ فاذا نوی واحدۃً فقد نوی ما لا یحتملہ فلا یصح کما لو قال لہ علیّ ثلاثۃ دراھم وقال اردت واحدًا۔ (مغنی ابن قدامہ ص ۲۳۶، ج ۷) غرضیکہ قلم بول کر گھوڑا مراد لینا، ہوائی جہاز بول کر چارپائی مراد لینا جیسے خلاف نقل ہے ایسے ہی خلاف عقل بھی ہے۔

۲۔ اس کے نامعقول ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ایک ہی لفظ کو مؤثر مانا جائے گا یا غیر مؤثر۔ یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے ۱/۳ حصے کو مؤثر مانا جائے اور ۲/۳ کو غیر مؤثر۔ جب کہ لفظ ایک ہی ہے۔ مثلاً تین طلاق کے الفاظ اگر مؤثر ہیں تو تین طلاقیں ہونی چاہئیں۔ اگر کسی وجہ سے غیر مؤثر ہیں تو ایک بھی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ نامعقول بات ہے کہ اس کا ۱/۳ تو مؤثر ہے اور ۲/۳ حصہ غیر مؤثر ہے۔ یعنی تین

طلاقیں دینے سے ایک ہوگی، تین نہ ہوں گی۔ اگر بالفرض اس میں کچھ معقولیت ہو تو فریق ثانی سے دریافت کیا جائے کہ تین طلاق کے تین اجزاء کیسے قرار دیئے جائیں؟ مثلاً "ت" کو تین حصوں میں کیسے تقسیم کیا جائے۔ اور "ی" اور "ن" کو اور آگے طلاق کے الفاظ مفردہ کو تین تین حصوں میں کیسے تقسیم کیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ان الفاظ میں سے ہر ایک کے تین تین جزو کرنے کے بعد یہ اجزاء محض لغو ہوں گے۔ اس میں سے کسی جزو کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔ لہٰذا ایک طلاق بھی نہیں ہونی چاہئے۔ ایک کا ہونا اور تین کا واقع نہ ہونا یہ کس جزو کے عمل کرنے کے اعتبار سے ہوا؟

۳- اور ان اجزاء کے موثر ہونے کے سلسلے میں ترجیح بلا مرجح کا سوال بھی پیدا ہوگا۔ جب اجزاء یکساں ہیں تو بعض کو عمل دینا اور بعض کو نہ دینا یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ الغرض تین طلاق کے لفظ سے ایک طلاق کے وقوع کی منطق نامعقول در نامعقول ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ غیر مدخولہ کے لئے "انت طالق" "انت طالق" کہنے میں پہلا لفظ موثر ہے اور دوسرا لفظ موثر نہیں ہے۔ ایسا ہی تین طلاقوں کے بارے میں سمجھ لیا جائے تو جواب ظاہر ہے کہ یہ قیاس بھی نامعقولیت پر مبنی ہے۔

کیونکہ یہاں پر پہلا لفظ مکمل طور پر موثر ہے اور دوسرا بالکل غیر موثر ہے۔ تو موثر اور غیر موثر دو الگ الگ لفظ ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک ہی لفظ میں موثر اور غیر موثر کا اجتماع ہو جائے۔ دوسری مرتبہ انت طالق کہنا غیر مدخولہ کے حق میں لغو ٹھہرا۔ کیونکہ اب وہ محل طلاق نہیں رہی۔ بخلاف مدخولہ کے کہ وہ محل طلاق ہے۔ اسے دی جانے والی طلاق غیر موثر نہیں ہو سکتی۔ جب تک محلیت باقی رہے طلاق واقع ہوگی، جب محلیت ہی ختم ہو جائے تو زائد طلاقیں لغو ٹھہریں گی۔ مثلاً کسی شخص نے اپنی عورت کو کہا کہ تجھے سو طلاق تو تین طلاقوں کا عورت محل ہے۔ لہٰذا تین واقع ہو جائیں گی اور باقی کے لئے وہ محل نہیں۔ لہٰذا وہ لغو قرار پائیں گی۔ اس لئے مدخولہ کو تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوں گی۔ کیونکہ وہ تین کا محل ہے۔ ایک واقع نہ ہوگی۔

۴- عموماً تمام عقود و فسوخ میں ایک دفعہ کہنا تحصیل مقصد کے لئے کافی ہوتا ہے۔ جیسے بیع، شراء، اجارہ، شفعہ، نذر، غلام آزاد کرنا، ان سب عقود میں صرف ایک دفعہ ایجاب و قبول کر لینا یا کہنا عقد وغیرہ کے تحقق کے لئے کافی ہوتا ہے۔ جبکہ طلاق میں تین دفعہ طلاق دینے سے ہی جدائی کامل ہوتی ہے۔ اس میں بھی یہی راز ہے کہ طلاق چونکہ ابغض المباحات ہے۔ اس لئے اس میں اصل تو یہ ہے کہ طلاق دی ہی نہ جائے اور اگر سخت مجبوری ہو اور بے طلاق گزارہ نہ ہو تو شریعت مطہرہ نے اولاً ایک طلاق کی اجازت دی ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ آدمی غصے میں طلاق دے دیتا ہے اور غصہ ٹھنڈا ہونے پر جب اس کے نتائج سامنے آتے ہیں تو پچھتاتا ہے۔ اگر باقی عقود کی طرح طلاق میں بھی ایک ہی سے بیوی حرام ہو جاتی تو عمر بھر پچھتانا پڑتا۔ اس لئے اللہ پاک نے یہ رعایت دی کہ ایک طلاق سے بیوی حرام نہیں ہوتی۔ تاکہ ندامت کی صورت میں رجوع کر لے۔ لیکن جو آدمی اکٹھی تین طلاقیں دے رہا ہے تو گویا اس نے اللہ پاک کی دی ہوئی رعایت کو ضائع کر دیا۔ لہٰذا اب تین اکٹھی دینے سے حرمت مغلظہ ثابت ہو جائے گی۔ چونکہ اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے اس لئے اب اسے کوئی رعایت نہ ملے گی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا غزوہ موتہ میں یہ فرمانا کہ اے دل اگر تجھے غلاموں کا خیال ہے تو سب آزاد اور بیوی کا ہے، تو اس کو تین طلاق۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاق دینے سے تین ہی ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ غلام کو یہ کہنا کہ تو آزاد ہے، اس سے اس کو کامل آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی کامل آزادی عورت کو ایک طلاق سے نہیں ملتی۔ اگر مل سکتی تو جیسے غلاموں کے آزاد کرنے کا انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا تھا اسی طرح بیوی کو بھی ایک طلاق کا کہتے، کیونکہ ایک اور تین اگر برابر ہوتیں تو تین کا لفظ لغو ہوتا۔ معلوم ہوا کہ صحابہؓ میں بھی یہ بات معروف تھی اور ان حضرات کے ذہنوں میں ایک اور تین کا بین فرق موجود تھا کہ غلام کو ایک ہی مرتبہ "انت حر" کہنے سے کامل آزادی ملتی ہے۔ اور عورت کو کامل آزادی تین

طلاقوں سے ہی ملتی ہے۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں تو جمہور کے اس مسئلے میں اختلاف کرنے کی وجہ سے تین اور ایک ہونے میں شبہ ہو گیا اور حدیث میں شبہ سے بچنے کی تاکید آئی ہے۔ اور یہ شبہ حلال اور حرام میں دائر ہے اور حرام سے بچنا واجب ہے۔ لہٰذا تین ہی واقع ہوں گی۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کی حجت عقلاً بھی خوب ظاہر ہے۔ اور وہ یہ کہ مطلقہ ثلاث خاوند کے لئے حرام ہے۔ حتّٰی تنکح زوجاً غیرہ۔ اور اکٹھے یا الگ الگ دینے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نہ لغت میں اور نہ شرعی طور پر۔ اور جو ظاہری فرق تھا' شریعت نے اس کو بھی لغو قرار دیا ہے۔ ولی اگر کسی کو کہے کہ میں نے ان تین کے ساتھ تیرا نکاح کیا ایک کلمے کے ساتھ تو منعقد ہو جائے گا۔ ایسے ہی جیسے وہ اگر الگ الگ جملوں سے اس کا نکاح ان تین سے پڑھاتا تو ہو جاتا۔ یہی حکم عتاق' اقرار اور طلاق کا بھی ہے۔

باقی رہا غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ایک طہر میں ایک ہی طلاق ہو گی۔ دوسری کا وقوع ناممکن ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اس لئے کہ خاوند کی اہلیت طلاق اور بیوی کی محلیت طلاق باقی ہونے کے باوجود خاوند کچھ بھی کرلے طلاق واقع نہیں ہو گی (فیا سبحان اللہ) اگر خاوند کی اہلیت یا مطلقہ کی محلیت کے باطل ہو جانے کا دعویٰ ہے تو اس کے لئے دلیل قطعی کی حاجت ہو گی۔ کیونکہ قبل ازیں یہ دونوں امر (اہلیت زوج اور محلیت زوجہ) یقیناً موجود تھے۔ اب کس دلیل قطعی سے اسے باطل کہا جائے گا۔ قطعی کے ابطال کے لئے دلیل قطعی ہی کی حاجت ہے۔ "الیقین لا یزول بالشك"۔ مسلمہ قاعدہ ہے۔ پھر اس میں قرآن کریم کی بھی صریح خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ دور جاہلیت کے اسی غیر محدود اختیارات طلاق کی تحدید کے لئے قرآن پاک کی آیت "الطلاق مرتان" (اصول کرخی ص ۱) نازل ہوئی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ خاوند کو

دو طلاقوں تک رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ بعد ازاں تیسری طلاق سے حرمت مغلظہ ثابت ہو جائے گی۔ اور مزید طلاق دینے کا اختیار باقی رہے گا نہ تجدید نکاح کا۔ تاوقتیکہ تحلیل کی صورت نہ پائی جائے۔ مگر "لامذہبیت" کے مطابق ہزار طلاق پر بھی یہ حق ختم نہیں ہوتا۔ ایک طہر میں ہزار دو ہزار طلاقیں بھی دے ڈالے تو حرمت مغلظہ ثابت ہو گی نہ تجدید نکاح کی حاجت پڑے گی۔ بلکہ رجوع کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بس ایک مرتبہ رجوع ہو چکا۔ اب ادھر سے طلاقوں کی بوچھاڑ ہوتی رہے اور ساتھ ہی ساتھ عورت کے ساتھ بھرپور طریقے سے جنسی تعلقات بھی قائم رکھے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ طلاقیں دھڑا دھڑ۔ نہ بینونت' نہ حرمت مغلظہ' نہ تجدید نکاح' بلکہ نہ ایک مرتبہ کے بعد حاجت رجوع' حلال حرام سب ہضم۔ استغفر اللہ عورت روزانہ طلاقوں کی بوچھاڑ بھی سنے اور خون کے گھونٹ پی کر مرد کی ہوسناکیوں کا تختہ مشق بھی بنے۔ عفت مآب خواتین کے لئے طلاق کے الفاظ سننا ہی ناقابل برداشت امر ہے۔ چہ جائیکہ روزانہ کی طلاقوں سے اسے تذلیل کی آخری حد تک پہنچانے کی گنجائش پیدا کی جائے۔

"لامذہبیت" کا یہ طرز عمل خواتین کے لئے زمانہ جاہلیت کی طلاقوں سے بھی زیادہ رسوا کن اور ظالمانہ ہے=

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ جیسے مثلاً وقت سے پہلے نماز ظہر معتبر نہیں' اسی طرح دوسرے طہر سے پہلے دوسری طلاق قابل اعتبار نہیں۔

جواب :

ابغض المباحات کو افضل العبادات پر قیاس کرنا "لامذہبیت" کے تفقہ کا شاہکار ہے۔ جو انہی کو مبارک ہو۔ لیکن کوئی اہل علم اس جاہلانہ قیاس کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ یہ قیاس مع الفارق ہے۔

(ب) نمازوں کے اوقات نمازوں کے لئے اسباب وجوب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ تمام فقہاء اور اہل اصول نے اس کی تصریح کی ہے اور طلاق کے لئے وقت محض ظرف ہے۔ اور اگر کسی صاحب کو وقت نماز اور وقت طلاق کی مماثلت پر ہی اصرار ہو تو اس سے معاملہ مزید خطرناک ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کے مطابق ہر طہر میں طلاق دینا واجب قرار پائے گا۔ (جیسا کہ نماز کا وقت داخل ہونے پر نماز واجب ہو جاتی ہے) تو "لامذہبیت" کے مطابق ہر طہر پر طلاق نہ دینے والے تمام لوگ گناہ گار ہوں گے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ ہر طہر پر کیا معنی؟ (یعنی ہر طہر میں طلاق دینا تو دور کی بات ہے) جبکہ مطلق طلاق دینے کو ہی شرعاً ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ نہ وجوب ہے نہ استحباب ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہے کہ طہر کو وقت نماز کی طرح تسلیم کر لینے سے ایک طہر میں متعدد طلاقیں دینے کا جواز ثابت ہو گا۔ جیسے کسی شخص کی متعدد نمازیں قضاء ہو جائیں۔ (جنہیں وہ ان کے اوقات میں ادا نہیں کر سکا تھا) تو وہ ان قضاء شدہ نمازوں کو ایک ہی وقت میں ادا کر سکتا ہے۔ جن طہروں میں (بقول لامذہبیت) طلاقیں فوت ہو گئی ہیں، آئندہ طہر میں سب کو بیک وقت واقع کر سکتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ طلاقوں کی قضاء نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ طلاق کے لئے طہر کی وہ حیثیت نہیں جو حیثیت نماز کے لئے اوقات صلوۃ کی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

غیر مقلدین یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنے اس فیصلہ پر کہ "ایک مجلس میں تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔" بعد میں نادم ہو گئے تھے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعویٰ بالکل افتراء اور جھوٹ ہے۔ چنانچہ کتاب الاشفاق میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے تین طلاق والے فیصلے پر پشیمان ہونے کی روایت غلط اور باطل ہے۔ من گھڑت اور موضوع ہے۔ اس کی سند میں خالد بن یزید بن ابی مالک ہے جو اپنے والد کے بارے میں بھی جھوٹ بولتے تھے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ خالد بن یزید اپنے باپ پر جھوٹ

بولنے پر بھی اکتفا نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے صحابہ کرامؓ پر بھی جھوٹ باندھا ہے اور اس کی کتاب "الدیات" اس کے لائق ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ (کتاب الاشفاق ص۵۸) قال احمد لیس بشیء قال النسائی غیر ثقة قال الدار قطنی ضعیف قال ابن ابی الحواری سمعت ابن معین بالشام کتاب ینبغی ان یدفنْ کتاب الدیات لخالد بن یزید بن ابی مالکْ لم یرض ان یکذب علی ابیه حتی کذب علی الصحابة هکذا فی میزان الاعتدال۔ (میزان الاعتدال ص ۳۰۲، ج ۱)

دوسرا جواب :

یہ ہے اگر یہ حدیث یا روایت مان بھی لی جاوے تو وہ مطلق ہے۔ اس میں اس مسئلہ کی صراحت نہیں۔ صرف یہ ہے کہ "طلاق کے مسئلے پر ندامت ہوئی۔" اب وہ کون سا مسئلہ تھا متعین نہیں۔ لہٰذا اسی مسئلے کو روایت کا مصداق بنانا ترجیح بلا مرجح ہے۔

تیسرا جواب :

حضرت عمرؓ کے دور میں اس فیصلے کو نقل کرنے والے حضرت ابن عباسؓ خود بھی تین طلاقوں کا فیصلہ فرماتے تھے۔ چاہے ایک مجلس کی ہوں۔ ایسے کئی فتاویٰ ان کی کتابوں میں منقول ہیں۔ حتیٰ کہ خود علامہ ابن قیم جوزیؒ نے بھی باوجود اس تشدد کے جو ان کو اس مسئلہ میں تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کے اس فتویٰ کا انکار نہیں کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں۔ اس کے بعد رجوع جائز نہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ : "فقد صح بلا شك عن ابن مسعودؓ و علیؓ و ابن عباسؓ الالزام بالثلاث ان اوقعها جملةً۔ (اغاثة اللهفان ص۱۷۹، ج۱) نیز اعلام الموقعین میں بھی ہے کہ ان حضرات سے بلاشک یہ بات ثابت ہے کہ اگر اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو تین ہی لازم ہوں گی۔

ایک اعتراض کا حل

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ضرورت کے وقت دوسرے ائمہ کے مذہب پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے مجبوری کی حالت میں امام شافعیؒ کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہے جن کے نزدیک تین ایک ہیں؟

الجواب:

حضرات فقہائے عظام نے بدرجہ مجبوری اگر اس کی اجازت دی ہے تو یہ اس صورت میں ہے جب کہ ائمہ متبوعین میں سے کسی کا معتمد قول تو موجود ہو۔ یہاں تو سرے سے ائمہ متبوعین میں سے کسی کا یہ مذہب ہی نہیں ہے۔ امام شافعیؒ اور تینوں دوسرے اماموں اور مجتہدین کے نزدیک تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ تو اس اجماعی اور متفقہ مسئلے کو چھوڑ کر کسی شاذ، گرے پڑے مردود قول پر عمل کرنا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔

نیز قرآن و سنت کے تمام احکامات کو حضرات ائمہ مجتہدین اور ارباب مذاہب نے ایک خاص ترتیب کے ساتھ مدون کر کے امت تک پہنچا دیا ہے۔ اب اصل مسئلہ "شریعت کی تنفیذ" کا ہے، 'تعبیر کا نہیں۔ لیکن "لادین عناصر" تعبیر شریعت کے مخمصے میں الجھا کر قوم کو تنفیذ شریعت سے محروم کرنے کے درپے ہو رہے ہیں۔ قرآن و سنت کے احکام کی تعبیر و تشریح کا حق کس کو حاصل ہے۔ اس میں اہل عقل و انصاف کے نزدیک دو رائے نہیں ہو سکتیں۔ "برٹش قوانین" کی تشریح کا حق اس کے ماہرین کو حاصل ہے۔ سائنسی امور میں سائنسدانوں کا قول معتبر ہے۔ طب قدیم اور جدید میں ان کے ماہرین کا فیصلہ تسلیم کیا جائے گا۔ پس بالکل واضح بات ہے کہ قرآن و سنت کی تشریح و تعبیر میں ماہرین شریعت کا فیصلہ واجب التسلیم ہو گا۔

کسی بڑے سے بڑے انجینئر یا سائنس دان کو عدالت عالیہ میں بحیثیت قانون

دان پیش ہونے کا حق حاصل نہ ہو گا۔ اور نہ ہی اس کی تحقیق کوئی قانونی حیثیت رکھتی ہے۔ ایسے ہی ائمہ مجتہدین کے مقابلے میں کسی اور غیر مجتہد کو قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

حلالہ

اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام بیان کرتے ہوئے طلاق کے متعلق سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا کہ ایک طلاق دے کر اگر ندامت ہو تو رجوع کرلے۔ وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا۔ کہ ایک طلاق کے بعد رجوع کر سکتا ہے۔ پھر آگے اس کی حد کو بیان فرمایا کہ جتنی طلاقوں کے بعد رجوع ممکن ہے وہ دو ہیں۔ الطلاق مرتان۔ چاہے الگ الگ دی ہوں یا اکٹھی۔ اس کے آگے فرمایا: فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتٰی تنکح زوجًا غیرہ۔ اس میں "فا" تاخیر بلا مہلت کے لئے ہے کہ تیسری طلاق کے بعد رجعت کا خاوند کو کوئی حق حاصل نہیں۔ اب وہ عورت اس خاوند کے لئے حلال نہیں رہتی۔ یہاں تک کہ وہ عورت (عدت کے بعد) دوسرے شوہر سے نکاح کرے (اور نکاح کے بعد دوسرا شوہر اس سے صحبت کرے۔ اس کے بعد وہ مرجائے یا از خود طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے تب یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو گی۔ اور وہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکے گا) یہ حلالہ شرعی ہے۔

اور تین طلاقیں دینے کے بعد عورت کا کسی کے ساتھ اس شرط پر نکاح کرلینا "کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے" باطل ہے۔ اور حدیث شریف میں ایسا حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ البتہ ملعون ہونے کے باوجود اگر دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے دے تو عدت گزرنے کے بعد وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔ مستدرک حاکم اور ترمذی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : "لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
المحلل والمحلل لہ۔" یہ حدیث غیر مقلدین پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو
ہماری دلیل ہے کہ اس میں آپ ؐ نے باوجود لعنت کرنے کے ان کو حلال کرنے والا
فرمایا۔ حرام کرنے والا نہیں فرمایا اور شوہر اول کے لئے بھی اسی قسم کے الفاظ ارشاد
فرمائے۔ لہٰذا یہ حدیث ہمارے مذہب کے عین مطابق ہے۔ ہم مکمل حدیث پر عمل
کرتے ہیں اور غیر مقلد آدھی پر۔ اس لئے کہ یہ شرط لگانا ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں
ہے اور موجب لعنت ہے۔ اس کے جواز کا قول فقہ حنفی کے کسی بھی معتمد عالم نے نہیں
کیا اور نہ ہی فقہ حنفی کی کسی کتاب میں اس کو جائز لکھا گیا ہے۔ تو ہمارے نزدیک عدم
جواز تو ہے مگر نفاذ ہو جاتا ہے۔ یعنی ایسا کرنا جائز تو نہیں' البتہ اگر کوئی ایسا کر دے تو شرط
باطل ہوگی اور نکاح صحیح شمار ہو کر عورت زوج اول کے لئے حلال ہوگی۔ بالکل اسی
طرح جس طرح کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے' لیکن اگر کوئی دیدے تو واقع
ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی یہ شرط لگانا تو باطل ہے۔ اگر وہ خود ان کا گھر آباد کرنے کے لئے
طلاق دے دے تو جائز ہے۔ اور حلالہ کے خلاف شور مچانے میں غیر مقلدین کا مقصد
صرف اور صرف قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اجماع سے بغاوت کے راستے کو
ہموار کرنا ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت' اجماع کی صحیح تدوین و ترتیب اور تشکیل ائمہ
اربعہ نے ہی دی ہے۔ اس لئے ان چاروں مذاہب سے امت کو بدظن کرنا اور ہٹانا ان
کا نصب العین ہے۔ اور شور یہ مچاتے ہیں کہ معین امام یا فقہ کو ماننے کا حکم قرآن و
حدیث میں دکھاؤ۔ اس کے علاوہ جتنی بھی روایات وہ پیش کرتے ہیں سب میں حلال
کرنے والا فرمایا گیا ہے۔ غرضیکہ وہ عورت زوج اول کے لئے اگر حلال نہ ہوتی تو آپ ؐ
اس کو یہ الفاظ ارشاد نہ فرماتے۔ آپ کا اس کو محلل کہنا ثبوت حل پر دال ہے۔ اور یہ
چیز صحت نکاح کی مقتضی ہے۔ البتہ مرتکب حرام ہونے کے ہم بھی قائل ہیں۔ اور پھر
غیر مقلد لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ حلالے کے یہ یہ نقصان ہیں۔ حالانکہ حلالے کو وہ

خود بھی مانتے ہیں۔ جبکہ کسی آدمی نے ۳ ماہ یا ۳ طہروں میں ۳ طلاقیں دی ہوں تو ان
کے نزدیک بھی وہ عورت زوج اول پر حرام ہو جاتی ہے۔ اور حلال ہونے کی صورت
ان کے ہاں حلالہ ہی ہے۔ جیسا کہ ان کے رسالہ "الدعوۃ" وغیرہ میں مذکور ہے۔ اسی
طرح بعض اور صورتوں میں بھی ان کے ہاں حلالہ جائز ہے' بلکہ ان کے ہاں حلالہ سنٹر
بھی موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ حلالہ کے جواز و عدم جواز کا نہیں' بلکہ ایک
طہر میں تین طلاقیں دینے کی صورت میں اس کے جواز و عدم جواز کا ہے۔ اور اس مسئلے
کو ہم قرآن و حدیث' اجماع و قیاس سے ثابت کر چکے ہیں۔ پس ان کا یہ شور مچانا لغو
ہوا۔

بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ عورت تو حرام ہے' لیکن اگر ہم فتویٰ نہ دیں تو بھی
لوگ اسی طرح اکٹھے رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ فتویٰ نہ دیتے تو لوگ گناہ سمجھ کر ایسا
کرتے۔ ان فتووں کے حصول کے بعد وہ گناہ کو ساری عمر حلال سمجھ کر کر رہے ہیں'
جس سے ایمان بھی رخصت ہو جاتا ہے۔

اور اگر دوسرے شوہر سے نکاح کے وقت طلاق دینے کی شرط نہ لگائی گئی لیکن
اس کے دل میں ہو کہ صحبت کے بعد عورت کو طلاق دے دے گا' تو یہ صورت موجب
لعنت نہیں۔ اسی طرح اگر عورت کی نیت ہو کہ دوسرے شوہر سے طلاق لے کر پہلے
شوہر سے نکاح کر لوں تب بھی گناہ نہیں۔ ہاں بغیر دوسرے خاوند سے نکاح کئے وہ
عورت زوج اول پر قطعاً حرام ہے۔ اور پھر نکاح کے ساتھ پہلے کے لئے حلال ہونے کی
صورت تب ہوگی جب زوج ثانی وطی بھی کر لے۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین کے ہاں
آیت قرآنیہ میں نکاح بمعنی وطی کے ہے اور حضرت رفاعہ قرظی ؓ کی بیوی کا واقعہ
مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا تھا کہ "لا حتٰی یذوق عسیلتک و
تذوقی عسیلتہٗ۔" (بخاری ص ۷۹۱' ج ۲) اور حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ نے
بھی اس کی تصدیق کی تھی۔ اسی طرح نکاح صحیح کا ہونا شرط ہے۔ لان المطلق

ینصرف الی الکامل۔

اب اس مسئلے پر تو اجماع ہے کہ حلالہ سے زوج اول کو تین طلاقوں کی ملکیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب کہ حرمت مغلظہ کے ثبوت کے بعد حلالہ کیا گیا ہو۔ البتہ اگر ایک یا دو طلاقوں کے بعد عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرلے تو اس کے فوت ہونے کے بعد یا از خود طلاق دینے اور عدت گزارنے کے بعد زوج اول سے دوبارہ نکاح کرلے۔ زوج اول کو اب بقیہ طلاقوں کا اختیار ہوگا یا مکمل تین کا، اس میں شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک تین طلاقوں کا مالک ہوگا۔ اور امام محمدؒ کے ہاں تین سے باقی ماندہ کا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے زوج ثانی کی وطی کو حرمت مغلظہ کے لئے منتہی اور غایت بنایا ہے۔ اور اس کے ثبوت سے پہلے انتہاء اور غایت کیسے بن سکتی ہے۔ اور شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ زوج ثانی کی وطی زوج اول کے لئے محلل ہے۔ فلا جناح علیهما ان یتراجعا۔ اور آپؐ نے بھی اس کو محلل کہا ہے اور حل میں اصل یہ ہے کہ حل کا محلّ ہو۔ پس وہ تین طلاقوں کا مالک ہوگا۔ نیز جب وطی زوج ثانی حرمت غلیظ کو ختم کردیتی ہے تو حرمت خفیفہ کو تو بدرجہ اولیٰ ختم کردے گی۔ لیکن زوج ثانی کے نکاح کے بعد وہ عورت زوج اول پر قطعاً حرام ہے۔

اور غیر مقلدین نے اس گناہ کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے کہ وہ تین طلاقوں کے بعد بھی بغیر حلالہ کے زوج اول کے سپرد کردیتے ہیں۔ جو قرآن و سنت و اجماع کے بالکل خلاف ہے۔ اور کہتے ہیں کہ حلالہ سے بے حیائی پھیلے گی۔ حالانکہ اگر اس حکم پر پختگی کے ساتھ عمل کیا جاوے تو پھر تین طلاقیں دینے کا کوئی نام نہ لے۔ جس طرح چوروں اور دیگر مجرموں کو حد نہ لگا کر ان کو جرأت دلائی جاتی ہے اسی طرح شریعت کی مقرر کردہ یہ سزا نہ لگا کر لوگوں کو تین طلاقیں دینے کی جرأت دلائی جاتی ہے۔

الغرض حلالے کے خلاف غیر مقلدین کا پروپیگنڈہ دراصل قرآن و سنت سے ثابت شدہ ایک اجماعی مسئلے کے خلاف شرمناک جھوٹی مہم ہے۔ اس مسئلے کا ماخذ قرآن پاک کی یہ آیت ہے : فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غیرہ۔ (البقرہ ۵)۔

اور پھر بخاری شریف وغیرہ صحاح ستہ میں مروی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس کا ماخذ ہے۔ جس میں حضرت رفاعہؓ کی بیوی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس پر اجماع بھی منعقد ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

سنگسار کیا جائے

امام زہری اور قتادہ رحمہم اللہ کا فیصلہ

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اگر کسی شخص نے سفر میں اپنی بیوی کو دو گواہوں کے سامنے تین طلاقیں دے دیں اور وطن واپس آنے کے بعد اس نے اپنی بیوی سے وطی کی۔ اس پر گواہوں نے کہا کہ وہ ہمارے سامنے تین طلاقیں دے چکا ہے تو اس صورت میں زہری اور قتادہ نے کہا کہ اگر شوہر یہ حلف اٹھائے کہ ان دونوں نے مجھ پر جھوٹی گواہی دی ہے تب تو اس کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور مرد و عورت میں علیحدگی کردی جائے گی۔ اور اگر مرد نے اقرار کرلیا کہ ہاں میں نے طلاق دی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۳۹، ج ۷)

مزید تائید :

فتاویٰ عالمگیری میں ہے : ولو طلقها ثلاثا ثم راجعها ثم وطئها بعد مضی المدة یحدا جماعًا۔ یعنی اگر کسی شخص نے تین طلاقیں دیں، پھر رجوع کرلیا اور عدت گزارنے کے بعد مطلقہ سے جماع کیا تو اس پر بالاجماع حد زنا جاری ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ ص ۱۴۸، ج ۲)

تین طلاق کے بعد رجعت کا فتویٰ دینے والے کا حکم

امام زہریؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں' پھر کسی نے فتویٰ دیا کہ رجوع کرلو۔ اس بناء پر اس نے مطلقہ سے وطی کرلی تو جس نے فتویٰ دیا ہے اس کو عبرت ناک سزا دی جائے گی۔ اور مرد و عورت کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔ اور اس ناجائز وطی کا تاوان بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۴۰' ج ۷)

علامہ ابن حزم نے بھی اس مسئلے میں غیر مقلدین سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے نزدیک بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ اور ان کے نزدیک بنیت تحلیل نکاح کرنا بھی صحیح ہے۔ حتی ان اشترط ذٰلك علیه قبل العقد فهو لغو من القول ولم ینعقد النكاح الا صحیحًا بریئًا من كل شرط۔ (محلی ابن حزم ص ۱۸۳' ج ۱۰)

مسئلہ :

تین طلاق کے بارے میں قرآن و سنت' آثار صحابہؓ و تابعین' مفسرین' محدثین' ائمہ مجتہدین' اجماع امت کی تصریحات پیش کی گئی ہیں۔ نیز غیر مقلدین کے عقلی و نقلی شبہات کے ازالے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازیں اور خطائیں معاف فرمائیں' آمین۔

یہود و نصاریٰ اسلام کے ازلی دشمن ہیں۔ صلیبی جنگوں میں شکست فاش کی ذلت اٹھانے کے بعد ان کے زعماء نے اسلام کے خلاف غلیظ جھوٹے پراپیگنڈے اور

تشکیکات کا محاذ کھول دیا۔ پیغمبر اسلام سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی مقدس شخصیت کے خلاف یورپ میں اتنا لٹریچر لکھا گیا' جس کی فہرست کے لئے کئی الماریاں درکار ہیں اور پھر تحقیق اور ریسرچ کے نام پر اسلامی مسائل کو تختۂ مشق بنایا گیا۔ ان کا طریقہ واردات ہے کہ ان "تحقیقات" میں حسب موقع تشکیک کے زہر کی خاص مقدار شامل کر کے اپنے بے پناہ وسائل کے ذریعہ عالم اسلام میں پھیلا دیا جاتا ہے۔ فرنگیت زدہ ذہنی غلامی میں مبتلا طبقہ ان تشکیکات کو بڑی قدر دانی سے لیتا ہے اور دشمن کے مقاصد کی تکمیل میں اس کا دست و بازو بن جاتا ہے۔ ان کے علاوہ نام نہاد دین پسند لوگوں کی ایک جماعت اور ایک گروہ ہے جو شعوری یا غیر شعوری طور پر دشمنان اسلام مستشرقین کا کردار ادا کر رہا ہے۔ اور تحقیق کے نام پر تشکیک کے جراثیم چھوڑ کر عوام کو دین سے دور کر رہا ہے۔ تین طلاق جیسے دینی متفقہ مسائل کے بارے میں ابنائے زمانہ کی تشکیکی سرگرمیاں بھی بندہ کے نزدیک اسی زمرے میں آتی ہیں۔ جبکہ الحاد و زندقہ کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ عوام کو عمل کی راہ پر ڈالا جاتا نہ یہ کہ "تشکیکات" کے ازالے کے لئے اہل حق کو مجبوراً جوابات لکھنے کی نوبت آتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشیں اور ہر قسم کی گمراہیوں اور فتنوں سے اپنی پناہ میں رکھیں' آمین۔

مآخذ: قرآن پاک۔ بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ ابوداؤد شریف۔ نسائی شریف۔ ابن ماجہ شریف۔ موطا امام محمد۔ موطا امام مالک۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر قرطبی۔ احکام القرآن للجصاص۔ تبیان الفرقان۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ زجاجۃ المصابیح۔ طحاوی شریف۔ اعلاء السنن۔ انوار السنن۔ سنن دار قطنی۔ سنن سعید بن منصور۔ مصنف عبدالرزاق۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ مرقاۃ المفاتیح۔ فتح الباری۔ عمدۃ القاری۔ نووی۔ التہذیب۔ میزان الاعتدال۔ تکملہ فتح الملہم۔ سنن کبریٰ۔ زاد المعاد۔ اغاثۃ اللہفان۔ اعلام الموقعین۔ محلی ابن حزم۔ رد المحتار۔ الاشفاق۔ بذل المجہود۔ فتح القدیر۔ عمدۃ الرعایۃ۔ نیل الاوطار۔ کشف الغمہ۔ نور الانوار۔ الانصاف۔ اضواء البیان۔ احسن الفتاویٰ۔ فتاویٰ خیریہ۔ در مختار۔ ہندیہ۔ تیسیر القاری۔ بحر الرائق۔ بدایۃ المجتہد۔ بدائع الصنائع۔ مغنی ابن قدامہ۔ اصول کرخی۔ بہشتی زیور۔ کفایت المفتی۔ مجموعۃ الفتاویٰ۔ فتاویٰ دار العلوم۔ فتاویٰ عبدالحی۔

تین ۳ طلاق اور حلالہ

مناظر اہلسنّت حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب مدظلہ

برادران اسلام! اسلام ایک برحق اور فطری دین ہے۔ اس میں اصل اور نقل کا امتیاز نہایت واضح ہے۔ جس طرح اس دنیا میں نور کے مقابلہ میں تاریکی ہے، اسی طرح ایمان کے مقابلہ میں کفر، توحید کے مقابلہ میں شرک، سنت کے مقابلہ میں بدعت، اجتہاد کے مقابلہ میں الحاد، تقلید سلف کے مقابلہ میں ذہنی آوارگی اور نفس پرستی ہے۔ باطل نے حق کا پہلے انکار اس انداز میں کیا کہ حضور اقدس ﷺ کی نبوت کا ہی انکار کیا جائے، لیکن کفر کی تمام طاقتیں مل کر بھی حق کا راستہ نہ روک سکیں اور چار دانگ عالم میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت کا ڈنکا بجنے لگا۔ حق غالب آگیا اور باطل دب گیا۔ تاہم باطل نے ہمت نہ ہاری، البتہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر حملہ آور ہوا اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ اب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر براہ راست حملہ نہ کیا جائے۔ اور اسلام سے کفر براہ راست بھی نہ ٹکرائے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بظاہر کلمہ پڑھ لیا جائے اور پھر آپ ؐ کی تعریف، مگر آپ ؐ کے صحابہ ؓ کی تکذیب کردی جائے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے راوی ہیں۔ ان ہی کی روایات سے دلائل نبوت یعنی معجزات پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں۔ اور یہی مقدس جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کے راوی اور سنت نبوی ؐ کے عملی نمونے ہیں۔ اگر ان حضرات کو معاذاللہ

جھوٹے ثابت کردیا جائے تو نہ ہی دنیا کے سامنے آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت کا ثبوت ہوسکے گا اور نہ ہی دلائل نبوت اور تعلیمات نبوت کا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کو باقی رکھ کر آپ کے پورے دین کو مشکوک کردیا جائے گا۔ لیکن خلافت راشدہ کے سنہری دور نے اس حیلے کی بھی کمر توڑ کر رکھ دی۔ جب باطل نے دیکھا کہ اس حیلے میں بھی ہمیں خاص کامیابی نہیں ہوئی، اس لئے ان کو "تقیہ" کا لحاف اوڑھنا پڑا۔ تاہم باطل نے ہمت نہ ہاری اور ایک قدم اور پیچھے ہٹالیا اور سوچا کہ صحابہ کرام ؓ کی عظمت و محبت سے مسلمانوں کے دل بھرپور ہیں۔ خدا کی کتاب اور نبی ؐ کی سنت اس مقدس جماعت کی عظمت اور ان کے بے مثال کارناموں سے پر ہے۔ اس لئے کتاب و سنت کے ماننے والوں کو صحابہ کرام ؓ سے بدظن کرنا بہت مشکل ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ آج جو دین مکمل طور پر مدون شکل میں مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور ہر جگہ عملاً متواتر ہے، یہ براہ راست صحابہ کرام ؓ کا مدون کردہ نہیں، کیونکہ ان کی مقدس زندگیاں اکثر میدان جہاد میں گذر گئیں۔

اس مکمل دین کی تدوین کا سہرا ائمہ اربعہ کے سر پر ہے۔ ان ہی حضرات کے مقدس ہاتھوں سے دین حنیف کی تدوین ہوئی اور اس کو ہر طرح سے عملی تواتر اور غلبہ نصیب ہوا۔ ان میں سے بھی خصوصاً سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تدوین کو جو شہرت عام اور بقائے دوام نصیب ہوئی اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان کی فقہ تقریباً بارہ سو سال تک اسلامی دنیا میں بطور قانون نافذ رہی۔ عباسی خلافت میں قاضی القضاۃ یعنی وزیر قانون سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عظیم شاگرد قاضی ابویوسف کو بنایا گیا۔ عباسی خلافت میں اکثر قاضی حنفی تھے۔ بعض باقی تین مذاہب کے۔ پھر سلجوقی، خوارزمی اور عثمانی خلافتیں خالص حنفی خلافتیں تھیں۔ تمام فتوحات کا سہرا بھی ان کے سر رہا اور فقہ حنفی بحیثیت قانون اسلامی نافذ رہی اور یہی خلافتیں خدمت حرمین شریفین کے شرف سے مشرف رہیں۔ فقہ اسلامی جو عروج اسلام کے دور میں صدیوں تک ہر

زمان و مکان کے مسائل کے حل کی مکمل صلاحیت رکھتی تھی۔ اب اس کے بارہ میں یہ آواز اٹھنے لگی کہ عروج اسلام کے دور میں تو یہ کار آمد تھی، لیکن آج مسلمانوں کی پریشانی کے دور میں یہ کام نہیں دے سکتی۔ اس میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس کا تواتر اور اس کی کاملیت مسلمانوں میں مغربی قوانین کے نفوذ سے مانع اور اس کی سرایت میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لئے باطل نے سوچا کہ مذاہب اربعہ جو کتاب و سنت کی صحیح اور جامع تعبیر ہے اور مراد وحی کی متواتر تشکیل ہے خاص طور پر حنفیت جو کتاب و سنت کی سب سے پہلی تعبیر و تفصیل ہے اور اپنی جامعیت اور حقانیت کی وجہ سے خیر القرون سے آج تک درساً اور عملاً متواتر ہے ان کا انکار کر دیا جائے تو نہ ہی قرآن پاک کی کوئی متواتر تعبیر دنیا کے سامنے رہ جائے گی اور نہ ہی سنت کی کوئی متواتر تفصیل دنیا کے ہاتھ میں رہے گی، نہ ہی صحابہ کرام ؓ کے اعمال کا متواتر نقشہ کسی کے سامنے رہے گا۔ اس طرح متواتر فقہ سے بغاوت کے بعد قرآن و حدیث کو بچوں کا کھلونا بنا دیا جائے گا۔ ہر شخص کو اپنی خواہش نفس کی تکمیل کے لئے قرآن و حدیث کا نام استعمال کرنے کی کھلی چھٹی ہوگی۔ ہر شخص کا مذہب الگ الگ ہوگا۔

اس مقصد کے لئے یہودی لابی نے مستشرقین کی ایک کھیپ تیار کی کہ ان متواتر مذاہب سے خروج و بغاوت کی راہ ہموار کی جائے۔ انہوں نے ان متواتر مذاہب کے خلاف شاذ و مردود اقوال کی تلاش میں دن رات ایک کر دیا۔ متواتر قرآن کے مقابلہ میں شاذ و متروک قرائتیں عوام کے سامنے لا ڈالی گئیں۔ قرآن و سنت کی متواتر تعبیرات کے مقابلے میں شاذ تعبیرات کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متواتر کارناموں کو سبوتاژ کرنے کے لئے شاذ اور بے سند قصوں کو تلاش کیا گیا۔ ائمہ مذاہب کے متواتر مذاہب کے خلاف شاذ اقوال کا جال بُن دیا گیا اور ایسے لوگ پیدا کئے گئے جو خود مجتہد بن کر اکابر کے خلاف استخفاف، بدگمانی، بدزبانی کو ہی دین کی خدمت سمجھتے ہیں۔

حنفیت :

چونکہ اہل اسلام میں سب سے بڑی جماعت اہلسنت والجماعت کی ہے اور ان کے چار ہی مذہب ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی۔ ان میں بھی سب سے زیادہ تعداد احناف کی ہے۔ الحمد للہ! اسلام کے عروج کی تاریخ میں سب سے زیادہ ملک انھوں نے کافروں سے فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شریک کئے۔ ساری اسلامی سلطنت میں اسلامی قانون کو نافذ رکھا۔ سب کافروں سے جزیہ وصول کیا۔ آج بھی مسلمانوں میں یہی ایک مؤثر طاقت ہے، اس لئے یہودی لابی نے سب فرقوں کو اس کے پیچھے لگا دیا ہے۔ تاکہ ان کو رات دن پریشان رکھا جائے اور مستشرقین کے مواد کو سمیٹ کر ائمہ متبوعین کے خلاف خروج و بغاوت کے لئے ایسے شاذ اقوال کا سہارا لیا جاتا ہے جو بعض لوگوں سے سہو یا غلطی سے صادر ہوئے اور امت میں ہمیشہ شاذ و متروک رہے۔ ان لوگوں کو آپ سو سمجھائیں کہ "مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار" کی وعید سے خود بچو اور امت رسول ﷺ کو بچاؤ۔ مگر یہودی لابی کی نوازشات کی وجہ سے یہ اپنے اکابر سے بدظن اور مستشرقین کے تلاش کردہ شاذ اقوال کو قرآن و حدیث کے نام سے پیش کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ متواتر مذاہب کے مٹانے میں سب سے زیادہ کردار حضرات غیر مقلدین ادا کر رہے ہیں۔ عام لوگوں میں یہ تاثر ہے کہ یہ لوگ صرف فقہ حنفی کو نہیں مانتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ائمہ اربعہ کے متفقہ مسائل کو بھی مٹاتے ہیں اور ائمہ کے بعد صحابہ کرام ؓ کے اجماع تک کی مخالفت کو اپنا دین سمجھتے ہیں۔ قرآن و سنت کی تشریحات میں ارشادات صحابہ ؓ اور تعبیرات ائمہ کرام کی مخالفت کر کے مستشرقین سے برآمد شدہ شاذ مسائل کو پھیلانا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

مسئلہ طلاق :

ایسے ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ طلاق ہے۔ یہود کے ہاں طلاق کی کوئی تحدید نہیں۔ جتنی طلاقیں چاہے خاوند دیتا رہے اور رجوع کرتا رہے، نہ بیچاری کو بسائے نہ آزاد کرے۔ اس کے برعکس عیسائی مذہب کے ہاں طلاق جائز ہی نہیں۔ اسلام میں نہ ہی یہود کی طرح کھلی چھٹی ہے اور نہ ہی عیسائیت کی طرح بالکل ممانعت۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ جو تعلقات خدا کے جوڑے ہوئے ہیں ان کو انسان توڑنے کا حق نہیں رکھتا، جیسے باپ بیٹے اور بھائی بہن کا تعلق۔ باپ سو مرتبہ کہے کہ تو میرا بیٹا نہیں، وہ پھر بھی بیٹا ہی رہتا ہے۔ بھائی سو مرتبہ کہے کہ تو میری بہن نہیں، وہ پھر بھی بہن ہی رہتی ہے۔ لیکن جو تعلقات انسان خود جوڑتا ہے وہ جس مقصد کے لئے جوڑے اگر وہ مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو، کوئی پریشانی ہو تو اس کے توڑنے کا بھی انسان کو اختیار ہے۔ مثلاً میاں بیوی کا تعلق انسان نے خود جوڑا ہے تاکہ زندگی کا سکون و چین نصیب ہو، لیکن اگر آپس میں بالکل نہ بنتی ہو تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں : اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَاللّٰهِ الطَّلَاقُ (ابوداؤد ا-۱۶۶) کہ حلال باتوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے ناپسند طلاق ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں : اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (البقرہ:۲۲۹) طلاق دو مرتبہ ہے، پھر یا تو روک لینا ہے معروف طریقے سے یا آزاد کردینا ہے اچھے طریقے سے۔

گویا دو طلاقوں کے بعد مرد کو دو اختیار دیئے۔ اگر وہ اس کو پھر اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے تو معروف طریق سے روک لے۔ مثلاً طلاق رجعی ہے اور عدت باقی ہے تو رجوع کرلے، اور اگر طلاق رجعی کی عدت ختم ہوگئی یا طلاق بائن ہے تو عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرلے۔ اور اگر یہ نہ چاہے تو اس کو جانے دے۔ لیکن اگر مرد نے تین طلاقیں دے دیں تو ارشاد باری تعالیٰ ہے : فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره۔ پس اگر تیسری طلاق بھی دے دی تو وہ

عورت اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ اس لئے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ تین طلاق جس طرح بھی دی جائیں وہ واقع ہو جاتی ہیں۔ اب جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے پھر وہ طلاق دے تو اس کی عدت گزار کر یہ پہلے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے۔ لیکن حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہودی مذہب میں تین طلاق کے بعد بھی بیوی سے رجوع کا حق ہے۔ یہود سے یہ مسئلہ روافض نے لے لیا (غنیۃ الطالبین) ہمارے غیر مقلدین حضرات نے ایک نئی تقسیم کرلی کہ اگر خاوند تین طہروں میں تین طلاقیں دے پھر تو حلالہ شرعی کے بغیر عورت پہلے خاوند کے پاس نہیں آسکتی۔ لیکن اگر تین طلاقیں ایک مجلس میں دے تو وہ ایک طلاق گنی جائے گی۔ خاوند کو رجوع کا حق ہے۔ اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ اہل اسلام کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ مگر مرزائیوں نے ایک تقسیم کرلی ہے کہ آپ ؐ کے بعد صاحب شریعت نبی تو نہیں آسکتا، البتہ غیر تشریعی نبی آسکتا ہے۔ اسی طرح غیر مقلدین نے تین طلاق کے مسئلہ میں تقسیم کرلی کہ بعض قسم کی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں، اور بعض قسم کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ اپنے دعویٰ کے دونوں حصوں پر وہ کتاب وسنت سے واضح دلیل دیں۔ وہ پہلے حصے میں ائمہ اربعہ سے متفق ہیں اور دوسرے حصے میں یہود اور روافض سے۔ ہم موضوع کی وضاحت کے لئے ان سے چند سوالات پوچھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ وہ ہر سوال کا جواب صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دیں گے۔

(۱) طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یا ناپسند؟ ناپسند ہونے کے باوجود طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟

(۲) ایک عورت خدا اور رسول کے ساتھ خاوند کی بھی پوری تابعدار ہے، مگر خاوند کی نظر کسی اور طرف لگ گئی ہے۔ اب وہ اس بیوی کو محض بلا قصور طلاق دے دیتا

ہے۔ اس مرد کو اس طلاق دینے پر کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ اس گناہ پر کیا حد شرعی ہے اور اس گناہ کے باوجود طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس طہر میں صحبت کر چکا ہو اس میں طلاق دینی حرام ہے (دارقطنی ج ۳، ص ۵) کیا اس حرام طلاق دینے پر مرد کو گناہ ہو گا یا نہیں؟ اور یہ حرام طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ بیوی کو حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے (دارقطنی ج ۳، ص ۵) اب کسی نے حالت حیض میں طلاق دی تو یہ حرام طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

(۵) ایک مرد کو تین طلاقوں کا اختیار ہے۔ وہ کس طرح طلاق دے کہ تین ہی واقع ہو جائیں؟

(۶) ایک شخص نے تین طہروں میں عورت کو تین طلاقیں دیں۔ اب وہ اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو حلالہ شرعی کے بغیر کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۷) وہ عورت غیر مقلدین کا "الدعوۃ" رسالہ پڑھ کر کہتی ہے کہ تین طلاقیں دینا مرد کا قصور ہے۔ میں حلالہ کیوں کرواؤں، مجھے سزا کیوں؟ دیکھو "الدعوۃ" والا بھی کہتا ہے تیسری طلاق کے بعد اب دونوں میاں بیوی کا معاملہ بالکل ختم ہو گیا۔ اب کبھی ملاپ نہیں ہو سکتا۔ صرف ایک شکل باقی ہے۔ وہ یہ کہ طلاق یافتہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ حق زوجیت ادا کرے۔ اس کے ساتھ پہلے سے طے نہ ہو کہ ایک رات یا چند راتیں گزار کر یہ نیا خاوند اسے طلاق دے گا۔ ہاں البتہ اتفاق سے ان کی بھی آپس میں نہ بنے اور وہ مرد بھی اسے طلاق دے دے یا وہ خاوند ویسے ہی فوت ہو جائے تو پھر یہ عورت اور پہلا مرد اگر چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ یہ رہنمائی ہے جو اللہ تعالیٰ قرآن میں کر رہے ہیں۔ خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ ہمیں قرآن میں نہیں ملا۔ ایڈیٹر الدعوۃ نے قرآن پر جھوٹ بولا ہے۔ اسی طرح یا وہ خاوند ویسے ہی فوت ہو جائے، یہ

بھی قرآن پاک کی کسی آیت کا ترجمہ نہیں ہے۔ وہاں تو صرف طلاق دینے کا ذکر ہے۔

قیاس :

ہاں فقہاء اسلام نے قیاس سے یہ کہا ہے کہ اگر دوسرا خاوند فوت ہو جائے یا عورت اس سے نکاح فسخ کرا لے یا خلع کرا لے تو پھر وہ عدت گزارنے کے بعد پہلے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

طلاق کا بہترین طریقہ :

طلاق کا بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ مرد ایک طلاق رجعی دے دے، اس کے بعد رجوع کو دل نہ چاہے تو عدت کے بعد وہ عورت آزاد ہے۔ وہ کسی اور سے نکاح کرنا چاہے تو بھی درست ہے۔ اور ان دونوں میں کوئی صلح کی صورت ہو جائے تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو یہ گناہ ہے۔ عن محمود بن لبید رضی اللہ عنہ قال اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجلٍ طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبانا ثم قال ايلعب بكتاب اللّٰه وانا بين اظهر كم حتى قام رجل وقال يا رسول اللّٰه الا اقتله (نسائی ۲:۲۹) "حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ سخت غصے کی حالت میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میری موجودگی میں کتاب اللہ سے کھیلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضرت! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔"

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ تین طلاق دینا خدا تعالیٰ کی پاک کتاب کے ساتھ کھیلنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناراض کرنا ہے۔ مگر اس کے برعکس آپ تجربہ کر کے دیکھیں کہ جب غیر مقلدین سنتے ہیں کہ فلاں آدمی نے تین طلاقیں اکٹھی دے دی ہیں تو ان کو عید سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اس کے آگے پیچھے پھرتے ہیں، اس کا استقبال کیا جاتا ہے :

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جو فرقہ خدا اور رسول کی ناراضگی میں اپنی خوشیاں تلاش کرتا ہو اس کا دین معلوم ہو گیا۔ اس حدیث سے تو پتہ چلا کہ اگر تین طلاقیں ایک ہی ہوتیں تو آپؐ اتنے ناراض کیوں ہوتے۔ آپ نہیں دکھا سکتے کہ حضور ﷺ نے کبھی ایک طلاق پر ناراضگی فرمائی ہو، یا اسے استہزاء بکتاب اللہ فرمایا ہو، بلکہ جب آپ کو خبر دی گئی کہ اس نے تین طلاقیں اکٹھی دی ہیں تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کو تین نہ کہو ایک کہو۔ جب آپ نے ان کے تین کہنے پر تین کو ہی برقرار رکھا تو اسی لئے امام قرطبی احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین کو ہی نافذ فرمایا۔

غیر مقلدین کا قرآن سے اختلاف :

غیر مقلدین اس بات پر تو آیت پڑھتے ہیں کہ طلاق طہر میں دینی چاہئے فطلقوھن لعدتھن۔ اور اللہ تعالیٰ نے طلاق کی حد بیان کر دی ہے اور وہ یہ کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے، دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے میں تیسری۔ ان کی اس بات سے ہمیں بھی اختلاف نہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ اگر کسی نے یہ حد توڑ دی اور ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہوں گی یا نہیں؟

حدیث :

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی (جو منع اور گناہ تھی) تو آنحضرت ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اس طلاق سے رجوع کر لو (کیونکہ یہ گناہ ہونے کے باوجود طلاق نافذ ہو چکی) اور انتظار کر یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو، پھر اس کو دوسرا حیض آئے، پھر پاک ہو تو اس سے جماع کئے بغیر اس کو طلاق دے۔ یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب کوئی حیض میں طلاق کا مسئلہ پوچھتا تو فرماتے اگر تو نے ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم دیا تھا، اور اگر تو ایک ہی حیض میں تین

طلاقیں دے چکا تو تو نے (تین اکٹھی طلاقیں دے کر) خدا کی نافرمانی بھی کی اور تیری بیوی بھی تجھ سے جدا ہو گئی (مسلم، ج ۱، ص ۴۷۶)

○ اس سے صاف معلوم ہوا کہ غیر شرعی طلاقیں بھی نافذ ہو جاتی ہیں۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید احادیث مطالعہ فرمائیں۔

غیر مقلدین کی قرآن و حدیث سے بغاوت :

امام بخاری نے ج ۲، ص ۷۹۱ پر ایک باب باندھا ہے: باب من اجاز طلاق الثلاث اور اپنی عادت کے موافق اس مسئلہ پر پہلے قرآن سے استدلال فرمایا ہے۔ الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔ طلاق دو مرتبہ ہوتی ہے، پھر یا تو روک لینا ہے معروف طریقے سے یا آزاد کر دینا اچھے طریقے سے۔ یعنی جب دو طلاقوں کا جمع کرنا صحیح ہے، جبکہ مرتان کے لفظ کو دو پر محمول کیا جائے، جیسا کہ ارشاد خداوندی نؤتھا اجرھا مرتین میں ہے امام بخاری کی طرح ابن حزم اور کرمانی نے بھی یہی استدلال کیا ہے کہ جب اس کا معنی مرۃ بعد مرۃ ہے تو جب دو جمع ہو سکتی ہیں تو تین بھی جمع ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ آج تک کوئی شخص نہیں پایا گیا جس نے دو اور تین کے وقوع کی صحت میں فرق کیا ہو۔ اس کے بعد متصلاً امام بخاریؒ نے حدیث لعان کا ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ حدیث لعان :

حضرت ابو درداءؓ نے روایت کیا ہے فطلقها ثلاثا قبل ان یامره رسول الله صلی الله علیه وسلم (بخاری ج ۲، ص ۷۹۱) کہ آپؐ کے حکم سے پہلے ہی اسی ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ دور نبوت میں ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع میں شک نہیں رکھتے تھے اور کسی روایت میں نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نکیر فرمائی ہو۔ پس یہ حدیث تین طلاق بیک لفظ واقع ہونے کی واضح دلیل ہے، کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ لوگ تین طلاق کا بلفظ

واحد واقع ہونا سمجھتے رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح نہ فرمائیں۔
اس حدیث سے پوری امت نے یہی سمجھا۔ امام بخاری اور ابن حزم نے بھی یہی سمجھا ہے۔

۲- حدیث عائشہؓ :

امام بخاری نے اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق بتہ دی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ تین طلاقیں دیں (اس سے بظاہر یہی معلوم ہوا کہ جیسا کہ بتہ کا لفظ ایک ہی کلمہ ہے۔ اس نے ایک ہی کلمے سے تین طلاقیں دی تھیں)۔ اس کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن الزبیر قرظیؓ سے نکاح کرلیا، لیکن وہ ناکارہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا شاید تو دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے؟ فرمایا ہرگز نہیں۔ جب تک وہ تیری مٹھاس نہ چکھے اور تو اس کی مٹھاس نہ چکھے۔ (بخاری ج ۲، ص ۷۹۱) اب دیکھئے اس عورت نے دوسرا نکاح کیا ہی اس لئے تھا کہ پھر پہلے خاوند کے پاس جاسکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ مٹھاس چکھے بغیر نہیں جاسکتی۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : اتفقوا علیٰ ان تغیب الحشفة فی قبلها کاف فی ذلك (حاشیہ بخاری) کہ اس پر اتفاق ہے صرف دخول کافی ہے حلال ہونے کے لئے۔ ان زبان درازوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو ساری امت کو حلالی مولوی کہہ کر اپنے حرامی ہونے پر مہر لگاتے ہیں۔

۳- حدیث امام حسن بصریؒ :

روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایام ماہواری میں طلاق دے دی تھی۔ بعد ازاں انہوں نے دو طہروں میں دو مزید طلاقیں دینے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپؐ نے فرمایا : ابن عمر تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم نہیں دیا۔ تو نے سنت سے تجاوز کیا۔

سنت یہ ہے کہ تو طہر کا انتظار کرے، پھر ہر طہر میں طلاق دے۔ پس آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس سے رجوع کرلوں۔ چنانچہ میں نے رجوع کرلیا۔ نیز آپؐ نے فرمایا کہ جب وہ پاک ہوجائے تب تمہارا جی چاہے تو طلاق دے دینا اور جی چاہے تو روک رکھنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ فرمایئے کہ اگر میں نے اسے تین طلاقیں دے دی ہوتیں تو میرے لئے اس سے رجوع کرنا حلال ہوتا؟ فرمایا نہیں، وہ تجھ سے بائنہ ہوجاتی اور گناہ بھی ہوتا۔ (کیونکہ اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ ہے) (طبرانی بحوالہ الاشفاق)

نوٹ : یاد رہے طبرانی کی سند میں شعیب نے براہ راست امام حسن بصری سے اس کو روایت کیا ہے نہ کہ بواسطہ عطاء خراسانی، کیونکہ اس کی دونوں سے ملاقات ہے۔

۴- حضرت عبادہؓ :

روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جس نے ہزار طلاقیں دیں فرمایا کہ تین کا تو اسے حق حاصل ہے اور باقی ۹۹۷ عدوان اور ظلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس پر گرفت فرمائیں، چاہیں تو معاف فرمادیں (طبرانی بحوالہ الاشفاق)

۵- حضرت سوید بن غفلہؓ :

روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن بن علیؓ کی ایک بیوی عائشہ خثعمیہ نامی تھی۔ امام حسن نے اسے فرمایا : اذهبی فانت طالق ثلاثا جا تجھے تین طلاقیں۔ جب اس کی عدت ختم ہوگئی تو اس کو دس ہزار بھیجے۔ اس نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کردیا : متاع قلیل من حبیب مفارق۔ امام حسن کو جب یہ بات پہنچی تو وہ رو دیئے اور فرمایا : "اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، خواہ ہر پاکی میں یا اکٹھی تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسری جگہ نکاح نہ کرے۔ لراجعتها تو میں اس کو واپس کرلیتا (دارقطنی ۳ : ۱۳) امام حسنؓ تو رو رہے ہیں۔ ان کے پاس اس کے رکھنے کا کوئی جواز

نہیں۔ اس زمانہ میں نہ غیر مقلدین تھے نہ ان کا دفتر الدعوۃ کہ وہ کسی عورت سے پوچھ کر وہاں حاضری دیتے اور شرعی حرام بیوی کو دوبارہ لے جاتے۔

۷۔ حدیث حضرت رکانہؓ :

فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی ہے (چونکہ بتہ میں ایک کی نیت بھی ہو سکتی ہے اور تین کی بھی اور نیت دل میں پوشیدہ تھی) تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ تیری نیت اس لفظ سے کتنی طلاقوں کی تھی؟ میں نے کہا ایک طلاق کی۔ آپؐ نے فرمایا کیا خداوند قدوس کی قسم کھا کر یہی کہہ سکتے ہو؟ میں نے خداوند قدوس کی قسم کھا کر یہی کہا۔ آپؐ نے فرمایا پس وہی ہے جو تو نے نیت کی (ترمذی ۱-۲۲۲، ابوداؤد ۱-۳۰۰، وقال ابوداؤد هذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امرأته ثلاثاً لانهم اهل بيته وهم اعلم به (دارقطنی ۳-۳۲ قال صحیح) اس حدیث پاک سے تو یہ معلوم ہوا کہ اگر طلاق دینے والا زبان پر تین کا لفظ بھی نہ لائے۔ ایسا لفظ لائے جس کی دل میں تین کی نیت ہو سکتی ہو تو بھی تین کی نیت کرنے سے تین ہی واقع ہو جائیں گی۔ پھر جب زبان و قلم پر تین آجائیں تو وہ تین کیوں نہ ہوں گی۔

۷۔ حدیث امام اعمشؒ :

فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک بوڑھا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے علی بن ابی طالبؓ سے سنا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رد کیا جائے گا۔ لوگوں کی اس کے پاس ڈار لگی ہوئی تھی۔ آتے تھے اور اس سے یہ حدیث سنتے تھے۔ میں بھی اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رد کیا جائے گا؟ میں نے کہا آپ نے یہ بات حضرت علیؓ سے کہاں سنی ہے؟ بولا میں تجھے اپنی کتاب نکال کر دکھاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی

کتاب نکالی۔ اس میں لکھا تھا : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ تحریر ہے جو میں نے حضرت علیؓ سے سنی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو وہ اس سے بائنہ ہو جائے گی اور اس کے لئے حلال نہ رہے گی۔ یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔ میں نے کہا تیرا ناس ہو جائے، تحریر کچھ اور ہے اور تو بیان کچھ اور کرتا ہے۔ بولا صحیح تو یہی ہے۔ لیکن یہ لوگ (شیعہ) مجھ سے یہی چاہتے ہیں (بیہقی)

۸۔ حدیث حضرت محمود بن لبیدؓ :

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے بارہ میں بتایا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ سخت غصے کی حالت میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا میری موجودگی میں کتاب اللہ سے کھیلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے عرض کیا حضرت! کیا میں اسے قتل نہ کردوں (نسائی)۔

حضرات! قرآن و سنت آپ کے سامنے ہے کہ ایک دفعہ تین طلاقیں دینے والا، حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ظالم ہے۔ آیات اللہ سے استہزاء کرنے والا ہے۔ اللہ اور رسول اس سے سخت ناراض ہیں۔ اس لئے اللہ و رسول نے اس کے لئے کوئی مخرج نہیں رکھا۔ اس کو دنیا میں یہ سزا دی ہے کہ اس کی بیوی اب جب تک دوسری جگہ نکاح نہ کرے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرے یہ اس کو دوبارہ نہیں رکھ سکتا۔ اور آخرت میں بھی وہ اس گناہ، ظلم اور آیات الٰہی سے استہزاء کی سزا کا مستحق ہے۔ مگر ایسے شخص سے غیر مقلد خوش ہے۔ وہ اسے ترغیب دیتا ہے تو نے خدا کی حدیں توڑ دی ہیں، حنفی تجھے پسند نہیں کرتے۔ آ خدا کی حدیں توڑنے والے کی پناہ گاہ ہمارا ہی فرقہ ہے، تجھے خدا نے اپنی کتاب میں ظالم کہا، تجھ سے اللہ کا رسول ناراض ہو گیا۔ دل نہ چھوڑ ہمارا فرقہ ہی ظالموں کا ہے۔ جس سے اللہ کا رسول ناراض ہو جائے اسے ہمارے فرقے کے سوا کون قبول کرے گا۔ تو نے اگر اللہ کی آیات کا استہزاء اڑایا ہے تو کیوں

گھبراتا ہے؟ جلدی ہمارے فرقے میں آجا۔ ہمارا تو روز مرہ کا کام ہی اللہ کی آیات سے استہزاء ہے۔ یہ حنفی اللہ و رسول کی باتوں میں آگئے ہیں۔ ان کے ہاں تیرے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ تجھے وہی سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑیں گے جو اللہ و رسول نے تیرے لئے تجویز کی ہے کہ تیری بیوی حرام ہے، جب تک دوسری جگہ نکاح نہ کرے۔ لیکن قربان جایئے ہمارے فرقے کے کہ جس کو اللہ و رسول وہ بیوی نہ دیں ہم دیتے ہیں، کون ہے روکنے والا۔ اے ظالم جاؤ خدا بے شک تم سے ناراض رہے۔ رسول تم سے ناراض رہے، تم میاں بیوی راضی رہو۔ ساری عمر حرام کاری کرو اور ہمارے فرقے کے زندہ باد ہونے کے نعرے لگاتے رہو اور بھی کوئی ظالم حدود اللہ کو توڑنے والا، اللہ و رسول کو ناراض کرنے والا ملے فوراً اس کی رہنمائی کرو کہ اس فرقہ میں آجائے۔ ہاں ایک فقرہ گاتے رہنا کہ مذہب حنفی منزل من اللہ نہیں ہے۔ واہ رے جہالت! تیرا ستیاناس ہو۔ مذہب حنفی کیا ہے؟ اس کی بنیادیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس ہیں۔ کیا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ منزل من اللہ نہیں؟ کیا حنفیت کی ضد نے تجھے کفر میں تو نہیں دھکیل دیا۔ اجماع منزل من اللہ ہی کی قطعی تشریح ہے۔ اجماع کے مخالف کو اللہ و رسول جہنمی فرماتے ہیں۔ ہائے حنفیت سے عناد نے تجھے جہنم رسید کر ہی دیا اور قیاس منزل من اللہ کی ہی ایسی ظنی تشریح ہے جس پر اللہ کے نبی ﷺ خوشی سے الحمد للہ پڑھتے ہیں۔ اس کے صواب پر دو اجر اور خطا پر ایک اجر کا وعدہ دیتے ہیں۔ اس کا مخالف معتزلی، خارجی اور بدعتی ہے۔ اب سوچ کیا تیرا یہ الحاد منزل من اللہ ہے؟ تیرا پوری امت سے شذوذ منزل من اللہ ہے؟ کیا من شذ شذ فی النار کی وعید بھول چکا ہے؟ تیرا یہ جہل مرکب منزل من اللہ ہے، آہ تو نے اپنا دین بھی خراب کیا اور کتنے اور لوگوں کا دین بھی برباد کیا۔ خدا سے ڈر اور توبہ کر۔

غیر مقلدین کی صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمہؒ سے بغاوت :

۱۔ (سیدنا عمر فاروقؓ : عن انس قال كان عمرؓ اذا اتي برجل قد طلق امرأته ثلاثًا في مجلس اوجعه ضربًا وفرق بينهما (ص ۱۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس جب کوئی ایسا آدمی لایا جاتا جس نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اس آدمی کی پٹائی کرتے اور ان دونوں میاں بیوی کو الگ الگ کر دیتے۔

۲۔ عن زيد بن وهب ان رجلاً بطالاً كان بالمدينة طلق امرأته الفًا فرجع الى عمر فقال انما كنت العب فعلا عمر رأسه بالدرة وفرق بينهما (ص ۱۲) زید بن وہب سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا تجھے ہزار طلاق، پھر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے تو کھیل کھیل میں ایسا کہا۔ حضرت عمرؓ نے مارنے کے لئے درہ اٹھایا اور دونوں میں جدائی کر دی۔

۳۔ (سیدنا عثمانؓ) عن معاوية بن ابی يحيی قال جاء رجل الی عثمان فقال انی طلقت امرأتی مائةً قال ثلاثًا تحرمها عليك وسبع وتسعون عدوانٌ (ص ۱۳) حضرت معاویہ بن ابی یحییٰ سے روایت ہے کہ ایک مرد حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہیں۔ آپ نے فرمایا تین نے اس کو حرام کر دیا، باقی ستانوے عدوان ہیں۔

۴۔ (سیدنا علیؓ) عن حبيب قال جاء رجل الی علیؓ فقال انی طلقت امرأتی الفًا قال بانت منك بثلاث واقسم سائرها بين نسائك (ص ۱۳) حضرت حبیب سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی۔ آپ نے فرمایا تین طلاق سے وہ تجھ سے جدا ہو گئی، باقی طلاقیں دوسری بیویوں پر تقسیم کر لے۔

۵۔ عن علیؓ قال اذا طلق البكر واحدة فقد بتها واذا طلقها ثلاثًا

لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب غیر مدخولہ بیوی کو ایک طلاق دے تو بائن ہوگئی' اور جب اس کو تین طلاقیں دے (جو صرف ایک لفظ سے ہی دی جاسکتی ہیں کہ تجھے تین طلاق) تو اب وہ اس پر حلال نہیں' یہاں تک کہ اس کے غیر سے نکاح کرے۔

۶۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر بیوی کو یہ کہا کہ تجھے طلاق بتہ (یعنی ایک ہی کلمہ سے) تو وہ تین طلاقیں شمار ہوں گی۔ (ج ۵' ص ۶۶)

۷۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بیوی کو کہا تو خلیہ تو ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں (ص ۶۹)

۸۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بیوی سے کہا تو البریہ' تو اس ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں (ص ۶۹)۔

۹۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کسی نے اپنی بیوی کو کہا : اَنْتِ عَلَیَّ حَرَجٌ۔ تو اس ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں (ص ۷۲)۔

۱۰۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب اپنی بیوی کو کہا تو مجھ پر حرام ہے تو اس ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں (ص ۷۲)۔

۱۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کسی نے اپنی بیوی کو کہا تجھے اتنی طلاق جو اونٹ کے بوجھ کے برابر ہو تو اس کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں (ص ۷۸)۔

۱۲۔ حضرت عمران ابن حصینؓ صحابی رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ فرمایا اس نے اپنے رب کا بھی گناہ کیا اور اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی۔ (ایضاً)

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جس نے رخصتی سے پہلے بیوی کو تین طلاقیں دیں (جو ایک ہی کلمہ سے تین طلاق دی جاسکتی ہیں) تو وہ عورت اس مرد پر حرام ہے جب تک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے)۔ (ایضاً)

۱۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ تجھے ناوے طلاق۔ اب سب مفتی کہتے ہیں کہ بیوی تجھ پر حرام ہوگئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ بیوی تو تین سے ہی حرام ہوگئی اور باقی ساری گناہ ہی گناہ رہیں۔ (ص ۱۲)

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے ہی (ایک ہی کلمہ سے) تین طلاقیں دیں۔ فلا تحل له حتٰی تنکح زوجًا غیره۔ اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (ص ۲۲)

۱۶۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں اگر بیوی کو اپنے اوپر تین طلاق ڈالنے کا اختیار دے دیا اور اس نے اپنے نفس کے لئے تین اختیار کرلیں تو تین ہی طلاقیں واقع ہوئیں۔ (ص ۶۴)

نوٹ : یہ تمام صفحات جو لکھے ہیں یہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد پنجم کے ہیں۔

۱۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اپنے رب کا بھی نافرمان ہوا کیونکہ اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ ہے اور اس کی بیوی بھی اس سے جدا ہوگئی۔

۱۸۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا ہے تجھے سو طلاق' فرمایا تین طلاقوں سے وہ تجھ سے جدا ہوگئی (یہ تو دنیا کی سزا ملی) اور باقی ۹۷ کا حساب تجھ سے اللہ تعالیٰ قیامت کو لیں گے۔ (ص ۱۴)

۱۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا جس نے بیوی کو کہا کہ تجھے کاٹ دینے والی طلاق' تو ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں (ص ۲۶)۔

۲۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جس نے بیوی کو کہا انت بریة' اس ایک کلمے سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ اب وہ کسی اور سے نکاح کے بغیر حلال نہیں۔

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جس نے بیوی کو بائن کہا' اس ایک لفظ سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ اب وہ حلال نہیں' جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے (ص ۷۱)۔

۲۲۔ حضرت مغیرہؓ سے پوچھا گیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو کہا تجھے سو طلاق' فرمایا تین سے وہ حرام ہوگئی' باقی ۹۷ زائد رہیں۔ (ص ۱۳)

۲۳۔ حضرت محمد بن ایاس بن بکیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے ہی تین طلاقیں دیں' پھر اس کا دل چاہا کہ اسی عورت سے نکاح کرلے۔ اب وہ فتویٰ لینے گیا اور میں بھی ساتھ تھا۔ اس نے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا۔ دونوں نے کہا اب تیرے لئے حلال نہیں جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے۔ اس نے کہا میں نے تو ایک ہی دفعہ طلاقیں دی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اب تیرے لئے کچھ نہیں بچا۔ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں ہم اسی فتویٰ کو لیتے ہیں۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے اور ہمارے عام فقہاء یہی کہتے ہیں' کیونکہ اس نے تین طلاقیں اکٹھی دیں اور اس پر اکٹھی ہی واقع ہوگئیں اور اگر وہ الگ الگ دیتا تو ایسی عورت جس کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی وہ ایک پہلی طلاق سے ہی الگ ہوجاتی اور دوسری اور تیسری طلاق اس پر واقع نہ ہوتی۔ کیونکہ ایسی عورت پر کوئی عدت نہیں۔ تو طلاق کا محل ہی نہ رہی (موطا محمد' ص ۲۵۹)

۲۴۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا تم میں سے ایک آدمی اپنے آپ کو گندگی سے بھر لیتا ہے (کیونکہ تین طلاقیں گناہ ہیں) تو نے اپنے رب کی بھی نافرمانی کی (جس کی سزا تجھے آخرت میں ملے گی اور دنیا میں اس گناہ کی سزا یہ ہے کہ) تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی۔ اب وہ تیرے لئے ہرگز ہرگز حلال نہیں جب تک وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں ہم اسی کو لیتے ہیں۔ یہی قول امام اعظم

ابوحنیفہؒ کا ہے اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ (کتاب الآثار)

۲۵۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا کہ بے شک میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ فرمایا بے شک تیرے چچا نے (اکٹھی تین طلاقیں دے کر) خدا کی نافرمانی کی (جس کی سزا آخرت میں ملے گی اور دنیا میں بھی) اس پر ایسی ندامت ڈال دی جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔

۲۶۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہے' اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا تین طلاق سے وہ حرام ہوگئی (یہ دنیا کی سزا ہے اور اکٹھی طلاقیں دے کر) ۹۷ بار مزید تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے استہزاء کیا۔ اس لئے آخرت میں اللہ ہی تجھ سے سمجھے گا۔ (موطا مالک ص ۵۱۰)

۲۷۔ حضرت عنترہؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہی مرتبہ کہا کہ تجھے سو طلاق۔ اب وہ تین طلاق کی وجہ سے مجھ پر حرام ہوگئی ہے یا اس کو ایک ہی طلاق سمجھا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا وہ تین طلاق کی وجہ سے تم سے جدا ہوگئی (یہ دنیا کی سزا ہے) اور باقی ستانوے گناہوں کا بوجھ تم پر باقی رہا (جس کا عذاب آخرت میں ہوگا) (ابن ابی شیبہ ص ۱۳)

۲۸۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ گیارہ سو طلاق۔ فرمایا ان میں سے تین کی وجہ سے وہ تجھ پر حرام ہوگئی (یہ دنیا کی سزا ہے) اور باقی سب کا گناہ اور آیات اللہ سے جو استہزاء کیا اس کا عذاب آخرت میں ہوگا (ص ۱۳)

۲۹۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس آدمی کے بارہ میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو کہا تجھے ستاروں کی تعداد کے مطابق طلاق۔ تو آپؓ نے

فرمایا اس بارہ میں رأس الجوزاء ہی کافی ہے۔ (اس ستارے کے تین سینگ ہیں) (مصنف عبدالرزاق)

۳۰۔ امام حکمؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں نے اس شخص کے بارہ میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کو رخصتی سے قبل ہی (ایک کلمہ سے) تین طلاقیں دی تھیں کہ وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (ص ۲۲)

۳۱۔ حضرت معاویہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ نے بھی اس شخص کے بارہ میں یہی فرمایا (جس نے قبل رخصتی اپنی بیوی کو ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی تھیں) کہ وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ (ص ۱۱)

۳۲۔ حضرت محمد بن ایاسؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ نے اس شخص کے بارہ میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کو رخصتی سے قبل ہی (ایک ہی کلمہ سے) تین طلاقیں دیں کہ وہ عورت ہرگز اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ (ص ۲۳)

۳۳۔ حضرت عطاءؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی مرد نے اپنی ایسی بیوی کو جس کی رخصتی نہیں ہوئی تین اکٹھی طلاقیں دیں۔ اب وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہیں جب تک دوسری جگہ نکاح نہ کرے۔ اور اگر بیوی کو رخصتی سے قبل الگ الگ الفاظ سے کہا تجھے طلاق، طلاق، طلاق ہے تو وہ پہلی طلاق سے ہی بائن ہو گئی (اس پر اب عدت بھی نہیں، اس لئے باقی دو لغو ہو گئیں کہ محل طلاق ہی نہ تھی) (ص ۲۵)

۳۴۔ حضرت منصورؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آدمی کے بارہ میں جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں طلاق کا اختیار تجھے دیتا ہوں۔ اس بیوی

نے فوراً کہا تین طلاق۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا عورت چوک گئی۔ اگر وہ کہتی مجھے تین طلاق تو تین ہی واقع ہو جاتیں۔ (ص ۵۸)

۳۵۔ حضرت نافعؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے ایک عزیز کو عاصم بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس لائے کہ میرے اس عزیز نے اپنی بیوی کو رخصتی سے قبل ہی طلاق بتہ دے دی ہے۔ آپ دونوں اس بارہ میں کیا کہتے ہیں؟ یا آپ کے نزدیک اس کے لئے اس کے رکھنے کا کوئی طریقہ ہے؟ دونوں نے کہا نہیں، لیکن ہم ابھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں، ان سے پوچھ لو اور واپسی پر ہمیں بھی بتا دینا۔ پس وہ ان کے پاس آئے اور حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا اب یہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ نے بھی اس کی تائید فرمائی۔ (ج ۵، ص ۶۵)

۳۶۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں (اکٹھی) دی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خاموش رہے۔ میں سمجھا کہ شاید اس کو رجوع کی اجازت دیں گے۔ لیکن آپ نے فرمایا تم حماقت پر سوار ہو کر (اکٹھی تین طلاقیں دے لیتے ہو) پھر آکر کہتے ہو اے ابن عباسؓ! اے ابن عباسؓ! بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی رہائی کی صورت نکال دیتے ہیں۔ بے شک تو اللہ تعالیٰ سے بالکل نہیں ڈرا، اس لئے میں تیرے لئے (اس بیوی کو رکھنے کی) کوئی صورت نہیں پاتا۔ تو نے (اکٹھی تین طلاقیں دے کر) اپنے خدا کی نافرمانی کر کے (آخرت برباد کر لی) اور بیوی بھی تجھ پر حرام ہو گئی (جس سے دنیا میں برباد ہو کر تو پورا خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بن گیا) (ابوداؤد ۱-۲۹۹، طحاوی ۲-۳۵، بیہقی ۷-۳۳۷)

۳۷۔ حضرت ابو سلمہؒ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں نے اس آدمی کے بارہ میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے ہی تین طلاقیں (ایک ہی کلمہ سے) دے دیں، اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ (طحاوی ۲-۳۴)

۳۸۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دیں۔ فرمایا تین ہوگئیں اور ۹۷ زیادتی ہیں۔ (بیہقی ۷-۳۳۷)

۳۹۔ حضرت مقسمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک آدمی نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ جب رمضان کا مہینہ آئے تو تجھے تین طلاق۔ اب میں بہت شرمسار ہوں۔ رمضان آنے سے چھ مہینے باقی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا تم اب اس کو ایک طلاق دے دو، تاکہ رمضان سے پہلے اس کی عدت بھی ختم ہو جائے۔ اس کے بعد رمضان گزرنے کے بعد اس سے نکاح کرلینا۔ (بیہقی ۷-۳۱۷)

۴۰۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں میں نے کہا تیرے چچا نے (اکٹھی تین طلاقیں دے کر) خدا کی نافرمانی کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو نادم کیا ہے۔ اس نے شیطان کی اطاعت کی ہے۔ اس کے لئے اس بیوی کو رکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ (بیہقی ۷-۳۳۷)

۴۱۔ حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں تین طلاقیں دیں۔ پھر اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا (اکٹھی تین طلاقیں دے کر) تو خدا کا بھی نافرمان ہوا، عورت بھی جدا ہوگئی۔ اب وہ تیرے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (عبدالرزاق ۶-۳۱۱)

۴۲۔ حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس

عورت کے بارہ میں فرمایا جس کو رخصتی سے پہلے (ایک ہی کلمہ سے) تین طلاقیں دی گئیں۔ اب پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (ایضاً)

۴۳۔ امام حکمؒ روایت کرتے ہیں بیشک حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ تینوں نے فرمایا کہ بیوی کو رخصتی سے پہلے اگر اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں اب وہ اس کے لئے حلال نہیں، یہاں تک کہ دوسرے سے نکاح کرے الگ الگ طلاق، طلاق، طلاق کہے تو وہ پہلی طلاق سے بائن ہوگئی، باقی دو بے محل رہ گئیں۔ (عبدالرزاق ۶-۳۳۶)

۴۴۔ سیدہ عائشہؓ اس آدمی کے بارے میں فرماتی ہیں جس نے بیوی کو کہا تجھے ایک طلاق ہزار جیسی کہ اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں، جب تک دوسری جگہ نکاح نہ کرے۔ (ابن ابی شیبة ۷۹۰)

۴۵۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ سے اس عورت کے بارہ میں پوچھا گیا جس کو خاوند نے قبل رخصتی (ایک ہی کلمہ سے) تین طلاقیں دے دیں۔ انہوں نے فرمایا اب وہ اس خاوند کے لئے حلال نہیں جب تک اور جگہ نکاح نہ کرے۔ (ابن ابی شیبہ ۵-۲۲)

○ برادران اسلام! یہ فقہاء صحابہ کرام کے فتاویٰ آپ کے سامنے ہیں جس میں بالاتفاق ایک کلمہ کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا گیا ہے اور دوسرے خاوند سے شادی کئے بغیر کسی نے بھی رجوع یا نکاح کا فتویٰ نہیں دیا۔ کسی ایک صحابیؓ سے بھی اس کا خلاف ثابت نہیں۔ اسی پر سب صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ ایک طرف صحابہ کرامؓ کا اجماع دیکھئے، دوسری طرف غیر مقلدین کے "الدعوۃ" کا جھوٹ کہ یہ صرف فقہ حنفی کا مسئلہ ہے اور اس کا یہ فتویٰ بھی پڑھیں۔ "غصے میں آکر ہزار طلاق دے دے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ فعل غلط ہے، مگر وہ طلاق ایک ہی ہے۔" خوف خدا کا ان کے ہاں

کوئی گزر نہیں' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ان اجماعی فتاویٰ کے ماننے والوں کو حلالی مولویوں کی پھبتی کس کر اپنے آپ کو مولویوں میں شامل کر رہے ہیں۔

اب تو بعض احباب کی یہ غلط فہمی دور ہونی چاہئے کہ یہ فرقہ صرف ائمہ کرام کا مخالف نہیں' اصل میں صحابہ کرام کا دشمن ہے اور ائمہ کی مخالفت کی وجہ بھی یہی ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام کے دین کو محفوظ کرلیا۔ صحابہ کرامؓ کے اتنے فتاویٰ کے خلاف ایک آواز بھی نہ اٹھائی گئی۔ آج جو غیر مقلدین یہ آواز اٹھا رہے ہیں یہ کوئی دین اسلام کی خدمت نہیں' بلکہ یہودی لابی کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں کہ اسلامی عدالتوں میں اسلام کے قانون کا جو تھوڑا سا بچا کھچا حصہ ہے اس کو بھی ختم کردیا جائے۔

○ محقق علی الاطلاق شیخ الاسلام والمسلمین علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ فقہاء صحابہ میں سے ہم اکثر کی نقل صریح پیش کرچکے ہیں کہ وہ تین طلاق کے وقوع کے قائل ہیں۔ اور ان کا مخالف کوئی ظاہر نہیں ہوا۔ اب حق کے بعد باطل کے سوا کیا رہ جاتا ہے؟ اسی بناء پر ہم نے کہا کہ اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ دے کہ تین طلاق بلفظ واحد ایک ہوگی تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں' لہٰذا یہ مخالفت ہے اختلاف نہیں۔ اسی طرح حافظ ابن رجبؒ تحریر فرماتے ہیں : "جاننا چاہئے کہ صحابہ' تابعین اور ائمہ سلف سے جن کا قول حلال و حرام کے فتویٰ میں لائق اعتبار ہے کوئی صریح چیز ثابت نہیں کہ تین طلاقیں دخول کے بعد ایک شمار ہوں گی جب کہ ایک لفظ سے دی گئی ہوں۔"

اس مختصر مضمون میں زیادہ کی گنجائش نہیں' ورنہ امام زہریؒ' امام حسن بصریؒ' امام ابن سیرینؒ' امام ابراہیم نخعیؒ' علامۃ التابعین امام شعبیؒ' امام طاؤسؒ' امام عطاءؒ' امام قتادہؒ سب فقہاء تابعین کے فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ جلد پنجم میں موجود ہیں کہ ایک دفعہ کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں اور فقہائے تابعین میں سے کسی ایک نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی' جس سے ثابت ہوگیا کہ تابعین اور تبع تابعین کا بھی اسی پر

اجماع تھا اور امام نووی نے صراحت فرمائی ہے کہ حضرات ائمہ اربعہ کا بھی اسی پر اجماع ہے۔

غیر مقلدین کا پہلا خداع :

ایک شاذ روایت مسند احمد میں سعد بن ابراہیم عن محمد بن اسحاق' داؤد بن الحصین عکرمہ کی سند سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رکانہؓ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ اس کے بعد ان کو سخت غم لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا : تو نے کیسے طلاق دی تھی؟ اس نے کہا ایک مجلس میں طلاق' طلاق' طلاق کہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب ایک ہے تو اس سے رجوع کرلے۔ چنانچہ رکانہؓ نے رجوع کرلیا۔ (مسند احمد ۱-۲۶۵' بیہقی ۷-۳۳۹)

یہ وہ شاذ روایت ہے جس پر الدعوۃ والے کو بڑا ناز ہے۔ یہ ایسا ناز ہے جیسے قادیانی متواتر حدیث "لا نبی بعدی" کے خلاف سیدہ عائشہؓ کی طرف منسوب شاذ قول قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ پر ناز کرتے ہیں۔ یا جیسے روافض وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی ولایۃ علی کے آخری شاذ جملے پر ناز کرتے ہیں' لیکن پیتل کا ناز سونے کے مقابلے میں کیا؟ انجام منہ کالا ہے۔

۱- اس کے پہلے راوی امام احمد ہیں۔ کاش اس غیر مقلد میں ذرہ بھر بھی خدا کا خوف ہوتا تو بتاتا کہ امام احمد اس مسئلے کو ہرگز نہیں مانتے۔ چنانچہ انہوں نے جو خط مسدد بن مسرہد کو لکھا اس میں تحریر فرماتے ہیں : "اور جس نے تین طلاقیں ایک لفظ میں دیں اس نے جہالت کا کام کیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی اور وہ اس کے لئے کبھی حلال نہ ہوگی' یہاں تک کہ دوسری جگہ نکاح کرے۔" (الاشفاق) اگر یہ بیوی خدا کے ہاں حلال تھی اور امام احمد نے حرام کردی تو کیا آپ ان کو احبار و رہبان میں شامل کریں گے؟

۲- "الدعوۃ" والے نے اس شاذ روایت پر بیہقی کا حوالہ بھی دیا ہے، لیکن خدا کا خوف اس کے قریب بھی نہیں پھٹکا۔ امام بیہقیؒ اس کے بعد فرماتے ہیں : "یہ سند ہرگز حجت نہیں، کیونکہ آٹھ ثقہ راویوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس کے خلاف روایت کیا ہے (ثقات کے مخالف اگر کوئی ثقہ راوی ہو تو بھی روایت شاذ و مردود ہوتی ہے اور جب ثقات کے مخالف کذاب اور بدعتی کوئی شاذ قراءت بیان کرے، جیسے : یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک فی ولایۃ علی والائمۃ (درمنثور) کا آخری فقرہ۔ ایسی شاذ روایت کوئی کذاب اور اہل بدعت ہی قبول کر سکتا ہے۔ پھر امام بیہقیؒ فرماتے ہیں اس روایت کے شاذ مردود ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ "اولاد رکانہؓ نے اس کے خلاف روایت کیا ہے کہ رکانہؓ نے ایک طلاق دی تھی۔ لیجئے ساری بنیاد ہی ختم ہو گئی۔"

۳- امام ابوداؤد نے بھی یہی فرمایا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ رکانہؓ نے ایک طلاق دی تھی۔ رکانہؓ کے خاندان والے یہی بتاتے ہیں اور ایسے حالات خاندان والوں کو ہی صحیح یاد ہوتے ہیں، لیکن الدعوۃ والا شاید کہہ دے کہ رکانہؓ کا خاندان منزل من اللہ نہیں ہے۔

۴- دوسرا راوی سعد بن ابراہیم ہے۔ یہ گانا گانے والا تھا۔ حتیٰ کہ حدیث سنانے سے پہلے گانا گاتا اور ساز کے ساتھ۔ دیکھئے الدعوۃ والے بھی ہر درس حدیث گانے بجانے سے شروع کرتے ہیں یا نہیں۔ میزان الاعتدال کے ایک نسخہ میں تو یہ ہے کان یحید الغناء۔ بہت اچھا گاتا تھا۔ ایک نسخہ میں ہے یجیز الغناء دوسروں کے لئے بھی گانا جائز جانتا تھا۔

۵- اس سند کا اگلا راوی محمد بن اسحاق ہے، جسے امام مالکؒ نے دجال کہا۔ عروہؒ نے کذاب کہا۔ یہ تقدیر کا منکر تھا، اس پر اس کو سزا بھی ملی۔ تشیع کی طرف بھی مائل تھا۔ تدلیس بھی کرتا تھا۔ کسی حرام، حلال کے مسئلے میں تو کوئی محدث اس کی حدیث قبول

نہیں کرتا۔ اگر یہ منفرد ہو، اس کی حدیث بالاتفاق مردود ہے۔ یہاں یہ منفرد ہی نہیں بلکہ دوسری صحیح حدیث کے مخالف اور عبداللہ بن عباسؓ کے متواتر فتویٰ کے خلاف روایت کر رہا ہے۔ اس لئے اس کی روایت قطعاً منکر ہے۔ ہاں الدعوۃ والوں کے ہاں منزل من اللہ۔

۶- اس کا استاد داؤد بن الحصین ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں عکرمہ سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ یہ مذہباً خارجی بھی تھا۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ حدیث بھی عکرمہ سے ہی ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے بھی اس کو مناکیر میں ہی ذکر کیا ہے۔ (میزان الاعتدال)

۷- اس کا استاد عکرمہ ہے۔ یہ بھی خارجی تھا۔ اس کو عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادہ ٹٹی خانہ کے پاس باندھ دیتے اور فرماتے یہ کذاب خبیث میرے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔ (عجیب بات ہے کہ یہ بھی اس نے ابن عباسؓ پر جھوٹ ہی بولا ہے) امام سعید بن المسیبؒ، امام عطاؒ، امام ابن سیرینؒ سب اس کو جھوٹا کہتے ہیں۔ یہ خارجی مذہب کا تھا، کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متشابہات نازل کر کے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ حاکم مدینہ نے اس کی طلبی کا حکم دیا تو یہ اپنے خارجی شاگرد داؤد بن الحصین کے پاس روپوش ہو گیا اور وہیں مر گیا۔ لوگوں نے اس کا جنازہ بھی نہ پڑھا (میزان الاعتدال ۳-۹۶)۔

۸- آخر میں یہ عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب ہے، جن سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ تین طلاقیں واقع ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ اس شاذ بلکہ منکر روایت کو منزل من اللہ سمجھ کر کتاب و سنت اور اجماع سے بغاوت کرنا کہاں کا دین ہے۔

۹- جب حضرت رکانہؓ کی دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کی قسم میری نیت ایک طلاق کی تھی تو اس کو بھی اس کے موافق کیوں نہ کر لیا جائے۔ ان دو فقروں میں غور فرمائیے۔ ایک آدمی کہتا ہے تین سانپ۔ وہ کبھی یہ قسم نہیں کھا سکتا کہ میری مراد

ایک سانپ تھا۔ ہاں دوسری جگہ دوسرا آدمی شور مچا رہا ہے سانپ سانپ سانپ۔ تو اس سے پوچھا جا سکتا ہے کہ بھئی کتنے سانپ ہیں۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ ایک سانپ ہے۔ باقی تو میں تاکید کے لئے بول رہا ہوں۔ اب کوئی یہ نہیں کہے گا کہ اس نے تین سانپوں کو ایک کر دیا، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اس نے ایک ہی سانپ کے بارے میں تاکید کے لئے بار بار کہہ دیا۔ اس طرح حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ اگر کہتے تجھے تین طلاق تو وہ بھی کبھی قسم نہ کھاتے کہ ایک طلاق مراد ہے۔ ہاں انہوں نے اتنا کہا کہ طلاق طلاق طلاق۔ اب ان سے پوچھا جا سکتا تھا کہ مراد کتنی طلاق ہے؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ایک طلاق مراد ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کو ایک قرار نہ دیا، بلکہ ایک کو ہی ایک قرار دیا۔ اس شاذ و منکر روایت کو لے کر تین طلاقوں کو ایک کرنا اور حرام کو حلال کرنا اور ساری عمر کے لئے ان کو حرام کاری کی چھٹی دینا واقعی کسی حلالی کا کام نہیں ہو سکتا۔

غیر مقلدین کا دوسرا دھوکہ :

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں، حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے ایک ایسے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا ہے جس میں ان کے لئے سوچ بچار کی گنجائش تھی۔ پس اگر ہم ان تین طلاقوں کو ان پر نافذ کر دیں تو انہوں نے تین طلاق کو نافذ قرار دیا (صحیح مسلم ج ۱، ص ۴۷۸)

۱- اس قول میں تین طلاق سے کیا مراد ہے؟ اگر ہر قسم کی تین طلاقیں مراد ہوں تو پھر تو جس نے تین طہر میں تین طلاقیں دیں وہ بھی ایک شمار ہوں گی۔ اس کو غیر مقلد بھی نہیں مانتے۔ اس لئے غیر مقلدوں سے ہمارا یہی سوال ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں تین طہروں میں دیں۔ اس کے بعد پھر اپنی بیوی کو بغیر حلالہ شرعی کے رکھ لیا اور اسی قول کو وہ پیش کرتا ہے تو اس کو آپ کیا جواب دیں گے؟

۲- الدعوۃ والوں نے اکٹھی تین طلاقیں جو ترجمہ کیا ہے یہ کس لفظ کا ہے؟ نہ ہی اس میں ایک مجلس کا لفظ ہے، نہ ہی تین کا۔

۳- اکٹھی تین طلاقیں دینا اللہ تعالیٰ کی آیات سے استہزاء ہے۔ اللہ کے رسول کی ناراضگی ہے۔ کیا صحابہ کرامؓ بلا روک ٹوک دور نبوت، دور صدیقی اور دور فاروقی کے ابتدائی دو سالوں میں یہ گناہ کرتے رہے اور بدعی طلاق دے کر بدعتی بنتے رہے؟ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں یہ نظریہ روافض کا تو ہے۔ کیا غیر مقلدین کا بھی ہے؟

۴- زید کو ایک مفتی نے یہ سنایا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں۔ اس نے اپنی بیوی کو کہہ دیا تجھے ۹ طلاق۔ اب زید اور مفتی صاحب میں جھگڑا ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ تین ہیں۔ مفتی صاحب کو حساب نہیں آتا۔ مفتی کہتا ہے ایک ہے۔ زید کہتا ہے کہ ۹ کے ایک ہونے کی حدیث دکھاؤ۔ آپ وہ حدیث دکھائیں۔

۵- زید کو مفتی غیر مقلد نے یہ حدیث سنائی کہ اکٹھی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی ہیں۔ زید نے ایک طلاق صبح، ایک دوپہر اور ایک شام کو دے دی۔ غیر مقلد مفتی کہتا ہے کہ یہ ایک ہے۔ زید کہتا ہے کہ صریح حدیث سناؤ کہ تین الگ الگ مجالس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔ آپ وہ حدیث پیش کریں۔

۶- زید نے ایک طلاق پیر کو، دوسری منگل کو، تیسری بدھ کو دی۔ کوئی ایسی حدیث پیش فرمائیں کہ تین دن میں الگ الگ دی گئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔

۷- زید نے ایک طلاق پہلے ہفتے، دوسری دوسرے ہفتے اور تیسری تیسرے ہفتے دی۔ وہ کہتا ہے کہ ایسی حدیث دکھاؤ کہ تین ہفتوں میں الگ الگ دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔

۸- زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق اس طہر میں دی جس میں وہ دو مرتبہ صحبت کر چکا تھا اور طلاق دینا حرام تھی۔ بیوی کو گھر سے نکال دیا۔ وہ اپنے ماموں کے ہاں چلی گئی۔ ایک ماہ بعد زید نے اس کو دوسری طلاق بھیجی۔ وہ اس وقت حائضہ تھی۔ اس کے بعد

جب تیسری طلاق بھیجی اس وقت بھی وہ حائضہ تھی۔ اس کے بعد دو سال گذر گئے۔ ایک مفتی صاحب کے پاس گیا اس نے کہا کہ تینوں طلاقیں حرام تھیں' ایک بھی واقع نہیں ہوئی۔ اب وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں۔ اگر یہ فتویٰ درست ہے تو بھی صریح حدیث پیش فرمائیں اور غلط ہے تو بھی صریح حدیث سے جواب ارشاد فرمائیں۔

۹۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت کے ابتدائی دور میں متعہ کر لیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا۔ اہل حدیث عالم کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں جواز متعہ پر سب صحابہ کا اجماع تھا۔ حضرت عمرؓ کا روکنا ایک سیاسی حکم تھا' کوئی شرعی حکم نہیں تھا۔ اس لئے ابن عباس وغیرہ نے ان سے اختلاف کیا اور پہلے اجماع پر قائم رہے۔ اس لئے یہ جواز متعہ پر صحابہ کا اجماع ہے اور یہی اصل حکم شرعی ہے۔ تو اس عالم کا یہ فتویٰ درست ہے یا نہیں؟ **بہر دو صورت صریح صحیح دلیل بیان کریں؟**

۱۰۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاق کے بعد خُدا اور رسول کے نزدیک بیوی خاوند کے لئے حلال تھی۔ حضرت عمر نے خُدا اور رسول کے حلال کو حرام قرار دے دیا۔ خدا کے حلال کو حرام قرار دینے والے احبار و رہبان یہود کو قرآن نے "ارباباً من دون اللّٰہ۔" کہا ہے یا خلفائے راشدینؓ کو؟ جواب قرآن حدیث سے دیں قیاس سے نہ دیں۔

۱۱۔ کیا صدر مملکت کو حق ہے کہ سیاسی ضرورت کے ماتحت خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردے؟

۱۲۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ اعلان فرمایا تو کتنے صحابہ کرام اللہ و رسول کے حکم پر قائم رہے اور کتنوں نے اللہ و رسول کو چھوڑ کر عمرؓ کی شریعت کو مان لیا؟ جواب صحیح

سندوں سے دیں۔

۱۳۔ حضرت عمرؓ کے بعد دور عثمانی میں کتنے صحابہ کرام اللہ و رسول کے ارشاد پر فتویٰ دیتے تھے اور کتنے حضرت عمرؓ کے قول پر خود حضرت عثمانؓ کس کے ساتھ تھے؟

۱۴۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں ان کا اپنا فتویٰ اور ان کے مفتیوں کا فتویٰ اللہ و رسول کی شریعت پر رہا یا عمر کی؟

۱۵۔ اہلسنّت والجماعت کے چاروں امام اللہ و رسول کی شریعت پر فتویٰ دیتے رہے یا اس مسئلہ میں عمرؓ کی شریعت پر؟ ہمیں یقین ہے کہ الدعوہ والے ہرگز ہرگز ان سوالات کا جواب صرف قرآن و حدیث سے نہیں دے سکیں گے۔ کیونکہ اس شاذ قول کا جو مطلب غیر مقلد لیتے ہیں اس کے بعد صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ کے بارہ میں وہی ذہن بنتا ہے جو روافض کا ہے۔ خود ابن عباس کا بھی متواتر فتویٰ اس شاذ قول کے خلاف ہے۔ الغرض روافض اور غیر مقلدین نے تو اس شاذ قول کا ایسا مطلب بیان کیا ہے جس سے ائمہ اور صحابہ کرام بلکہ خلفائے راشدین تک پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کے اعتراضات اور سیاسی اغراض کے لئے احکام شرعیہ سے خروج ثابت ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

○ ہاں اہلسنّت والجماعت جو خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کو معیار حق مانتے ہیں۔ قرآن پاک' احادیث متواترہ اور اجماع قطعی کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی عظمتوں کا نقش ان کے دلوں میں ثبت ہے۔ وہ ایسے شاذ اقوال کی یا تو تاویل کرتے ہیں یا رد کرتے ہیں۔

۱۔ اس شاذ قول کا مدار طاؤس پر ہے۔ امام حسین بن علی الکرابیسی اپنی کتاب "ادب القضاء" میں فرماتے ہیں : اخبرنا علی بن عبداللہ المدینی عن عبدالرزاق عن معمر عن طاؤس انہ قال من حدثك عن طاؤس انه كان يروى طلاق الثلاث واحدة كذبه (الاشفاق) یعنی طاؤس نے خود

فرمایا کہ جو یہ کہے کہ طاؤس ایسی روایت کرتا ہے کہ تین طلاقیں ایک ہیں' اس کو جھوٹا جان۔ جب طاؤس نے خود ہی اس شاذ قول کو جھٹلا دیا تو اس کو الدعوۃ والوں کے سوا کون قبول کرسکتا ہے جن کی فطرت ہی جھوٹ پسند ہے۔

۲- اس شاذ قول کا دوسرا کردار ابوالصہباء ہے۔ یہ اگر مولیٰ بن عباس ہے تو ضعیف ہے' جیسا کہ نسائی نے کہا اگر دوسرا ہے تو مجہول۔ آخر حرام کاری کے بیوپاریوں کے پاس کتاب اللہ' سنت رسول اللہ' اجماع صحابہ اور ابن عباس کے متواتر فتویٰ کے خلاف ضعیف اور مجہول راویوں کے شاذ قول کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے؟ بے چاروں کا اوڑھنا بچھونا ہی شاذ اقوال کے سہارے ہے۔ اور کتاب و سنت اور صحابہ کرامؓ سے بغاوت ہے۔

۳- ابوالصہباء کے ان الفاظ پر بھی غور فرمالیں وہ ابن عباسؓ سے کہتے ہیں : ھات من ھناتك' یعنی اپنی قابل نفرت اور بری باتوں سے کچھ سنائیے تو ابن عباس یہ قول سنا دیتے ہیں جو ان کے نزدیک قبیح مردود اور قابل نفرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عباسؓ فتویٰ ہمیشہ اس کے خلاف ہی دیتے رہے جو قول ابن عباسؓ بلکہ سب صحابہ کے ہاں قبیح اور قابل نفرت ہے۔ اس کو اگر غیر مقلد قبول نہ کریں تو اور کون کرے گا؟ ان بے چاروں کے دسترخوان پر یہی کچھ ملتا ہے۔ ایسے شاذ اور قابل نفرت اقوال کے سہارے صحابہ کرام کو شریعت کا مخالف قرار دینا ایسی ہی شاذ پسند طبیعتوں کا کام ہے جو من شذ شذ فی النار سے نہیں ڈرتے۔

۴- امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ امام ابوبکر بن ابی شیبۃ' پھر امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے اس قول میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ یہ اس عورت کے بارہ میں ہے جس کی رخصتی نہیں ہوئی۔ امام نسائی نے بھی اس پر یہی باب باندھا ہے اور ایسی عورت کے بارہ میں خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وضاحت ابن ابی شیبۃ ۵-۲۵ پر موجود ہے کہ اگر اس کو یوں کہا جائے تجھے طلاق' طلاق' طلاق' تو اس کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔

(اس صورت میں دوبارہ نکاح بغیر حلالہ شرعی کے جائز ہے اور سوچ بچار کی گنجائش ہے)
اور اگر یوں اس کو تین طلاقیں دی جائیں کہ تجھے تین طلاق' تو اس سے تین طلاقیں ہی واقع ہو جاتی ہیں۔ اب بغیر حلالہ شرعی کے اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ جلد بازی ہے جس میں سوچ بچار کا کوئی موقع نہیں رہتا۔

☆ اب اس شاذ قول کا مطلب یہ بنا کہ رسول پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اگر رخصتی سے پہلے کوئی طلاق دیتا تو وہ یوں کہتا طلاق' طلاق' طلاق۔ اس سے اس کو ایک ہی طلاق واقع ہوتی۔ بعد میں سوچ بچار کر کے نکاح کر سکتے تھے۔ اس کا حکم آج تک یہی ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں کثرت فتوحات ے بہت سے نومسلم ہوئے' بہت سی لونڈیاں آئیں۔ نکاح طلاق کی کثرت ہوگئی تو بعض ناواقف لوگوں نے رخصتی سے قبل طلاق میں جلد بازی سے کام لینا شروع کر دیا۔ اور ان کو یوں طلاق دینے لگے تجھے تین طلاق۔ اب تینوں طلاقیں پڑ گئیں اور وہ حرام ہوگئی۔ بغیر حلالہ کے اب نکاح نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اعلان فرمادیا کہ جلد بازی کا طریقہ جو ہے اس کا حکم یہی ہے کہ تین طلاق نافذ ہو جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ یا کسی بھی صحابی یا تابعی نے کوئی حکم شرعی نہیں بدلا۔ صرف طلاق دینے والوں نے طلاق کا طریقہ بدلا۔ جو پہلا طریقہ تھا اس کا آج بھی وہی حکم ہے۔ جو بعد والا طریقہ تھا اس کا پہلے بھی وہی حکم تھا۔ اب نہ کسی خلیفہ راشد پر اعتراض اور نہ ہی کسی صحابی پر۔

○ ہاں یہ بات ثابت ہو گئی کہ غیر مقلدوں نے یقیناً حکم شرعی بدل ڈالا اور حرام کو حلال کیا۔ یہی کام یہود کے احبار و رہبان کرتے تھے اور یہود ان کے کہنے سے خدا کے حرام کردہ کو حلال سمجھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ یہود ان کو اربابا من دون اللہ مانتے ہیں۔ اب بھی غیر مقلدین کی ہر مسجد اور ہر رسالے کے دفتر میں غیر مقلدین کے رب بیٹھے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کرتے ہیں۔ ان کو جھوٹ کہہ کہہ کر

تین طلاقیں واقع نہیں ہوئیں۔ سمّٰعون للکذب کا کردار ادا کرتے ہیں۔ اور ان سے اس حرام کاری کی دلالی کی فیس وصول کر کے اکّٰلون للسحت سے اپنے پیٹ کا جہنم بھرتے ہیں۔ آہ! ان لوگوں نے کتنی عصمتوں کو تار تار کرایا، کتنے ایسے جوڑے ہیں جو ساری عمر حرام کاری کر کے اپنی اور ان کی قبروں کو جہنم کے گڑھے بنا رہے ہیں۔ حرام کاری کا ایک دلال مجھے کہنے لگا اصل بات تو یہی ہے کہ وہ عورت حرام ہے، لیکن اگر فتوئی نہ بھی دیں تو بھی لوگ اسی طرح اکٹھے رہتے ہیں۔ ہم فتوئی دے کر کچھ فیس لے لیتے ہیں۔ میں نے کہا اگر تم حکم شرعی بدل کر فتوئی نہ دیتے وہ پھر اکٹھے رہتے تو یقیناً گنہگار ہوتے اور اپنے کو گنہگار سمجھ کر ہی گناہ کرتے۔ گناہ کو گناہ سمجھ کر کرنا گناہ ہی ہے۔ مگر آپ کے فتوئی کے بعد وہ اس ساری عمر کے گناہ کو حلال سمجھ کر کر رہے ہیں، جس سے ایمان ہی رخصت ہو جاتا ہے، مگر غیر مقلدین کو ایمان کی کیا پرواہ؟ الحاصل تین طلاق کے مسئلہ میں نہ ان کے پاس قرآن ہے، بلکہ ان کا مسئلہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ "الطلاق مرتان" میں قرآن دو طلاقوں کو دو ہی کہتا ہے۔ جب دو دو ہیں تو تین تین ہی ہیں، مگر انہوں نے الطلاق مرتان کا مطلب یہ نکالا ہے کہ دو طلاقیں ایک ہیں، یہ بالکل جھوٹ ہے۔ قرآن کا انکار ہے، ان کے پاس صرف قیاس ہے کہ جب اس نے غلط طریقے سے طلاقیں دیں تو وہ واقع نہ ہوئیں، مگر ان کا قیاس قرآن کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی فرمایا کہ جس نے حدود اللہ سے تجاوز کیا اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ وہ خدا سے نہ ڈرا، اب اس کے لئے کوئی صورت اس ندامت سے نکلنے کی نہیں۔ یہ جب ہو گا کہ تینوں کو نافذ مانا جائے۔ غیر مقلدین کا یہ قیاس قرآن کے بھی خلاف ہوا اور وہ احادیث جو اوپر درج ہو چکیں اور اجماع صحابہ کے بھی خلاف ہوا اور امام طحاوی نے ثابت کر دیا کہ ان کا یہ قیاس بھی غلط ہے، کیونکہ روافض کہتے ہیں جس طرح نکاح غلط طریقے سے نہیں ہو سکتا۔ مثلاً عورت کسی کی عدت میں ہو اور نکاح کرے تو نکاح نہ ہو گا۔ اسی طرح طلاق بھی غلط طریقے سے نافذ نہ ہو گی۔ امام

طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ قیاس نصوص کے بھی خلاف ہے۔ حیض میں طلاق دینا گناہ ہے، مگر طلاق نافذ ہو جاتی ہے۔ ایسی پاکی میں طلاق دینا جس میں حقوق زوجیت ادا کر چکا ہو حرام ہے، مگر نافذ ہو جاتی ہے۔ جس طرح تمہارا قیاس نصوص کے خلاف ہے اسی طرح خود بھی غلط ہے۔ دیکھو نماز میں داخل ہونے کے لئے صحیح طریقہ سے داخل ہونا ضروری ہے کہ نماز کی شرائط مکمل ہوں، پھر نماز میں تحریمہ کہہ کر داخل ہو۔ لیکن نماز سے نکلنے کے لئے اگر صحیح طریقے سے نکلے گا سلام پھیر کر تو بھی یقیناً نماز سے نکل گیا اور کوئی گناہ نہ ہوا، لیکن اگر سلام کی بجائے بول چال شروع کر دی، اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا، کچھ کھانا پینا شروع کر دیا تو بھی یقیناً نماز سے نکل گیا۔ ہاں ساتھ گناہ بھی ہوا۔ اسی طرح اگر طلاق صحیح طریق سے دی تو ایسا ہی ہے جیسے شرعی طریقہ سے نماز سے نکل گیا۔ اور اگر طلاق غیر شرعی طریقے سے دی تو بھی طلاق ہو گئی۔ مگر ساتھ گناہ بھی ہوا، جیسے غیر شرعی طریقے سے نماز سے نکلنے والے کو گناہ ضرور ہوا مگر نماز سے نکل گیا۔ بہرحال غیر مقلدین کا یہ مسئلہ کہ شرعی طلاق ایک نافذ ہوتی ہے اور باقی دو نافذ نہیں ہوتیں، نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ کسی صحابی کا مسلک نہ مجتہد کا۔ یہود کے احبار و رہبان کی طرح خدا و رسول سے بغاوت کر کے ان لوگوں نے شریعت کے حرام کو حلال کر رکھا ہے۔

نوٹ : ان شاذ اقوال کے سہارے کے لئے ایک اور جھوٹی کہانی گھڑی گئی کہ حضرت عمرؓ کو اس پر ندامت ہوئی تھی۔ اس کا گھڑنے والا خالد بن یزید ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں کہ وہ اپنے باپ پر ہی جھوٹ نہ بولتا تھا بلکہ صحابہ کرام پر بھی جھوٹ بولتا تھا (میزان الاعتدال ۱-۶۴۵) آخر حرام کاروں کو حرام کاری کے لئے ایسے کذابوں کے سہارے ہی ملیں گے۔

حلالہ شرعی :

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ شوہر اگر اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں رہتی۔ یہاں تک کہ وہ عورت (عدت کے بعد) دوسرے شوہر

سے نکاح (صحیح) کرے (اور نکاح کے بعد دوسرا شوہر اس سے صحبت کرے' پھر مر جائے یا از خود طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے تب یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی۔ اور وہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکے گا) یہ حلالہ شرعی ہے۔

○ تین طلاق کے بعد عورت کا کسی سے اس شرط پر نکاح کر دینا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا یہ شرط باطل ہے' اور حدیث میں ایسا حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ تاہم ملعون ہونے کے باوجود اگر دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے دے تو عدت کے بعد عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔ اور اگر دوسرے مرد سے نکاح کرتے وقت یہ نہیں کہا گیا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا' لیکن اس شخص کا اپنا خیال یہ ہو کہ وہ عورت کو صحبت کے بعد فارغ کر دے گا۔ تو یہ صورت موجب لعنت نہیں۔ اسی طرح اگر عورت کی نیت ہو کہ وہ دوسرے شوہر سے طلاق حاصل کر کے پہلے شوہر کے گھر میں آباد ہونے کے لائق ہو جائے گی تب بھی گناہ نہیں۔ ہاں بغیر دوسرے خاوند سے نکاح کئے وہ عورت پہلے مرد پر قطعاً حرام ہے۔

○ غیر مقلدین نے اس حرام کاری کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ وہ تین طلاق کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کئے بغیر پہلے مرد کے سپرد کر دیتے ہیں' جو قرآن و سنت اور اجماع امت کے مطابق بالکل حرام ہے۔ آج اکثر جو لوگ غیر مقلد بن رہے ہیں وہ اسی لئے کہ مذاہب اربعہ میں اس حرام کاری کی کوئی گنجائش نہیں اور ان غیر مقلدین کے ہاں یہ ساری عمر کی حرام کاری پیشے کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ حرام کاری کے یہ دلال حلالہ کے خلاف خوب زور لگا رہے ہیں۔ تاکہ ہمارے کاروبار حرام کاری پر پردہ پڑا رہے۔ انہیں اگر باشرط حلالہ سے انکار ہے تو اس شرط کو احناف بھی ناجائز اور موجب لعنت کہتے ہیں۔ فقہ حنفی کو گالیاں دینے والے کیا اس کا جواز فقہ حنفی سے نکال سکتے ہیں۔ اور اگر وہ اس شرط والے حلالہ کے مخالف ہیں تو کیا وہ بلا شرط حلالہ کرواتے ہیں۔ اس کے کتنے سنٹر انہوں نے کھولے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے باوجود لعنت کرنے کے ان کو

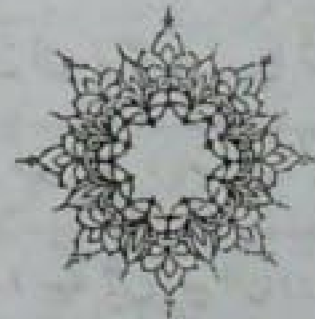
حلال کرنے والا فرمایا' حرام کرنے والا نہیں فرمایا اور جس کے لئے حلال کی گئی فرمایا' اس کے لئے حرام کی گئی نہیں فرمایا۔ غیر مقلدو! کتاب و سنت سے بغاوت کر کے کب تک شریف گھرانوں کو ساری عمر حرام کاری پر لگائے رکھو گے۔ الدعوۃ میں یہ بھی تو مانا ہے' البتہ یہ طے کئے بغیر اگر وہ خاوند اپنی مرضی سے طلاق دے' تب پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اور یہی طریقہ قرآن میں جائز ہے۔ تم نے کہاں اس طریقے پر عمل کرایا۔ تم تو قرآن کے اس جائز طریقے کو توڑ کر ساری عمر کی حرام کاری پر لگا رہے ہو۔

○ اس مسئلہ میں یہ بغاوت تو قرآن و سنت اور صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ سے کر رہے ہیں' مگر شور مچاتے ہیں کہ اللہ نے کسی متعین فقہ کے ماننے کا حکم نہیں دیا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کسی متعین فقہ کے ماننے سے منع فرمایا ہو تو وہ آیت یا حدیث ضرور پیش کریں۔ یہ دلائل نہیں' آپ کی بوکھلاہٹ کے آثار ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی اہل قرآن بھی اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کرتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عربی قرآن نازل کیا تھا۔ یہ جو صحاح ستہ کے نام سے چھ عجمی قرآن بنا لئے گئے ان کے ماننے کا کہیں اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔ اس فرقے کا حال یہی ہے کہ دلائل سے خالی ہونے کی وجہ سے اپنی پریشانی کو چھپانے کے لئے فقہ کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ حلالہ کی شرط باطل ہے اور متعہ بھی حرام ہے' لیکن یہ لوگ جو بغیر دوسرے نکاح کے عورت کو پہلے مرد کے سپرد کر دیتے ہیں' یہ ان دونوں سے بڑا گناہ اور حرام ہے۔ ساری عمر کا گناہ اور ناجائز اولاد اتنے بڑے حرام پر عمل کرنا اور شرط حلالہ کے خلاف شور مچانا ایسا ہی ہے کہ کوئی بدکار عورت بر سر عام زنا میں مشغول ہو اور کسی گھر ہستن کو گالیاں دے رہی ہو کہ بڑی بے شرم ہے' دوپٹہ سرک گیا ہے اور اس کا کان غیر محرم کو نظر آگیا ہے۔ یہی حال ان حضرات کا ہے۔ کبھی اپنے حرام کاروں کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ حلالہ سے بے حیائی اور بے شرمی پھیلے گی۔

○ یہ ایسے ہی ہے جیسے بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اگر چوروں کے ہاتھ کاٹنے

کی حد نافذ ہوگئی تو سارا ملک ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اصل بے شرمی اور بے حیائی کی ذمہ داری تو ان پر ہی عائد ہے جو بغیر دوسرے نکاح کے بیوی واپس کر دیتے ہیں۔ اس سے لوگوں میں تین طلاقیں دینے کی جرأت بڑھی ہے اور حرام کاری عام ہوگئی ہے۔ آپ تجربہ کرکے دیکھ لیں کہ ایک آدمی کو کہیں کہ قرآنی حکم کے مطابق دوسرے نکاح کے بغیر یہ (بیوی) تجھے نہیں مل سکتی اور اس عورت کا دوسرا نکاح ہو جائے تو اس ایک واقعہ کے بعد سالوں تک کوئی تین طلاق کا نام نہ لے گا۔ جس طرح چوروں پر حد نہ لگا کر چوروں کی جرأت بڑھائی گئی ہے اسی طرح اس مرد کو یہ سزا معاف کرکے مریض دلوں کو تین طلاقیں دینے کی آپ لوگوں نے جرأت دلائی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے تمام فتنوں کے شر سے محفوظ فرمائیں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلة البحوث الاسلامية

رئاسة ادارات البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد

رئيس التحرير

عثمان الصالح

الاشراف الفنى
جمال النهرى

المجلد الاول العدد الثالث

سنة ١٣٩٧ هـ

الرياض - المكه العربية السعودية

حکم

الطلاق الثلاث

بلفظ واحد

هيئة كبار العلماء

حکومت سعودیہ نے اپنے ایک شاہی فرمان کے ذریعے علماء حرمین اور ملک کے دوسرے نامور ترین علماء کرام پر مشتمل ایک تحقیقاتی مجلس قائم کر رکھی ہے جس کا فیصلہ تمام ملکی عدالتوں میں نافذ ہے، بلکہ خود بادشاہ بھی اس کا پابند ہے، اس مجلس میں "طلاق ثلاث" کا مسئلہ پیش ہوا مجلس نے اس مسئلہ سے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر وحدیث کی سینتالیس کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کے بعد بالاتفاق واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ

ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں

یہ پوری بحث اور متفقہ فیصلہ حکومت سعودیہ نے زیر نظر رسالہ میں شائع کیا ہے۔ غیر مقلدین اکثر مختلف فیہ مسائل میں اہل حرمین کے عمل کو بطور حجت پیش کیا کرتے ہیں، یہ فیصلہ بھی علماء حرمین کا ہے اس لئے غیر مقلدین پر حجت ہے۔ ہمیں امید ہے کہ غیر مقلدین اس رسالہ کو بنظر انصاف دیکھیں گے۔

الداعی الی الخیر: مفتی محمد انور عفا اللہ عنہ ، مرتب خیر الفتاویٰ

مجلة البحوث الاسلامية

لجنة الاشراف

سماحة الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله بن باز

فضيلة الشيخ عبدالله بن سليمان بن منيع

فضيلة الشيخ محمد بن عوده

فضيلة الشيخ عثمان الصالح

اشرف على التحرير

جمال النهرى

عبدالله البعادى

محمد بن عبدالرحمن آل اسماعيل

تشكلت هيئة كبار العلماء بموجب الأمر الملكى رقم أ.١٣٧ فى ٨-٧-١٣٩١هـ لتقوم بمزاولة الأعمال الآتية:

أ- إبداء الرأى فيما يحال إليها من ولى الأمر من اجل بحثه وتكوين الرأى المستند إلى الأدلة الشرعية فيه.

ب- التوصية فى القضايا الدينية المتعلقة بتقرير أحكام عامة ليسترشد بها ولى الأمر وذلك بناء على بحوث يجرى تهيئتها وإعدادها للهيئة.

ثم صدر الأمر الملكى رقم أ-١٣٨ فى ٨-٧-١٣٩١هـ بتعيين أصحاب المعالى والسماحة والفضيلة الآتية أسماؤهم أعضاء فيها على أن تكون رئاسة الدورات بالتعاقب بين خمسة من أكبر أعضاء الهيئة سنا وفيما يلى أسماء الأعضاء.

١- الشيخ عبدالعزيز بن باز
٢- الشيخ عبدالله بن حميد
٣- الشيخ محمد الأمين الشنقيطى
٤- الشيخ سليمان بن عبيد
٥- الشيخ عبدالله خياط
٦- الشيخ محمد الحركان
٧- الشيخ ابراهيم بن محمد آل الشيخ
٨- الشيخ عبدالرزاق عفيفى
٩- الشيخ عبدالعزيز بن صالح
١٠- الشيخ صالح بن غصون
١١- الشيخ محمد بن جبير
١٢- الشيخ عبدالمجيد حسن
١٣- الشيخ راشد بن خنين
١٤- الشيخ صالح بن لحيدان
١٥- الشيخ محضار عقيل
١٦- الشيخ عبدالله بن غديان
١٧- الشيخ عبدالله بن منيع.

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله محمد وآله وبعد:

فقد عرض على مجلس هيئة كبار العلماء مسألة "حكم الطلاق الثلاث بلفظ واحد" وبناء عليه أعدت اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء، بحثًا فى الموضوع ونصه:

الحمدلله وحده، وبعد: فبناء على ما قرره مجلس هيئة كبار العلماء، فى دورته الثالثة المنعقدة فى شهر ربيع الثانى، عام ١٣٩٣هـ من البحث فى الدورة الرابعة عن حكم الطلاق الثلاث بلفظ واحد. وبناء على ما تقتضيه لائحة عمل الهيئة، من قيام اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء بإعداد بحث علمى عن المسئلة التى تقرر عرضها على الهيئة. قامت اللجنة الدائمة باعداد بحث فى مسألة الطلاق الثلاث بلفظ واحد، اشتمل على ما يلى:

١ - حكم الإقدام على جمع الطلاق الثلاث بلفظ واحد، مع الأدلة ومناقشتها.

٢ - مايترتب على إيقاع الطلاق ثلاثًا بلفظ واحد، مع الأدلة ومناقشتها.

وبالله التوفيق .... وصلى الله على محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

حكم الطلاق الثلاث بلفظٍ وَّاحِدٍ فِى ضوءِ الْكِتَابِ وَالسنةِ

فتوى كبار العلماء والمحققين

المسألة الاولى حكم الاقدام على جمع الثلاث بكلمة واحدة وفيه قولان

القول الاول :

إنه محرم، وهو مذهب الحنفية والمالكية واحدى الروايتين عن احمد. وقول شيخ الاسلام و ابن القيم. اما المذهب الحنفى، فقال الكاسانى فى الكلام على طلاق البدعة (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع ٩٣/٣ وما بعدها) وأما الذى يرجع إلى العدد فهو ايقاع الثلاث او الثنتين فى طهر واحد لا جماع فيه. سواء كان على الجمع: بأن أوقع الثلاث جملة واحدة، أو على التفاريق واحداً بعد واحد، بعد أن كان الكل فى طهر واحد. وهٰذا قول اصحابنا ..... ولنا الكتاب والسنة والمعقول:

أماالكتاب:

فقوله عز وجل (فطلقوهن لعدتهن.... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) أى فى اطهار عدتهن. وهو الثلاث فى ثلاثة أطهار كذا فسره رسول الله ﷺ على ما ذكرنا فيما تقدم الامر بالتفريق، والامر بالتفريق يكون نهيًا عن الجمع. ثم ان كان الأمر أمر إيجاب. كان نهيًا عن ضده، وهو الجمع نهى تحريم. وإن كان أمر ندب، كان نهيًا عن ضده. وهو الجمع نهى ندب. وكل ذٰلك حجة علٰى المخالف. لأن الأول يدل على التحريم، والآخر يدل على الكراهة، وهو لا يقول بشىء من ذٰلك.

وقوله تعالى (الطلاق مرتانِ .... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) أى دفعتان، الا ترى أن من أعطى آخر درهمين، لم يجز أن يقول أعطاه مرتين حتى يعطيه دفعتين.

وجه الاستدلال: أن هذا وإن كان ظاهره الخبر، فان معناه الأمر، لأن الحمل على ظاهره يؤدى إلى الخلف فى خبر من لا يحتمل خبره الخلف، لأن الطلاق على سبيل الجمع قد يوجد، وقد يخرج اللفظ مخرج الخبر على إرادة الأمر، قال الله تعالى "والوالدات يرضعن اولادهن" (الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٣) أى ليرضعن ونحو ذلك، كذا هذا، فصار كأنه سبحانه وتعالى قال: طلقوهن مرتين إذا أردتم الطلاق، والأمر بالتفريق نهى عن الجمع، لأنه ضده، فيدل على كون الجمع حرامًا أو مكروهًا على ما بينا.

فإن قيل:

هذه الآية حجة عليكم، لانه ذكر جنس الطلاق، وجنس الطلاق ثلاث، والثلاث إذا وقع دفعتين، كان الواقع فى دفعة طلقتان، فيدل على كون الطلقتين فى دفعة مسنونتين.

فالجواب :

أن هذا أمر بتفريق الطلاقين من الثلاث لا بتفريق الثلاث، لأنه أمر بالرجعة عقب الطلاق مرتين أى دفعتين بقوله تعالى "فإمساك بمعروفٍ" (الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) أى وهو الرجعة، وتفريق الطلاق وهو إيقاعه دفعتين لا يتعقب الرجعة، فكان هذا أمراً بتفريق الطلاقين من الثلاث، لا بتفريق كل جنس الطلاق وهو الثلاث، والأمر بتفريق طلاقين من الثلاث يكون نهيًا عن الجمع بينهما.

وأماالسنة : فما روى عن رسول الله ﷺ أنه قال: "تزوجوا ولا تطلقوا فان

الطلاق يهتزله عرش الرحمٰن" (رواه ابن عدى فى الكامل من طريق على بن ابى طالب، وقال السيوطى فى الجامع الصغير: ضعيف) نهى. ﷺ عن الطلاق، ولا يجوز أن يكون النهى عن الطلاق لعينه، لأنه قد بقى معتبراً شرعًا فى حق الحكم بعد النهى، فعلم أن ههنا غيرًا حقيقيًا ملازمًا للطلاق يصلح أن يكون منهيًا عنه، فكان النهى عنه لا عن الطلاق، ولا يجوز أن يمنع من الشرع لمكان الحرام الملازم له، كما فى الطلاق فى حالة الحيض، والبيع وقت النداء، والصلاة فى الأرض المغصوبة، وغير ذلك.

وقد ذكر عن عمر. رضى الله عنه ـ : أنه كان لا يؤتى برجل طلق امرأته ثلاثًا إلا أوجعه ضربًا وأجاز ذلك عليه. وذلك بمحضر من الصحابة. رضى الله عنهم. فيكون إجماعًا.

وأما المعقول: فمن وجوه:

أحدها:

أن النكاح عقد مصلحة لكونه وسيلة إلى مصالح الدين والدنيا، والطلاق إبطال له، وإبطال المصلحة مفسدة، وقد قال الله عزوجل: (والله لا يحب الفساد...الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٠٥) وهذا معنى الكراهة الشرعية عندنا، أن الله تعالى لايحبه ولا يرضى به، إلا انه قد يخرج من أن يكون مصلحة لعدم توافق الأخلاق وتباين الطبائع، أو لفساد يرجع إلى نكاحها، بأن علم الزوج أن المصالح تفوته بنكاح هذه المرأة، أو أن المقام معها يسبب فساد دينه ودنياه، فتنقلب المصلحة فى الطلاق، ليستوفى مقاصد النكاح من امرأة أخرى، إلا أن احتمال أنه لم يتأمل حق التأمل، ولم ينظر حق النظر فى العاقبة قائم، فالشرع والعقل يدعوانه إلى النظر، وذلك فى أن يطلقها طلقة واحدة رجعية، حتى أن التباين والفساد إذا كان من جهة المرأة تتوب وتعود إلى الصلاح إذا ذاقت مرارة

الفراق، وإن كانت لا تتوب نظر فى حال نفسه، انه هل يمكنه الصبر عنها؟ فإن علم أنه لا يمكنه الصبر عنها يراجعها، وان علم أنه يمكنه الصبر عنها يطلقها فى الطهر الثانى.

ثانيًا، : ويجرب نفسه، "ثم يطلقها فيخرج نكاحها من أن يكون مصلحة ظاهراً و غالبًا، لأنه لا يلحقه الندم غالبًا، فأبيحت الطلقة الواحدة أو الثلاث فى ثلاثة أطهار على تقدير خروج نكاحها من أن يكون مصلحة، وصيرورة المصلحة فى الطلاق، فإذا طلقها ثلاثًا جملة واحدة فى حالة الغضب، وليست حالة الغضب حالة التأمل، لم يعرف خروج النكاح من أن يكون مصلحة فكان الطلاق إبطالا للمصلحة من حيث الظاهر، فكان مفسدة.

والثانى:

أن النكاح عقد مسنون، بل هو واجب لما ذكرنا فى كتاب النكاح، فكان الطلاق قطعًا للسنة وتفويتًا للواجب، فكان الأصل هو الحظر أو الكراهة، إلا أنه رخص للتأديب أو للتخليص، والتأديب يحصل بالطلقة الواحدة الرجعية.

لأن التباين أو الفساد إذا كان من قبلها، فإذا ذاقت مرارة الفراق فالظاهر أنها تتأدب وتتوب وتعود إلى الموافقة والصلاح، والتخليص يحصل بالثلاث فى ثلاثة أطهار، والثابت بالرخصة يكون ثابتًا بطريق الضرورة، وحق الضرورة صار مقضيًا بما ذكرنا فلا ضرورة إلى الجمع بين الثلاث فى طهر واحد، فبقى ذلك على أصل الحظر.

والثالث:

أنه إذا طلقها ثلاثًا فى طهر واحد فربما يلحقه الندم، وقال الله تعالى: (لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرًا .... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) قيل فى التفسير: أى ندامة على ما سبق من فعله أو رغبة فيها، ولا يمكنه التدارك

بالنكاح، فيقع فى السفاح، فكان فى الجمع احتمال الوقوع فى الحرام، وليس فى الامتناع ذلك، والتحرز عن مثله واجب شرعًا وعقلًا، بخلاف الطلقة الواحدة لأنها لا تمنع التدارك بالرجعة، وبخلاف الثلاث فى ثلاثة أطهار، لأن ذلك لا يعقب الندم ظاهراً، لأنه يجرب نفسه فى الأطهار الثلاثة فلا يلحقه الندم ... انتهى المقصود.

وقال السرخسى:

وعلى هذا الأصل. أى توجيه إيقاع الثلاث فى ثلاثة أطهار. قال علماؤنا رحمهم الله: إيقاع الثلاث جملة بدعة (المبسوط ٤/٦ ومابعدها ويرجع أيضًا إلى فتح القدير ٢٦/٣ ومابعدها). وبعد أن ساق مذهب الشافعى فى إباحته وأدلته، ساق الدليل على تحريمه، وهو قوله تعالى: (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) قال: معناه دفعتان، كقوله: أعطيته مرتين وضربته مرتين، والألف واللام للجنس، فيقتضى أن يكون كل الطلاق المباح فى دفعتين ودفعة ثالثة فى قوله تعالى: (فإن طلقها) أو فى قوله عزوجل: (أو تسريح بإحسان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) على حسب مااختلف فيه أهل التفسير، وفى حديث محمود بن لبيد رحمه الله تعالى: أن رجلًا طلق امرأته ثلاثًا بين يدى رسول الله ﷺ فقام النبى صلى الله عليه وسلم مغضبًا. فقال: "أتلعبون بكتاب الله وأنا بين أظهركم".

واللعب بكتاب الله ترك العمل به، فدل أن موقع الثلاث جملة مخالف للعمل بما فى الكتاب، وأن المراد من قوله: (فطلقوهن لعدتهن... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) تفريق الطلقات على عدد أقراء العدة، ألا ترى، أنه خاطب الزوج بالأمر بإحصاء العدة؟ وفائدته التفريق، فإنه قال: (لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرًا.... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) أى يبدوله فيراجعها، وذلك

عند التفريق لا عند الجمع.

وفى حديث عبادة بن الصامت رضى الله تعالى عنه أن قومًا جاء وا إلى رسول الله ﷺ. فقالوا: إن أبانا طلق امرأته ألفًا. فقال صلى الله عليه وسلم: "بانت امرأته بثلاثٍ فى معصية الله تعالى، وبقى تسعمائة وسبعة وتسعون وزراً فى عنقه إلى يوم القيمة".

وإن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما لما طلق امرأته فى حالة الحيض، أمره رسول الله ﷺ أن يراجعها.

فقال: أرأيت لو طلقتها ثلاثًا أكانت تحل لى؟

فقال ﷺ: "لا، بانت منك وهى معصية". وبعد أن بين وجه الرد على استدلال الشافعى رحمه الله بقصة لعان عويمر العجلانى، وأنه طلق ثلاثًا ولم ينكر عليه ﷺ.

قال: ولنا إجماع الصحابة رضى الله تعالى عنهم فقد روى عن على، و عمر و ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمر، و أبى هريرة، و عمران بن حصين رضى الله تعالى عنهم كراهة ايقاع الطلاق الثلاث بالفاظ مختلفة.

وعن أبى قتادة الأنصارى رضى الله عنه قال: لو أن الناس طلقوا نساء هم كما أمروا لما فارق الرجل امرأته وله اليها حاجة، إن احدكم يذهب فيطلق امرأته ثلاثًا ثم يقعد فيعصر عينيه، مهلا مهلا بارك الله عليكم. فيكم كتاب الله وسنة رسوله، فماذا بعد كتاب الله وسنة رسوله إلا الضلال ورب الكعبة....

الكرخى:

لا أعرف بين أهل العلم خلافًا: أن ايقاع الثلاث جملة مكروه، إلا قول ابن سيرين، وإن قوله ليس بحجة ثم ساق الرد على مااستدل به الشافعى من الآثار، ثم ذكر بعد ذلك دليلًا من جهة المعنى، وقد سبق ما يوافقه عن الكاسانى.

وقال الطحاوى :

حدثنا ابن مرزوق قال: ثنا وهب، قال: ثنا شعبة عن ابن أبى نجيح، وحميد الأعرج، عن مجاهد، أن رجلًا قال لابن عباس: رجل طلق امرأته مائة فقال: عصيت ربك وبانت منك امرأتك، لم تتق الله فيجعل لك مخرجًا، من يتق الله يجعل له مخرجًا. قال الله تعالىٰ: (يا أيها النبى إذا طلقتم النساء فطلقوهن فى قبل عدتهن.... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١)

المذهب المالكى

أما المذهب المالكى : فهذه بعض نقول عنه:

قال سحنون :

قلت لعبدالرحمٰن بن القاسم: هل كان مالك يكره أن يطلق الرجل امرأته ثلاث تطليقات فى مجلس واحد، قال: نعم؟ كان يكره أشد الكراهية (المدونة ٦٦/٢).

وقال محمد بن احمد بن رشد :

وكذالك لا يجوز عند مالك أن يطلقها ثلاثًا فى كلمة واحدة فإن، فعل لزمه ذلك بدليل قوله تعالى: (تلك حدود الله فلا تعتدوها ... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩). وقوله تعالى (ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذٰلك امرًا... الآية الكريمة من سورة الطلاق:١). وهى الرجعة فجعلها فائتة بإيقاع الثلاث فى كلمة واحدة، إذ لو لم يقع ولم يلزمه لم تفته الزوجة ولاكان ظالمًا لنفسه (المقدمات وهى مع المدونة ٧٨/٢) انتهى المقصود.

وقال الباجى : فأما العدد، فإنه لا يحل أن يوقع أكثر من طلقة واحدة، فمن أوقع

طلقتين أو ثلاثا فقد طلق بغير سنة .... والدليل على ما نقوله، قوله تعالى: (الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ١) ولا يخلو أن يكون أمرًا بصفة الطلاق والأمر يقتضى الوجوب أو يكون إخبارًا عن صفة الطلاق الشرعى، ومن أصحابنا من قال: إن الألف واللام تكون للحصر، وهذا يقتضى أن لا يكون الطلاق الشرعى على غير هذا الوجه.

فإن قيل: المراد بذلك الإخبار عن أن الطلاق الرجعى طلقتان، وأن ما زاد عليه ليس برجعى، قالوا: يدل على ذلك، أنه قال بعد ذلك: (فإمساك بمعروف أو تسريح باحسان ... الآية الكريمة من سورة البقرة: ١) ثم أفرد الطلقة الثالثة لما لم تكن رجعية وفارق حكم الطلقتين فقال: (فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره ... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٠) وإذا كان المراد ما ذكرناه من الأخبار عن الطلاق الرجعى لم يدل ذلك على أن هذا هو الطلاق الرجعى دون غيره.

فالجواب: أن هذا أمر أضمر فى الكلام مع استقلاله دونه بغير دليل، لأنكم تضمرون الرجعى وتقولون: معناه الطلاق الرجعى مرتان، وإذا استقل الكلام دون ضمير لم يجز تعديه إلا بدليل.

وجواب ثان: وهو أنه لو أراد الإخبار عما ذكرتم لقال: الطلاق طلقتان، لأن ذلك يقتضى أنه الطلاق الرجعى أو قعهن مجتمعتين أومتفرقتين، فلما قال مرتان، ولا يكون ذلك إلا لإيقاع الطلاق متفرقًا، ثبت أنه قصد الإخبار عن صفة إيقاعه، لا الإخبار عن عدد الرجعى منه.

فإن قالوا إن لفظ التكرار إذا علق باسم أريد به العدد دون تكرار الفعل، يدل على ذلك، قوله تعالى: (نؤتها اجرها مرتين ... الآية الكريمة من سورة الأحزاب: ٣١) . ولم يرد تفريق الأجر وإنما أراد تضعيف العدد.

فالجواب: أن قوله: (نؤتها اجرها مرتين.. الآية الكريمة من سورة الاحزاب: ٣١). حقيقة فيما ذكرناه من تكرار الفعل دون العدد، ولا فرق فى ذلك بين أن يعلق على فعل أو اسم يدل على ذلك أنك تقول: لقيت فلانًا مرتين فيقتضى تكرار الفعل، وكذلك قوله: دخلت مصر مرتين. فاذا كان ذلك أصله وحقيقته. ودل الدليل فى بعض المواضع على العدول به عن حقيقته واستعماله فى غير ما وضع له، لم يجز حمله على ذلك فى موضع آخر إلا بدليل.

وجواب آخر: وهو ان الفضل: قال: معنى (نؤتها اجرها مرتين... ايضًا) مرة بعد مرة فى الجنة. فعلى هذا لم يخرج اللفظ عن بابه ولا عدل به عن حقيقته. وإن قلنا: إن معناه التضعيف فى ماله وأجره: فالفرق بينهما أن قوله تعالى: (نؤتها أجرها مرتين...ايضًا) يفيدالتضعيف ويمنع الاقتصار على ضعف واحد ولو كان معنى قوله تعالى: (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) يريد به التضعيف، لمنع من إيقاعْ طلقة واحدة، وإلا بطل معنى التضعيف، وهذا باطل باتفاقنا.

ودليلنا من جهة السنة ماروى مخرمة بن بكير، عن ابيه قال: سمعت محمود بن لبيد، قال: أخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعًا فقال: فعلته لاعبًا ثم قال "تلعب بكتاب الله وأنا بين اظهركم؟" حتى قام رجل فقال: يا رسول الله ألا أقتله؟

ودليلنا من جهة القياس أن هذا معنى ذو عدد يقتضى البيْونة فوجب تحريمه كاللعان.

أما مذهب الحنابلة فقد قال ابن قدامة :

والرواية الثانية أن جمع الثلاث طلاق بدعة محرم، اختارها أبوبكر و ابو حفص، روى عن عمر و على و ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمر و هو قول

مالك و أبى حنيفة (المغنى و معه الشرح ٢٤١/٨)

قال على رضى الله عنه :

لايطلق أحد للسنة فيندم، وفى رواية قال: يطلقها واحدة ثم يدعها ما بينها و بين أن تحيض ثلاث حيض فمن شاء راجعها. وعن عمر رضى الله عنه: أنه كان إذا أتى برجل طلق ثلاثًا أو جعه ضربًا.

وعن مالك بن الحارث قال: جاء رجل إلى ابن عباس قال: إن عمى طلق امرأته ثلاثًا، فقال أن عمك عصى الله وأطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجا.

ووجه ذلك قول الله تعالى: (يا أيها النبى إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة... إلى قوله ... لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك أمرًا.... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) ثم قال بعد ذلك: (ومن يتق الله يجعل له مخرجا....الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢). (ومن يتق الله يجعل له من أمره يسرًا.... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٤). ومن جمع الثلاث لم يبق له أمر يحدث، ولا يجعل الله له مخرجًا، ولا من أمره يسرًا، وروى النسائى باسناده عن محمود بن لبيد وقد سبق فى استدلال المالكية وفى حديث ابن عمر قال: قلت: يا رسول الله أرأيت لو طلقتها ثلاثًا؟ قال: "إذًا عصيت ربك وبانت منك امرأتك".

وروى الدارقطنى باسناده عن على قال: سمع النبى ﷺ رجلا طلق البتة فغضب وقال: تتخذون آيات الله هزوًا، أو دين الله هزوًا ولعبًا. من طلق البتة الزمناه ثلاثًا لا تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره".

ولأنه تحريم للبضع بقول الزوج من غير حاجة، فحرم كالظهار، بل هذا اولى، لأن الظهار يرتفع تحريمه بالتكفير، وهذا لا سبيل للزوج إلى رفعه بحال، ولأنه ضرر و اضرار بنفسه وبامرأته من غير حاجة، فيدخل فى عموم النهى، وربما كان وسيلة إلى عوده إليها حرامًا أو بحيلة لا تزيل التحريم، ووقوع الندم،

وخسارة الدنيا والآخرة، فكان أولى بالتحريم من الطلاق فى الحيض الذى ضرره بقاؤها فى العدة أيامًا يسيرة، أو الطلاق فى طهر مسهافيه، الذى ضرره احتمال الندم بظهور الحمل، فإن ضرر جمع الثلاث يتضاعف على ذلك أضعافًا كثيرة، فالتحريم ثَمَّ تنبيه على التحريم.

ولأنه قول من سمينا من الصحابة رواه الأثرم وغيره، ولم يصح عندنا فى عصرهم خلاف قولهم، فيكون ذلك إجماعًا.

وقال شيخ الاسلام : وأما جمع "الطلقات الثلاث" ففيه قولان:

احدهما : محرم أيضًا عند أكثر العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم وهذا مذهب مالك وأبى حنيفة وأحمد فى إحدى الروايتين عنه، واختاره أكثر أصحابه، وقال أحمد: تدبرت القرآن فإذا كل طلاق فيه فهو الطلاق الرجعى. يعنى طلاق المدخول بها. غير قوله: (فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتّى تنكح زوجًا غيره... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٠) وعلى هذا القول فهل له أن يطلقها الثانية والثالثة قبل الرجعة بأن يفرق الطلاق على ثلاثة أطهار، فيطلقها فى كل طهر طلقة؟ فيه قولان، هما روايتان عن أحمد "إحداهما" له ذلك، وهو قول طائفة من السلف و مذهب أبى حنيفة "والثانية" ليس له ذلك وهو قول أكثر السلف، وهو مذهب مالك و أصح الروايتين عن أحمد التى اختارها أكثر أصحابه كأبى بكر بن عبدالعزيز، والقاضى أبى يعلى و أصحابه.

القول الثانى :

أن جمع الثلاث ليس بمحرم، بل هو ترك الأفضل وهو مذهب الشافعى، والرواية الأخرى عن أحمد: اختارها الخرقى.

واحتجوا بأن فاطمة بنت قيس طلقها زوجها أبو حفص بن المغيرة ثلاثًا، وبأن امرأة رفاعة طلقها زوجها ثلاثًا، وبأن الملاعن طلق امرأته ثلاثًا ولم ينكر

النبى صلى الله عليه وسلم ذلك.

وأجاب الأكثرون: بأن حديث فاطمة، وامرأة رفاعة، إنما طلقها ثلاثًا متفرقات، هكذا ثبت فى الصحيح أن الثالثة آخر ثلاث تطليقات، لم يطلق ثلاثًا لا هذا ولا هذا مجتمعات: وقول الصحابى: طلق ثلاثًا يتناول ما إذا طلقها ثلاثًا متفرقات بأن يطلقها ثم يراجعها، ثم يطلقها ثم يراجعها، ثم يطلقها، وهذا طلاق سني واقع باتفاق الأئمة، وهوالمشهور على عهد رسول الله ﷺ فى معنى الطلاق ثلاثًا وأما جمع الثلاث بكلمة فهذا إنما كان منكرًا عندهم، إنما يقع قليلًا، فلا يجوز حمل اللفظ المطلق على القليل المنكر دون الكثير الحق، ولا يجوز أن يقال: يطلق مجتمعات لا هذا ولا هذا، بل هذا قول بلا دليل، بل هو بخلاف الدليل.

وأما الملاعن فإن طلاقه وقع بعد البينونة، أو بعد وجوب الإبانة التى تحرم بها المرأة أعظم مما يحرم بالطلقة الثالثة، فكان مؤكدًا لموجب اللعان، والنزاع إنما هو فى طلاق من يمكنه إمساكها، لا سيما والنبى ﷺ قد فرق بينهما، فإن كان ذلك قبل الثلاث لم يقع بها ثلاث ولا غيرها، وإن كان بعدها دل على بقاء النكاح. والمعروف أنه فرق بينهما بعد أن طلقها ثلاثًا. فدل ذلك على أن الثلاث لم يقع بها، إذ لو وقعت لكانت قد حرمت عليه حتى تنكح زوجًا غيره.

وامتنع حينئذ ان يفرق النبى ﷺ بينهما لأنهما صارا أجنبيين ولكن غاية ما يمكن أن يقال: حرمها عليه تحريمًا مؤبدًا فيقال: فكان ينبغى أن يحرمها عليه لا يفرق بينهما، فلما فرق بينهما دل على بقاء النكاح، وأن الثلاث لم تقع جميعًا بخلاف ما إذا قيل: إنه يقع بها واحدة رجعية، فإنه يمكن فيه حينئذ أن يفرق بينهما.

وقول سهل بن سعد: طلقها ثلاثًا فانفذه عليه رسول الله ﷺ دليل على

أنه احتاج إلى انفاذ النبى ﷺ واختصاص الملاعن بذلك، ولو كان من شرعه انها تحرم بالثلاث، لم يكن للملاعن اختصاص ولا يحتاج إلى انفاذ. فدل على أنه لما قصد الملاعن بالطلاق الثلاث أن تحرم عليه أنفذ النبى ﷺ مقصوده، بل زاده، فإن تحريم اللعان أبلغ من تحريم الطلاق، إذ تحريم اللعان لا يزول وإن نكحت زوجًا غيره، وهو مؤبد فى احد قولي العلماء لايزول الّا بالتوبة.

واستدل الأكثرون: بأن القرآن العظيم يدل على أن الله لم يبح إلا الطلاق الرجعى، وإلا الطلاق للعدة، كما فى قوله تعالى: (يا ايها النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة الى قوله لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرًا. فإذا بلغن اجلهن فأمسكوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) وهذا إنما يكون فى الرجعى. وقوله: "فطلقوهن لعدتهن" يدل على أنه لا يجوز إرداف الطلاق للطلاق حتى تنقضى العدة أو يراجعها، لأنه إنما أباح الطلاق للعدة: أى لاستقبال العدة، فمتى طلقها الثانية والثالثة قبل الرجعة بنت على العدة، ولم تستأنفها باتفاق جماهير المسلمين. فإن كان فيه خلاف شاذعن خلاس و ابن حزم فقد بينا فساده في موضع آخر، فان هذا قول ضعيف: لأنهم كانوا فى أول الإسلام إذا أراد الرجل اضرار امرأته طلقها حتى اذا شارفت انقضاء العدة راجعها ثم طلقها ليطيل حبسها فلو كان اذا لم يراجعها تستأنف العدة لم يكن بحاجة إلى أن يراجعها، والله تعالى قصرهم على الطلاق الثلاث دفعًا لهذا الضرر، كما جاء ت بذلك الآثار، ودل على أنه كان مستقراً عندالله أن العدة لا تستأنف بدون رجعة سواء كان ذلك لأن الطلاق لا يقع قبل الرجعة، أو يقع ولا يستأنف له العدة، و ابن حزم إنما أوجب استئناف العدة بأن يكون الطلاق لاستقبال العدة. فلا يكون طلاق إلا يتعقبه عدة، إذا كان بعد الدخول، كما دل عليه القرآن، فلزمه على ذلك هذا القول الفاسد، وأما من أخذ بمقتضى القرآن

وما دلت عليه الآثار فإنه يقول: إن الطلاق الذى شرعه الله هو ما يتعقبه العدة، وما كان صاحبه مخيرًا فيها بين الإمساك بمعروف والتسريح بإحسان، وهذا منتف فى إيقاع الثلاث فى العدة قبل الرجعة فلا يكون جائزًا. فلم يكن ذلك طلاقًا للعدة.

ولأنه تعالى قال: (فإذا بلغن اجلهن فأمسكوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) فخيره بين الرجعة وبين أن يدعها تقضى العدة فيسرحها بإحسان، فإذا طلقها ثانية قبل انقضاء العدة لم يمسك بمعروف ولم يسرح بإحسان.

وقد قال تعالى: (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء. ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله فى أرحامهن ان كن يؤمن بالله واليوم الآخر، وبعولتهن احق بردهن فى ذلك... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٨) فهذا يقتضى أن هذا حال كل مطلقة، فلم يشرع إلا هذا الطلاق ثم قال: (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٤)

اى هذا الطلاق المذكور (مرتان) وإذا قيل: سَبِّحْ مرتين أو ثلاث مرات: لم يجزه أن يقول سبحان الله مرتين، بل لا بدأن ينطق بالتسبيح مرة بعد مرة، فكذلك لا يقال: طلق مرتين إلا إذا طلق مرة بعد مرة، فإذا قال: أنت طالق ثالثًا، أو مرتين لم يجزان يقال: طلق ثلاث مرات ولا مرتين، وإن جاز أن يقال طلق ثلاث تطليقات أو طلقتين، ثم قال سبحانه بعد ذلك: (فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٠) فهذه الطلقة الثالثة لم يشرعها الله إلا بعد الطلاق الرجعى مرتين.

وقد قال الله تعالى: (وإذا طلقتم النسآء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن أن ينكحن ازواجهن... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٢) وهذا إنما يكون فيما دون الثلاث، وهو يعم كل طلاق، فعلم أن جمع الثلاث ليس بمشروع. ودلائل

تحريم الثلاث كثيرة قوية من الكتاب والسنة والآثار والاعتبار، كما هو مبسوط في موضعه. وسبب ذلك أن الأصل في الطلاق الحظر. وإنما أبيح منه قدر الحاجة، كما ثبت في الصحيح عن جابر عن النبي ﷺ: "إن ابليس ينصب عرشه على البحر، ويبعث سراياه فأقربهم إليه منزلةً أعظمهم فتنةً فيأتيه الشيطان فيقول: ما زلت به حتى فعل كذا، حتى يأتيه الشيطان فيقول: ما زلت به حتى فرقت بينه وبين امرأته، فيدنيه منه، ويقول: أنت أنت، ويلتزمه". وقد قال تعالى في ذم السحر: (ويتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء وزوجه... الآية الكريمة من سورة البقرة:١٠١) وفي السنن عن النبي ﷺ قال "إن المختلعات والمنتزعات هن المنافقات" وفي السنن أيضًا عن النبي ﷺ أنه قال: "أيما امرأة سالت زوجها الطلاق من غير ما بأس فحرام عليها رائحة الجنة".

ولهذا لم يبح إلا ثلاث مرات، وحرمت عليه المرأة بعد الثالثة حتى تنكح زوجًا غيره، وإذا كان إنما أبيح للحاجة، فالحاجة تندفع بواحدة، فما زاد فهو باق على الحظر. اهـ

وقال ابن القيمؒ:

فصل في حكمه ﷺ فيمن طلق ثلاثًا بكلمة واحدة. قد تقدم حديث محمود بن لبيد، أن رسول الله ﷺ أخبر عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعًا، فقام مغضبًا ثم قال: "أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم" وإسناده على شرط مسلم، قال ابن وهب: قد رواه مخرمة بن بكير بن الأشج عن أبيه قال: سمعت محمود بن لبيد، فذكره، ومخرمة ثقة بلا شك. وقد احتج مسلم في صحيحه بحديثه عن أبيه.

والذين أعلوه، قالو: لم يسمع منه، وإنما هو كتاب. قال أبوطالب: سألت أحمد بن حنبلؒ عن مخرمة بن بكير فقال: هو ثقة ولم يسمع من أبيه، وإنما هو

كتاب مخرمة، فنظر فيه كل شيء يقول: "بلغني عن سليمان بن يسار" فهو من كتاب مخرمة وقال أبوبكر بن أبي خيثمة سمعت يحيى بن معين يقول: مخرمة بن بكير وقع إليه كتاب أبيه ولم يسمعه، وقال في رواية عباس الدوري: هو ضعيف، وحديثه عن أبيه كتاب ولم يسمعه منه، وقال ابوداؤد لم يسمع من ابيه إلا حديثًا واحدًا حديث الوتر، وقال سعيد بن أبي مريم، عن خاله موسى بن سلمة، أتيت مخرمة فقلت: حدثك أبوك فقال: لم أدرك أبي ولكن هذه كتبه.

والجواب عن هذا من وجهين

احدهما : ان كتاب أبيه كان عنده محفوظ مضبوط، فلا فرق في قيام الحجة بالحديث بين ما حدثه به، أو رآه في كتابه، بل الأخذ عن النسخة أحوط، إذا تيقن الراوي أنها نسخة الشيخ بعينها، وهذه طريقة الصحابة والسلف، وقد كان رسول الله ﷺ يبعث بكتبه إلى الملوك، وتقوم عليهم بهاالحجة، وكتب كتبه إلى عماله في بلاد الاسلام فعملوا بها، واحتجوا بها، ودفع الصديق كتاب رسول الله ﷺ في الزكاة إلى أنس بن مالك فحمله وعملت به الأمة وكذلك كتابه إلى عمرو بن حزم في الصدقات الذي كان عند آل عمرو ولم يزل السلف والخلف يحتجون بكتاب بعضهم إلى بعض، ويقول المكتوب إليه: كتب إلى فلان أن فلانًا أخبره.

ولو بطل الاحتجاج بالكتب لم يبق بأيدي الأمة إلا أيسر اليسير، فإن الاعتماد إنما هو على النسخ لا على الحفظ، والحفظ خوان، والنسخة لا تخون، ولا يحفظ في زمن من الأزمان المتقدمة أن أحدًا من اهل العلم رد الاحتجاج بالكتاب، وقال: لم يشافهني به الكاتب فلا اقبله، بل كلهم مجمعون على قبول الكتاب والعمل به إذا صح عنده أنه كاتبه.

الجواب الثاني :

أن قول من قال: "ولم يسمع من أبيه" معارض بقول من قال: "سمع منه"

ومعه زيادة علم و إثبات. قال عبدالرحمٰن بن أبى حاتم، سئل أبى عن مخرمة بن بكير؟ فقال صالح الحديث. وقال ابن أبى ذئب: وحدث فى ظهر كتاب مالك. سألت مخرمة عما يحدث به عن أبيه سمعها من أبيه، فحلف لى ورب هذه البنية يعنى المسجد. سمعت من أبى.

وقال على بن المدينىؒ:

سمعت معن بن عيسٰى يقول: مخرمة سمع من أبيه، وعرض عليه ربيعة أشياء من رأى سليمان بن يسار، وقال على: ولا أظن مخرمة سمع من أبيه كتاب سليمان لعله سمع منه الشيء اليسير، ولم أجد أحدًا فى المدينة يخبرنى عن مخرمة بن بكير أنه كان يقول فى شىء من حديثه "سمعت أبى" ومخرمة ثقة... انتهى. ويكفى أن مالكًا أخذ كتابه فنظر فيه واحتج به فى مؤطه. وكان يقول: حدثنى مخرمة، وكان رجلًا صالحًا.

وقال ابو حاتمؒ:

سألت اسماعيل بن أبى اويس، قلت هذا الذى يقول مالك بن أنسؓ: حدثنى ثقة من هو؟ قال مخرمة بن بكير، وقيل لأحمد بن صالح المصرى كان مخرمة من ثقات الرجال؟ قال نعم. وقال ابن عدى عن ابن وهب ومعن بن عيسٰى عن مخرمة: أحاديث حسان مستقيمة وأرجو أنه لا بأس به.

وفى صحيح مسلم قول ابن عمرؓ للمطلق ثلاثًا: حرمت عليك حتى تنكح زوجًا غيرك، وعصيت ربك فيما امرك به من طلاق امرأتك. وهذا تفسير منه للطلاق المأمور به، وتفسير الصحابى حجة، وقال الحاكم هو عندنا مرفوع.

ـ ومن تأمل القرآنَ حق التأمل تبين له ذلك و عرف أن الطلاق المشروع بعد الدخول، هو الطلاق الذى تملك به الرجعةُ، ولم يشرع الله سبحانه ايقاع الثلاث جملة واحدة البتة، قال تعالى: (الطّلاق مرّتان... الآية الكريمة من

سورةالبقرة: ٢٢٩) ولا تعقل العرب فى لغتها وقوع المرتين إلا متعاقبتين، كما قال النبى ﷺ "من سبح الله دبر كل صلاة ثلاثًا وثلاثين، وحمده ثلاثًا وثلاثين، وكبره ثلاثًا و ثلاثين" ونظائره، فإنه لا يعقل من ذلك إلا تسبيح وتكبير وتحميد متوال، يتلو بعضه بعضًا. فلو قال سبحان الله ثلاثًا و ثلاثين، والحمدلله ثلاثًا وثلاثين، والله اكبر ثلاثًا و ثلاثين بهذا اللفظ لكان ثلاث مرات فقط، واصرح من هذا قوله سبحانه: (والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله... الآية الكريمة من سورة النور:٦) فلو قال اشهد بالله أربع شهادات بالله إنى لمن الصادقين، كانت مرة، وكذلك قوله: (ويدرأ عنها العذاب أن تشهد أربع شهادات بالله إنه لمن الكاذبين.. الآية الكريمة من سورة النور:٨) فلو قالت أشهد بالله أربع شهادات بالله إنه لمن الكاذبين كانت واحدة.

وأصرح من ذلك قوله تعالى: (سنعذبهم مرتين... الآية الكريمة من سورة التوبة:١٠١) فهذا مرة بعد مرة.

ولا ينقض هذا بقوله تعالى: (نؤتها اجرها مرتين... الآية الكريمة من سورة الأحزاب:٣١) وقوله ﷺ: "ثلاثة يؤتون أجرهم مرتين".

فإن المرتين هنا: هما الضعفان، وهما المثلان، وهما مثلان فى القدر، كقوله تعالى: (يضاعف لها العذاب ضعفين... الآية الكريمة من سورة الاحزاب:٣٠) وقوله تعالى: (فآتت أكلها ضعفين... الآية الكريمة من سورةالبقرة:٢٦٥) أى ضعف ما يعذب به غيرها، وضعف ما كانت تؤتى، ومن هذا قول أنس: "انشق القمر على عهد رسول الله ﷺ مرتين". اى شقتين وفرقتين، كما قال فى اللفظ الآخر: "انشق القمر فلقتين" وهذا أمر معلوم قطعًا: أنه إنما انشق القمر مرة واحدة، والفرق معلوم بين ما يكون مرتين فى الزمان ،

وبين ما يكون مثلين وجزئين و مرتين فى المضاعفة، فالثانى يتصور فيه اجتماع المرتين فى آن واحد، والأول لايتصور فيه ذلك.

ومما : يدل على أن الله لم يشرع الثلاث جملة، أنه قال: (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٨) إلى أن قال: (وبعولتهن أحق بردهن فى ذلك ان ارادوا إصلاحًا... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٨) فهذا يدل على أن كل طلاق بعدالدخول، فالمطلق أحق بها بالرجعة، سوى الثالثة المذكورة بعد هذا.

وكذلك قوله تعالىٰ: (يا ايها النبى إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن... الآية الكريمة من سورةالطلاق:١) إلى قوله: (فاذا بلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف... الآية الكريمة من سورة الطلاق:٢) فهذا هو الطلاق المشروع، وقد ذكر الله سبحانه أقسام الطلاق كلها فى القرآن، وذكر احكامها فذكر الطلاق قبل الدخول وأنه لا عدة فيه، وذكر الطلقة الثالثة وأنها تحرم الزوجة على المطلق حتى تنكح زوجًا غيره، وذكر طلاق الفدا الذى هو الخلع وسماه فدية، ولم يحسبه من الثلاث كما تقدم، وذكر الطلاق الرجعى الذى يحق للمطلق فيه الرجعة وهو ما عدا هذه الأقسام الثلاثة.

وبهذا احتج أحمد رح والشافعى رح وغيرهما، على أنه ليس فى الشرع طلقة واحدة بعد الدخول بغير عوض بائنة وأنه إذا قال لها: أنت طالق طلقة بائنة كانت رجعية ويلغو وصفها بالبينونة، وأنه لا يملك إبانتها إلا بعوض، وأما أبوحنيفة رح فقال: تبين بذلك، لأن الرجعة حق له وقد أسقطها، والجمهور يقولون: وإن كانت الرجعة حقًا له لكن نفقة الرجعية وكسوتها حق عليه، فلا يملك إسقاطه إلا باختيارها، وبذلها العوض، وسؤالها أن تفتدى نفسها بغير عوض فى أحد القولين، وهو جواز الخلع بغير عوض، وأما إسقاط حقها من الكسوة والنفقة بغير سؤالها

ولابذلها العوض فخلاف النصّ والقياس.

قالوا : وأيضًا فالله سبحانه شرع الطلاق على أكمل الوجوه وأنفعها للرجل والمرأة، فإنهم كانوا يطلقون فى الجاهلية بغير عدد، فيطلق أحدهم المرأة كلما شاء ويرجعها، وهذا. وإن كان فيه رفق بالرجل. ففيه إضرار بالمرأة، فنسخ سبحانه ذلك بثلاث، وقصر الزوج عليها وجعله أحق بالرجعة مالم تنقض عدتها، فإذا استوفى العدد الذى ملكه حرمت عليه، فكان فى هذا رفق بالرجل إذ لم تحرم عليه بأول طلقة، وبالمرأة حيث لم يجعل إليه أكثر من ثلاث. فهذا شرعه وحكمته وحدوده التى حدها لعباده، فلو حرمت عليه بأول طَلْقة يطلقها، كان خلاف شرعه وحكمته، وهو لم يملك إيقاع الثلاث جملة، بل إنما ملك واحدة، فالزائد عليها غير مأذون له فيه.

قالوا: وهذا كما أنه لم يملك ابانتها بطلقة واحدة إذ هو خلاف ما شرعه، لم يملك ابانتها بثلاث مجموعة إذ هو خلاف ما شرعه.. ونكتة المسألة: أن الله لم يجعل للأمة طلاقًا بائنًا قط إلا فى موضعين: "أحدهما" طلاق غير المدخول بها، "والثانى" الطلقة الثالثة وما عداه من الطلاق فقد جعل للزوج فيه الرجعة. هذا مقتضى الكتاب كما تقدم تقريره. وهذا قول الجمهور منهم الإمام أحمد رح والشافعى رح وأهل الظاهر.. قالوا: لا يملك إبانتها بدون الثلاث إلا فى الخلع، ولأصحاب مالك رح ثلاثة أقوال فيما إذا قال: أنت طالق طلقة لا رجعة فيها. وساقها رحمه الله. هل هى ثلاث، أو خلع بدون عوض أو واحدة بائنة.

وقد : أجاب ابن حزم رحمه الله فى كتابه المحلّى عن ذلك بقوله (انظر المحلّى الجزء العاشر ص١٦٧-١٦٨) أما الآيات فإنما نزلت فيمن طلق واحدة أو اثنتين فقط، ثم نسألهم عمن طلق مرة ثم راجع ثم مرة ثم راجع ثانية ثم ثالثة، أبدعة أنى؟

فمن قولهم: لا بل سنة فنسألهم أتحكمون له بما فى الآيات المذكورات؟ فمن قولهم: لا بلا خلاف فصح أن المقصود فى الآيات المذكورات، من أراد أن يطلق طلاقًا رجعيًا، فبطل احتجاجهم بها فى حكم من طلق ثلاثًا. وأما قولهم: معنى قوله: (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) أن معناه مرة بعد مرة، فخطأ. بل هذه الآية كقوله تعالى: (نؤتها اجرها مرتين... الآية الكريمة من سورة الأحزاب: ٣١) أى مضاعفًا معًا وهذه الآية أيضًا تصلح لما دون الثلاث من الطلاق وهو حجة لنا عليهم، لأنهم لا يختلفون. يعنى المخالفين لنا. فى أن طلاق السنة هو أن يطلقها واحدة ثم يتركها حتى تنقضى عدتها فى قول طائفة منهم، وفى قول آخرين منهم: أن يطلقها فى كل طهر طلقة وليس شىء من هذا فى هذه الآية، وهم لا يرون من طلق طلقتين متتابعتين فى كلام متصل طلاق سنة، فبطل تعلقهم بقوله تعالى: (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) وأما خبر محمود بن لبيد فمرسل، ولا حجة فى مرسل، ومخرمة لم يسمع من أبيه شيئًا ويعنى ابن حزم بالإرسال ما قرره الحافظ بن حجر (أنظر فتح البارى الجزء التاسع ص٢٩٧) وهو أن محمود بن لبيد، ولد فى عهد النبى ﷺ ولم يثبت له منه سماع وإن ذكره بعضهم فى الصحابة فلأجل الرؤية... وقد ترجم له أحمد فى مسنده وأخرج له عدة أحاديث ليس فيها شىء صرح فيه بالسماع.

وقال الحافظ ذكره ابن سعد فى الطبقة الأولى من التابعين فيمن ولد على عهد النبى ﷺ وقال: سمع من عمر، وتوفى بالمدينة سنة ست وتسعين، وكان ثقة قليل الحديث (أنظر تهذيب التهذيب الجزء العاشر ص٦٦) كما ذكر الحافظ أن الترمذى قال فيه: "رأى النبى ﷺ وهو غلام صغير".

وقال ابن أبى حاتم: قال البخارى: له صحبة فسخط أبى عليه، وقال: لايعرف له صحبة، روى عن ابن عباس، روى عنه عاصم بن عمر بن قتادة سمعت أبى يقول

ذلك. سئل أبو زرعة عن محمود بن لبيد؟ فقال: روى عن ابن عباس رض، وعنه الحارث بن فضيل، مدينى أنصارى ثقة، وفى رواية مخرمة عن أبيه كلام كثير. اهـ

الثانى: من قولى العلماء فى الإقدام على جمع الطلاق الثلاث فى كلمة واحدة، أنه ليس بمحرم ولا بدعة، بل سنة، وهو قول الشافعى، وأبى ثور، وأحمد بن حنبل فى إحدى الروايات عنه، وجماعة من أهل الظاهر، كما فى زادالمعاد، ونكتفى بايراد كلام الشافعى فى الأم، و ابن حزم فى المحلّى. قال الإمام الشافعى: (الخلاف فى الطلاق الثلاث):

عن مالك بن أنس، عن عبدالله بن يزيد مولى الأسود بن سفيان، عن أبى سلمة بن عبدالرحمن، عن فاطمة بنت قيس. أن أبا عمرو بن حفص طلقها البتة وهو غائب بالشام فبعث إليها وكيله بشعير فسخطته فقال: والله مالك علينا من شىء. فجاءت النبى ﷺ فذكرت ذلك له فقال: "ليس لك عليه نفقة".

قال الشافعى رحمه الله: وأبوعمرو رضى الله عنهما طلق امرأته البتة وعلم ذلك النبى ﷺ فأسقط نفقتها لأنه لا رجعة له عليها، والبتة التى لا رجعة له عليها ثلاث، ولم يعب النبى ﷺ طلاق الثلاث، وحكم فيما سواها من الطلاق بالنفقة والسكنى. فإن قال قائل: مادل على أن البتة ثلاث فهو لو لم يكن سمى أبو عمرو رضى الله عنهما ثلاثًا البتة، أو نوى بالبتة ثلاثًا، كانت واحدة يملك الرجعة وعليه نفقتها.

ومن زعم أن البتة ثلاث بلا نية المطلق، ولا تسمية ثلاث، قال: إن النبى ﷺ إذالم يعب الطلاق الذى هو ثلاث، دل على أن الطلاق بيدالزوج، ما أبقى منه أبقى لنفسه، وما أخرج منه من يده لزمه غير محرم عليه، كما لا يحرم عليه ان يعتق رقبة، وألا يخرج من ماله صدقة، وقد يقال له: لو أبقيت ما تستغنى به عن النّاس كان خيرًا لك.

فإن قال قائل: ما دل على أن أبا عمرو لا يعدو أن يكون سمى ثلاثا، أو نوى بالبتة ثلاثًا؟ قلنا: الدليل عن رسول الله ﷺ.

قال الشافعي رحمه الله: أخبرنا عمي محمد بن علي بن شافع، عن عبدالله بن علي بن السائب، عن نافع ابن عجير بن عبد يزيد، أن ركانة بن عبد يزيد طلق امرأته سهيمة المزينة البتة، ثم أتى النبي ﷺ فقال: إني طلقت امرأتي سهيمة البتة والله ما أردت إلا واحدة.

فقال النبي ﷺ لركانة: "والله ما أردت إلا واحدة؟" فردها إليه النبي ﷺ فطلقها الثانية في زمان عمر، والثالثة في زمان عثمان رضي الله عنهما.

قال الشافعي رحمه الله: أخبرنا مالك عن ابن شهاب، عن سهل بن سعد، أنه أخبره أنه تلاعن عويمر وامرأته بين يدى النبي ﷺ وهو مع الناس فلما فرغا من ملا عنتهما.

قال عويمر: كذبت عليها يا رسول الله إن امسكتها. فطلقها ثلاثا قبل أن يأمره رسول الله ﷺ قال مالك: قال ابن شهاب فكانت تلك سنة المتلاعنين.

قال الشافعي رحمه الله: فقد طلق عويمر ثلاثًا بين يدى النبي ﷺ ولو كان ذلك محرمًا لنهاه عنه. وقال: إن الطلاق وإن لزمك فأنت عاص بأن تجمع ثلاثًا. فافعل كذا. كما أمر النبي ﷺ عمر أن يأمر عبدالله بن عمر رضي الله عنهما، حين طلق امرأته حائضًا، أن يراجعها ثم يمسكها حتى تطهر، ثم تحيض ثم تطهر، ثم إن شاء طلق و إن شاء أمسك، فلا يقر النبي ﷺ بطلاق لا يفعله أحد بين يديه، إلا نهاه عنه، لأنه العلم بين الحق والباطل، لا باطل بين يديه إلا يغيره.

قال الشافعي: أخبرنا ابن عيينة عن عمرو بن دينار. قال: سمعت محمد بن عباد بن جعفر يقول: أخبرني المطلب ابن حنطب، أنه طلق امرأته البتة ثم أتى عمر فذكر ذلك له.

فقال: ما حملك على ذلك؟ قال: قد فعلته فتلا: (ولو أنهم فعلوا ما يوعظون به لكان خيرًا لهم واشد تثبيتا... الآية الكريمة من سورة النساء: ٦٦) ما حملك على ذلك؟ قال: قد فعلته. قال: أمسك عليك امرأتك فان الواحدة تبت.

أخبرنا الربيع، قال: أخبرنا الشافعي، قال: أخبرنا ابن عيينة، عن عمرو بن دينار، عن عبدالله بن أبي سلمة، عن سليمان ابن يسار أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه. قال: للتوئمة مثل ما قال للمطلب.

قال الشافعي: أخبرنا الثقة، عن الليث بن سعد، عن بكير عن سليمان، أن رجلًا من بني زريق طلق امرأته البتة، قال عمر رضي الله عنه: ما أردت بذلك؟ قال: أتراني أقيم على حرام والنساء كثير؟ فأحلفه فحلف. قال الشافعي رحمه الله: أراه قال فردها عليه.

قال: وهذا الخبر في الحديث في الزرقي، يدل على ان قول عمر بن الخطاب رضي الله عنه للمطلب ما أردت بذلك؟ يريد واحدةً أو ثلاثًا؟ فلما أخبره أنه لم يرد به زيادة في عدد الطلاق، وأنه قال: بلا نية زيادة. ألزمه واحدة وهي أقل الطلاق، وقوله: (ولو أنهم فعلوا ما يوعظون به... ايضًا) لو طلق فلم يذكر البتة، إذ كانت كلمة محدثة ليست في أصل الطلاق تحتمل صفة الطلاق وزيادة في عدده ومعنى غير ذلك، فنهاه عن المشكل من القول. ولم ينهه عن الطلاق، ولم يعبه ولم يقل له: لو أردت ثلاثًا كان مكروهًا عليك، وهو لا يحلفه على ما أراد إلا ولو اراد اكثر من واحدة ألزمه ذلك.

أخبرنا الربيع: قال أخبرنا الشافعي قال: أخبرنا مالك عن ابن شهاب، عن طلحة بن عبدالله ابن عوف، وكان أعلمهم بذلك، وعن أبي سلمة بن عبدالرحمن، أن عبدالرحمن طلق امرأته البتة وهو مريض فورثها عثمان منه بعد انقضاء عدتها.

قال الشافعی رحمه الله أخبرنا عبدالوهاب، عن أيوب، عن ابن سيرين ان امرأة عبدالرحمن نشدته الطلاق فقال: إذا حضت ثم طهرت فآذنينى، فطهرت وهو مريض فآذنته فطلقها ثلاثًا. قال الشافعی رحمه الله: والبتة فی حديث مالك بيان هذا الحديث ثلاثًا، لما وصفنا من أن يقول طالق البتة ينوى ثلاثًا وقد بينه ابن سيرين فقطع موضع الشك فيه.

أخبرنا الربيع، قال: أخبرنا الشافعی، قال: أخبرنا مالك، عن ابن شهاب، عن محمد بن عبدالرحمن ابن ثوبان عن محمد بن إياس بن بكير، قال: طلق رجل امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها، ثم بدا له أن ينكحها، فجاء يستفتى فذهبت معه أسال له. فسال أبا هريرة، وعبدالله بن عباس رضى الله عنهما عن ذلك فقالا: لا نرى أن تنكحها حتى تنكح زوجًا غيرك. قال: إنما كان طلاقى إياها واحدة، فقال ابن عباس: إنك أرسلت من يدك ما كان لك من فضل.

قال الشافعی رحمه الله: وما عاب ابن عباس ولا أبو هريرة عليه أن يطلق ثلاثًا، ولو كان ذلك معيبًا، لقالا له: لزمك الطلاق وبئسما صنعت، ثم سمى حين راجعه فما زاده ابن عباس على الذى هو عليه أن قال له: إنك أرسلت من يدك ما كان لك من فضل، ولم يقل بئسما صنعت، ولا حرجت فی إرساله.

أخبرنا الربيع قال: أخبرنا الشافعی، قال: أخبرنا مالك، عن يحيى بن سعيد، عن بكير، عن النعمان ابن أبی عياش الانصارى عن عطاء بن يسار، قال: جاء رجل يستفتى عبدالله بن عمرو: عن رجل طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يمسها، قال عطاء فقلت: إنما طلاق البكر واحدة. فقال عبدالله بن عمرو: انما أنت قاص الواحدة تبينها، والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجًا غيره.

ولم يقل له عبدالله: بئسما صنعت حين طلقت ثلاثًا. أخبرنا الربيع: قال أخبرنا الشافعی قال: اخبرنا مالك عن يحيى بن سعيد، أن بكيرًا أخبره عن النعمان

بن أبی عياش أنه كان جالسًا عند عبدالله بن الزبير، وعاصم بن عمر فجاء هما محمد بن إياس بن البكير فقال: إن رجلا من أهل البادية طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها فماذا تريان؟ فقال ابن الزبير: إن هذا الأمر ما لنا فيه قول، اذهب إلى ابن العباس وأبی هريرة، فإنی تركتهما عند عائشة فسلهما؟ ثم ائتنا فأخبرنا. فذهب فسألهما؟ فقال ابن عباس لأبی هريرة: أفته يا أبا هريرة، فقد جاء تك معضلة، فقال أبوهريرة رضى الله عنه: الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجًا غيره.

وقال ابن عباس مثل ذلك ولم يعبيا عليه الثلاث ولا عائشة. أخبرنا الربيع قال: أخبرنا الشافعی قال: أخبرنی مالك عن ابن شهاب عن عروة أن مولاة لبنی عدى يقال لها: زبراء اخبرته أنها كانت تحت عبد وهی يومئذ أمة، فعتقت فقالت: فأرسلت إلى حفصة فدعتنی يومئذ فقالت: إنی مخبرتك خبرًا ولا أحب أن تصنعی شيئًا، إن أمرك بيدك مالم يمسك زوجك، فقالت: ففارقته ثلاثًا، فلم تقل لها حفصة: لا يجوز لك أن تطلقى ثلاثًا. ولو كان ذلك معيبًا على الرجل، إذًا لكان ذلك معيبًا عليها إذا كان بيدها فيه ما بيده.

أخبرنا الربيع قال: أخبرنا الشافعی، قال: أخبرنا مالك، عن هشام، عن أبيه، عن جهمان، عن أم بكرة الأسلمية أنها اختلعت من زوجها عبدالله بن أسيد، ثم أتيا عثمان فی ذلك فقال: هی تطليقة، إلا أن تكون سميت شيئًا فهو ما سميت.

فعثمان رضى الله عنه: يخبره أنه إن سمى أكثر من واحدة كان ما سمى، ولا يقول له: لا ينبغی لك أن تسمى أكثر من واحدة، بل فی هذا القول دلالة على أنه جائز له أن يسمى أكثر من واحدة. أخبرنا الربيع قال: أخبرنا الشافعی، قال أخبرنا مالك، عن يحيى بن سعيد، عن أبی بكر بن محمد بن عمرو بن حزم، أن عمر بن عبدالعزيز رضى الله عنه قال: البتة ما يقول الناس فيها؟ فقال أبوبكر،

فقلت له: كان أبان بن عثمان يجعلها واحدة، فقال عمر رض: لو كان الطلاق ألفا ما أبقت البتة منه شيئًا، من قال البتة فقد رمى الغاية القصوى.

قال الشافعي رح: ولم يحك عن واحد منهم على اختلافهم في البتة أنه عاب البتة ولا عاب ثلاثًا. قال الشافعي رح قال مالك رح في المخيرة: إن خيرها زوجها فاختارت نفسها فقد طلقت ثلاثًا: وإن قال زوجها: لم أخيرك إلا في واحدة فليس له في ذلك قول، وهذا أحسن ما سمعت.

قال الشافعي رح: فإذا كان مالك يزعم أن من مضى من سلف هذه الأمة قد خيروا وخير رسول الله صلى الله عليه وسلم. والخيار إذا اختارت المرأة نفسها يكون ثلاثًا، كان ينبغي بزعمهم أن الخيار لا يحل، لأنها اذا اختارت كان ثلاثًا، وإذا زعم أن الخيار يحل وهي إذا اختارت نفسها طلقت ثلاثًا فقد زعم أن النبي ﷺ قد أجاز الطلاق الثلاث ، واصحاب النبي صلى الله عليه وسلم.

قال الشافعي رحمه الله - أخبرنا سعيد بن سالم عن ابن جريج عن عكرمة بن خالد، أن سعيد بن جبير أخبره أن رجلًا أتى ابن عباس فقال: طلقت امرأتي مائة فقال ابن عباس رضي الله عنه تأخذ ثلاثًا وتدع سبعًا وتسعين.

قال الشافعي رح: أخبرنا سعيد، عن ابن جريج، أن عطاء ومجاهدًا قالا: إن رجلًا أتى ابن عباس، فقال: طلقت امرأتي مائة، فقال ابن عباس: تأخذ ثلاثًا وتدع سبعًا وتسعين.

أخبرنا الربيع قال: أخبرنا الشافعي قال: أخبرنا مسلم بن خالد، عن ابن جريج، عن عطاء وحده، عن ابن عباس أنه قال: سبعًا وتسعين عدوانًا، اتخذت بها آيات الله هزوًا، فعاب عليه ابن عباس كل مازاد عن عدد الطلاق الذي لم يجعله الله إليه ولم يعب عليه ما جعل الله إليه من الثلاث، وفي هذا دلالة على أنه يجوز له عنده أن يطلق ثلاثًا ولا يجوز له ما لم يكن اليه. اهـ

المذهب الحنبلي

وأما المذهب الحنبلي فقد ....

قال ابن قدامة رح: اختلفت الرواية عن أحمد في جمع الثلاث، فروى عنه أنه غير محرم اختاره الخرقي، وهو مذهب الشافعي، و أبي ثور وداؤد، وروى ذلك عن الحسن بن علي و عبدالرحمن بن عوف، والشعبي، لأن عويمرًا العجلاني لما لاعن امرأته قال: كذبت عليها يا رسول الله إن أمسكتها فطلقها ثلاثا قبل أن يأمره رسول الله ﷺ متفق عليه ولم ينقل إنكار النبي ﷺ.

وعن عائشة : أن امرأة رفاعة جاء ت إلى رسول الله ﷺ فقالت: يا رسول الله إن رفاعة طلقني فبت طلاقي متفق عليه، وفي حديث فاطمة بنت قيس، أن زوجها أرسل إليها بثلاث تطليقات. ولأنه طلاق جاز تفريقه فجاز جمعه كطلاق النساء.

وقد أجاب ابن قدامة عن أدلة القائلين بالإباحة جوابًا اجماليًا:

فقال (المغني ومعه الشرح الكبير ٢٤٢/٨) وأما حديث المتلاعنين فغير لازم، لأن الفرقة لم تقع بالطلاق، فإنها وقعت بمجرد لعان الزوج فلا حجة فيه.

ثم إن اللعان يوجب تحريمًا مؤبدًا، فالطلاق بعده كالطلاق بعد انفساخ النكاح بالرضاع أو غيره.

ولأن جمع الثلاث إنما حرم لما يعقبه من الندم، ويحصل به من الضرر ويفوت عليه من حل نكاحها، ولا يحصل ذلك بالطلاق بعد اللعان لحصوله باللعان.

وسائر الأحاديث لم يقع فيها جمع الثلاث بين يدي النبي ﷺ فيكون مقرًا عليه، ولا حضر المطلق عندالنبي ﷺ حين أخبر بذلك لينكر عليه.

على أن حديث فاطمة قد جاء فيه: أنه أرسل إليها بتطليقة كانت بقيت لها

من طلاقها، وحديث امرأة رفاعة جاء فيه أنه طلقها آخر ثلاث تطليقات متفق عليه، فلم يكن في شيء من ذلك جمع الثلاث. ولا خلاف بين الجميع في أن الاختيار والأولى أن يطلق واحدة ثم يدعها حتى تنقضي عدتها، إلا ما حكينا من قول من قال إنه يطلقها في كل قرءٍ طلقة، والأولى أولى، فإن في ذلك امتثالا لأمر الله ـ سبحانه ـ وموافقة لقول السلف، وأمنا من الندم، فإنه متى ندم راجعها فإن فاته ذلك بانقضاء عدتها فله نكاحها.....

وقال ابن حزم :

وجدنا من حجة من قال: إن الطلاق الثلاث مجموعة سنة لا بدعة، قول الله تعالى: (فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره... الآية الكريمة من سورة البقرة: ۲۳۰) فهذا يقع على الثلاث مجموعة ومفرقة ولايجوز أن يخص بهذه الآية بعض ذلك دون بعض بغير نص.

وكذلك قوله تعالى: (إذا نكحتم المومنات ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فمالكم عليهن من عدة تعتدونها... الآية الكريمة من سورة الاحزاب: ٤٩) عموم لإباحة الثلاث والاثنتين والواحدة.

وقوله تعالى: (وللمطلقات متاع بالمعروف... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٤١) فلم يخص تعالى مطلقة واحدة من مطلقة اثنتين ومن مطلقة ثلاثًا.

ووجدنا ما رويناه من طريق مالك، عن ابن شهاب، أن سهل بن سعد الساعدي أخبره عن حديث النعمان عويمر العجلاني مع امرأته، وفي آخره أنه قال: "كذبت عليها يا رسول الله إن أمسكتها فطلقها ثلاثا قبل أن يأمره رسول الله ﷺ ثم قال: وأنا مع الناس عند رسول الله ﷺ.

قال ابو محمد ـ ابن حزم ـ لو كانت طلاق الثلاث مجموعة معصية لله تعالى، لما سكت رسول الله ﷺ عن بيان ذلك فصح يقينًا أنها سنة مباحة.

وقال بعض أصحابنا: لا يخلو من أن يكون طلقها وهي امرأته، أو طلقها وقد حرمت عليه ووجب التفريق بينهما، فإن كان طلقها وهي امرأته، فليس هذا قولكم، لأن قولكم إنها بتمام اللعان تبين عنه إلى الأبد، وإن كان طلقها أجنبية فإنما نحن فيمن طلق امرأته لا فيمن طلق أجنبية.

فقلنا: إنما طلقها وهو يقدر أنها امرأته هذا ما لا يشك فيه أحد، فلو كان ذلك معصية لسبقكم رسول الله ﷺ إلى هذا الاعتراض، فإنما حجتنا كلها في ترك رسول الله ﷺ الإنكار على من طلق ثلاثًا مجموعة امرأة يظنها امرأته: ولا يشك أنها في عصمته فقط.

فإن قالوا: ليس كل مسكوت عن ذكره في الأخبار يكون ترك ذكره حجة. فقلنا: نعم، هو حجة لازمة إلا أن يوجد بيان في خبر آخر لم يذكر في هذا الخبر، فحينئذ لا يكون السكوت عنه في خبر آخر حجة.

ومن طريق البخاري، نا محمد بن بشار، نا يحيى هو ابن سعيد القطان، عن عبدالله بن عمرٍ، ناالقاسم بن محمد ابن أبي بكر، عن عائشة أم المومنين رضي الله عنها. قالت: إن رجلا طلق امرأته ثلاثًا فتزوجت فطلق، فسئل رسول الله ﷺ أتحل للأول؟ قال: "لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول" فلم ينكر عليه الصلاة والسلام. هذا السؤال ولو كان لا يجوز لأخبر بذلك. وخبر فاطمة بنت قيس المشهور رويناه من طريق يحيى بن أبي كثير، أخبرني أبو سلمة بن عبدالرحمٰن، أن فاطمة بنت قيس أخبرته أن زوجها ابن حفص بن المغيرة المخزومي طلقها ثلاثا ثم انطلق إلى اليمن فانطلق خالد بن الوليد في نفر فأتوا رسول الله ﷺ في بيت ميمونة أم المؤمنين فقالوا إن ابن حفص طلق إمرأته ثلاثا فهل لها من نفقة؟ فقال رسول الله ﷺ "ليس لها نفقة وعليها العدة" وذكر باقي الخبر.

ومن طريق مسلم، نامحمد بن المثنى، ناحفص بن غياث، نا هشام بن عروة، عن أبيه، عن فاطمة بنت قيس قالت: قلت: يا رسول الله إن زوجي طلقني ثلاثًا وأنا أخاف أن يقتحم علي قال: فأمرها فتحولت ومن طريق مسلم، نا محمد بن المثنى، نا عبدالرحمن بن مهدى، نا سفيان الثورى، عن سلمة بن كهيل: عن الشعبى عن فاطمة بنت قيس، عن النبى ﷺ فى المطلقة ثلاثًا قال: "ليس لها سكنى ولا نفقة". فهذا نقل تواتر عن فاطمة بأن رسول الله ﷺ أخبرها هى ونفر سواها بأن زوجها طلقها ثلاثًا (كذا فى الأصل المنقول عنه) وبأنه عليه الصلاة والسلام حكم فى المطلقة ثلاثًا ولم ينكر عليه الصلاة والسلام ذلك ولا أخبر بأنه ليس بسنة، وفى هذا كفاية لمن نصح نفسه.

فإن قيل: إن الزهرى روى عن أبى سلمة هذا الخبر، فقال فيه: أنها ذكرت أنه طلقها آخر ثلاث طلقات وروى الزهرى عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة، أن زوجها أرسل إليها بتطليقة كانت بقيت لها من طلاقها فذكر الخبر وفيه: فأرسل مروان إليها قبيصة بن ذؤيب فحدثته وذكر باقى الخبر.

قلنا: نعم، هكذا رواه الزهرى، فأما روايته من طريق عبيدالله بن عبدالله فمنقطعة، لم يذكر عبيدالله ذلك عنها ولا عن قبيصة عنها، إنما قال: إن فاطمة طلقها زوجها وأن مروان بعث إليها قبيصة فحدثته. وأما خبره عن أبى سلمة فمتصل، إلا أن كلا الخبرين ليس فيهما أن رسول الله ﷺ أخبرته هى ولا غيرها بذلك، إنما السند الصحيح الذى فيه أنه عليه الصلوة والسلام سأل عن كمية طلاقها؟ وأنها أخبرته، فهى التى قدمنا أولا، وعلى ذلك الإجمال جاء حكمه عليه الصلاة والسلام. وكذلك كل لفظ روى به خبر فاطمة من (أبت طلاقها) و (طلقها البتة) و (طلقها طلاقًا باتًا) و (طلاقًا بائنًا) فليس فى شىء منه أن رسول الله ﷺ وقف عليه أصلاً فسقط كل ذلك وثبت حكمه عليه الصلاة والسلام على ما صح

أنه، اخبر به من أنه طلقها ثلاثًا فقط.

وأما الصّحابة رضى الله عنهم فإن الثابت عن عمر رضى الله عنه الذى لا يثبت عن غيره، ما رويناه من طريق عبدالرزاق، عن سفيان الثورى، عن سلمة بن كهيل، نا زيد بن وهب: أنه رفع إلى عمر بن الخطاب برجل طلق امرأته ألفًا فقال له عمر: أطلقت امرأتك؟ فقال: إنما كنت ألعب فعلاه عمر بالدرة وقال: إنما يكفيك من ذلك ثلاث. فإنما ضربه عمر على الزيادة على الثلاث، وأحسن عمر فى ذلك، وأعلمه أن الثلاث تكفى ولم ينكرها.

ومن طريق وكيع، عن الأعمش، عن حبيب بن أبى ثابت، جاء رجل إلى على بن أبى طالب فقال: إنى طلقت إمرأتى ألفًا. فقال له على: بانت منك بثلاث، واقسم سائرهن بين نسائك. فلم ينكر جمع الثلاث.

ومن طريق وكيع، عن جعفر بن برقان، عن معاوية بن أبى يحيى قال: جاء رجل إلى عثمان بن عفان فقال: طلقت امرأتى ألفًا، فقال: بانت منك بثلاث ... فلم ينكر الثلاث.

ومن طريق عبدالرزاق، عن سفيان الثورى، عن عمرو بن مرة، عن سعيد بن جبير قال: قال رجل لابن عباس: طلقت إمرأتى ألفًا. فقال له ابن عباس: ثلاث تحرمها عليك، وبقيتها عليك وزرًا، اتخذت آيات الله هزوًا. فلم ينكر الثلاث، وأنكر مازاد.

والذى جاء عنه من قوله لمن طلق ثلاثًا ثم ندم. لو اتقيت الله لجعل لك مخرجًا، وهو على ظاهره، نعم إن اتقى الله جعل له مخرجًا، وليس فيه أن طلاقه الثلاث معصية.

ومن طريق عبدالرزاق، عن معمر، عن الأعمش، عن إبراهيم عن علقمة قال: جاء رجل إلى ابن مسعود فقال: إنى طلقت امرأتى تسعة وتسعين. فقال له ابن

مسعود: ثلاث تبينها، وسائرها عدوان.

وهذان خبران فى غاية الصحة، لم ينكر ابن مسعود و ابن عباس الثلاث مجموعة أصلاً، وإنما أنكر الزيادة على الثلاث. ومن طريق أحمد بن شعيب، أنا عمرو بن على، نا يحيى بن سعيد القطان، عن سفيان الثورى، عن أبى اسحاق السبيعى عن أبى الأحوص، عن عبدالله بن مسعود قال: طلاق السنة أن يطلقها طاهرًا من غير جماع، وهذا فى غاية الصحة عن ابن مسعود، فلم يخص طلقة من طلقتين من ثلاث.

فإن قيل: قدروى الأعمش عن أبى اسحاق، عن أبى الأحوص، عن ابن مسعود وفيه: فاذا حاضت وطهرت طلقها أخرى، فإذا حاضت وطهرت طلقها أخرى.

قلنا نعم، هذا أيضًا سنة، وليس فيه أن ما عدا ذلك حرام وبدعة. فإن قيل: قد رويتم من طريق حماد بن زيد، نا يحيى بن عتيق، عن محمدابن سيرين قال: قال على بن أبى طالب: لو أن الناس أخذوا بأمرالله تعالى فى الطلاق ما يبيح رجل نفسه فى امرأة أبدًا يبدأ فيطلقها تطليقة ثم يتربص ما بينها وبين أن تنقضى عدتها فمتى شاء راجعها.

قلنا: هذا منقطع عنه، لأن ابن سيرين لم يسمع من على كلمة، ثم ليس فيه أيضًا أن ما عدا ذلك معصية ولا بدعة لا يعلم عن الصحابة رضى الله عنهم غير ما ذكرنا. وأما التابعون فروينا من طريق وكيع عن اسماعيل ابن أبى خالد، عن الشعبى قال: قال رجل لشريح القاضى: طلقت امرأتى مائة. فقال: بانت منك بثلاث، وسبع وتسعون إسراف ومعصية.

فلم ينكر شريح الثلاث، وإنما جعل الإسراف والمعصية ما زاد على الثلاث. ومن طريق عبدالرزاق عن معمر عن قتادة، عن سعيد بن المسيب، قال:

طلاق العدة أن يطلقها إذا طهرت من الحيضة بغير جماع.

قال أبو محمد: فلم يخص واحدة من ثلاث من اثنتين لا يعلم عن أحد من التابعين أن الثلاث معصية، صرح بذلك، إلا الحسن، والقول بأن الثلاث سنة هو قول للشافعى وأبى ذر وأصحابهما.

وقال ابن أبى شيبة (انظر المصنف بن ابى شيبة الجزء الخامس ص ١١):

"من رخص الرجل أن يطلق ثلاثًا فى مجلس" حدثنا أبو أسامة، عن هشام قال: سئل محمد عن الرجل يطلق امرأته ثلاثًا فى مقعد واحد. قال: لا أعلم بذلك بأسًا، قد طلق عبدالرحمن بن عوف امرأته ثلاثًا فلم يعب عليه ذلك.

حدثنا أبو اسامة، عن ابن عون عن محمد قال: كان لا يرى بذلك بأسًا.

حدثنا غندر عن شعبة، عن عبدالله ابن أبى السفر، عن الشعبى، فى رجل أراد أن تبين منه امرأته، قال: يطلقها ثلاثًا.



المسألة الثانية

ما يترتب على ايقاع الطلاق الثلاث بلفظ واحد وفى ذلك مذاهب

"المسألة الثانية ما يترتب على إيقاع الطلاق الثلاث بلفظ واحد وفى ذلك مذاهب".

المذهب الاول :

أن الرجل إذا طلق زوجته ثلاثًا بلفظ واحد وقعت ثلاثًا دخل بها أولا. ذكر من قال بهذا القول:

١ـ وقال الكاسانى :

وأما حكم طلاق البدعة: فهو أنه واقع عند عامة العلماء، وقد ذكر هذا بعد سياقه للألفاظ التى يقع بها طلاق البدعة وذكر منها الثلاث بلفظ واحد (بدائع الصنائع ٩٦/٣)

٢ـ وقال ابن الهمام :

وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاثًا (فتح القدير ٢٥/٣)

٣ـ وقال الطحاوى :

بعد سياقه لأدلة وقوعها ثلاثًا (شرح معانى الآثار ٥٩/٣) فهذا كله قول أبى حنيفة وأبى يوسف ومحمد رحمة الله عليهم اجمعين.

٤ـ وقال سحنون بن سعيد التنوخى :

قلت : أرأيت إن طلقها ثلاثًا وهى حامل فى مجلس واحد أو مجالس شتى، أيلزمه ذلك أم لا؟ قال: قال مالك يلزمه ذلك (المدونة ٦٨/٢)

٥ـ وقال الحطاب :

(تنبيه) قال أبو الحسن فى شرح كلام المدونة المتقدم صورته: أن يقول لها أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق فى مجلس واحد، فإن كان على غير هذه الصفة كما إذا قال: أنت طالق ثلاثًا فى كلمة واحدة، فقال عبدالحميد الصائغ: ثلاث تطليقات فى كلمة اشد منه فى ثلاثة مجالس، وفى ثلاثة مجالس أشد منه فى ثلاثة أطهار، وكلما طلق يلزمه...انتهى... (مواهب الجليل ٣٩/٤)

٦ـ وقال الباجى :

إذا ثبت ذلك أى كلامه على تحريم إيقاع الثلاث بلفظ واحد، فمن أوقع الطلاق الثلاث بلفظة واحدة لزمه ما أوقعه من الثلاث وبه قال جماعة الفقهاء (المنتقى ٣/٤)

٧ـ وقال القرطبى :

قال علماؤنا: واتفق أئمة الفتوى على لزوم إيقاع الطلاق الثلاث فى كلمة واحدة، وهو قول جمهور السلف(تفسير القرطبى ١٢٩/٣)

٨ـ وقد سبق ادلة كثيرة عن الامام الشافعى رحمه الله :

فى الكلام على المسألة الأولى وأنه يوقعها ثلاثًا (المهذب ٨٤/٢)

٩ـ وقال الشيرازى :

وإن قال لغير المدخول بها أنت طالق ثلاثًا وقع الثلاث لأن الجميع صادف الزوجية فوقع الجميع كما لو قال ذلك للمدخول بها.

١٠ـ وقال ابن قدامة :

وإن طلق ثلاثًا بكلمة واحدة وقع الثلاث وحرمت عليه حتى تنكح زوجًا غيره، ولا فرق بين قبل الدخول وبعده، روى ذلك عن ابن عباس، وأبى هريرة، و ابن عمر، وعبدالله بن عمرو، و ابن مسعود، و أنس، وهو قول أكثر اهل العلم من

التابعين، والأئمة بعدهم (المغنى ٨/٢٤٣)

١١ـ وقال المرداوى :

وإن طلقها ثلاثًا مجموعة قبل رجعة مرة واحدة طلقت ثلاثًا وإن لم ينوها على الصحيح من المذهب، نص عليه مرارًا وعليه الأصحاب بل الأئمة الأربعة رحمهم الله وأصحابهم فى الجملة (الانصاف ٨/٤٥٣)

١٢ـ وقال شيخ الاسلام :

فى أثناء الكلام على بيان المذاهب فى ذلك ـ الثانى أنه طلاق محرم لازم وهو قول مالك، و أبى حنيفة، و أحمد فى الرواية المتأخرة عنه، اختارها أكثر أصحابه وهذا القول منقول عن كثير من السلف من الصحابة والتابعين (مجموع الفتاوىٰ ٨/٣٣)

١٣ـ وقال ابن القيم :

فاختلف الناس فيها ـ أى وقوع الثلاث بكلمة واحدة ـ على أربعة مذاهب: أحدها: أنه يقع وهذا قول الأئمة الأربعة، وجمهور التابعين، وكثير من الصحابة ... (زاد المعاد ٤/١٠٤)

١٤ـ وقال يوسف بن عبدالرحمٰن بن عبدالهادى :

الفصل الأول فى أن الطلاقَ الثلاث يقع ثلاثًا هذا هو الصحيح من المذهب، ولا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره كما سيأتى، وهذا القول مجزوم به فى أكثر كتب أصحاب الإمام أحمد كالخرقى والمقنع، والمحرر والهداية وغيرهم، من كتب أصحاب الإمام أحمد ولا يعدل عنه.

قال الأثرم: سألت أبا عبدالله عن حديث ابن عباس "كان الطلاق الثلاث على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر و عمر واحدة بأى شىء تدفعه؟ فقال برواية الناس عن ابن عباس أنها ثلاث" وقدمه فى الفروع وجزم به فى المغنى، وأكثرهم

لم يحك غيره والله اعلم بالصواب (سير الحاث إلى علم الطلاق الثلاث ٧٠)

١٥ـ وقال أيضًا الفصل الثانى فيمن قال بهذا القول ومن أفتى به:

قال به ابن عباس غير مرة، و ابن عمر، و عبدالله بن عمرو، و عثمان، و على، و ابن مسعود وهو قول أكثر أهل العلم، وبه قال أحمد، والشافعى، و أبوحنيفة، و مالك، و أنس، و ابن أبى ليلى، و الأوزاعى، وقال به من أصحابنا الخرقى، والقاضى و أبوبكر، و ابن حامد، و ابن عقيل، و أبوالخطاب، والشيرازى، والشيخ موفق الدين، والشيخ مجدالدين ـ وليس مطلقًا كما سيأتى ـ والشريف حتى أكثر أصحاب الإمام أحمد على هذا القول.

وفى إجماع ابن المنذر ما يدل على أنه إجماع ليس بصريح فيه. وهذا القول اختاره ابن رجب. وقد صنف ردًا على من قال بخلافه، والله أعلم بالصواب (سير الحاث إلى علم الطلاق الثلاث ٧٧)

١٦ـ وقال ابن عبدالمجادى :

قال ابن رجب: أعلم أنه لم يثبت عن أحد من الصحابة ولا من التابعين ولا من أئمة السلف المعتد بقولهم فى الفتاوى فى الحلال والحرام شىء صريح فى أن الطلاق الثلاث بعد الدخول يحسب واحدة إذا سيق بلفظ واحد.

١٧ـ وقال الشيخ محمد الأمين الشنقيطى :

وعلى هذا القول ـ أى اعتبارها ثلاثًا ـ جل الصحابة وأكثر العلماء منهم الأئمة الأربعة. اهـ. وقد استدل لهذا المذهب بالكتاب والسنة والاجماع والآثار والقياس (أضواء البيان ١/١٧٦)

أما الكتاب :

فأولاً قوله تعالى: (الطلاق مرتان فإمساك بمعروف او تسريح بإحسان...

الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٩)

قال أبوبكر الرازى تحت عنوان "ذكر الحجج لإيقاع الطلاق الثلاث معًا" قوله تعالى: الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) يدل على وقوع الثلاث معًا مع كونه منهيًا عنه. وذلك لأن قوله تعالى: (الطلاق مرتان...الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣١) قد أبان عن حكمه إذا أوقع اثنتين بأن يقول: أنت طالق، أنت طالق فى طهر واحد وقد بينا أن ذلك خلاف السنة، فإذا كان فى مضمون الآية الحكم بجواز وقوع الاثنتين على هذا الوجه دل ذلك على صحة وقوعهما لو أوقعهما معًا، لأن أحدًا لم يفرق بينهما.

وفيها الدلالة عليه من وجه آخر وهو قوله تعالى: فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره ... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٠ . فحكم بتحريمها عليه بالثالثة بعد الاثنتين ولم يفرق بين إيقاعهما فى طهر واحد أو فى أطهار، فوجب الحكم بإيقاع الجميع على أى وجه أوقعه من مسنون أو غير مسنون و مباح أو محظور.

فإن قيل: قد دللت فى معنى الآية أن المراد بها بيان المندوب إليه والمأمور به من الطلاق وإيقاع الطلاق الثلاث معًا خلاف المسنون عندك، فكيف تحتج بها فى إيقاعها على غير الوجه المباح والآية لم تتضمنها على هذا الوجه؟

قيل له: قد دلت الآية على هذه المعانى كلها من إيقاع الاثنتين والثلاث لغير السنة وأن المندوب إليه والمسنون تفريقها فى الأطهار، وليس يمتنع أن يكون مراد الآية جميع ذلك. ألا ترى أنه لو قال: طلقوا ثلاثًا فى الأطهار وإن طلقتم جميعًا معًا وقعن كان جائزًا، وإذا لم يتناف المعنيان واحتملتهما الآية وجب حملها عليهما.

فإن قيل: معنى هذه الآية محمول على ما بينه بقوله تعالى: فطلقوهن

لعدتهن... (الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) وقد بين الشارع الطلاق للعدة، وهو أن يطلقها فى ثلاثة أطهار إن أراد إيقاع الثلاث، ومتى خالف ذلك لم يقع طلاقه.

قيل له: نستعمل الآيتين على ما تقتضيانه من أحكامهما فنقول: إن المندوب إليه والمأمور به هو الطلاق للعدة على ما بينه فى هذه الآية، وإن طلق لغير العدة وجمع الثلاث وقعن لما اقتضته الآية الأخرى وهى قوله تعالى: (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) وقوله تعالى: فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٠) إذ ليس فى قوله: فطلقوهن - نفى لما اقتضته هذه الآية الاخرى، على أن فى فحوى الآية التى فيها ذكر الطلاق للعدة دلالة على وقوعها إذا طلق لغير العدة. وهو قوله تعالى: (فطلقوهن لعدتهن) إلى قوله تعالى: (وتلك حدود الله ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) فلو لا أنه إذا طلق لغير العدة وقع ما كان ظالمًا لنفسه بإيقاعه، ولا كان ظالمًا لنفسه بطلاقه.

وفى هذه الآية دلالة على وقوعها إذا طلق لغير العدة، ويدل عليه قوله تعالى فى نسق الخطاب: (ومن يتق الله يجعل له مخرجًا... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) يعنى - والله اعلم - أنه إذا وقع الطلاق على ما أمره الله كان له مخرجًا مما أوقع إن لحقه ندم وهو الرجعة، وعلى هذا المعنى تأوله ابن عباس حين قال للسائل الذى سأله وقد طلق ثلاثًا: إن الله تعالى يقول: (ومن يتق الله يجعل له مخرجًا... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) وإنك لم تتق الله فلم أجد لك مخرجًا، عصيت ربك وبانت منك امرأتك، ولذلك قال على بن أبى طالب - كرم الله وجهه: لو أن الناس أصابوا حد الطلاق ما ندم رجل طلق امرأته.

فإن قيل: لما كان عاصيًا فى إيقاع الثلاث معًا لم يقع، إذ ليس هو الطلاق

المأمور به، كما لو وكل رجل رجلاً بأن يطلق امرأته ثلاثًا فى ثلاثة أطهار لم يقع إذا جمعهن فى طهر واحد.

قيل له: اما كونه عاصيًا فى الطلاق فغير مانع صحة وقوعه لما دللنا عليه فيما سلف، ومع ذلك فإن الله جعل الظهار منكرًا من القول وزورًا، وحكم مع ذلك بصحة وقوعه، فكونه عاصيًا لا يمنع لزوم حكمه والانسان عاص لله فى ردته عن الإسلام، ولم يمنع عصيانه من لزوم حكمه وفراق امرأته، وقد نهاه الله من مراجعتها ضرارًا بقوله تعالى: (ولا تمسكوهن ضرارًا لتعتدوا... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣١) فلو راجعها وهو يريد ضرارها لثبت حكمها وصحت رجعته.

وأما الفرق بينه وبين الوكيل فهو: أن الوكيل إنما يطلق لغيره وعنه يعبر وليس يطلق لنفسه ولايملك ما يوقعه. ألا ترى أنه لا يتعلق به شيء من حقوق الطلاق وأحكامه، فلما لم يكن مالكًا لما يوقعه، وإنما يصح إيقاعه لغيره من جهة الأمر إذ كانت أحكامه تتعلق بالأمر دونه لم يقع متى خالف الأمر، وأما الزوج فهو مالك الطلاق وبه تتعلق أحكامه وليس يوقع لغيره فوجب أن يقع من حيث كان مالكًا للثلاث وارتكاب النهى فى طلاقه غير مانع وقوعه كما وصفنا فى الظهار والرجعة والردة وسائر ما يكون به عاصيًا، ألا ترى أنه لو وطأ أم امرأته بشبهة حرمت عليه امرأته وهذا المعنى الذى ذكرناه من حكم الزوج فى ملكه للثلاث من الوجوه التى ذكرنا يدل على أنه إذا أو قعهن معًا وقع إذ هو موقع لما ملك. ا هـ.

وقال القرطبى :

فى تفسير قوله تعالى: (الطلاق مرتان): ترجم البخارى على هذه الآية باب من أجاز الطلاق الثلاث لقوله تعالى: (الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو

تسريح بإحسان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) وهذا إشارة منه إلى أن هذا التعديد إنما هو فسحة لهم فمن ضيق على نفسه لزمه. ا هـ (أنظر تفسير القرطبى الجزء الثالث ص١٢٨)

وقال العينى :

وجه الاستدلال به أن قوله تعالى: (الطلاق مرتان) معناه مرة بعد مرة فإذا جاز الجمع بين اثنتين جاز بين الثلاث وأحسن منه أن يقال: إن قوله تعالى: (أو تسريح بإحسان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) عام متناول لإيقاع الثلاث دفعة واحدة. وقال ابن أبى حاتم: أنا يونس بن عبدالأعلى قراءة عليه، أنا ابن وهب، أخبرنى سفيان الثورى، حدثنى اسماعيل بن سميع، سمعت أبا رزين يقول: جاء رجل إلى النبى ﷺ فقال: يا رسول الله أرأيت قول الله عزوجل: (فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان... أيضًا) أين الثالثة؟ قال: "التسريح بالإحسان". هذا اسناده صحيح، ولكنه مرسل ورواه ابن مردويه من طريق قيس بن الربيع عن إسماعيل بن سميع عن أبى رزين مرسلاً قال: حدثنا عبدالله بن أحمد بن عبدالرحيم، حدثنا أحمد بن يحيى حدثنا عبيدالله بن جرير بن خالد، حدثنا ابن عائشة، عن حماد بن سلمة عن قتادة، عن أنس ابن مالك رضى الله عنه. قال: جاء رجل إلى النبى ﷺ فقال: يا رسول الله ذكرالله الطلاق مرتين، فأين الثالثة؟ قال: "إمساك بمعروف أو تسريح بإحسان"..ا هـ (أنظر عمدة القارى الجزء التاسع ص٥٣٨)

وقد سبقت مناقشة ابن القيم لهذه الآية وبين أنها دليل على عدم وقوع الثلاث وذلك عندالكلام عليها فى المسألة الأولى.

وقال الشيخ جمال الدين الامام :

ردًا على الاستدلال بقوله تعالى: الطلاق مرتان... (الآية الكريمة من

سورة البقرة: ٢٢٩) وبين انها لا تدل على وقوع الثلاث قال (بواسطة سير الحاث لابن عبدالهادى ٩٣/ ٩٤): فصل: ومما يبين ويوضح بطلان تركيبهم شرعًا ولغة فى الطلاق الثلاث وغيره: أن لفظ التعدد فيه منصوب نصب المصدر، فإن تقدير الكلام طلقتك طلاقًا، ومعنى المصدر فى الكلام طلقتك تطليقات ثلاث، ومعنى المصدر فى الكلام إنما هو حكاية حال الفعل فى صدوره عن الفاعل.

والفعل له حالتان فى صدوره عن الفاعل: حالة يكون فيها خبرًا عما صدر وقوعه من الفاعل فى الماضى وحالة يكون فيها أداة لما يستعمل فيه من إنشاء العقود والفسوخ استعارة أو اشتراكًا، فإذا أريد به الحكاية والخبر عن الماضى، فإن أريد به اخبار عن حقيقة الفعل ونفى المجاز عنه اتبع بالمصدر مطلقًا.

وأما إذا استعمل الماضى فى انشاء عقد أو فسخ سواء قيل إنه على وجه الاستعارة أو الاشتراك فإن أريد حقيقة العقد أو الفسخ اتبع المصدر مطلقًا مثل: طلقتها تطليقًا، وأما إن أريد تعدد العقد أو الفسخ بلفظ واحد فى مرة واحدة بمنزلة تعدده بالتكرار مرة بعد مرة وأتبع بالعدد وحده، أو مضافًا إلى المصدر المجموع، مثل طلقتك ثلاثًا وقصد به التعدد، أو قال فى اللعان أشهد بالله خمسًا أو خمس شهادات، أو قال فى القسامة أقسم بالله خمسين يمينًا أو قال بعد الصلاة "سبحان الله" مرة ثم قال: "ثلاثًا وثلاثين" وكذا "الحمدلله" وكذا "الله أكبر" وكذا لو قال فى اليوم مرة واحدة "سبحان الله وبحمده" وأتبعها مائة مرة لم يكن بتكراره فى الأيام والأوقات والعدد: فأما غير الطلاق فلا خلاف فيه، وأما الطلاق فوقع الغلط فيه من بعد الصحابة.

ثانيًا قال النووى:

واحتج الجمهور بقوله تعالى: (ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرًا... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١)

قالوا: معناه أن المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع البينونة فلو كانت الثلاث لا تقع لم يقع طلاقه إلا رجعيًا فلا يندم.

قال الشيخ محمد الأمين الشنقيطى (اضواء البيان ١/١٧٥/١٧٦) ومما يؤيد هذا الاستدلال القرآنى ما أخرجه أبوداؤد بسند صحيح عن طريق مجاهد قال: كنت عند ابن عباس، فجاءه رجل فقال إنه طلق امرأته ثلاثًا، فسكت، حتى ظننت أنه سيردها إليه. فقال: ينطلق أحدكم فيركب الأحموقة ثم يقول: يا ابن عباس، الله قال: (ومن يتق الله يجعل له مخرجًا... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) وإنك لم تتق الله، فلا أجد لك مخرجًا، عصيت ربك، وبانت منك امرأتك..

وأخرج له أبوداؤد متابعات عن ابن عباس بنحوه، وهذا تفسير من ابن عباس للآية بأنها يدخل فى معناها ومن يتق الله، ولم يجعل الطلاق فى لفظة واحدة يجعل له مخرجًا بالرجعة، ومن لم يتقه فى ذلك بأن جمع الطلقات فى لفظ واحد لم يجعل له مخرجًا لوقوع البينونة بها مجتمعة، هذا هو معنى كلامه الذى لا يحتمل غيره، وهو قوى جدًا فى محل النزاع لأنه مفسر به قرآنًا، وهو ترجمان القرآن، وقد قال ﷺ: "اللهم علمه التأويل".

ثالثًا قال ابن عبدالهادى:

نقلاً عن ابن رجب: قوله فى سياق آية (ولا تتخذوا آيات الله هزوًا) قال الحسن: "وكان الرجل فى عهد النبى ﷺ يطلق ويقول: كنت لاعبًا، ويعتق ويقول: كنت لاعبًا ويزوج ابنه ويقول كنت لاعبًا فقال رسول الله ﷺ: "ثلاث من قالهن لا عبًا جائزات عليهم: العتاق، والطلاق، والنكاح" فأنزل الله (ولا تتخذوا آيات الله هزوًا... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣١)

وقال ابن عبدالهادى ردًا على ابن رجب فى استدلاله بالآيات التى سبقت

(سيرالحاث ٨٩-٩٠) وأما استدلاله بقوله تعالى: (يا أيهاالنبى إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن - إلى قوله: ومن يتق الله يجعل له مخرجًا... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١-٢) قال: فليس بمسلم، لأن فى حديث ركانة لما قال له "راجعها" تلا هذه الآية فهذه الآية دليل لنا لا لكم، لأن النبى ﷺ لما قضى له بهذا استدل بالآية، فلو كان فيها دليل عليه لم يستدل بها، واستدلاله بالآية بقول ابن عباس فإن ابن عباس قد صح عنه أنه كان يفتى بهذا القول - أى واحدة - كما تقدم فليس لكم فى الآية دليل.

وأما استدلاله بقوله تعالى: (ولا تتخذوا آيات الله هزوًا... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣١) - واستدلاله بالحديث - أى حديث الحسن وقد مضى مع الآية - فالآية والحديث ليس فيهما دليل له، لأنه لم يثبت طلاق الثلاث بالكلية وإنما كان يطلق ويقول كنت لاعبًا فنزلت هذه الآية، إن الطلاق لا لعب فيه فليس فى هذا دليل.

وأما استدلاله بالآية الأخرى: (الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) فليس فيها دليل أيضًا، لأن الطلاق هنا لم يذكر أنه بلفظة واحدة، بل الآية فيها إذا أتى بالطلاق مرة بعد أخرى، وليس فى الآيات دليل له، بل كلها دليل عليه.

وأما السنة فقد استدلوا بالأدلة الآتية

الدليل الأول

ما ثبت فى الصحيحين (صحيح البخارى وعليه الفتح ٣٩١/٩-وصحيح مسلم وعليه شرح النووى ١٢٣/١٠) فى قصة لعان عويمر وزوجته وفيه: "فلما فرغا قال عويمر: كذبت عليها يا رسول الله إن أمسكتها فطلقها ثلاثًا قبل أن يأمره

رسول الله ﷺ قال ابن شهاب فكانت سنة المتلاعنين. متفق عليه.

قال النووى (النووى على مسلم ١٢٢/١٠، ويرجع أيضًا إلى الفتح ٣٦٧/٩) واستدل به أصحابنا على أن جمع الطلقات الثلاث بلفظ واحد ليس حرامًا، وموضع الدلالة أنه لم ينكر عليه اطلاق لفظ الثلاث.

وقد يعترض على هذا فيقال: إنما لم ينكره عليه، لأنه لم يصادف الطلاق محلاً مملوكًا له ولا نفوذًا. ويجاب عن هذا الاعتراض، بأنه لو كان الثلاث محرمًا لأنكر عليه، وقال له: كيف ترسل لفظ الطلاق الثلاث مع أنه حرام، والله اعلم.

وقال ابن نافع من أصحاب مالك: إنما طلقها ثلاثًا بعداللعان، لأنه يستحب إظهار الطلاق بعد اللعان، مع أنه قد حصلت الفرقة بنفس اللعان. وهذا فاسد، وكيف يستحب للإنسان أن يطلق من صارت أجنبية.

وقال محمد بن أبى صفرة المالكى: لا تحصل الفرقة بنفس اللعان، واحتج بطلاق عويمر وبقوله: إن أمسكتها، وتأوله الجمهور كما سبق، والله اعلم. وأما قوله: وقال ابن شهاب فكانت سنة المتلاعنين. فقدتأوله ابن نافع المالكى على أن معناه استحباب الطلاق بعداللعان كما سبق، وقال الجمهور معناه حصول الفرّقة بنفس اللعان.

وقال شيخ الإسلام (مجموع الفتاوى ٣٣/٧٧-٧٨ ويرجع أيضًا إلى زادالمعاد ١١٥/٤ وإغاثة اللهفان ٣١٤/١): وأما الملاعن فإن طلاقه وقع بعدالبينونة أو بعد وجوب الإبانة التى تحرم بها المرأة أعظم مما يحرم بالطلقة الثالثة، فكان مؤكدًا لموجب اللعان، والنزاع إنما هو طلاق من يمكنه إمساكها، لا سيما والنبى ﷺ قد فرق بينهما، فإن كان ذلك قبل الثلاث لم يقع بها الثلاث ولا غيرها، وإن كان بعدها دل على بقاء النكاح، والمعروف أنه فرق بينهما بعد

أن طلقها ثلاثًا، فدل ذلك على أن الثلاث لم يقع بها، إذ لو وقعت لكانت قد حرمت عليه حتى تنكح زوجًا غيره، وامتنع حينئذ أن يفرق النبى ﷺ بينهما لأنها صارا أجنبيين.

ولكن غاية ما يمكن أن يقال: حرمها عليه تحريمًا مؤبدًا. فيقال: فكان ينبغى أن يحرمها عليه لا يفرق بينهما، فلما فرق بينهما دل على بقاء النكاح، وأن الثلاث لم تقع جميعا، بخلاف ما إذا قيل: إنه يقع بها واحدة رجعية فإنه يمكن فيه حينئذ أن يفرق بينهما.

وقول سهل بن سعد :

فأنفذه عليه رسول الله ﷺ دليل على أنه محتاج إلى انفاذ النبى ﷺ واختصاص الملاعن بذلك ولو كان من شرعه أنها تحرم بالثلاث لم يكن للملاعن اختصاص ولا يحتاج إلى إنفاذ، فدل على أنه لما قصد الملاعن بالطلاق الثلاث أن تحرم عليه انفذ النبى ﷺ مقصوده بل زاده، فإن تحريم اللعان أبلغ من تحريم الطلاق، إذ تحريم اللعان لا يزول وإن نكحت زوجًا غيره، وهو مؤبد فى أحد قولي العلماء لا يزول بالتوبة.

وقال الشيخ محمد الامين الشنقيطى :

بعد ذكره استدلال البخارى بحديث عويمر، ووجه الدلالة والاعتراض عليها، والجواب عن الاعتراض من وجهين، وكل ذلك سبق نقله عن النووى إلا الوجه الثانى، وقال: (اضواء البيان الجزء الاول ص ١٦٢ ومابعدها) وبأن الفرقة لم يدل على أنها بنفس اللعان كتاب ولا سنة صريحة ولا إجماع.

وبعد أن عرض بعض مذاهب العلماء وأدلتهم ومناقشتها فى اللعان هل تحصل به الفرقة أم لا؟ قال: واختلف فى هذا اللفظ - أى ما جاء فى الحديث المتقدم من قوله: فكانت سنة المتلاعنين - هل هو مدرج من كلام الزهرى فيكون

مرسلاً وبه قال جماعة من العلماء، أو هو من كلام سهل فهو مرفوع متصل، ويزيد كونه من كلام سهل ما وقع فى حديث أبى داؤد من طريق عياض بن عبدالله الفهرى: عن ابن شهاب عن سهل قال: فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله ﷺ فأنفذه رسول الله ﷺ وكان ما صنع عند رسول الله ﷺ سنة، قال سهل: حضرت هذا عند رسول الله ﷺ فمضت السنة بعد فى المتلاعنين أن يفرق بينهما ثم لا يجتمعان أبدًا. هذا الحديث سكت عليه أبوداود والمنذرى.

قال الشوكانى فى نيل الأوطار ورجاله رجال الصحيح، قال مقيده عفاالله عنه: ومعلوم أن ما سكت عليه ابوداؤد فأقل درجاته عنده الحسن، وهذه الرواية ظاهرة فى محل النزاع، وبها تعلم أن احتجاج البخارى لوقوع الثلاث دفعة بحديث سهل المذكور واقع موقعه، لأن المطلع على غوامض إشارات البخارى رحمه الله يفهم أن هذا اللفظ الثابت فى سنن أبى داؤد مطابق لترجمة البخارى، وأنه أشار بالترجمة إلى هذه الرواية ولم يخرجها لأنها ليست على شرطه، فتصريح هذا الصحابى الجليل فى هذه الرواية الثابتة بأن النبى ﷺ أنفذ طلاق الثلاث دفعة يبطل بإيضاح أنه لا عبرة بسكوته ﷺ وتقريره له، بناء على أن الفرقة بنفس اللعان كما ترى. وبعد سياقه لبقية المذاهب فى الفرقة باللعان قال: وبهذا تعلم أن كون الفرقة بنفس اللعان ليس أمرًا قطعيًا حتى ترد به دلالة تقرير النبى ﷺ عويمرًا العجلانى على إيقاع الثلاث دفعة الثابت فى الصحيح، لا سيما وقد عرفت أن بعض الروايات فيها التصريح بأنه ﷺ أنفذ ذلك. وبعد أن عرض مذاهب العلماء فى نفقة البائن وسكناها قال:

فإن قيل: انفاذه ﷺ الثلاث دفعة من الملاعن على الرواية المذكورة لايكون حجة فى غير اللعان، لأن اللعان تجب فيه الفرقة الأبدية، فإنفاذ الثلاث مؤكد لذلك الأمر الواجب بخلاف الواقع فى غيراللعان، ويدل لهذا أن النبى ﷺ

غضب من إيقاع الثلاث دفعة فی غير اللعان، وقال: "أيلعب بكتاب الله وأنا بين اظهركم" كما أخرجه النسائی من حديث محمود بن لبيد.

فالجواب من أربعة أوجه

الأول: الكلام فی حديث محمود بن لبيد، فإنه تكلم فيه من جهتين:

الأولی:

أنه مرسل، لأن محمود بن لبيد لم يثبت له سماع من رسول الله ﷺ وإن كانت ولادته فی عهده ﷺ وذكره فی الصحابة من أجل الرؤية، فقد ترجم له أحمد فی مسنده وأخرج له عدة أحاديث ليس فيها شیء صريح فيه بالسماع.

الثانية:

أن النسائی قال بعد تخريجه لهذا الحديث: لا أعلم أحدًا رواه غير مخرمة بن بكير يعنی ابن الأشج عن أبيه، ورواية مخرمة عن أبيه وجادة من كتابه. قاله أحمد، و ابن معين وغيرهما، وقال ابن المدينی: سمع من أبيه قليلاً. قال ابن حجر فی التقريب روايته عن أبيه وجادة من كتابه. قاله أحمد و ابن معين وغيرهما، وقال ابن المدينی: سمع من أبيه قليلاً، قال مقيده عفاالله عنه.

أما الاعلال الأول:

بأنه مرسل فهو مردود بأنه مرسل صحابی ومراسيل الصحابة لها حكم الوصل، ومحمود بن لبيد المذكور جل روايته عن الصحابة كما قاله ابن حجر فی التقريب وغيره.

والأعلال الثانی:

بأن رواية مخرمة عن أبيه وجادة من كتابه فيه أن مسلمًا أخرج فی

صحيحه عدة أحاديث من رواية مخرمة عن أبيه، والمسلمون مجمعون على قبول أحاديث مسلم إلا بموجب صريح يقتضی الرد، والحق أن الحديث ثابت إلا أن الاستدلال به يرده.

الوجه الثانی:

وهو أن حديث محمود ليس فيه التصريح بأنه ﷺ أنفذالثلاث، ولا أنه لم ينفذها، وحديث سهل على الرواية المذكورة فيه التصريح بأنه أنفذها، والمبين مقدم على المجمل كما تقرر فی الأصول، بل بعض العلماء احتج لإيقاع الثلاث دفعة بحديث محمود هذا.

ووجه استدلاله به، أنه طلق ثلاثًا يظن لزومها، فلو كانت غير لازمة لبين النبی ﷺ أنها غير لازمة، لأن البيان لا يجوز تأخيره عن وقت الحاجة.

الوجه الثالث:

أن إمام المحدثين محمد بن إسماعيل البخاری رحمه الله أخرج حديث سهل تحت الترجمة التی هی قوله: "باب من أجاز الطلاق الثلاث" وهو دليل على أنه يرى عدم الفرق بين اللعان وغيره فی الاحتجاج بانفاذ الثلاث دفعة.

الوجه الرابع:

هو ما سيأتی من الأحاديث الدالة على وقوع الثلاث دفعة كحديث ابن عمر وحديث الحسن بن علی، وإن كان الكل لا يخلو من كلام.... وبهذا كله تعلم أن رد الاحتجاج بتقريره ﷺ عويمرًا العجلانی على إيقاع الثلاث دفعة، بأن الفرقة بنفس اللعان لا يخلو من نظر، ولو سلمنا أن الفرقة بنفس اللعان فإنا لا نسلم أن سكوته ﷺ لا دليل فيه بل نقول: لو كانت لا تقع دفعة لبين أنها لا تقع دفعة، ولو كانت الفرقة بنفس اللعان كما تقدم.

الدليل الثانی:

ثبت فى الصحيحين عن عائشة رضى الله عنها أن رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلقت فسئل النبى ﷺ أتحل للأول؟ قال: "حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول".

وجه الدلالة : ذكر البخارى هذا الحديث تحت ترجمة "باب من أجاز الطلاق الثلاث. وقال ابن حجر (فتح البارى ٣٠١/٩) والعينى (عمدة القارى ٥٤١/٩) هو ظاهر فى كونها مجموعة.

وقال ابن القيم :

فى وجه استدلالهم بالحديث: فلم ينكر ﷺ ذلك وهذا يدل على إباحة جمع الثلاث وعلى وقوعها، إذ لو لم يقع لم يتوقف رجوعها إلى الأول على ذوق الثانى عسيلتها، وقد أجاب ابن القيم عن الاستدلال بهذا الدليل (زادالمعاد ١٠٨/٤) فقال: وأما استدلالكم بحديث عائشة ـ وساق الحديث ـ فهذا مما لا ننازعكم فيه، نعم، هو حجة على من اكتفى بمجرد عقد الثانى، ولكن أين فى الحديث أنه طلق الثلاث بفم واحد؟ بل الحديث حجة لنا، فإنه لا يقال: فعل ذلك ثلاثا، وقال ثلاثا إلا لمن فعل وقال مرة بعد مرة، وهذا هو المعقول فى لغات الأمم عربهم وعجمهم، كما يقال: قذفه ثلاثا، وشتمه ثلاثا، وسلم عليه ثلاثا.

وقال الشيخ محمد الامين الشنقيطى :

واعترض الاستدلال بهذا الحديث بأنه مختصر من قصة رفاعة وقد قدمنا قريبا أن بعض الروايات الصحيحة دل على أنها ثلاث متفرقة لا مجموعة انتهى مقصوده (أضواء البيان ١٦٧/١) ببعض الروايات هى رواية مسلم "أنها طلقها زوجها آخر ثلاث تطليقات فلم يجعل لها رسول الله ﷺ نفقة ولا سكنى". ثم قال: ورد هذا الاعتراض بأن غير رفاعة قد وقع له مع امرأته نظير ما وقع لرفاعة فلا مانع من التعدد، وكون الحديث الأخير فى قصة أخرى كما ذكره الحافظ بن

حجر فى الكلام على قصة رفاعة فإنه قال فيها ما نصه: وهذا الحديث إن كان محفوظا فالواضح من سياقه أنها قصة أخرى، وأن كلا من رفاعة القرظى، ورفاعة النضرى وقع له مع زوجة له طلاق فتزوج كلا منهما عبدالرحمن بن الزبير فطلقها قبل أن يمسها، فالحكم فى قصتهما متحد مع تغاير الأشخاص.

وبهذا يتبين خطأ من وحد بينهما ظنا منه أن رفاعة بن سموء ل هو رفاعة بن وهب..اهـ.

الدليل الثالث

ثبت فى الصحيح فى قصة رفاعة القرظى وامرأته فإن فيه "فقالت: يا رسول الله إن رفاعة طلقنى فبت طلاقى..." الحديث، وقد أخرجه البخارى تحت ترجمة (باب من أجاز الطلاق الثلاث).

وجه الدلالة: قال الشيخ محمد الأمين الشنقيطى (أضواء البيان ١٦٦/١) إن قولها: فبت طلاقى ظاهر فى أنه قال لها: أنت طالق البتة.

وأجاب عن ذلك فقال: قال مقيده عفا الله عنه الاستدلال بهذا الحديث غير ناهض فيما يظهر، لأن مرادها بقولها فبت طلاقى أى بحصول الطلقة الثالثة. ويبينه، أن البخارى ذكر فى الأدب المفرد من وجه آخر، أنها قالت: طلقنى آخر ثلاث تطليقات. وهذه الرواية تبين المراد من قولها فبت طلاقى وأنه لم يكن دفعة واحدة.

وقال شيخ الاسلام (مجموع الفتاوى ٧٧/٣٣): وأجاب الأكثرون بأن حديث فاطمة وامرأة رفاعة إنما طلقها ثلاثا متفرقات، هكذا ثبت فى الصحيح أن الثالثة آخر ثلاث تطليقات، لم يطلق ثلاثا، لا هذا ولا هذا مجتمعات. وقول الصحابى طلق ثلاثا، يتناول ما إذا طلقها ثلاثا متفرقات بأن يطلقها ثم يراجعها ثم يطلقها ثم يراجعها ثم يطلقها، وهذا طلاق سنى واقع باتفاق الأئمة وهو المشهور

على عهد رسول الله ﷺ فى معنى الطلاق ثلاثًا، وأما جمع الثلاث بكلمة فهذا كان منكراً عندهم إنما يقع قليلاً فلا يجوز حمل اللفظ المطلق على القليل المنكر دون الكثير الحق، ولا يجوز أن يقال: يطلق مجتمعات لا هذا ولا هذا بل هذا قول بلا دليل، بل هو خلاف الدليل.

الدليل الرابع :

ثبت فى الصحيحين من حديث أبى سلمة بن عبدالرحمن أن فاطمة بنت قيس أخبرته: أن زوجها أبا حفص بن المغيرة المخزومى طلقها ثلاثًا، ثم انطلق إلى اليمن، فانطلق خالد بن الوليد فى نفر فأتوا رسول الله ﷺ فى بيت ميمونة أم المؤمنين فقالوا: إن أبا حفص طلق امرأته ثلاثًا فهل لها نفقة؟ فقال رسول ﷺ "ليس لها نفقة وعليها العدة".

وفى صحيح مسلم فى هذه القصة قالت فاطمة: فاتيت رسول الله ﷺ فقال: "كم طلقك"؟ قلت ثلاثًا، فقال: "صدق، ليس لك نفقة".. وفى لفظ له قالت: يا رسول الله إن زوجى طلقنى ثلاثًا وإنى أخاف أن يقتحم على، وفى لفظ له عنها.. أن النبى ﷺ قال: فى المطلقة ثلاثًا: "ليس لها نفقة ولا سكنى".

وفى الصحيحين أيضًا عن فاطمة بنت قيس: أن أبا حفص بن المغيرة طلقها البتة وهو غائب، الحديث. وقد جاء تفسير هذه البتة بأنها ثلاث كما سبق.

وفى المسند أن هذه الثلاث كانت جميعًا "فروى من حديث الشعبى أن فاطمة خاصمت أخا زوجها إلى النبى ﷺ لما أخرجها من الدار ومنعها النفقة، فقال: "مالك ولابنة قيس" قال يا رسول الله إن أخى طلقها ثلاثًا جميعًا. وذكر الحديث:

وجه الدلالة: أن لفظ البتة جاء مفسرًا بأنه طلقها ثلاثًا وأنها مجموعة. فدل على اعتبار وقوع الثلاث مجموعة إذ لو لم يكن ذلك واقعًا لبين ﷺ بقاءها

فى عصمة زوجها فتأخير البيان عن وقت الحاجة لا يجوز فى حقه ﷺ

وقد أجاب ابن القيم عن الاستدلال بحديث فاطمة بنت قيس فقال (اغاثة اللهفان: ١/٣١٣): أما حديث فاطمة بنت قيس فمن أصح الأحاديث، مع أن أكثر المنازعين لنا فى هذه المسألة قد خالفوه. ولم يأخذوا به، فأوجبوا للمبتوتة النفقة والسكنى، ولم يلتفتوا إلى هذا الحديث ولا عملوا به وهذا قول أبى حنيفة وأصحابه.

وأما الشافعى ومالك فأوجبوا لها السكنى، والحديث قد صرح فيه بأنه لا نفقة لها ولا سكنى فخالفوه ولم يعملوا به، فإن كان الحديث صحيحًا فهو حجة عليكم، وإن لم يكن محفوظًا بل هو غلط ـ كما قال بعض المتقدمين ـ فليس حجة علينا فى جمع الثلاث فأما أن يكون لكم على منازعيكم، وليس حجة لهم عليكم فبعيد من الإنصاف والعدل.

هذا مع أننا نتنزل عن هذا المقام، ونقول: الاحتجاج بهذا الحديث فيه نوع سهو من المحتج به، ولو تأمل طرق الحديث، وكيف وقعت القصة لم يحتج به، فإن الثلاث المذكورة فيه لم تكن مجموعة، وإنما كان قد طلقها تطليقتين من قبل ذلك، ثم طلقها آخر ثلاث، هكذا جاء مصرحًا به فى الصحيح فروى مسلم فى صحيحه عن عبيدالله بن عتبة ـ أن أبا عمرو بن حفص بن المغيرة خرج مع على بن أبى طالب رضى الله عنه إلى اليمن، فأرسل إلى امرأته فاطمة بنت قيس بتطليقة كانت بقيت من طلاقها ـ الحديث، فهذا المفسر يبين ذلك المجمل وهو قوله: "طلقها ثلاثًا".

وقال الليث، عن عقيل، عن ابن شهاب، عن أبى سلمة، عن فاطمة بنت قيس، أنها أخبرته أنها كانت تحت أبى حفص بن المغيرة، وأن أبا حفص بن المغيرة طلقها آخر ثلاث تطليقات، وساق الحديث وذكره أبوداؤد ثم قال:

"وكذلك رواه صالح بن كيسان، و ابن جريج، وشعيب بن أبى حمزة، كلهم عن الزهرى.

ثم ساق من طريق عبدالرزاق، عن معمر، عن الزهرى، عن عبيدالله قال: أرسل مروان إلى فاطمة، فسألها فأخبرته أنها كانت عند أبى حفص بن المغيرة وكان النبى ﷺ أمَّر على بن أبى طالب رضى الله عنه على بعض اليمن، فخرج معه زوجها، فبعث إليها بتطليقة كانت بقيت لها وذكر الحديث بتمامه، والواسطة بين مروان وبينها هو قبيصة بن ذؤيب، كذلك ذكره أبوداؤد فى طريق أخرى. فهذا بيان حديث فاطمة بنت قيس.

قالوا: ونحن أخذنا به جميعه، ولم نخالف شيئًا منه إذ كان صحيحًا صريحًا لا مطعن فيه ولا معارض له فمن خالفه فهو محتاج إلى الاعتذار. وقد جاء هذا الحديث بخمسة ألفاظ "طلقها ثلاثًا" و "طلقها البتة" و "طلقها آخر تطليقات" و "أرسل إليها بتطليقة كانت بقيت لها"، و "طلقها ثلاثًا جميعًا" هذه جملة الفاظ الحديث.. وبالله التوفيق.

فأما اللفظ الخامس وهو قوله : "طلقتها ثلاثًا جميعًا". فهذا:

أولاً : من حديث مجالد عن الشعبى ولم يقل ذلك عن الشعبى غيره، مع كثرة من روى هذه القصة عن الشعبى، فتفرد مجالد على ضعفه من بينهم بقوله: "ثلاثًا جميعًا" وعلى تقدير صحته، فالمراد به أنه اجتمع لها التطليقات الثلاث، لا أنها وقعت بكلمة واحدة، فإذا طلقها آخر ثلاث. صح أن يقال: طلقها ثلاثًا جميعًا، فإن هذه اللفظة يراد بها تأكيد العدد، وهو الأغلب عليها، لا الاجتماع فى الآن الواحد لقوله تعالى: (ولو شاء ربك لآمن من فى الارض كلهم جميعًا... الآية الكريمة من سورة يونس: ۹۹) فالمراد حصول الإيمان من الجميع، لا إيمانهم كلهم فى آن واحد سابقهم ولا حقهم.

وقال الشيخ محمد الأمين الشنقيطى بعد سياقه بعض روايات الحديث وتوجيه الاستدلال ورد التوجيه.

قال (أضواء البيان ۱/۱۷۰): ورد بعضهم هذا الاعتراض بأن الروايات المذكورة تدل على عدم تفريق الصحابة والتابعين بين صيغ البينونة الثلاث - يعنون لفظ البتة - والثلاث المجتمعة، والثلاث المتفرقة، لتعبيرها فى بعض الروايات بلفظ طلقنى ثلاثًا، وفى بعضها بلفظ طلقنى البتة، وفى بعضها بلفظ فطلقنى آخر ثلاث تطليقات، فلم تخص لفظًا منها عن لفظ، لعلمها بتساوى الصيغ، ولو علمت أن بعضها لا يحرم لاحترزت منه.

قالوا: والشعبى قال لها: حدثينى عن طلاقك، أى عن كيفيته وحاله، فكيف يسأل عن الكيفية ويقبل الجواب بما فيه عنده من إجمال من غير أن يستفسر عنه؟ وأبو سلمة روى عنها الصيغ الثلاث، فلو كان بينها عنده تفاوت لاعترض عليها باختلاف ألفاظها، وتثبت حتى يعلم منها بأن الصيغ وقعت بينونتها، فتركه لذلك دليل على تساوى الصيغ المذكورة عنده، هكذا ذكر بعض الأجلاء والظاهر أن هذا الحديث لا دليل فيه لأن الروايات التى فيها اجمال بينتها الرواية الصحيحة الأخرى، كما هو ظاهر، والعلم عندالله تعالى. انتهى... وقد سبق فى آخر الكلام على الدليل الثالث جواب مشترك لشيخ الاسلام عن الحديث الثالث، وعن هذا الحديث فيرجع اليه..

الدليل الخامس :

ما رواه الشافعى وأبوداؤد والترمذى و ابن ماجه و ابن حبان والحاكم عن ركانة بن عبد يزيد أنه طلق امرأته سهيمة البتة، فأخبر النبى ﷺ وقال والله ما أردت إلا واحدة.

فقال رسول الله ﷺ: "والله ما أردت إلا واحدة؟"

قال ركانة: والله ما أردت إلا واحدة. فردها اليه رسول الله ﷺ.

ووجه الاستدلال بهذا الحديث يتضح فى أن النبى ﷺ حلف ركانة، أنه ما أراد بالبتة إلا واحدة، فدل على أنه لو أراد بها أكثر لوقع ما أراده ولو لم يفترق فى الحال لم يحلفه، وممن استدل بهذا الحديث لمذهب الجمهور أبوبكر الرازى الجصاص قال: لو لم تقع الثلاث إذا أرادها لما استحلفه بالله ما أردت إلا واحدة. ١هـ (أحكام القرآن ٨/٤٥٩)

وكذلك ابن قدامة قال: ومتى طلقها ثلاثًا بكلمة واحدة أو بكلمات حرمت عليه حتى تنكح زوجًا غيره لما روى أن ركانة بن عبد يزيد طلق امرأته سهيمة البتة ثم أتى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله طلقت امرأتى سهيمة البتة والله ما أردت إلا واحدة فقال رسول الله ﷺ "والله ما أردت إلا واحدة؟" فقال ركانة: والله ما أردت إلا واحدة فقال: "هو ما أردت" فردها اليه رسول الله ﷺ رواه الترمذى والدار قطنى وأبوداؤد وقال: الحديث صحيح.

فلو لم تقع الثلاث لم يكن للاستحلاف معنى. ١هـ (الكافى ٢/٧٨٦)

وحديث ركانة هذا وإن تكلم فيه بعض أهل العلم فقد قبله غير واحد منهم. قال أبوالحسن على بن محمد الطنافسى: "ما أشرف هذا الحديث" (سنن ابن ماجه ١/٦٣٢)

روى ذلك عنه ابن ماجه فى "باب طلاق البتة" من سننه بعد أن ساقه من طريق الزبير بن سعيد عن عبدالله ابن على بن يزيد بن ركانة، عن أبيه عن جده.

وقال الحاكم بعد روايته من طريق الزبير بن سعيد هذه (المستدرك ١/١٩٩-٢٠٠) قد انحرف الشيخان عن الزبير بن سعيد الهاشمى فى الصحيحين.

غير أن لهذا الحديث متابعًا من بيت ركانة بن عبد يزيد المطلبى، فيصح

به الحديث، حدثنا أبوالعباس محمد ابن محمد بن يعقوب، أنبأ الربيع بن سليمان، أنبأ الشافعى، أخبرنى محمد ابن على بن شافع، عن نافع بن عجير بن عبد يزيد، أن ركانة بن عبد يزيد طلق امرأته سهيمة البتة، ثم أتى رسول الله ﷺ.

فقال: إنى طلقت امرأتى سهيمة البتة والله ما أردت الا واحدة فردها اليه رسول الله ﷺ، فطلقها الثانية فى زمان عمر، والثالثة فى زمان عثمان رضى الله عنهما فقد صح الحديث بهذه الرواية، فإن الإمام الشافعى قد أتقنه وحفظه عن أهل بيته. والسائب ابن عبد يزيد أبوالشافع بن السائب، وهو أخ ركانة بن عبد يزيد، ومحمد بن على بن شافع عم الشافعى شيخ قريش فى عصره. ١هـ. كلام الحاكم، وصححه أيضًا ابن حبان كما فى "التلخيص الحبير" للحافظ ابن حجر هذا بالنسبة لرواية الزبير بن سعيد.

أما رواية نافع بن عجير فقد صححها أبوداؤد كما جاء فى سنن الدارقطنى (سنن الدارقطنى ٢/٤٣٩) فقد قال بعد أن ساقها: "قال أبوداؤد هذا حديث صحيح".

ونقل ذلك عن الدارقطنى أبوبكر بن العربى (العارضة على الترمذى ٥/١٣٥) وجزم به فى (العارضة) والمنذرى فى مختصر سنن أبى داؤد. والقرطبى فى تفسيره (تفسير القرطبى ٣/١٣٢) واعتمد عليه وتعقب به دعوى الاضطراب فى هذا الحديث. وكذلك قال الحافظ ابن حجر فى التلخيص الحبير "صححه أبوداود" وممن ارتضى مسلك الإمام أبى داؤد فى هذه الرواية الحافظ أبوعمر بن عبدالبر رحمه الله فقد قال: كما فى "تفسير القرطبى" (تفسير القرطبى ٣/١٣٢) رواية الشافعى لحديث ركانة عن عمه أتم، وقد زاد زيادة لا تردها الأصول فوجب قبولها لثقة ناقليها، والشافعى وعمه وجده أهل بيت ركانة كلهم من بنى عبدالمطلب بن عبد مناف، وهم أعلم بالقصة التى عرضت لهم" ١هـ

وأما الحافظ بن كثير فيرى: أن الحديث حسن حسبما نقله عنه الشوكاني في "نيل الأوطار" بهذا كله ظهرت قوة رواية نافع بن عجير ... وأما اعلال رواية نافع بن عجير. بدعوى جهالته فلا وجه له لأن نافعًا هذا بعيد من الجهالة إذ هو نافع بن عجير، بن عبد يزيد، بن المطلب، بن عبد مناف القرشي، فأخو ركانة ذكره ابن حبان في الثقات وذكره بعض من صنف في الصحابة. قال الحافظ بن حجر في تهذيب التهذيب: ذكره ابن حبان أيضًا في الصحابة، وكذا أبوالقاسم البغوي وأبو نعيم و أبوموسى في الذيل وغيرهم، وقد بينت أمره في مختصري في الصحابة. اهـ. ويعني الحافظ مختصره في الصحابة "الإصابة في تمييز الصحابة" وقد ذكره فيه قال: "ذكره البغوي في الصحابة" وذكر له حديثه في "البتة" وتكلم على رواياته ثم قال: "وذكره ابن حبان في الصحابة" اهـ.

وممن جزم بتصحيح أبي داؤد لهذا الحديث المجد بن تيمية في "المنتقى" بشرح نيل الأوطار إلا أنه عزا اليه التحسين والتصحيح معًا ونصه (نيل الأوطار ٢٢٧/٦) "قال ابوداؤد - أي في حديث نافع بن عجير - هذا حديث حسن صحيح" وفي جزمه هو و ابن العربي والمنذري والقرطبي والحافظ بن حجر بتصحيح أبي داؤد لهذه الرواية الرد على من قال: بأن أبا داؤد لم يحكم بصحة حديث نافع ابن عجير. وإنما قال فيه: هذا أصح من حديث ابن جريج ... الخ، وهذا لا يدل على أن الحديث عنده صحيح، فإن حديث ابن جريج ضعيف، وحديث نافع بن عجير ضعيف، وإنما يعني أبوداؤد أنه أصح الضعيفين عنده" اهـ.

ومما يقوى حديث نافع بن عجير في البتة صنيع الأئمة الذين أو ردوه في مصنفاتهم في الحديث. فقد قال الدارمي في مسنده: "باب في الطلاق البتة" وقال أبوداؤد ما جاء في "البتة" وقال الترمذي: باب ماجاء في الرجل يطلق امرأته البتة".

الجواب عن حديث ركانه :

أما حديث ركانة فقد ضعف الإمام أحمد بن حنبل جميع طرقه كما ذكره المنذري، وكذلك ضعفه البخاري قال الترمذي في "باب ما جاء في الرجل يطلق امرأته البتة" من سننه بعد أن ساقه من طريق الزبير بن سعيد بن عبدالله بن يزيد بن ركانة عن أبيه عن جده قال (مختصر سنن أبي داؤد ١٢٢/٣): "وسألت محمدًا - يعني البخاري - عن هذا الحديث فقال: فيه اضطراب، ويروى عن عكرمة عن ابن عباس أن ركانة طلق امرأته ثلاثًا" اهـ. وذكرالترمذي في موضع آخر (جامع الترمذي ١٣٢/٥) أن حديث ركانة مضطرب فيه، تارة قيل فيه "ثلاثًا" وتارة قيل فيه "واحدة".

فعلى قول هٰذين الإمامين أحمد بن حنبل والبخاري لا احتجاج برواية "ثلاثًا" ولا برواية "البتة" بل غاية ما في الأمر أن تتساقط الروايتان المتعارضتان فيرجع إلى غيرهما كما ذكره الزرقاني، وعلى غير ذلك المسلك الذي سلكه الإمامان أحمد بن حنبل والبخاري نقول: إن لهذا الحديث روايتين:

أحدهما : عند الإمام أحمد بن حنبل "ثنا سعد بن ابراهيم، ثنى أبي عن محمد بن إسحاق، قال: حدثني داؤد ابن الحصين، عن عكرمة مولى ابن عباس، عن ابن عباس قال: طلق ركانة بن عبد يزيد أخو بني مطلب امرأته ثلاثًا في مجلس واحد، فحزن عليها حزنًا شديدًا قال: فسأله رسول الله ﷺ "كيف طلقتها؟" قال طلقتها ثلاثًا، فقال: "في مجلس واحد؟" قال: نعم. قال "فإنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت" قال: فراجعها فكان ابن عباس يرى إنما الطلاق عند كل طهر.

وقد أجيب عن هذه الرواية فقال البيهقي: "إن هذا الإسناد لا تقوم به الحجة مع ثمانية رووا عن ابن عباس رضي الله عنهما فتياه، بخلاف ذلك ومع رواية أولاد ركانة أن طلاق ركانة كان واحدة" يعني البيهقي بأولئك الثمانية

الذين رووا فتيا ابن عباس، بخلاف ذلك سعيد بن جبير وعطاء بن أبي رباح، ومجاهد، وعكرمة، وعمرو بن دينار، ومالك ابن الحارث، ومحمد بن إياس ابن البكير، ومعاوية بن أبي عياش الأنصاري، وقد ذكر رواياتهم: عنه (السنن الكبرى البيهقي ٣٣٧/٧) في "باب من جعل الثلاث واحدة وما ورد في خلاف ذلك" ويعني برواية أولاد ركانة روايتهم أن ركانة إنما طلق امرأته البتة التي جزم أبوداؤد بأنها أصح، لأنهم أهله وهم أعلم بخبره كما سيأتي.

الثانية :

ما أخرجه أبوداؤد في "سننه" قال: حدثنا أحمد بن صالح، نا عبدالرزاق بن جريج، أخبرني بعض بني أبي رافع مولى النبي ﷺ عن عكرمة مولى ابن عباس، عن ابن عباس قال: طلق عبد يزيد أبو ركانة وإخوته أم ركانة، ونكح امرأة من مزينة، فجاء ت النبي ﷺ فقالت: ما يغني عني إلا كما تغني هذه الشعرة لشعرة أخذتها من رأسها ففرق بيني وبينه فأخذت النبي ﷺ حمية فدعا بركانة وإخوته. ثم قال لجلسائه: "أترون فلانا يشبه منه كذا وكذا من عبد يزيد، وفلان يشبه منه كذا وكذا؟"

قالوا : نعم.

قال النبي ﷺ لعبد يزيد "طلقها" ففعل.

قال: "راجع امرأتك أم ركانة وإخوته" فقال: إني طلقتها ثلاثًا يا رسول الله. قال: "قد علمت راجعها" وتلا: (يا ايها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) وقد أجيب عن هذه الرواية بما يلي:

اعلالها بجهالة بعض بني أبي رافع: قال الخطابي (معالم السنن ١٢٦/٣) "في اسناد هذا الحديث مقال، لأن ابن جريج إنما رواه عن بعض بني أبي رافع ولم يسمه والمجهول لا تقوم به الحجة.

وقال ابن حزم: هذا لا يصح لأنه من غير مسمى من بني أبي رافع، ولا حجة في مجهول، وما نعلم في بني أبي رافع من يحتج به إلا عبيدالله وحده، وسائرهم مجهولون (المحلى-١٠/١٦٨)

وقال ابن القيم (تهذيب سنن ابي داؤد ١٢١/٣) إن ابن جريج إنما رواه عن بعض بني أبي رافع مولى النبي ﷺ عن عكرمة، عن ابن عباس، ولأبي رافع بنون، ليس فيهم من يحتج به إلا عبيدالله بن أبي رافع، ولا نعلم هل هو هذا أو غيره، ولهذا- والله اعلم- رجع أبوداؤد حديث نافع بن عجير عليه. اهـ.

وقد يقال، بأن في هذا الإعلال نظرًا، لأن كلام أبي داؤد في غاية التصريح، بأن ترجيحه لحديث نافع ابن عجير إنما هو لأنهم أهل بيت ركانة وأهل بيت الشخص أعلم بخبره ... وقد استجاز الحافظ زين الدين العراقي أن يكون ذلك المجهول الفضل بن عبيدالله بن رافع (المستفاد من مبهمات المتن والاسناد: ٦٦) وتبعه في ذلك ابن حجر في "تقريب التهذيب" والخزرجي في "الخلاصة" لكن ذكر الحافظ بن رجب في "مشكل الأحاديث الواردة في أن الطلاق الثلاث واحدة" أن ذلك الرجل الذي لم يسم في رواية عبدالرزاق: هو محمد ابن عبيدالله بن أبي رافع، قال ابن رجب: وهو رجل ضعيف الحديث بالاتفاق، وأحاديثه منكرة، وقيل إنه متروك فسقط هذا الحديث حينئذ. اهـ.

وأورد له الذهبي في "ميزان الاعتدال" عدة مناكير من روايته عن أبيه عن جده وقال: قال فيه يحيى بن معين: ليس حديثه بشيء، وقال أبوحاتم: منكر الحديث جدًا، وقال ابن عدي: هو في عداد شيعة الكوفة. اهـ.

إن رواية محمد بن ثور الثقة العابد الكبير ليس فيها أنه طلقها ثلاثًا وإنما فيها "إني طلقتها" وهي عندالحاكم في تفسير سورة الطلاق قال الحاكم (المستدرك: ٢٩١/٢): أخبرنا أبوعبدالله محمد بن علي الصنعاني بمكة، ثنا

علی بن المبارك الصنعانی، ثنا يزيد بن المبارك، ثنا محمد بن ثور، عن ابن جريج، عن محمد بن عبيدالله ابن أبی رافع مولی النبی ﷺ عن عكرمة، عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: طلق عبد يزيد أبو ركانة أم ركانة ثم نكح امرأة من مزينة فجاء ت إلی رسول الله ﷺ فقالت: يا رسول الله ما يغنی عنی إلا كما تغنی هذه الشعرة لشعرة أخذتها من رأسها، فأخذت رسول الله ﷺ حمية عند ذلك، فدعا ركانة و إخوته ثم قال لجلسائه: "أترون كذا من كذا"؟ فقال رسول الله ﷺ لعبد يزيد "طلقها". ففعل فقال لأبی ركانة: "ارتجعها" فقال: يا رسول الله إنی طلقتها ثلاثًا فقال رسول الله ﷺ: "قد علمت ذلك فارتجعها" فنزلت: (يا ايها النبی إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن... الآية الكريمة من سورة الطلاق ١) ويری ابن رجب تقديم رواية محمد بن ثور هذه علی رواية عبدالرزاق محتجًا بأن عبدالرزاق حدث فی آخر عمره بأحاديث منكرة جدًا فی فضائل أهل البيت وذم غيرهم، قال: وكان له ميل إلی التشيع، وهذا الحكم ما يوافق هوی الشيعة.

أن فی حديث ابن جريج غلطًا: لأن عبد يزيد لم يدرك الاسلام، نبه علی ذلك الحافظ الذهبی فی كتابيه "تلخيص المستدرك" و "التجريد لأسماء الصحابة" وقال (تلخيص المستدرك ٢/٤٩١) تعقيبًا لقول الحاكم فی حديث محمد بن ثور عن ابن جريج المتقدم: "هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه" قال محمد أی ابن عبيدالله ابن أبی رافع: "واه، والخبر خطأ وعبد يزيد لم يدرك الاسلام" وقال (التجريد ٣٨٨) عبد يزيد بن هاشم بن المطلب بن عبد مناف: أبو ركانة طلق أم ركانة وهذا لا يصح والمعروف أن صاحب القصة ركانة. ١هـ.

حصل الحديث علی أنه من قبيل الرواية بالمعنی وذلك أن الناس قد اختلفوا فی البتة فقال بعضهم: هی ثلاثة، وقال بعضهم: هی واحدة، وكان الراوی

ممن يذهب مذهب الثلاث. فحكی أنه قال: "طلقتها ثلاثًا" يريد "البتة" التی حكمها عنده حكم الثلاث ذكر ذلك الخطابی (معالم السنن ١٢٢/٣) ... وقال النووی فی شرح صحيح مسلم "ولعل صاحب هذه الرواية الضعيفة اعتقد أن لفظ "البتة" يقتضی الثلاث فرواه بالمعنی الذی فهمه وغلط فی ذلك" ١هـ.

ان حديث عبدالرزاق لو صح متنه ليس فيه أنه طلقها ثلاثًا بكلمة واحدة، فيحمل علی أنه طلقها ثلاثًا فی مرات متعددة، وتكون هذه الواقعة قبل حصر عدد الطلاق فی الثلاث، ذكر هذا المسلك الحافظ بن رجب فی كتابه: "مشكل الأحاديث الواردة فی أن الطلاق الثلاث واحدة":...

ان قضية ركانة من باب خصائص النبی ﷺ فإن له أن يخص من شاء بما شاء من الأحكام، فقد قال ضمن الأحكام التی خص بها من شاء، قال: "وإعادة امرأة أبی ركانة اليه بعد أن طلقها ثلاثًا من غير محلل" ١هـ.

ان رواية أهل بيت ركانة أن ركانة طلق امرأته البتة أولی بالتقديم علی رواية من يروی أنه إنما طلقها ثلاثًا وهذا مسلك أبی داؤد و ابن عبدالبر والقرطبی. قال أبوداؤد فی "باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث" (سنن ابی داؤد ٥٠٧/١،٥٠٨) "من سننه" حدثنا أحمد بن صالح، ثنا عبدالرزاق، أخبرنا ابن جريج أخبرنی بعض بنی أبی رافع مولی النبی ﷺ عن عكرمة مولی ابن عباس عن ابن عباس قال طلق عبد يزيد أبو ركانة وإخوته أم ركانة ونكح امرأة من مزينة. فجاء ت النبی ﷺ فقالت: ما يغنی عنی إلا كما تغنی هذه الشعرة لشعرة أخذتها من رأسها، ففرق بينی وبينه، فأخذت النبی ﷺ حمية.. إلی آخر الحديث المتقدم ثم قال: وحديث نافع بن عجير وعبدالله بن علی بن يزيد ابن ركانة عن أبيه عن جده. أن ركانة طلق امرأته البتة فردها إليه النبی ﷺ أصح، لأنهم ولد الرجل وأهله أعلم به. إن ركانة إنما طلق امرأته البتة فجعلها النبی ﷺ

واحدة. ا هـ.

وأوضح الأمر غاية الإيضاح في "باب في البتة" فقال: حدثنا ابن السرح، وابراهيم بن خالد الكلبي أبوثور في آخرين: قالوا ثنا محمد بن إدريس الشافعي، حدثني عمي محمد بن علي بن شافع، عن عبيدالله بن علي بن السائب عن نافع بن عجير بن عبد يزيد بن ركانة أن ركانة بن عبد يزيد طلق امرأته سهيمة البتة، فأخبر النبي ﷺ بذلك وقال: والله ما أردت إلا واحدة، فقال رسول الله ﷺ: "والله ما أردت إلا واحدةً؟" فقال ركانة: والله ما أردت إلا واحدة". فردها إليه رسول الله ﷺ فطلقها الثانية في زمان عمر، والثالثة في زمان عثمان. قال أبوداؤد أوله لفظ ابراهيم، وآخره لفظ ابن السرح... حدثنا محمد بن يونس النسائي، أن عبدالله بن الزبير حدثهم عن محمد بن ادريس، حدثني عمي محمد بن علي عن ابن السائب، عن نافع بن عجير، عن ركانة بن عبد يزيد، عن النبي ﷺ بهذا الحديث.

حدثنا سليمان بن داؤد العتكي، ثنا جرير بن حازم، عن الزبير بن سعيد، عن عبدالله بن علي بن يزيد بن ركانة عن أبيه عن جده، أنه طلق امرأته البتة فأتى رسول الله ﷺ.

فقال: "ما أردت؟" قال: واحدة. قال: "آللّه؟" قال: آللّه. قال: "هو على ما أردت."

قال أبوداؤد: وهذا أصح من حديث ابن جريج أن ركانة طلق امرأته ثلاثا لأنهم أهل بيته وهم أعلم به، وحديث ابن جريج رواه عن بعض بني أبي رافع عن عكرمة عن ابن عباس" ا هـ.

وقال ابن عبدالبر في رواية الشافعي (تفسيرالقرطبي ٣/١٣١-١٣٢) "رواية الشافعي لحديث ركانة عن عمه أتم، وقد زاد زيادة لا تردها الأصول

فوجب قبولها لثقة ناقليها، والشافعي وعمه وجده أهل بيت ركانة كلهم من بني المطلب بن عبد مناف وهم أعلم بالقصة التي عرضت لهم. ا هـ.

وقال القرطبي بعد أن ذكر رواية الدارقطني حديث الشافعي من طريق أبي داؤد (تفسير القرطبي ٣/١٣١) فالذي صح من حديث ركانة أنه طلق امرأته البتة لا ثلاثا، و طلاق البتة قد اختلف فيه على ما يأتي بيانه فسقط الاحتجاج بغيره والله أعلم. ا هـ.. وممن قوى هذا المسلك الحافظ بن حجر قال (فتح الباري ٩/٢٩٧) "إن أبا داؤد رجح أن ركانة إنما طلق امرأته البتة كما أخرجه هو من طريق آل ركانة وهو تعليل قوي لجواز أن يكون بعض رواته حمل "البتة" على الثلاث فقال "طلقها ثلاثا" فبهذه النكتة يقف الاستدلال بحديث ابن عباس، ولشيخ الاسلام ابن تيمية مناقشة لحديث ركانة هذا، ذكرها في كلامه على المقارنة الاجمالية بين أدلة الفريقين تركنا ذكرها هنا وسنذكر في آخر البحث.

وقد أجاب ابن القيم أيضا عن حديث ركانة فقال (زادالمعاد ٤/١١٥-١١٦، واغاثة اللهفان ١/٣١٥-٣١٦) : وأما حديث نافع بن عجير الذي رواه أبوداؤد أن ركانة طلق امرأته البتة فأحلفه رسول الله ﷺ ما أراد إلا واحدة، فمن العجب تقديم نافع ابن عجير المجهول الذي لا يعرف حاله البتة، ولا يدري من هو "ولا ما هو" على ابن جريج ومعمر و عبدالله ابن طاؤس في قصة أبي الصهباء، وقد شهد إمام الحديث محمد بن اسماعيل البخاري بأن فيه اضطرابا. هكذا قال الترمذي في الجامع، وذكر عنه في مواضع أنه مضطرب، فتارة يقول: "طلقها ثلاثا" وتارة يقول: "واحدة" وتارة يقول: "البتة" وقال الإمام أحمد: وطرقه كلها ضعيفة، وضعفه أيضا البخاري حكاه المنذري عنه. ثم كيف يقدم هذا الحديث المضطرب المجهول رواته على حديث عبدالرزاق عن ابن جريج لجهالة بعض بني أبي رافع، وأبو رافع هذا وأولاده تابعيون وإن كان عبيدالله

أشهرهم، وليس فيهم متهم بالكذب.؟

وقد روى عنه ابن جريج ومن يقبل رواية المجهول، أو يقول رواية العدل عنه تعديل له فهذا حجة عنده، فأما أن يضعفه ويقدم عليه رواية من هو مثله في الجهالة أو أشد فكلاً، فغاية الأمر أن يتساقط روايتا هذين المجهولين ويعدل إلى غيرهما، وإذا فعلنا ذلك نظرنا فى حديث سعد ابن ابراهيم فوجدناه صحيح الاسناد، وقد زالت علة تدليس محمد بن اسحاق بقوله: "حدثنى داؤد بن الحصين" ولكن رواه أبو عبدالله الحاكم فى مستدركه وقال اسناده صحيح فوجدنا الحديث لا علة له.

وقد احتج أحمد باسناده في مواضع، وقد صحح هو وغيره بهذا الاسناد بعينه "أن رسول الله ﷺ رد زينب على زوجها أبى العاص بن الربيع بالنكاح الأول ولم يحدث شيئًا" وأما داؤد بن الحصين عن عكرمة فلم تزل الأئمة تحتج به، وقد احتجوا به فى حديث "العرايا" فيما شك فيه ولم يجزم به من تقديرها بخمسة أو سق أو دونها، مع كونها على خلاف الأحاديث التى نهى فيها عن بيع الرطب بالتمر فما ذنبه فى هذا الحديث سوى رواية ما لا يقولون به وإن قد حتم فى عكرمة ولعلكم فاعلون جاء كم مالا قبل لكم به من التناقض فيما احتججتم به أنتم وأئمة الحديث من روايته، وارتضاه البخارى لإدخال حديثه فى صحيحه.

الدليل السادس :

روى الدارقطنى من حديث الحسن البصرى قال: حدثنا عبدالله أنه طلق امرأته وهى حائض، ثم أراد أن يتبعها بتطليقتين أخريين عند القرء بن فبلغ ذلك رسول الله ﷺ فقال: "يا ابن عمر، ما هكذا أمرك الله تعالى، إنك قد أخطأت السنة والسنة أن تستقبل الطهر فتطلق عند ذلك أو أمسك"، فقلت يا رسول الله أرأيت لو طلقتها ثلاثًا أكان يحل لى أن أراجعها؟ قال: "لا. كانت تبين منك

وتكون معصية".

واجيب بمعارضته بما رواه الدارقطنى فى سننه: نا محمد بن أحمد بن يوسف بن يزيد الكوفى أبوبكر ببغداد، وأبوبكر أحمد بن دارم، قالا: نا أحمد بن موسى بن اسحاق، نا أحمد بن صبيح الأسدى، نا ظريف ابن ناصح عن معاوية، عن عمار الدهنى، عن أبى الزبير، قال: سألت ابن عمر عن رجل طلق امرأته ثلاثًا وهى حائض؟ فقال: أتعرف ابن عمر؟ قلت: نعم. قال: طلقت امرأتى ثلاثًا على عهد رسول الله ﷺ وهى حائض، فردها رسول الله ﷺ إلى السنة.

ففيه دليل على أنه طلقها ثلاثًا بالفعل وردت إلى الواحدة.

وأجاب القرطبى و ابن رجب عن حديث تطليق ابن عمر امرأته ثلاثًا وهى حائض وردالنبى ﷺ ذلك إلى السنة، قال القرطبى(تفسير القرطبى ۱۳۰/۳): ما نصه: قال الدارقطنى أى فى رواته كلهم من الشيعة، والمحفوظ أن ابن عمر طلق امرأته واحدة فى الحيض قال عبيدالله: وكان تطليقه إياها فى الحيض واحدة غير أنه خالف السنة، وكذلك قال صالح بن كيسان، وموسى بن عقبة، واسماعيل بن أمية، وليث بن سعد، و ابن أبى ذئب و ابن جريج، وجابر، واسماعيل بن ابراهيم بن عقبة، عن نافع، أن ابن عمر طلق تطليقة واحدة. وكذلك قال الزهرى عن سالم، عن أبيه، ويونس بن جبير، والشعبى، والحسن. اهـ. كلام القرطبى.

وممن ذكر رواية الليث ابن سعد مسلم بن الحجاج فى صحيحه قال: حدثنا يحيى بن يحيى وقتيبة بن سعيد، و ابن رمح، واللفظ ليحىٰ قال قتيبة: حدثنا ليث، وقال الآخران: أخبرنا الليث بن سعد، عن نافع عن عبدالله أنه طلق امرأة له وهى حائض تطليقة واحدة فأمره رسول الله ﷺ أن يراجعها ثم يمسكها حتى تطهر، ثم تحيض عنده حيضةً أخرى ثم يمهلها حتى تطهر من حيضتها، فإن أراد أن يطلقها فليطلقها حين تطهر من قبل أن يجامعها، فتلك العدة التى أمر الله أن

يطلق لها النساء. وزاد ابن رمح فى روايته وكان عبدالله إذا سئل عن ذلك قال لأحدهم: أما أنت إن طلقت امرأتك مرة أو مرتين فإن رسول الله ﷺ أمرنى بهذا، وإن كنت طلقتها ثلاثًا فقد حرمت عليك حتى تنكح زوجًا غيرك وعصيت الله فيما أمرك من طلاق امرأتك.

قال مسلم: جود الليث فى قوله "تطليقة واحدة" يعنى مسلم بذلك كما بينه النووى أن الليث حفظ وأتقن قدر الطلاق الذى لم يتقنه غيره، ولم يهمله كما أهمله غيره، ولا غلط فيه وجعله ثلاثًا كما غلط فيه غيره.

وقد اطال الدارقطنى فى سرد الروايات عن الأئمة المذكورين وأتى فى ذلك بما لا يدع مجالاً للشك فى أن تطليقة ابن عمر لامرأته كانت واحدة. كما صرح النووى فى شرح صحيح مسلم، بأن الروايات الصحيحة التى ذكرها مسلم وغيره أن ابن عمر إنما طلق امرأته واحدة.

وقال (جامع العلوم والحكم - ٥٦-٥٧- شرح حديث "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد") الحافظ ابن رجب فى الرد على رواية الثلاث أيضًا: قد كان طائف من الناس يعتقدون أن طلاق ابن عمر كان ثلاثًا، وأن النبى ﷺ إنما ردها عليه لأنه لم يوقع الطلاق فى الحيض، وقد روى ذلك عن أبى الزبير أيضًا من رواية معاوية بن عمار الدهنى عنه. فلعل أبا الزبير اعتقد هذا حقًا فروى تلك اللفظة بالمعنى الذى فهمه، وروى ابن لهيعة هذا الحديث عن أبى الزبير فقال عن جابر أن ابن عمر طلق امرأته وهى حائض، وأخطأ فى ذكر جابر فى هذا الإسناد، وتفرد بقوله: "فإنها امرأته" ولا يدل على عدم وقوع الطلاق إلا على تقدير أن يكون ثلاثًا، فقد أختلف فى هذا الحديث على أبى الزبير. وأصحاب ابن عمر الثقات الحفاظ العارفون به الملازمون له لم يختلف عليهم فيه.

فروى أيوب عن ابن سيرين قال: مكثت عشرين سنة يحدثنى من لا

أتهمهم أن ابن عمر طلق امرأته ثلاثًا وهى حائض، فأمره النبى ﷺ أن يراجعها. فجعلت لا أتهمهم ولا أعرف الحديث حتى لقيت أبا غلاب يونس بن جبير وكان ذا ثبت، فحدثنى أنه سأل ابن عمر فحدثه أنه طلقها واحدة. خرجه مسلم وفى رواية: قال له ابن سيرين: فجعلت لا أعرف للحديث وجهًا ولا أفهمه. وهذا يدل على أنه كان قد شاع بين الثقات من غير أهل الفقة والعلم. أن طلاق ابن عمر كان ثلاثًا ولعل أبا الزبير من هذا القبيل. ولذلك كان نافع يسأل كثيرًا عن طلاق ابن عمر. هل كان ثلاثًا أو واحدة؟ ولما قدم نافع مكة أرسلوا إليه من مجلس عطاء يسألونه عن ذلك.

واستنكار ابن سيرين لرواية الثلاث يدل على أنه لم يعرف قائلاً معتبرًا يقول: إن الطلاق المحرم غير واقع، وأن هذا القول لا وجه له. قال الإمام أحمد فى رواية أبى الحارث، وسئل عمن قال: لا يقع الطلاق المحرم لأنه يخالف ما أمر به فقال: هذا قول سوء ردئي، ثم ذكر قصة ابن عمر وأنه احتسب بطلاقه فى الحيض وقال أبوعبيدة: الوقوع هو الذى عليه العلماء مجمعون فى جميع الأمصار حجازهم وتهامهم ويمنهم وشامهم وعراقهم ومصرهم، وحكى ابن المنذر ذلك عن كل من يحفظ قوله من أهل العلم، إلا ناسًا من أهل البدع لا يعتد بهم.

وقد أجاب ابن القيم عن حديث ابن عمر من رواية الحسن فقال (إغاثة اللهفان ٣١٨/١): وأما حديث الحسن عن ابن عمر فهو امثل هذه الأحاديث الضعاف. قال الدارقطنى: حدثنا على بن محمد بن عبيدالحافظ، حدثنا محمد بن شاذان الجوهرى، حدثنا يعلى بن منصور، حدثنا شعيب بن زريق، أن عطاء الخراسانى حدثهم عن الحسن، قال: حدثنا عبدالله بن عمر فذكره وشعيب وثقه الدارقطنى، وقال أبوالفتح الأزدى فيه لين وقال البيهقى وقد روى هذا الحديث،

وهذه الزيادات انفرد بها شعيب وقد تكلموا فيه.

ولا ريب أن الثقات الاثبات الأئمة رووا حديث ابن عمر فلم يأت أحد منهم بما أتى به شعيب البتة، ولهذا لم يرو حديثه هذا أحد من أصحاب الصحاح، ولا السنن.

الدليل السابع :

روى الدارقطنى من حديث ابراهيم بن عبيدالله بن عبادة بن الصامت عن أبيه عن جده، قال: "طلق بعض آبائى امرأته ألفًا فانطلق بنوه إلى رسول الله ﷺ فقالوا يا رسول الله إن أبانا طلق امرأته ألفًا، فهل له من مخرج؟ فقال: "إن أباكم لم يتق الله فيجعل له مخرجًا، بانت منه بثلاثٍ على غير السنة وتسعمائة وسبعة وتسعون إثم فى عنقه."

قال ابن القيم (إغاثة اللهفان ۳۱۷/۱): وأما حديث عبادة بن الصامت الذى رواه الدارقطنى فقد قال عقيب اخراجه: رواته مجهولون وضعفاء، إلا شيخنا و ابن عبدالباقى.

الدليل الثامن :

روى الدارقطنى من حديث حماد بن زيد، حدثنا عبدالعزيز بن صهيب عن أنس قال: سمعت أنس بن مالك يقول، سمعت معاذ بن جبل يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول: "يا معاذ من طلق للبدعة واحدة أو اثنتين أو ثلاثًا الزمناه بدعته".

ورد بأن فى إسناده اسماعيل بن أمية الذراع وهو ضعيف.

قال ابن القيم (إغاثة اللهفان ۳۱۷/۱): وأما حديث معاذ بن جبل فلقد وهت مسألة يحتج فيها بمثل هذا الحديث الباطل، والدارقطنى إنما رواه للمعرفة وهو أجل من ان يحتج به، وفى إسناده اسماعيل ابن امية الذراع، يرويه عن حماد قال الدارقطنى بعد ر وايته: اسماعيل بن أمية ضعيف متروك الحديث.

الدليل التاسع :

روى الدارقطنى من حديث زا ذان عن على رضى الله عنه قال: سمع النبى ﷺ رجلا طلق البتة فغضب، وقال: "أتتخذون آيات الله هزوًا، أو دين الله هزوًا أو لعبًا. من طلق البتة ألزمناه ثلاثًا، لا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره".

ورد هذا (إغاثة اللهفان ۳۱۷/۱) الحديث بأن فيه اسماعيل بن أمية القرشى، قال فيه الدارقطنى كوفى ضعيف. وقال ابن القيم: قلت وفى اسناده مجاهيل وضعفاء.

وأما الاجماع فقد نقله كثير من العلماء فى مسألة النزاع وقالوا إنه مقدم على خبر الواحد، قال الشافعى: الاجماع أكثر من الخبر المنفرد، وذلك أن الخبر مجوز الخطأ والوهم على راويه بخلاف الاجماع فإنه معصوم... وممن حكى الإجماع على لزوم الثلاث فى الطلاق بكلمة واحدة، أبوبكر الرازى، والباجى، و ابن العربى و ابن رجب.

قال أبوبكر الرازى (أحكام القرآن ۴۵۹/۱): فالكتاب والسنة واجماع السلف توجب ايقاع الثلاث معًا و إن كان معصية.

وقال الباجى: من أوقع الطلاق الثلاث بلفظة واحدة لزمه ما أوقعه من الثلاث وبه قال جماعة الفقهاء وحكى القاضى أبومحمد فى اشرافه عن بعض المبتدعة يلزمه طلقة واحدة، وعن بعض أهل الظاهر لا يلزمه شىء وإنما يروى هذا عن الحجاج بن أرطاة و محمد بن اسحاق، والدليل على ما نقوله: اجماع الصحابة لأن هذا مروى عن ابن عمر و عمران بن حصين، و عبدالله بن مسعود و ابن عباس و أبى هريرة، و عائشة رضى الله تعالى عنهم ولا مخالف لهم وماروى عن ابن عباس فى ذلك من رواية طاؤس، قال فيه بعض المحدثين وهم، وقد روى ابن طاؤس عن أبيه وكذا عن ابن وهب خلاف ذلك، وإنما وقع الوهم فى

التأويل. ١هـ. (المنتقى ٤/٣)

وقال القاضى أبوبكر بن العربى فى ضمن أجوبته عن حديث ابن عباس قال: إنه حديث مختلف فى صحته فكيف يقدم على إجماع الأمة، ولم يعرف لها فى هذه المسألة خلاف إلا عن قوم انحطوا عن رتبة التابعين وقد سبق العصران الكريمان، والاتفاق على لزوم الثلاث، فإن رووا ذلك عن أحد منهم فلا تقبلوا منهم إلا ما يقبلون منكم نقل العدل عن العدل، ولا تجد هذه المسألة منسوبة إلى أحد من السلف أبدًا. ١هـ. (الناسخ والمنسوخ)

وقال بعد ما بين أن المراد بالطلاق فى الآية الكريمة (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) المشروع قال: قد نقول بأن غيره ليس بمشروع لو لا تظاهر الأخبار (أحكام القرآن ١/٨١) وقال ابن رجب فى "بيان مشكل الأحاديث الواردة فى أن الطلاق الثلاث واحدة": "اعلم أنه لم يثبت عن أحد من الصحابة ولا من التابعين ولا من أئمة السلف المعتد بقولهم فى الفتاوى فى الحلال والحرام شىء صريح فى أن الطلاق الثلاث بعد الدخول يحسب واحدة إذا سيق بلفظ واحد" ١هـ.

وقد أجاب ابن القيم عن الاستدلال بالاجماع مبينًا وجوه نقضه فقال:

وبيان هذا من وجوه:

احدها :

ما رواه أبوداؤد وغيره من حديث حماد بن زيد عن أيوب عن عكرمة عن ابن عباس رضى الله عنهما "إذا قال: أنت طالق ثلاثًا بفم واحد، فهى واحدة" وهذا الإسناد على شرط البخارى ... وقال عبدالرزاق: أخبرنا معمر عن أيوب قال: دخل الحكم بن عيينة على الزهرى بمكة، وأنا معهم، فسألوه عن البكر تطلق ثلاثًا؟ فقال: سئل عن ذلك ابن عباس، وأبوهريرة، وعبدالله بن عمرو، فكلهم

قالوا: لا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره، قال: فخرج الحكم وأنا معه فأتى طاوسًا وهو فى المسجد، فأكب عليه فسأله عن قول ابن عباس فيها، وأخبره بقول الزهرى، قال: فرأيت طاؤسًا رفع يديه تعجبًا من ذلك وقال: والله ما كان ابن عباس يجعلها إلا واحدة.

أخبرنا ابن جريج قال: وأخبرنى حسن بن مسلم عن ابن شهاب أن ابن عباس قال: "إذا طلق الرجل امرأته ثلاثًا، ولم يجمع، كن ثلاثًا، قال: فأخبرت طاؤسًا، فقال: أشهد ما كان ابن عباس يراهن إلا واحدة".

فقوله: "إذا طلق ثلاثًا ولم يجمع كن ثلاثًا" أى إذا كن متفرقات، فدل على أنه إذا جمعهن كانت واحدة. وهذا هوالذى حلف عليه طاؤس أن ابن عباس كان يجعله واحدة. ونحن لا نشك أن ابن عباس صح عنه خلاف ذلك، وأنها ثلاث. فهما روايتان ثابتتان عن ابن عباس بلا شك.

الوجه الثانى :

أن هذا مذهب طاؤس، قال عبدالرزاق: أخبرنا ابن جريج عن ابن طاؤس عن أبيه أنه كان لا يرى طلاقًا ما خالف وجه الطلاق. ووجه العدة، وأنه كان يقول: يطلقها واحدة، ثم يدعها حتى تنقضى عدتها.. وقال أبوبكر بن أبى شيبة: حدثنا اسماعيل بن علية عن ليث عن طاؤس وعطاء أنهما قالا: "إذا طلق الرجل امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها فهى واحدة".

الوجه الثالث :

أنه قول عطاء بن أبى رباح. قال ابن أبى شيبة: حدثنا محمد بن بشر، حدثنا اسماعيل عن قتادة عن طاؤس وعطاء وجابر بن زيد انهم قالوا: "إذا طلقها ثلاثًا قبل أن يدخل بها" فهى واحدة.

الوجه الرابع :

أنه قول جابر بن زيد كما تقدم.

الوجه الخامس :

أن هذا مذهب محمد بن اسحاق عن داؤد بن الحصين، حكاه عنه الإمام أحمد فى رواية الأثرم، ولفظه: حدثنا سعيد بن إبراهيم عن أبيه عن ابن اسحاق عن داؤد بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس "أن ركانة طلق امرأته ثلاثًا، فجعلها النبى ﷺ واحدة" قال أبوعبدالله: "وكان هذا مذهب ابن إسحاق، يقول: خالف السنة، فيرد إلى السنة"..

الوجه السادس :

أنه مذهب اسحاق بن راهويه فى البكر. قال محمد بن نصر المروزى فى كتاب "اختلاف العلماء" له: وكان اسحاق يقول: طلاق الثلاث للبكر واحدة، وتأول حديث طاؤس عن ابن عباس "كان الطلاق الثلاث على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر و عمر يجعل واحدة" على هذا، قال: "فإن قال لها ولم يدخل بها أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فإن سفيان وأصحاب الرأى، والشافعى، وأحمد، وأبا عبيد قالوا: بانت منه بالأولى، وليست الثنتان بشىء، لأن غيرالمدخول بها تبين بواحدة، ولا عدة عليها."

وقال مالك، وربيعة، وأهل المدينة، والاوزاعى، و ابن أبى ليلى إذا قال لها ثلاث مرات أنت طالق، نسقًا متتابعة، حرمت عليه حتى تنكح زوجًا غيره. فإن هو سكت بين التطليقتين، بانت بالأولى. ولم تلحقها الثانية" فصار فى وقوع الثلاث بغير المدخول بها ثلاثة مذاهب للصحابة والتابعين، ومن بعدهم:

احدها : أنها واحدة، سواء قالها بلفظ واحد، أو بثلاثة ألفاظ.

الثانى : أنها ثلاث، سواء أوقع الثلاث بلفظ واحد، أو بثلاثة ألفاظ.

الثالث : أنه إن أوقعها بلفظ واحد فهى ثلاث، وإن أوقعها بثلاثة ألفاظ فهى واحدة.

الوجه السابع :

أن هذا مذهب عمرو بن دينار فى الطلاق قبل الدخول. قال ابن المنذر فى كتابه الأوسط: وكان سعيد بن جبير، وطاؤس، وأبوالشعثاء، وعطاء، وعمرو بن دينار يقولون: "من طلق البكر ثلاثًا فهى واحدة".

الوجه الثامن :

أنه مذهب سعيد بن جبير، كما حكاه ابن المنذر وغيره عنه، وحكاه الثعلبى عن سعيد بن المسيب وهو غلط عليه، إنما هو مذهب سعيد بن جبير.

الوجه التاسع :

أنه مذهب الحسن البصرى الذى استقر عليه. قال ابن المنذر: واختلف فى هذا الباب عن الحسن، فروى عنه كما رويناه عن أصحاب النبى صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وذكر قتادة، وحميد، و يونس عنه: أنه رجع عن قوله بعد ذلك، فقال: واحدة بائنة. وهذا الذى ذكره ابن المنذر رواه عبدالرزاق فى المصنف، فقال: أخبرنا معمر عن قتادة قال: سألت الحسن عن الرجل يطلق البكر ثلاثًا، فقال الحسن (فى المطبوعة "ويحطها مقالة جناية" وعلى كل حال فالجملة غير واضحة، فلتحرر) وما بعد الثلاث فقال صدقت، وما بعد الثلاث، فأفتى الحسن بذلك زمنًا، ثم رجع فقال: واحدة تبينها .. ويخطبها، فقال به حياته (وقد صحح نص الاثر من نسخة المصنف نفسه ٦/٣٣٢).

الوجه العاشر :

أنه مذهب عطاء بن يسار، قال عبدالرزاق: أخبرنا مالك عن يحيى بن

سعيد عن بكير عن يعمر بن أبى عياش قال: سأل رجل عطاء بن يسار عن الرجل يطلق البكر ثلاثًا، فقال إنما طلاق البكر واحدة، فقال له عبدالله بن عمرو بن العاص أنت قاص، الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجًا غيره. فذكر عطاء مذهبه، وعبدالله بن عمرو مذهبه.

الوجه الحادى عشر :

أنه مذهب خلاس بن عمرو، حكاه بشر بن الوليد عن أبى يوسف عنه.

الوجه الثانى عشر :

أنه مذهب مقاتل الرازى (قوله ـ مقاتل الرازى ـ كذا بالأصل المطبوع) حكاه عنه المازرى فى كتابه "المعلم بفوائد مسلم" قال الخطيب: حدث عن عبدالله بن المبارك، وعباد بن العوام، ووكيع بن الجراح، وأبى عاصم النبيل، روى عنه الإمام أحمد، والبخارى فى صحيحه وكان ثقة.

الوجه الثالث عشر :

أنه إحدى الروايتين عن مالك. حكاها عنه جماعة من المالكية، منهم التلمسانى صاحب شرح الخلاف، وعزاها إلى ابن أبى زيد: أنه حكاها رواية عن مالك، وحكاها غيره قولاً فى مذهب مالك، وجعله شاذًا.

الوجه الرابع عشر :

أن ابن مغيث المالكى حكاه فى كتاب "الوثائق" وهو مشهور عند المالكية، عن بضعة عشر فقيهًا من فقهاء طليطلة المفتين على مذهب مالك، هكذا قال، واحتج لهم بأن قوله: أنت طالق ثلاثًا: كذب، لأنه لم يطلق ثلاثًا، ولم يطلق إلا واحدة. كما لو قال: حلفت ثلاثًا، كانت يمينًا واحدة، ثم ذكر حججهم من الحديث.

الوجه الخامس عشر :

أن أبا الحسن على بن عبدالله بن ابراهيم اللخمى المشيطى، صاحب كتاب الوثائق الكبير الذى لم يصنف فى الوثائق مثله، حكى الخلاف فيها عن السلف والخلف حتى عن المالكية أنفسهم، فقال: وأما من قال انت طالق ثلاثًا فقد بانت منه قال البتة أو لم يقل قال وقال بعض الموثقين ـ يريد المصنفين فى الوثائق ـ اختلف أهل العلم بعد اجماعهم على أنه مطلق، كم يلزمه من الطلاق؟ فالجمهور من العلماء على أنه يلزمه الثلاث، وبه القضاء، وعليه الفتوى، وهو الحق الذى لا شك فيه، قال: بعض السلف: يلزمه من ذلك طلقة واحدة، وتابعهم على ذلك قوم من الخلف من المفتين بالأندلس، قال: واحتجوا على ذلك بحجج كثيرة، وأحاديث مسطورة أضربنا عنها، واقتصرنا على الصحيح منها. فمنها مارواه داؤد بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس: أن ركانة طلق زوجته عند رسول الله ﷺ ثلاثًا فى مجلس واحد فقال له النبى ﷺ: "إنما هى واحدة، فإن شئت فدعها، وإن شئت فارتجعها" ثم ذكر حديث أبى الصهباء وذكر بعض تاويلاته التى ذكرناها.

الوجه السادس عشر :

أن أبا جعفر الطحاوى حكى القولين فى كتابه "تهذيب الآثار" فقال: باب الرجل يطلق امرأته ثلاثًا معًا ـ ثم ذكر حديث أبى الصهباء ـ ثم قال: فذهب قوم إلى أن الرجل إذا طلق امرأته ثلاثًا معًا، فقد وقعت عليها واحدة، إذا كانت فى وقت سنة، وذلك أن تكون طاهرًا فى غير جماع، واحتجوا فى ذلك بهذا الحديث وقالوا: لما كان الله عز وجل إنما أمر عباده أن يطلقوا لوقت على صفة. فطلقوا على غير ما أمرهم به لم يقع طلاقهم. ألا ترى لو أن رجلاً أمر رجلاً أن يطلق امرأته فى وقت فطلقها فى غيره، أو أمره أن يطلقها على شريطة فطلقها على غير تلك

الشريطة أن طلاقه لا يقع إذ كان قد خالف ما أمر به.. ثم ذكر حجج الآخرين.

والجواب عن حجج هؤلاء على عادة أهل العلم والدين فى إنصاف مخالفيهم والبحث معهم، ولم يسلك طريق جاهل ظالم معتد، يبرك على ركبتيه ويفجر عينيه ويعول بمنصبه لابعلمه، وبسوء قصده لا بحسن فهمه، ويقول: القول بهذه المسألة كفر يوجب ضرب العنق ليبهت خصمه ويمنعه عن بسط لسانه. والجرى معه فى ميدانه، والله تعالى عند لسان كل قائل، وهو له يوم الوقوف بين يديه عما قاله سائل.

الوجه السابع عشر :

أن شيخنا حكى عن جده أبى البركات: أنه كان يفتى بذلك أحيانًا سرًا، وقال فى بعض مصنفاته: هذا قول بعض أصحاب مالك وأبى حنيفة و أحمد.

قلت: أما المالكية فقد حكينا الخلاف عنهم. وأما بعض أصحاب أبى حنيفة فإنه محمد بن مقاتل من الطبقة الثانية من أصحاب أبى حنيفة، وأما بعض أصحاب أحمد، فإن كان أراد افتاء جده بذلك أحيانًا، وإلا فلم أقف على نقل لأحد منهم.

الوجه الثامن عشر :

قال أبوالحسن النسفى (فى نسخة الواسطى) فى وثائقه - وقد ذكر الخلاف فى المسألة ثم قال: ومن بعض حججهم أيضًا فى ذلك: أن الله سبحانه وتعالى أمر بتفريق الطلاق بقوله تعالى: (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٩) وإذا جمع الإنسان ذلك فى كلمة، كان واحدة وكان مازاد عليها لغوا، كما جعل مالك رحمه الله - رمى السبع الجمرات فى مرة واحدة جمرة واحدة، وبنى عليها أن الطلاق عندهم مثله، قال: وممن نصر هذا القول من أهل الفتيا بالأندلس: أصبغ بن الحباب، ومحمد بن بقى، و محمد بن عبدالسلام

الخشنى، و ابن زنباع، مع غيرهم من نظرائهم هذا لفظه.

الوجه التاسع عشر :

أن أبا الوليد هشام بن عبدالله بن هشام الأزدى القرطبى صاحب كتاب "مفيد الحكام فيما يعرض لهم من النوازل والأحكام" ذكر الخلاف بين السلف والخلف فى هذه المسألة، حتى ذكر الخلاف فيها فى مذهب مالك نفسه، وذكر من كان يفتى بها من المالكية، والكتاب مشهور معروف عند أصحاب مالك، كثير الفوائد جدًا.

ونحن نذكر نصه فيه بلفظه، فنذكر ما ذكره عن ابن مغيث، ثم نتبعه كلامه، ليعلم أن النقل بذلك معلوم متداول بين أهل العلم، وأن من قصر فى العلم باعه، وطال فى الجهل والظلم ذراعه يبادر إلى الجهل والتكفير والعقوبة، جهلاً منه وظلمًا، ويحق له وهو الدعى فى العلم وليس منه أقرب رحمًا.

قال ابن هشام: قال ابن مغيث: الطلاق ينقسم على ضربين: طلاق السنة، و طلاق البدعة، فطلاق السنة: هو الواقع على الوجه الذى ندب الشرع إليه. وطلاق البدعة: نقيضه، وهو أن يطلقها فى حيض أو نفاس، أو ثلاثًا فى كلمة واحدة، فإن فعل لزمه الطلاق.. ثم اختلف أهل العلم بعد إجماعهم على أنه مطلق، كم يلزمه من الطلاق؟

فقال على بن أبى طالب. و ابن مسعود: يلزمه طلقة واحدة، وقاله ابن عباس. وقال: قوله ثلاثًا - لا معنى له: لأنه لم يطلق ثلاث مرات، وإنما يجوز قوله فى "ثلاث" إذا كان مخبرًا عما مضى فيقول: طلقت ثلاثًا، يخبر عن ثلاثة أفعال كانت منه فى ثلاثة أوقات، كرجل قال: قرأت أمس سورة كذا ثلاث مرات، فذلك يصح. ولو قرأها مرة واحدة، فقال: قرأتها ثلاث مرات، لكان كاذبًا، وكذلك لو حلف بالله تعالى ثلاثًا يردد الحلف، كانت ثلاثة أيمان، ولو قال:

أحلف بالله ثلاثًا لم يكن حلف إلا يمينًا واحدة فالطلاق مثله، ومثله.

قال الزبير بن العوام، و عبدالرحمن بن عوف ـ رضى الله تعالى عنهما ـ

روينا ذلك كله عن ابن وضاح وبه قال من شيوخ قرطبة ابن زنباع، شيخ هدى، ومحمد بن بقى بن مخلد، و محمد بن عبدالسلام الخشنى فقيه عصره، وأصبغ بن الحباب، وجماعة سواهم من فقهاء قرطبة.

وكان من حجة ابن عباس: أن الله تعالى فرق فى كتابه لفظ الطلاق، فقال تعالى: الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح باحسان (الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) يريد أكثر الطلاق الذى يمكن بعده الإمساك بالمعروف وهو الرجعة فى العدة، ومعنى قوله: "أو تسريح باحسان" يريد تركها بلا ارتجاع حتى تنقضى عدتها، وفى ذلك إحسان إليه وإليها إن وقع ندم منهما، قال الله تعالى: (لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرًا... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) يريد الندم على الفرقة، والرغبة فى المراجعة، وموقع الثلاث غير محسن لأنه ترك المندوحة التى وسع الله تعالى بها ونبه عليها، فذكر الله سبحانه وتعالى لفظ الطلاق مفرقًا. فدل على أنه إذا جمع أنه لفظ واحد، فتدبره.

وقد يخرج من غير ما مسألة من الديانة ما يدل على ذلك.

من ذلك قول الرجل: ما لى صدقة فى المساكين: أن الثلث من ذلك يجزيه.. هذا كله لفظ صاحب الكتاب بحروفه. أفترى الجاهل الظالم المعتدى يجعل هؤلاء كلهم كفارًا مباحة دماؤهم؟ سبحانك هذا بهتان عظيم، بل هؤلاء من أكابر أهل العلم والدين، وذنبهم عند أهل العمى، أهل التقليد: كونهم لم يرضوا لأنفسهم بما رضى به المقلدون، فردوا ما تنازع فيه المسلمون إلى الله ورسوله.

"وتلك شكاة ظاهر عنك عارها"

الوجه العشرون :

أن هذا مذهب أهل الظاهر: داؤد، وأصحابه وذنبهم عند كثير من الناس أخذهم بكتاب ربهم وسنة نبيهم، ونبذهم القياس وراء ظهورهم، فلم يعبأوا به شيئًا، وخالفهم أبو محمد بن حزم فى ذلك، فأباح جمع الثلاث وأوقعها.

فهذه عشرون وجهًا فى إثبات النزاع فى هذه المسألة بحسب بضاعتنا المزجاة من الكتب، وإلا فالذى لم نقف عليه من ذلك كثير. وقد حكى ابن وضاح و ابن مغيث ذلك عن على، و ابن مسعود، وابن الزبير وعبدالرحمن بن عوف، و ابن عباس، ولعله إحدى الروايتين عنهم، وإلا فقد صح بلا شك عن ابن مسعود، وعلى و ابن عباس: الإلزام بالثلاث لمن أوقعها جملة، وصح عن ابن عباس أنه جعلها واحدة، ولم نقف على نقل صحيح عن غيرهم من الصحابة بذلك، فلذلك لم نعد ما حكى عنهم فى الوجوه المبينة للنزاع، وإنما نعد ما وقفنا عليه فى مواضعه، ونعزوه إليها، وبالله التوفيق.

وأما الآثار ففتاوى أصحاب رسول الله ﷺ.

قال ابن ابى شيبة فى مصنفه: نا على بن مسهر، عن شقيق بن أبى عبدالله، عن أنس قال: كان عمر إذا أتى برجل قد طلق امرأته ثلاثًا فى مجلس أوجعه ضربًا وفرق بينهما.

نا وكيع، عن سفيان عن سلمة بن كهيل، عن زيد بن وهب، أن رجلاً بطالاً كان بالمدينة طلق امرأته ألفًا فرجع إلى عمر فقال: إنما كنت ألعب فعلا عمر رأسه بالدرة وفرق بينهما.

نا وكيع، والفضل بن دكين، عن جعفر بن برقان، عن معاوية بن أبى يحيى، قال: جاء رجل إلى عثمان فقال: إنى طلقت امرأتى مائة قال: ثلاث تحرمها عليك وسبعة وتسعون عدوان.

نا وكيع عن الأعمش عن حبيب قال: جاء رجل إلى على فقال: إنى طلقت امرأتى ألفًا، قال: بانت منك بثلاث، واقسم سائرها بين نسائك.

نا ابن فضيل، عن الأعمش، عن حبيب، عن رجل من أهل مكة، قال: جاء رجل إلى على فقال: إنى طلقت امرأتى ألفًا، قال: الثلاث تحرمها عليك واقسم سائرهن بين أهلك.

نا أبو معاوية، عن الأعمش، عن ابراهيم، عن علقمة، عن عبدالله، قال: أتاه رجل فقال: إنى طلقت امرأتى تسعة وتسعين مرة، قال: فما قالوا لك قال: قالوا قد حرمت عليك، قال: فقال عبدالله: لقد أرادوا أن يبقوا عليك. بانت منك بثلاث وسائرهن عدوان.

نا حفص، عن الأعمش، عن ابراهيم، عن علقمة، عن عبدالله، أنه سئل عن رجل طلق امرأته مائة تطليقة؟ قال: حرمتها ثلاث، وسبعة وتسعون عدوان.

نا وكيع، عن سفيان عن منصور والأعمش، عن ابراهيم عن علقمة، قال: جاء رجل إلى عبدالله فقال: إنى طلقت امرأتى مائة فقال: بانت منك بثلاث، وسائرهن معصية.

نا محمد بن فضيل، عن عاصم، عن ابن سيرين، عن علقمة عن عبدالله، قال: أتاه رجل فقال: إنه كان بينى و بين امرأتى كلام فطلقتها عدد النجوم، قال: تكلمت بالطلاق؟ قال: نعم، قال قال عبدالله قد بين اللّٰه الطلاق فمن أخذته؟ فمن طلق كما أمره الله فقد تبين له، ومن لبس على نفسه جعلنا به لبسه. لا تلبسوا على أنفسكم ونتحمله عنكم هو كما تقولون.

نا أسباط بن محمد، عن أشعث، عن نافع، قال: قال ابن عمر: من طلق امرأته ثلاثًا فقد عصى ربه وبانت منه امرأته.

نا محمد بن بشر أبى معشر قال: نا سعيد "المقبرى" قال: جاء رجل إلى

عبدالله بن عمر وأنا عنده فقال: يا أبا عبدالرحمن إنه طلق امرأته مائة مرة قال: بانت منك بثلاث، وسبعة وتسعون يحاسبك الله بها يوم القيامة.

نا ابن نمير، عن الأعمش، عن مالك بن الحارث، عن ابن عباس، أتاه رجل فقال: إن عمى طلق امرأته ثلاثًا فقال: إن عمك عصى الله فأندمه فلم يجعل له مخرجًا.

نا عباد بن العوام عن هارون ابن عنترة، عن أبيه قال: كنت جالسًا عند ابن عباس فأتاه رجل فقال: يا ابن عباس إنه طلق امرأته مائة مرة، وإنما قلتها مرة واحدةً فتبين منى بثلاث أم هى واحدة؟ فقال: بانت بثلاث وعليك وزر سبعة وتسعين.

نا وكيع عن سفيان قال: حدثنى عمرو بن مرة، عن سعيد بن جبير، قال: جاء رجل إلى ابن عباس فقال: إنى طلقت امرأتى ألفًا ومائةً قال: بانت منك بثلاث، وسائرهن وزر اتخذت آيات الله هزوًا.

نا اسماعيل بن ابراهيم، عن أيوب عن عمرو، سئل ابن عباس عن رجل طلق امرأته عدد النجوم؟ فقال: يكفيك من ذلك رأس الجوزاء.

نا سهيل بن يوسف عن حميد عن واقع بن سحبان قال: سئل عمران بن حصين عن رجل طلق امرأته ثلاثًا فى مجلس؟ فقال: أثم بربه وحرمت عليه امرأته.

نا غندر، عن شعبة عن طارق، عن قيس بن أبى حازم، أنه سمعه يحدث عن المغيرة بن شعبة أنه سئل عن رجل طلق امرأته مائة فقال: ثلاث يحر منها عليه وسبعةً وتسعون فضل.

وقال سعيد بن منصور (سنن سعيد بن منصور القسم الأول المجلد الثالث/٢٥٩): نا خالد بن عبدالله عن سعيد الجريرى، عن الحسن، أن عمر بن الخطاب كتب إلى أبى موسى الأشعرى: لقد هممت أن أجعل إذا طلق الرجل

امرأته ثلاثًا فى مجلس أن أجعلها واحدة، ولكن أقوامًا جعلوا على أنفسهم فألزم كل نفس ما ألزم نفسه. من قال لامرأته أنت على حرام، فهى حرام، ومن قال لامرأته أنت بائنة، فهى بائنة، ومن قال أنت طالق ثلاثًا، فهى ثلاث. اهـ.

وقال ابن عبدالهادى (سیر الحاث/۷۹، ۸۰): وقد جعل ابن رجب فى آخر كتابه هذا فى أحداث عمر للطلاق وأنه مقبول قوله فقال: فصل - أخرج البخارى من طريق أبى سلمة عن أبى هريرة عن النبى ﷺ قال: "لقد كان فيمن كان قبلكم من الأمم ناس محدثون من غير أن يكونوا أنبياء فإن يكن فى أمتى أحد فإنه عمر"، وفى رواية ذكرها تعليقًا أن النبى ﷺ قال: "لقد كان فيمن كان قبلكم من بنى إسرائيل رجال يتكلمون من غير أن يكونوا أنبياء فإن يكن فى أمتى منهم أحد فعمر" وأخرج مسلم من حديث أبى سلمة عن عائشة عن النبى ﷺ قال: "قد كان فى الأمم قبلكم محدثون فإن يكن فى أمتى أحد فعمر ابن الخطاب"، وعنده قال ابن وهب محدثون "ملهمون" وقال الترمذى عن ابن عيينة: قال يعنى مفهمين. و عن أبى سعيد عن النبى ﷺ وزاد فيه يا رسول الله كيف محدث؟ قال: "الملائكة على لسانه" والله اعلم.

فصل: قال ابن رجب فى آخر كتابه اعلم أن ما قضى به عمر على قسمين:

احدهما: ما لم يعلم للنبى ﷺ فيه قضاء بالكلية، وهذا على نوعين:

ما جمع فيه عمر الصحابة وشاورهم فيه فأجمعوا معه عليه، فهذا لا يشك أنه الحق كهذه المسألة، والعمرتين، وكقضائه فيمن جامع فى إحرامه أنه يمضى فى نسكه وعليه القضاء والهدى ومسائل كثيرة.

الثانى: ما لم يجمع الصحابة فيه مع عمر بل مختلفين فيه فى زمنه، وهذا يسوغ فيه الاختلاف كمسائل الجد مع الأخوة.

ما روى عن النبى ﷺ فيه قضاء بخلاف قضاء عمر وهو على أربعة أنواع:

أحدها: ما رجع فيه عمر إلى قضاء النبى ﷺ فهذا لا عبرة فيه بقول عمر الأول.

الثانى: ما روى عن النبى ﷺ فيه حكمان، أحدهما: ما وافق لقضاء عمر، فإن الناسخ من النصين ما عمل به عمر.

الثالث: ما صح عن النبى ﷺ أنه رخص فى أنواع من جنس العبادات، فيختار عمر للناس ما هو الأفضل والأصلح ويلزمهم به، فهذا يمنع من العمل بغير مااختاره.

الرابع: ما كان قضاء النبى ﷺ لعلة، فزالت العلة فزال الحكم بزوالها ووجد مانع يمنع من ذلك الحكم.

قال: فهذه المسألة، إما ان تكون من الثانى، وإما أن تكون من الرابع.

وقال: لا يعلم من الأمة أحد خالف فى هذه المسألة مخالفة ظاهرة، ولا حكمًا ولا قضاء ولا علمًا ولا افتاء، ولم يقع ذلك إلا من نفر يسير جدًا، وقد أنكره عليهم من عاصره غاية الإنكار وكان أكثرهم يستخفى بذلك ولا يظهره، فكيف يكون اجماع الأمة على أخفى (فى الهامش لعل صوابه "اخفاء") دين الله الذى شرعه على لسان رسوله ﷺ؟ واتباعهم اجتهاد من خالفه برأيه فى ذلك، هذا لا يحل اعتقاده البتة، وهذه الأمة كما أنها معصومة من الاجتماع على ضلالة فهى معصومة من أن يظهر أهل الباطل منهم على أهل الحق ولو كان ما قاله عمر فى هذا حقًا (قوله "حقًا" كذا فى المطبوعة) للزم فى هذه المسألة ظهور أهل الباطل على أهل الحق فى كلّ زمان و مكان، وهذا باطل قطعًا.

وقد أجاب ابن القيم - رحمه الله - عن فعل عمر رضى الله عنه، وكذلك عن فتاوى الصحابة فى ذلك: فقال (أعلام الموقعين ۳/۲۹-۳۱): ولكن رأى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضى الله عنه. أن الناس قد استهانوا بأمر الطلاق،

وكثر منهم إيقاعه جملة واحدة، فرأى من المصلحة عقوبتهم بإمضائه عليهم، ليعلموا أن أحدهم إذا أوقعه جملة بانت منه المرأة وحرمت عليه حتى تنكح زوجًا غيره، نكاح رغبة يراد للدوام لا نكاح تحليل فإنه كان من أشد الناس فيه. فإذا علموا ذلك كفوا عن الطلاق، فرأى عمر أن هذا مصلحة لهم فى زمانه، ورأى أن ما كان عليه فى عهد النبى ﷺ وعهد الصديق وصدر من خلافته كان الأليق بهم لأنهم لم يتتابعوا فيه، وكانوا يتقون الله فى الطلاق، وقد جعل الله لكل من اتقاه مخرجًا، فلما تركوا تقوى الله، وتلاعبوا بكتاب الله، وطلقوا على غير ما شرعه الله، ألزمهم بما التزموه عقوبة لهم، فإن الله تعالى إنما شرع الطلاق مرة بعد مرة، ولم يشرعه كله مرة واحدة، فمن جمع الثلاث فى مرة واحدة فقد تعدى حدودالله وظلم نفسه ولعب بكتاب الله فهو حقيق أن يعاقب، ويلزم بما التزمه ولا يقر على رخصة الله وسعته، وقد صعبها على نفسه ولم يتق الله ويطلق كما أمره الله وشرعه له، بل استعجل فيما جعل الله له الأناة فيه رحمة منه وإحسانًا ولبس على نفسه واختار الأغلظ والأشد. فهذا مما تغيرت به الفتوى لتغير الزمان.

وعلم الصحابة رضى الله عنهم حسن سياسة عمر و تأديبه لرعيته فى ذلك، فوافقوه على ما ألزم به وصرحوا لمن استفتاهم بذلك.

فقال عبدالله بن مسعود: من أتى الأمر على وجهه فقد بين له، ومن لبس على نفسه جعلنا عليه لبسه، والله لا تلبسون على أنفسكم ونتحمله منكم هو كما تقولون.

فلو كان وقوع الثلاث ثلاثًا فى كتاب الله وسنة رسوله ﷺ لكان المطلق قد أتى الأمر على وجهه، ولما كان قد لبس على نفسه، ولما قال النبى ﷺ لمن فعل ذلك " تلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم"، ولما توقف عبدالله بن الزبير فى الإيقاع، وقال للسائل: إن هذا الأمر ما لنا فيه قول فاذهب إلى

عبدالله بن عباس وأبى هريرة، فلما جاء إليهما قال ابن عباس لأبى هريرة: أفته فقد جاء تك معضلة، ثم أفتياه بالوقوع.

فالصحابة رضى الله عنهم ومقدمهم عمر بن الخطاب لما رأوا الناس قد استهانوا بأمر الطلاق وأرسلوا ما بأيديهم منه، ولبسوا على أنفسهم، ولم يتقوالله فى التطليق الذى شرعه لهم، وأخذوا بالتشديد على أنفسهم ولم يقفوا على ما حد لهم ألزموهم بما التزموا، وامضوا عليهم ما اختاروه لأنفسهم من التشديد الذى وسع الله عليهم ما شرعه لهم بخلافه، ولا ريب أن من فعل هذا حقيق بالعقوبة بأن ينفذ عليه ما أنفذه على نفسه إذ لم يقبل رخصة الله تعالى وتيسيره ومهلته.

ولهذا قال ابن عباس لمن طلق مائة طلقة: عصيت ربك وبانت منك امرأتك، إنك لم تتق الله فيجعل لك مخرجًا "ومن يتق الله يجعل له مخرجًا".
(الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢)

وأتاه رجل فقال إن عمى طلق ثلاثًا فقال: إن عمك عصى الله فأندمه، وأطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجًا، فقال: أفلا تحللها له؟ فقال: من يخادع الله يخدعه، فليتدبر العالم الذى قصده معرفة الحق واتباعه من الشرع والقدر فى قبول الصحابة هذه الرخصة والتيسيرعلى عهد رسول الله ﷺ وتقوا هم ربهم تبارك وتعالى فى التطليق فحرمت عليهم رخصة الله وتيسيره شرعًا وقدرًا.

فلما ركب الناس الأحموقة وتركوا تقوى الله ولبسوا على أنفسهم، وطلقوا على غير ما شرعه لهم، أجرى الله على لسان الخليفة الراشد والصحابة معه شرعًا وقدرًا إلزامهم بذلك وإنفاذه عليهم، وابقاء الإصر الذى جعلوه فى أعناقهم كما جعلوه.

وهذه أسرار من أسرار الشرع والقدر لا تناسب عقول أبناء الزمان.

وقال أيضًا مبينًا عذر عمر رضى الله عنه (إغاثة اللهفان ١/ ٣٣٠ وما

بعدها) الناس طائفتان: طائفة اعتذرت عن هذه الأحاديث لأجل عمر رضى الله عنه ـ ومن وافقه ـ وطائفة اعتذرت عن عمر ـ رضى الله عنه ـ ولم ترد الأحاديث فقالوا: الأحكام نوعان: نوع لا يتغير عن حالة واحدة هو عليها، لا بحسب الأزمنة ولا الأمكنة ولا اجتهاد الأئمة، كوجوب الواجبات وتحريم المحرمات والحدود المقدرة بالشرع على الجرائم ونحو ذلك، فهذا لا يتطرق إليه تغيير ولا اجتهاد يخالف ما وضع عليه.

والنوع الثانى: ما يتغير بحسب اقتضاء المصلحة له زمانًا ومكانًا وحالاً، كمقادير التعزيرات وأجناسها وصفاتها، فإن الشارع ينوع فيها بحسب المصلحة فشرع التعزير بالقتل لمدمن الخمر فى المرة الرابعة وساق رحمه الله طائفة من الأمثلة. ثم قال: ومن ذلك أنه رضى الله عنه ـ لما رأى الناس قد أكثروا من الطلاق الثلاث ورأى أنهم لا ينتهون عنه إلا بعقوبة، فرأى إلزامهم بها عقوبة لهم ليكفوا عنها. وذلك إما من التعزير العارض الذى يفعل عندالحاجة، كما كان يضرب فى الخمر ثمانين، ويحلق فيها الرأس وينفى عن الوطن، وكما منع النبى ﷺ الثلاثة الذين خلفوا عنه عن الاجتماع بنسائهم، فهذا له وجه.

وإما ظنًا أن جعل الثلاث واحدة كان مشروعًا بشرط وقد زال كما ذهب إلى ذلك فى متعة الحج اما مطلقًا وإما متعة الفسخ فهذا وجه آخر.

وإما لقيام مانع قام فى زمنه، منع من جعل الثلاث واحدة، كما قام عنده مانع من بيع أمهات الأولاد ومانع من أخذ الجزية من نصارىٰ بنى تغلب وغير ذلك فهذا وجه ثالث.

ومضى إلى أن قال: فلما رأى أميرالمؤمنين أن الله ـ سبحانه ـ عاقب المطلق ثلاثًا، بأن حال بينه وبين زوجته وحرمها عليه حتى تنكح زوجًا غيره، علم أن ذلك لكراهته الطلاق المحرم، وبغضه له فوافقه أميرالمؤمنين فى عقوبته لمن

طلق ثلاثًا جميعًا بأن ألزمه بها، وأمضاها عليه.

فان قيل: فكان أسهل من ذلك أن يمنع الناس من إيقاع الثلاث ويحرمه عليهم، ويعاقب بالضرب والتأديب من فعله، لئلا يقع المحذور الذى يترتب عليه؟ قيل: لعمر الله! قد كان يمكنه ذلك ولذلك ندم عليه فى آخر أيامه وود أنه كان فعله. قال الحافظ أبوبكر الإسماعيلى فى مسند عمر: أخبرنا أبويعلى، حدثنا صالح ابن مالك، حدثنا خالد بن يزيد بن أبى مالك، عن أبيه قال: قال عمر رضى الله عنه "ما ندمت على شىء ندامتى على ثلاث: أن لا أكون حرمت الطلاق، وعلى أن لا أكون أنكحت الموالى، وعلى أن لا أكون قتلت النوائح (فى سند هذا الاثر خالد بن يزيد بن عبدالرحمٰن بن ابى مالك. قال فى التقريب: خالد بن يزيد هذا ضعيف مع كونه فقيهًا وقد اتهمه ابن معين، وأبو يزيد صدوق ربما وهم. اهـ. تقريب)

ومن المعلوم أنه رضى الله عنه لم يكن مراده تحريم الطلاق الرجعى، الذى أباحه الله تعالى، وعلم بالضرورة من دين رسول الله ﷺ جوازه، ولا الطلاق المحرم الذى أجمع المسلمون على تحريمه كالطلاق فى الحيض وفى الطهر المجامع فيه، ولاالطلاق قبل الدخول الذى قال الله تعالى فيه: (لا جناح عليكم إن طلقتم النساء ما لم تمسوهن أو تفرضوا لهن فريضةً ... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٦) هذا كله من أبين المحال أن يكون عمر رضى الله عنه أراده فتعين قطعًا أنه أراد تحريم إيقاع الثلاث. فعلم أنه إنما كان أوقعها لاعتقاده جواز ذلك. ولذلك قال: "إن الناس قد استعجلوا فى شىء كانت لهم فيه أناة فلو أمضيناه عليهم؟" وهذا كالتصريح فى أنه غير حرام عنده، وإنما أمضاه لأن المطلق كانت له فسحة من الله تعالى فى التفريق، فرغب عما فسح الله تعالى له إلى الشدة والتغليظ، فأمضاه عمر رضى الله عنه عليه فلما تبين له ما فيه من الشر

والفساد، ندم على أن لا يكون حرم عليهم إيقاع الثلاث ومنعهم منه، وهذا هو مذهب الأكثرين: مالك وأحمد و أبى حنيفة رحمهم الله.

فرأى عمر رضى الله عنه أن المفسدة تندفع بإلزامهم، فلما تبين له أن المفسدة لم تندفع بذلك وما زاد الأمر إلا شدة، أخبر أن الأولى كان عدوله إلى تحريم الثلاث الذى يدفع المفسدة من أصلها، واندفاع هذه المفسدة بما كان عليه الأمر فى زمن رسول الله ﷺ، وأبى بكر، و أول خلافةعمر رضى الله عنهما أولى من ذلك كله ولا يندفع الشر والفساد بغيره البتة. ا هـ. ولشيخ الاسلام ابن تيمية جواب عن فعل عمر رضى الله عنه، وكذلك من وافقه من الصحابة ترك ذكره هنا، وسيأتى كلامه فى آخر البحث.

وأما القياس فقال ابن قدامة (المغنى ومعه الشرح الكبير ٨/٢٤٣) ولأن النكاح ملك يصح إزالته متفرقًا فصح مجتمعًا كسائر الأملاك. ا هـ.

وقد أجاب ابن القيم عن هذا القياس فقال (إغاثة اللهفان ١/٣٠٦) وقولكم إن المطلق ثلاثًا قد جمع ما فسح له فى تفريقه: هو إلى أن يكون حجة عليكم أقرب، فإنه إنما أذن له فيه وملكه متفرقًا لا مجموعًا فإذا جمع ما أمربتفريقه فقد تعدى حدود الله وخالف ما شرعه ولهذا قال من قال من السلف: "رجل أخطأ السنة، فيرد إليها فهذا أحسن من كلامكم وأبين وأقرب إلى الشرع والمصلحة" ثم هذا ينتقض عليكم بسائر ما ملكه الله تعالى العبد، وأذن فيه متفرقًا، فأراد أن يجمعه، كرمى الجمار الذى إنما شرع له مفرقًا، واللعان الذى شرع كذلك، وأيمان القسامة التى شرعت كذلك، ونظير قياسكم هذا أن له أن يؤخر الصلوات كلها ويصليها فى وقت واحد، لأنه جمع ما أمر بتفريقه، على أن هذا قد فهمه كثير من العوام يؤخرون صلاة اليوم إلى الليل ويصلون الجميع فى وقت واحد، ويحتجون بمثل هذه الحجة بعينها، ولو سكتم عن نصرة المسألة

بمثل ذلك لكان أقوى لها.

وقال القرطبى (فتح البارى ٩/٣٦٥) وحجة الجمهور من جهة اللزوم من حيث النظر ظاهرة جدًا: وهو أن المطلقة ثلاثًا لا تحل للمطلق حتى تنكح زوجًا غيره، ولا فرق بين مجموعها ومفرقها لغة وشرعًا، وما يتخيل من الفرق صورى ألغاه الشارع اتفاقًا فى النكاح والعتق والأقارير، فلو قال الولى: أنكحتك هؤلاء الثلاث فى كلمة واحدة انعقد كما لو قال أنكحتك هذه وهذه وهذه، وكذا فى العتق والإقرار وغير ذلك من الأحكام. نقله عنه ابن حجر العسقلانى (ايضًا).

ويرد عليه بأن (ايضًا) من قال: أحلف بالله ثلاثًا لا يعد حلفه إلا يمينًا واحدة فليكن المطلق مثله، وتعقب باختلاف الصيغتين فإن المطلق ينشىء طلاق امرأته وقد جعل أمر طلاقها ثلاثًا، فإذا قال: أنت طالق ثلاثًا فكأنه قال أنت طالق جميع الطلاق، وأما الحلف فلا أمد لعدد أيمانه، فافترقا ا هـ.

المذهب الثانى

إن الرجل إذا طلق زوجته ثلاثًا بلفظ واحد وقعت واحدة دخل بها اولا.

قال ابن الهمام (فتح القدير ٣/٦٥): وقال قوم يقع به: واحدة وهو مروى عن ابن عباس رضى الله عنهما وبه قال اسحق، ونقل عن طاؤس وعكرمة أنهم يقولون خالف السنة فيرد إلى السنة.

قال الباجى (المنتقى شرح الموطا ٤/٣) : وحكى القاضى أبومحمد فى إشرافه عن بعض المبتدعة يلزمه طلقة واحدة .... وإنما يروى هذا عن الحجاج بن أرطاة و محمد بن إسحٰق. انتهى المقصود.

قال شيخ الاسلام - فى أثناء الكلام على ذكر المذاهب فى ذلك (مجموع

الفتاوى ٢٣/٨) الثالث أنه محرم ولا يلزم منه إلا طلقة واحدة، وهذا القول منقول عن طائفة من السلف والخلف من أصحاب رسول الله ﷺ مثل: الزبير بن العوام، وعبدالرحمٰن ابن عوف، ويروى عن على و ابن مسعود و ابن عباس القولان وهو قول كثير من التابعين ومن بعدهم مثل طاؤس: وخلاس بن عمرو، و محمد بن اسحق، وهو قول داؤد وأكثر أصحابه، ويروى ذلك عن أبى جعفر محمد بن على بن الحسين وابنه جعفر بن محمد، ولهذا ذهب إلى ذلك من ذهب من الشيعة، وهو قول بعض أصحاب أبى حنيفة ومالك و أحمد بن حنبل. ا هـ.

قال ابن القيم (زادالمعاد ٤/١٠٥): وهو اختيار شيخ الإسلام ابن تيمية. اهـ.

قال المرداوى (الانصاف ٨/٤٥٣): وحكى أى شيخ الإسلام ابن تيمية عدم وقوع الطلاق الثلاث جملة بل واحدة، فى المجموعة أو المتفرقة عن جده المجد وأنه كان يفتى به سرًا أحيانًا. اهـ.

قال ابن القيم (أعلام الموقعين ٣/٢٤، ٢٨، ٢٩): المثال السابع: أن المطلق فى زمن النبى ﷺ وزمن خليفته أبى بكر، وصدر من خلافة عمر كان إذا جمع الطلقات الثلاث بفم واحد جعلت واحدة ... وكل صحابى من لدن خلافة الصديق إلى ثلاث سنين من خلافة عمر كان على أن الثلاث واحدة فتوى أو إقرارًا أو سكوتًا، ولهذا ادعى بعض أهل العلم أن هذا إجماع قديم، ولم تجمع الأمة ولله الحمد على خلافه. بل لم يزل فيهم من يفتى به قرنًا بعد قرن إلى يومنا هذا.

فأفتى به حبر الأمة وترجمان القرآن: عبدالله بن عباس، كما رواه حماد بن زيد، عن أيوب عن عكرمة عن ابن عباس، إذا قال أنت طالق ثلاثًا بفم واحد فهى واحدة، وأفتى أيضًا بالثلاث، أفتى بهذا وهذا، وأفتى بأنها واحدة الزبير بن العوام، وعبدالرحمٰن بن عوف، حكاه عنهما ابن وضاح، وعن على كرم الله وجهه و ابن مسعود روايتان كما عن ابن عباس.

وأما التابعون فأفتى به عكرمة رواه اسماعيل بن ابراهيم عن أيوب عنه، وأفتى به طاؤس.

وأما اتباع التابعين فأفتى به محمد بن اسحق حكاه الإمام أحمد وغيره عنه، وأفتى به خلاس بن عمرو والحارث العكلى.

وأما أتباع تابعى التابعين فأفتى به داؤد بن على وأكثر أصحابه حكاه عنهم أبوالعكلى و ابن حزم وغيرهما. وأفتى به بعض أصحاب مالك حكاه التلمسانى فى شرح تفريع ابن الجلاب قولاً لبعض المالكية.

وأفتى به بعض الحنفية حكاه أبوبكر الرازى عن محمد بن مقاتل. وأفتى به بعض أصحاب أحمد حكاه شيخ الإسلام ابن تيمية عنه قال: وكان يفتى به أحيانًا.

وأما الإمام أحمد نفسه فقد قال الأثرم: سألت أبا عبدالله عن حديث ابن عباس كان الطلاق الثلاث على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر و عمر واحدة بأى شىء تدفعه، قال: برواية الناس عن ابن عباس من وجوه خلافه، ثم ذكر عن عدة عن ابن عباس أنها ثلاث، فقد صرح بأنه إنما ترك القول به لمخالفة راويه له.

وأصل مذهبه وقاعدته التى بنى عليها، أن الحديث إذا صح لم يرده لمخالفة راو يه، بل الأخذ عنده بما رواه كما فعل فى رواية ابن عباس وفتواه فى بيع الأمة، فأخذ بروايته أنه لا يكون طلاقًا وترك رأيه. وعلى أصله يخرج له قول: أن الثلاث واحدة، فإنه إذا صرح بأنه إنما ترك الحديث لمخالفة الراوى، وصرح فى عدة مواضع أن مخالفة الراوى لا توجب ترك الحديث. خرج له فى المسألة قولان، وأصحابه يخرجون على مذهبه أقوالاً دون ذلك بكثير. اهـ.

قال يوسف بن حسن بن عبدالرحمٰن بن عبدالهادى (سيرالحاث إلى علم الطلاق الثلاث ضمن مجموعة علمية:(٨١): الفصل الرابع فى أنه إنما يقع بالثلاث للفظ الواحد واحدة، وهذه رواية عن أحمد، روايتها باطلة، لكنها قول فى

المذهب حكاه الشيخ شمس الدين ابن القيم فى كتابه أعلام الموقعين. وذكره فى الفروع، وقال: إنه اختيار شيخه، وهو اختياره بلا خلاف، وهو الذى إليه جنح الشيخ شمس الدين بن القيم فى كتبه "الهدى وأعلام الموقعين، وإغاثة اللهفان" وقواه جدنا جمال الدين الإمام وقد صنف فيه مصنفات وهو اختيار شيخه الشيخ تقى الدين بن تيمية وحكاه أيضًا عن جده الشيخ مجد الدين وغيره. اهـ.

وقال أيضًا (سيرالحاث إلى علم الطلاق الثلاث ضمن مجموعة علمية ٨٢-٨٣): الفصل الخامس - فيمن قال بهذا القول وأفتى به - وبعد أن ذكر ما سبق ذكره عن ابن القيم من أعلام الموقعين قال: قلت وقد كان يفتى به فيما يظهر لى ابن القيم، وكان يفتى به شيخ الإسلام ابن تيمية رحمة الله عليه، بلا خلاف، وكان يفتى به جدنا جمال الدين الإمام، ولم يرو عنه أنه أفتى بغيره.

قلت وقد كان يفتى به فى زماننا الشيخ على الدواليبى البغدادى، وجرى له من أجله محنة ونكاية فلم يدعه، وقد سمعت بعض شيوخنا يقويه، وظاهر اجماع (قبله "وظاهر إجماع بن حزم... الخ" هكذا بالأصل المطبوع) ابن حزم أنه إجماع لكن لم يصرح به. اهـ.

وقد استدل لهذا المذهب بالكتاب والسنة والإجماع والأثر والقياس.

الدليل الأول: قال تعالى (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٨) إلى قوله تعالى: (حتى تنكح زوجًا غيره... الآية الكريمة من سورةالبقرة: ٢٣٠)

وجه الاستدلال: قال ابن عبدالهادى (سيرالحاث/ ٩٠ وما بعدها ويرجع إلى ما ذكره ابن القيم فى الإغاثة: ١/٣٠١): قال الشيخ جمال الدين الإمام فى أول أحد كتبه: فقد حكم الله تعالى فى هذه الآيات الكريمات فى هذه المسألة ثلاثة أحكام، فمن فهمها وتصورها على حقيقة ما هى عليه وقد أرادالله هدايته إلى

قبول الحق إذا ظهر له صح كلامه.

واعلم أن كتاب الله نص صريح ... أن الطلاق الثلاث واحدة شرعًا لا يحتمل خلافًا صحيحًا وهذا هو النص شرعًا، فإن كل كلام له معنى لا يحتمل غيره فهو نص فيه. فإن كان لا يحتمل غيره لغة فهو نص لغة، وإن كان لا يحتمل غيره شرعًا فهو نص شرعًا، وكتاب الله فى هذه الآيات لا يحتمل شرعًا غير أن الطلاق الثلاث واحدة... والألف واللام فى قوله (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) للعهد والمعهود هنا هو الطلاق المفهوم من قوله تعالى: (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٨) وهو الرجعى بقوله: (وبعولتهن أحق بردهن فى ذلك) فصار المعنى: الطلاق الذى الزوج أحق فيه بالرد مرتان فقط، فقد تقيدالرد الذى كان مطلقًا فى كل مرة من الطلاق بمرتين منه فقط فلم يعرف (قوله "يعرف" كذا فى الأصل المطبوع)، ولا فرق فى الآية بين قوله فى كل مرة: طلقتك واحدة، أو ثلاثًا، أو ثلاثين ألفًا.

ثم قال فصل: الكلام هنا على معنى الآيات الكريمات فى حكم الطلاق الثلاث جملة سواء كانت ثلاث مرات أو مائة مرة أو ثلاثين ألفًا.

ثم قال: وذلك أن ضمير الآيات فى قوله تعالى: (فإن طلقها فلا تحل له... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٠) أى: إن طلقها مرة ثالثة فلا تحل له بعدها، وهذا الحكم المفهوم من قوله: (الطلاق مرتان) لا يجوز فيه شرعًا غير ذلك ويلزم أن يكون مختص به شرعًا: أى بتحريم المطلقة عليه حتى تنكح زوجًا غيره، ويلزم أن يكون التحريم فيما بعد المرتين الأولين فإن كل واحدة من الأولين له فيها الخيار بين الإمساك والتسريح بنص الآية، فيكون التقدير: فإن طلقها مرة ثالثة فلا تحل له، هذا لا يحتمل خلافًا.

قلت: هذه الآية صريحة على هذا: أن الثلاث متفرقات والله اعلم.

ثم قال: ويدل على التقدير لزوم أنه لا يجوز فى الآية أن يقال: فإن طلقها فلا تحل له لا يجوز أن يكون مستقلاً بنفسه، منفصلاً عما قبله، لما فى ذلك من لزوم نسخ مشروعية الرجعة فى الطلاق من دين الإسلام ولا قائل به. وذلك لما فيه من عود الضمير المطلق فيه إلى غير موجود فى الكلام قبله، معين له، مختص بحكمه، فيكون عامًا فى كل مطلق ومطلقة، ولا قائل به، وذلك أن قوله تعالى: (فإن طلقها فلا تحل له... ايضًا) جملة مفيدة، والجملة نكرة، وهى فى سياق شرط ونفى فتعم كل مطلق ومطلقة، فيكون ذلك ناسخًا لمشروعية الرد فى الطلاق فى دين الإسلام، ولا قائل به، فتعين أن يكون قوله: (فإن طلقها فلا تحل له... ايضًا) إتمامًا لما قبله أى متصلاً به، ويكون الضمير فيه عائدًا على موجود فى الكلام قبله، ومعين له، مختص بحكم تحريمه فى طلاقه إن طلق، وليس فيما قبله ما يصلح عود هذا الضمير إليه، واختصاصه بهذا الحكم من التحريم شرعًا إلا المطلق المفهوم من قوله: (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ۲۲۹) لأنه لو عاد إلى من يطلق فى صورة المفاداة المذكورة قبله كان التحريم مختصًا بطلاق المفادات، ولا قائل به، ولو عاد إلى من يطلق فى صورة الإيلاء المذكورة قبل هذه الآيات كان التحريم مختصًا بطلاق المولى ولا قائل به، فتعين أن يكون الضمير عائدًا، إلى المطلق المفهوم من قوله: (الطلاق مرتان) وهو فى نظم الكلام متعين له شرعًا، لا يجوز عوده إلى غيره شرعًا، وأن يكون تقدير الكلام: فإن طلقها مرة ثالثة فلا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره، وقد تبين أن معنى هذا الكلام وتقديره: أن الطلاق الرجعى مرتان، فإن طلقها بعدهما مرة ثالثة فلا تحل له بعدهما حتى تنكح زوجًا غيره، فلم يشرع الله التحريم إلا بعد المرة الثالثة من الطلاق، والمرة الثالثة لا تكون إلا بعد مرتين شرعًا ولغة وعرفًا وإجماعًا، إلا

ما وقع فى هذه المسألة بقضاء الله وقدره. انتهى.

وقد سبقت مناقشة هذا الدليل فى المسألة الأولى والإجابة عنه فى كلام الباجى -ص۷- وما ذكر عن شيخ الإسلام فى -ص۱۱- وكلام ابن القيم فى -ص۱۳-۱٤.

الدليل الثانى:

قوله تعالى: (يا أيها النبى إذا طلقتم النساء - إلى قوله - فأمسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ۱)

قال ابن القيم: الاستدلال بالآية من وجوه.

الوجه الاول:

أنه سبحانه وتعالى إنما شرع أن تطلق لعدتها أى لاستقبال عدتها فتطلق طلاقًا يعقبه شروعها فى العدة، ولهذا أمر رسول الله ﷺ عبدالله بن عمر رضى الله عنهما لما طلق امرأته فى حيضها أن يراجعها، وتلا هذه الآية تفسيرًا للمراد بها. وأن المراد بها الطلاق فى قبل العدة وكذلك كان يقرأها عبدالله بن عمر. ولهذا قال كل من قال بتحريم جمع الثلاث أنه لا يجوز له أن يردف الطلقة بأخرى فى ذلك الطهر، لأنه غير مطلق للعدة فإن العدة قد استقبلت من حين الطلقة الأولى فلا تكون الثانية للعدة، ثم قال الإمام أحمد فى ظاهر مذهبه ومن وافقه: إذا أراد أن يطلقها ثانية طلقها بعد عقد أو رجعة لأن العدة تنقطع بذلك، فإذا طلقها بعد ذلك أخرى طلقها للعدة. وقال فى رواية أخرى عنه: له أن يطلقها الثانية فى الطهر الثانى، ويطلقها الثالثة فى الطهر الثالث، وهو قول أبى حنيفة، فيكون مطلقًا للعدة أيضًا. لأنها تبنى على ما مضى والصحيح هو الأول، وأنه ليس له أن يردف الطلاق قبل الرجعة أو العقد لأن الطلاق الثانى لم يكن لاستقبال العدة بل هو طلاق لغير العدة فلا يكون مأذونًا فيه، فإن العدة إنما تجب من الطلقة الأولى لأنها

طلاق العدة، بخلاف الثانية والثالثة. ومن جعله مشروعًا، قال: هو الطلاق لتمام العدة، والطلاق لتمامها كالطلاق لاستقبالها وكلاهما طلاق للعدة.

وأصحاب القول الأول يقولون: المراد بالطلاق للعدة الطلاق لاستقبالها كما في القراء ة الأخرى التي تفسر القراء ة المشهورة: (فطلقوهن في قبل عدتهن... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١)

قالوا: فإذا لم يشرع إرداف الطلاق للطلاق قبل الرجعة أو العقد، فأن لا يشرع جمعه معه أولى وأحرى فإن إرداف الطلاق أسهل من جمعه ولهذا يسوغ الإرداف في الأطهار من لا يجوز الجمع في الطهر الواحد.

وقد احتج عبدالله بن عباس على تحريم الثلاث بهذه الآية. وساق الأثر عن ابن عباس وقد سبق.

الوجه الثاني:

من الاستدلال بالآية، قوله تعالى: (لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن...الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) وهذا إنما هو في الطلاق الرجعي، فأما البائن فلا سكنى لها ولا نفقة لسنة رسول الله ﷺ الصحيحة التي لا مطعن في صحتها الصريحة التي لا شبهة في دلالتها فدل على أن هذا حكم كل طلاق شرعه الله تعالى ما لم يسبقه طلقتان قبله، ولهذا قال الجمهور: إنه لا يشرع له ولا يملك إبانتها بطلقة واحدة بدون العوض.

وأبو حنيفة قال: يملك ذلك لأن الرجعة حقه وقد أسقطها.

والجمهور يقولون: ثبوت الرجعة وإن كان حقًا له، فلها عليه حقوق الزوجية فلا يملك إسقاطها إلا بمخالصة أو باستيفاء العدد كما دل عليه القرآن.

الوجه الثالث:

أنه قال: (وتلك حدود الله ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه... الآية

الكريمة من سورة الطلاق: ١) فإذا طلقها ثلاثًا جملة واحدة فقد تعدى حدود الله فيكون ظالمًا.

الوجه الرابع:

أنه سبحانه قال: (لا تدري لعل الله يحدث بعد ذلك أمرًا... ايضًا) وقد فهم أعلم الأمة بالقرآن وهم الصحابة أن الأمر ههنا هو الرجعة، قالوا: وأي أمر يحدث بعد الثلاث.

الوجه الخامس:

قوله تعالى: (فإذا بلغن اجلهن فأمسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) فهذا حكم كل طلاق شرعه الله، إلا أن يسبق بطلقتين قبله، وقد احتج ابن عباس على تحريم جمع الثلاث بقوله تعالى: (يا ايها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن في قبل عدتهن... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) كما تقدم قصده رحمه الله الأثر الذي أشرنا إليه سابقًا وهذا حق، فإن الآية إذا دلت على منع ارداف الطلاق الطلاق في طهر أو أطهار قبل رجعة أو عقد كما تقدم لأنه يكون مطلقًا في غير قبل العدة فلأن تدل على تحريم الجمع أولى وأحرى.

ومضى رحمه الله إلى أن قال: فهذه الوجوه ونحوها مما بين الجمهور أن جمع الثلاث غير مشروع هي بعينها تبين عدم الوقوع وأنه إنما يقع المشروع وحده وهي الواحدة. ا هـ. وقد سبقت مناقشة هذا الدليل في المسألة الأولى.

وأما السنة: فقد استدلوا بالأدلة الآتية:

الدليل الأول: روى مسلم في صحيحه من طريق ابن طاؤس عن أبيه عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: "كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ وأبي بكر و سنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر رضي الله عنه إن الناس قد

استعجلوا فى أمر كانت لهم فيه أناة فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم".

وفى صحيحه أيضًا عن طاؤس : أن أبا الصهباء قال لابن عباس "هات من هناتك ألم يكن الطلاق الثلاث على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر واحدة؟

فقال: قد كان ذلك فلما كان فى عهد عمر تتابع الناس فى الطلاق فأجازه عليهم وفى لفظ لأبى داؤد: أن رجلاً يقال له أبوالصهباء كان كثير السؤال لابن عباس قال: أما علمت أن الرجل كان إذا طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وصدر من إمارة عمر رضى الله عنهما ـ فقال ابن عباس: بلى، كان الرجل إذا طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر و صدر من إمارة عمر رضى الله عنهما فلما رأى الناس قد تتابعوا فيها قال: أجيزوهن عليهم ... هكذا فى هذه الرواية قبل أن يدخل بها.

وفى مستدرك الحاكم من حديث عبدالله بن المؤمل، عن ابن أبى مليكة، أن أباالجوزاء أتى ابن عباس فقال: أتعلم أن الثلاث كن يرددن على عهد رسول الله ﷺ إلى واحدة؟ قال: نعم "قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد وهذه غير طريق طاؤس عن أبى الصهباء، وقد أجاب القائلون بأن الثلاث بلفظ واحد تقع ثلاثًا عن حديث ابن عباس بأجوبة:

الجواب الأول : أنه منسوخ وهو قول الشافعى وأبى داؤد والطحاوى.

قال الشافعى :

بعد سياقه لحديث أبى الصهباء وأثر ابن عباس فى الذى طلق امرأته ألفًا وأفتاه بوقوع الثلاث، والذى طلق مائة وقد سبق، قال بعد ذلك: فإن كان معنى قول ابن عباس أن الثلاث كانت تحسب على عهد رسول الله ﷺ واحدة يعنى أنه بأمرالنبى ﷺ فالذى يشبه والله اعلم. أن يكون ابن عباس قد علم أن كان

شيئًا فنسخ.

فإن قيل: فما دل على ما وصفت؟ قيل: لا يشبه أن يكون يروى عن رسول الله ﷺ شيئًا ثم يخالفه بشىء لم يعلمه كان من النبى فيه خلافه.

فإن قيل: فلعل هذا شىء روى عن عمر فقال فيه ابن عباس بقول عمر، قيل: قد علمنا أن ابن عباس يخالف عمر فى نكاح المتعة، وبيع الدينار بالدينارين، وفى بيع أمهات الأولاد وغيره، فكيف يوافقه فى شىء يروى عن النبى ﷺ فيه خلافه؟

فإن قيل فلم لم يذكره؟

قيل : فقد يسأل الرجل عن الشىء فيجيب فيه ولا ينقص فيه الجواب، ويأتى على الشىء ويكون جائزًا له كما يجوز له، لو قيل: أصلى الناس على عهد رسول الله ﷺ إلى بيت المقدس: أن يقول نعم، وإن لم يقل ثم حولت القبلة.

قال: فإن قيل فقد ذكر على عهد أبى بكر وصدر من خلافة عمر؟ قيل والله اعلم. وجوابه حين استفتى يخالف ذلك كما وصفت.

فإن قيل: فهل من دليل تقوم به الحجة فى ترك أن تحسب الثلاث واحدة فى كتاب أو سنة أو أمرابين مما ذكرت؟

قيل : نعم. أخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن أبيه قال كان الرجل إذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل أن تنقضى عدتها كان ذلك له، وإن طلقها ألف مرة. فعمد رجل إلى امرأة له فطلقها ثم أمهلها حتى إذا شارفت انقضاء عدتها ارتجعها ثم طلقها وقال: والله لا آويك ... ولا تخلين بدًا، فأنزل الله تعالى: الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان... (الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٩) فاستقبل الناس الطلاق جديدًا من يومئذ، من كان منهم طلق أو لم يطلق. وذكر بعض أهل التفسير هذا فلعل ابن عباس أجاب أن الثلاث والواحدة سواء، وإذا

جعل الله عدد الطلاق إلى الزوج وأن يطلق متى شاء، فسواء الثلاث والواحدة وأكثر من الثلاث فى أن يقضى بطلاقه.

قال الشافعى: وحكم الله فى الطلاق أنه مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان. وقوله: (فإن طلقها) يعنى - والله اعلم - الثلاث (فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره... الآية الكريمة من سورة البقرة: ۲۳۰) فدل حكمه أن المرأة تحرم بعد الطلاق ثلاثًا حتى تنكح زوجًا غيره، وجعل حكمه بأن الطلاق إلى الأزواج يدل على أنه إذا حدث تحريم المرأة بطلاق ثلاث وجعل الطلاق إلى زوجها فطلقها ثلاثًا مجموعة أو مفرقة حرمت عليه بعدهن حتى تنكح زوجًا غيره كما كانوا مملكين عتق رقيقهم، فإن اعتق واحدًا أو مائة فى كلمة لزمه ذلك كما يلزمه كلها، جمع الكلام فيه أو فرقه مثل قوله لنسوة له: أنتن طوالق، ووالله لا أقربكن، وأنتن على كظهر أمى، وقوله: لفلان على كذا، ولفلان على كذا، ولفلان على كذا، فلا يسقط عنه بجمع الكلام معنى من المعانى. جميعه كلام فيلزمه بجمع الكلام ما يلزمه بتفريقه.

فإن قال قائل: فهل من سنة تدل على هذا قيل نعم. حدثنا الربيع قال: أخبرنا الشافعى قال أخبرنا سفيان عن الزهرى عن عروة بن الزبير عن عائشة أنه سمعها تقول:

جاء ت امرأة رفاعة القرظى إلى رسول الله فقالت إنى كنت عند رفاعة فطلقنى فبت طلاقى فتزوجت عبدالرحمٰن بن الزبير وأنا معه مثل هدبة الثوب فتبسم رسول الله وقال: أتريدين أن ترجعى إلى رفاعة، لا حتى يذوق عسيلتك وتذوقى عسيلته" قال وابوبكر عند النبى و خالد بن سعيد بن العاص بالباب ينتظر أن يؤذن له فنادى يا أبابكر ألا تسمع ما تجهر به هذه عند رسول الله ﷺ.

قال الشافعى : فإن قيل: فقد يحتمل أن يكون رفاعة بت طلاقها فى

مرات. قلت: ظاهره فى مرة واحدة (وبت) إنما هى ثلاث إذا احتملت ثلاثًا وقال رسول الله "أتريدين أن ترجعى إلى رفاعة لا حتى يذوق عسيلتك" ولو كانت عائشة حسبت طلاقها واحدة كان لها أن ترجع إلى رفاعة بلا زوج.

فإن قيل: أطلق أحد ثلاثًا على عهد النبى ﷺ قيل: نعم. عويمر العجلانى طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يخبره النبى أنها تحرم عليه باللعان فلما أعلم النبى نهاه.

وفاطمة بنت قيس تحكى للنبى: أن زوجها بت طلاقها: تعنى والله اعلم أنه طلقها ثلاثًا، وقال النبى: "ليس لك عليه نفقة" (الآية الكريمة من سورة البقرة: ۲۲۹) لأنه والله اعلم لارجعة له عليها، ولم أعلمه عاب طلاق ثلاث معًا.

قال الشافعى: فلما كان حديث عائشة فى رفاعة موافقًا ظاهر القرآن، وكان ثابتًا، كان أولى الحديثين أن يؤخذ به والله اعلم. وإن كان ليس بالبين فيه جدًا.

قال الشافعى: ولو كان الحديث الآخر له مخالفًا كان الحديث الآخر يكون ناسخًا - والله اعلم - وإن كان ذلك ليس بالبين فيه جدًا. اهـ.

وقال ابوداؤد:

فى سننه "باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث" حدثنا أحمد بن سعيد المروزى حدثنى على بن حسين بن واقد عن أبيه عن يزيد النحوى، عن عكرمة عن ابن عباس قال: (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله فى أرحامهن...الآية الكريمة من سورة البقرة:۲۲۸) وذلك أن الرجل كان إذا طلق امرأته فهو أحق برجعتها وإن طلقها ثلاثًا فنسخ ذلك فقال: (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ۲۲۹) ثم اورد أبوداؤد فى نفس الباب حديث ابن طاؤس عن أبيه أن أبا الصهباء قال لابن عباس: أتعلم أنما كانت الثلاث تجعل واحدة على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر، وثلاثًا من إمارة عمر قال ابن عباس نعم.

وقال الطحاوى :

فى "باب الرجل يطلق امرأته ثلاثًا معًا" حدثنا روح بن الفرج، ثنا أحمد بن صالح قال: ثنا عبدالرزاق، قال: أخبرنا ابن جريج، قال: أخبرنى ابن طاؤس عن أبيه أن أبا الصهباء قال لابن عباس: أتعلم أن الثلاث كانت تجعل واحدة على عهدالنبى ﷺ وأبى بكر وثلاثًا من إمارة عمر، قال ابن عباس: نعم.

وقال الطحاوى :

بعد استعراض بعض الآراء فى المسألة : وفى حديث ابن عباس ما لو اكتفينا به كانت حجةً قاطعة، وذلك أنه قال: فلما كان زمان عمر رضى الله عنه قال: أيها الناس قد كانت لكم فى الطلاق أناة وأنه من تعجل أناة الله فى الطلاق ألزمناه إياه. حدثنا بذلك ابن أبى عمران. قال: حدثنا اسحق بن أبى اسرئيل قال: أخبرنا عبدالرزاق ـ ح ـ وحدثنا عبدالحميد بن عبدالعزيز قال: ثنا أحمد بن منصور الرمادى قال: ثنا عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن أبيه عن ابن عباس مثل الحديث الذى ذكرناه فى أول هذا الباب، غير أنهما لم يذكرا أباالصهباء ولا سؤاله ابن عباس رضى الله عنهما وإنما ذكرا مثل جواب ابن عباس رضى الله عنهما الذى فى ذلك الحديث، وذكرا بعد ذلك من كلام عمر رضى الله عنه ما قد ذكرناه قبل هذا الحديث، فخاطب عمر رضى الله عنه بذلك الناس جميعًا وفيهم أصحاب رسول الله ﷺ ورضى عنهم، الذين قد علموا ما تقدم من ذلك فى زمن رسول الله ﷺ فلم ينكره عليه منهم منكر، ولم يدفعه دافع فكان ذلك أكبر الحجة فى نسخ ما تقدم من ذلك لأنه لما كان فعل أصحاب رسول الله ﷺ جميعًا فعلا يجب به الحجة كان كذلك أيضًا إجماعهم على القول إجماعًا يجب به الحجة، وكما كان اجماعهم على النقل بريئًا من الوهم والزلل كان كذلك إجماعهم على الرأى بريئًا من الوهم والزلل، وقد رأينا أشياء قد كانت على عهد

رسول الله ﷺ على معانى فجعلها أصحابه رضى الله عنهم. من بعده على خلاف تلك المعانى، لما رأوا فيه مما خفى على من بعدهم، فكان ذلك حجة ناسخًا لما تقدمه. من ذلك تدوين الدواوين، والمنع من بيع أمهات الأولاد، وقد كن يبعن قبل ذلك، والتوقيت فى حد الخمر ولم يكن فيه توقيت قبل ذلك، فلما كان ما عملوا به من ذلك ووقفنا عليه لا يجوز لنا خلافه إلى ما قد رأيناه مما تقدم فعلهم له، كان كذلك ما وقفونا عليه من الطلاق الثلاث الموقع معًا أنه يلزم لا يجوز لنا خلافه إلى غيره مما قد روى أنه كان قبله على خلاف ذلك. ا هـ. المراد من كلام الطحاوى.

وقال الطحاوى :

بعد كلامه فى النسخ (شرح معانى الآثار ۳۳/۳) "ثم هذا ابن عباس رضى الله عنهما قد كان من بعد ذلك يفتى من طلق امرأته ثلاثًا معًا أن طلاقه قد لزمه وحرمها عليه.

حدثنا ابراهيم بن مرزوق قال: ثنا أبوحذيفة قال: ثنا سفيان عن الأعمش عن مالك ابن الحارث قال: جاء رجل إلى ابن عباس فقال: إن عمى طلق امرأته ثلاثًا؟ فقال: إن عمك عصى الله فأثمه الله وأطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجًا. فقلت كيف ترى فى رجل يحلها له؟ فقال: من يخادع الله يخادعه. حدثنا يونس قال: أخبرنا ابن وهب أن مالكًا أخبره عن ابن شهاب عن محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان، عن محمد بن إياس بن البكير قال: طلق رجل امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها ثم بدا له أن ينكحها، فجاء يستفتى فذهبت معه أسأل له أبا هريرة و عبدالله بن عباس عن ذلك فقالا: لا نرى أن تنكحها حتى تتزوج زوجًا غيرك. فقال: إنما كان طلاقى إياها واحدة، فقال ابن عباس: إنك أرسلت من يدك ما كان لك من فضل. حدثنا يونس قال أخبرنا ابن وهب أن مالكًا أخبره عن يحيى بن سعيد أن بكير بن

الأشج أخبر عن معاوية بن أبى عياش الأنصارى أنه كان جالسًا مع عبدالله بن الزبير وعاصم بن عمر فجاء هما محمد بن إياس بن البكير فقال: إن رجلاً من أهل البادية طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها فماذا تريان؟ فقال ابن الزبير إن هذا الأمر ما لنا فيه من قول، فاذهب إلى عبدالله ابن عباس و أبى هريرة رضى الله عنهم فاسألهما ثم ائتنا فأخبرنا. فذهب فسألهما فقال ابن عباس لأبى هريرة: أفته يا أبا هريرة: فقد جاء تك معضلة، فقال أبوهريرة: الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجًا غيره. حدثنا ربيع المؤذن، قال: ثنا خالد بن عبدالرحمٰن قال: أخبرنى ابن أبى ذئب عن الزهرى عن محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان، عن محمد بن إياس بن البكير، أن رجلاً سأل ابن عباس وأبا هريرة و ابن عمر عن طلاق البكر ثلاثًا وهو معه فكلهم قالوا: حرمت عليك. حدثنا يونس قال أخبرنا سفيان عن الزهرى عن أبى سلمة عن أبى هريرة و ابن عباس أنهما قالا فى الرجل يطلق البكر ثلاثًا: لا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره. حدثنا أبوبكرة، قال ثنا مؤمل قال ثنا سفيان عن عمرو بن مرة عن سعيد بن جبير أن رجلاً سأل ابن عباس عن رجل طلق امرأته مائة فقال: ثلاث تحرمها عليه وسبعة وتسعون فى رقبته إنه اتخذ آيات الله هزوًا.

حدثنا على بن شيبة حدثنا أبونعيم قال ثنا اسرائيل عن عبدالأعلى عن سعيد بن جبير عن ابن عباس مثله.

حدثنا ابن مرزوق ثنا ابن وهب قال ثنا شعبة عن ابن أبى نجيح وحميد الأعرج عن مجاهد، أن رجلاً قال لابن عباس: رجل طلق امرأته مائة فقال: عصيت ربك وبانت منك امرأتك لم تتق الله فيجعل لك مخرجًا "ومن يتق الله يجعل له مخرجًا". قال تعالى: يا أيهاالنبى إذا طلقتم النساء فطلقوهن فى قبل عدتهن... (الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) انتهى المراد من كلام الطحاوى.

وممن ارتضى هذا المسلك الذى هو مسلك النسخ. الحافظ بن حجر

العسقلانى فى نهاية بحثه الطويل فى هذه المسألة قال (فتح البارى ٢٩٩/٩): وفى الجملة فالذى وقع فى هذه المسألة نظير ما وقع فى مسألة المتعة سواء أعنى قول جابر أنها كانت تفعل فى عهدالنبى ﷺ وأبى بكر وصدر من خلافة عمر، قال: ثم نهانا عمر عنها فانتهينا، فالراجح فى الموضعين تحريم المتعة وإيقاع الثلاث للإجماع الذى انعقد فى عهد عمر على ذلك، ولا يحفظ أن أحدًا فى عهد عمر خالفه فى واحدة منهما وقد دل اجماعهم على وجود ناسخ وإن كان خفى عن بعضهم قبل ذلك، حتى ظهر لجميعهم فى عهد عمر، فالمخالف بعد هذا الإجماع منابذ له، والمجهور على عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعدالاتفاق. اهـ.

واعترض المازرى على ذلك قال: "زعم بعضهم أن هذا الحكم منسوخ وهو غلط فإن عمر لا ينسخ ولو نسخ وحاشاه لبادر الصحابة إلى انكاره. وإن أراد القائل أنه نسخ فى زمن النبى ﷺ فلا يمتنع لكن يخرج عن ظاهر الحديث لأنه لو كان كذلك لم يجز للراوى أن يخبر ببقاء الحكم فى خلافة أبى بكر وبعض خلافة عمر قال: فإن قيل فقد يجمع الصحابة ويقبل منهم ذلك قلنا إنما يقبل ذلك لأنه يستدل بإجماعهم على ناسخ واما انهم ينسخون من تلقاء انفسهم فمعاذالله لانه إجماع على الخطاء وهم معصومون عن ذلك. قال: فإن قيل: فلعل النسخ إنما ظهر فى زمن عمر، قلنا: هذا أيضًا غلط لأنه يكون قد حصل الإجماع على الخطأ فى زمن أبى بكر وليس انقراض العصر شرطًا فى صحة الإجماع على الراجح. هذا ما أورده المازرى، وأجاب عليه الحافظ بقوله (فتح البارى ٢٩٨/٩): وهو متعقب فى مواضع:

احدهـا : أن الذى ادعى نسخ الحكم لم يقل إن عمر هو الذى نسخ حتى يلزم منه ما ذكر، وإنما قال ما تقدم "يشبه أن يكون علم شيئًا من ذلك نسخ" أى اطلع

على ناسخ الحكم الذى رواه مرفوعًا، ولذلك أفتى بخلافه، وقد سلم المازرى فى أثناء كلامه أن إجماعهم يدل على ناسخ وهذا هو مراد من ادعى النسخ.

الثانى : إنكاره الخروج عن الظاهر عجيب، فإن الذى يحاول الجمع بالتأويل يرتكب خلاف الظاهر حتمًا.

الثالث :

أن تغليطه من قال المراد ظهور النسخ عجيب أيضًا لأن المراد بظهوره انتشاره، وكلام ابن عباس أنه يفعل فى زمن أبى بكر محمول على أن الذى كان يفعله من لم يبلغه النسخ، فلا يلزم ما ذكر من إجماعهم على الخطأ، وما أشار إليه من مسألة انقراض العصر لا يجىء هنا لأن عصر الصحابه لم ينقرض فى زمن أبى بكر بل ولا عمر، فإن المراد بالعصر الطبقة من المجتهدين وهم فى زمن أبى بكر و عمر بل وبعدهما طبقة واحدة. ١هـ. كلام الحافظ.

وقد أجاب ابن القيم عن دعوى النسخ فقال (زادالمعاد ١١٧/٤، ١١٨)

وأما دعواكم لنسخ الحديث فموقوف على ثبوت معارض مقاوم متراخ فأين هذا؟

وأما حديث عكرمة عن ابن عباس فى نسخ المراجعة بعد الطلاق الثلاث فلو صح لم يكن فيه حجة فإنما فيه "أن الرجل كان يطلق امرأته ويراجعها بغير عدد" فنسخ ذلك، وقصر على ثلاث فيها تنقطع الرجعة. فأين فى ذلك الإلزام بالثلاث بفم واحد؟ ثم كيف يستمر المنسوخ على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وصدر من خلافة عمر لا تعلم به الأمة، وهو من أهم الأمور المتعلّقة بحل الفروج؟ ثم كيف يقول عمر: "إن الناس قد استعجلوا فى شىء كانت لهم فيه أناة" وهل للأمة أناة فى المنسوخ بوجه ما؟ ثم كيف يعارض الحديث الصحيح بهذا الذى فيه على بن الحسين بن واقد وضعفه معلوم.

وقد أجاب عن ذلك الشيخ محمد الأمين الشنقيطى فقال (أضواء البيان

١٨٦/١-١٨٧): وأوضح دليل يزيل الإشكال عن القول بالنسخ المذكور وقوع مثله واعتراف المخالف به فى نكاح المتعة، فإن مسلمًا روى عن جابر رضى الله عنه أن متعة النساء كانت تفعل فى عهد النبى ﷺ وأبى بكر وصدر من خلافة عمر، قال: ثم نهانا عمر عنها فانتهينا وهذا مثل ما وقع فى طلاق الثلاث طبقًا... فمن الغريب أن يسلم منصف إمكان النسخ فى إحداهما ويدعى استحالته فى الأخرى مع أن كلا منهما روى مسلم فيها عن صحابى جليل أن ذلك الأمر كان يفعل فى زمن النبى ﷺ وأبى بكر وصدر من خلافة عمر فى مسألة تتعلق بالفروج ثم غيره عمر. ومن أجاز نسخ نكاح المتعة وأحال جعل الثلاث واحدة، يقال له ما لبائك تجر وبائى لا تجر؟

فإن قيل: نكاح المتعة صح النص بنسخه؟ قلنا قد رأيت الروايات المتقدمة بنسخ المراجعة بعد الثلاث.

وممن جزم بنسخ جعل الثلاث واحدة الإمام أبوداؤد رحمه الله تعالى ورأى أن جعلها واحدة إنما هو فى الزمن الذى كان يرتجع فيه بعد ثلاث تطليقات وأكثر قال فى سننه: "باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث" ثم ساق بسنده حديث ابن عباس فى قوله تعالى: (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله فى أرحامهن... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٨) الآية وذلك أن الرجل كان إذا طلق امرأته فهو أحق برجعتها وإن طلقها ثلاثًا فنسخ ذلك. وقال (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٩)، وأخرج نحوه النسائى، وفى إسناده على بن الحسين بن واقد، قال فيه ابن حجر فى التقريب صدوق يبهم.

وروى مالك فى الموطأ عن هشام بن عروة عن أبيه أنه قال: كان الرجل إذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل أن تنقضى عدتها كان ذلك له، وإن طلقها ألف مرة،

فعمد رجل إلى امرأته فطلقها حتى إذا أشرفت على انقضاء عدتها راجعها، ثم قال: لا آويك ولا أطلقك، فأنزل الله (الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) فاستقبل الناس الطلاق جديداً من يومئذ من كان طلق منهم أو لم يطلق.

ويؤيد هذا أن عمر لم ينكر عليه أحد من أصحاب رسول الله ﷺ إيقاع الثلاث. دفعة مع كثرتهم وعلمهم وورعهم.

ويؤيده أن كثيرًا من الصحابة الأجلاء العلماء صح عنهم القول بذلك كابن عباس و عمر و ابن عمر و خلق لا يحصى. والناسخ الذى نسخ المراجعة بعد الثلاث قال بعض العلماء إنه قوله تعالى: (الطلق مرتان) كما جاء مبينًا فى الروايات المتقدمة، ولا مانع عقلاً ولا عادة من أن يجهل مثل هذا الناسخ كثير من الناس إلى خلافة عمر، مع أنه ﷺ صرح بنسخها وتحريمها إلى يوم القيامة فى غزوة الفتح وفى حجة الوداع أيضًا كما جاء فى رواية عند مسلم ومع أن القرآن دل على تحريم غير الزوجة والسرية بقوله تعالى: (والذين هم لفروجهم حافظون. إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم... الآية الكريمة من سورة المؤمنون: ٥، ٦) ومعلوم أن المرأة المتمتع بها ليست بزوجة ولا سرية... والذين قالوا بالنسخ. قالوا معنى قول عمر: إن الناس استعجلوا فى أمر كانت لهم فيه أناة، أن المراد بالأناة أنهم كانوا يتأنون فى الطلاق فلا يوقعون الثلاث فى وقت واحد، ومعنى استعجالهم أنهم صاروا يوقعونها بلفظ واحد. على القول بأن ذلك هو معنى الحديث، وقد قدمنا أنه لا يتعين كونه هو معناه وامضاؤه له عليهم إذن هو اللازم، ولا ينافيه قوله فلو أمضيناه عليهم، يعنى ألزمناهم بمقتضى ما قالوا، ونظيره قول جابر عند مسلم فى نكاح المتعة فنهانا عنها عمر، فظاهر كل منهما أنه اجتهاد من عمر والنسخ ثابت فيهما كما رأيت، وليست الأناة فى المنسوخ وإنما

هى فى عدم الاستعجال بإيقاع الثلاث دفعة... أما كون عمر كان يعلم أن رسول الله ﷺ كان يجعل الثلاث بلفظ واحد واحدة فتعمد مخالفة رسول الله ﷺ وجعلها ثلاثًا ولم ينكر عليه أحد من الصحابة فلا يخفى بعده، والعلم عندالله تعالى. انتهى.

الجواب الثانى:

حمل الحديث على أن الناس اعتادوا فى عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وصدر من خلافة عمر إيقاع المطلق الطلقة الواحدة ثم يدعها حتى تنقضى عدتها ثم اعتادوا الطلاق الثلاث جملة وتتابعوا فيه. فمعنى الحديث على هذا كان الطلاق الذى يوقعه المطلق الآن ثلاثًا يوقعه المطلق على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وصدر من خلافة عمر واحدة، فالحديث على هذا اخبار عن الواقع لا عن المشروع.

وهذا جواب أبى زرعة، والباجى، والقاضى أبى محمد عبدالوهاب، ونقل القرطبى عن الكيا الطبرى أنه قول علماء الحديث ورجحه ابن العربى، وذكره ابن قدامة.

أما أبوزرعة الرازى فقد نقله عنه البيهقى بسنده إلى عبدالرحمٰن بن أبى حاتم قال (السنن الكبرىٰ: ٣٣٨/٧): سمعت أبا زرعة يقول: "معنى هذا الحديث عندى أن ما تطلقون أنتم ثلاثًا كانوا يطلقون واحدة فى زمن النبى ﷺ وأبى بكر و عمر رضى الله عنهما.

وأما الباجى فقال (المنتقى: ٤/٤): "معنى الحديث أنهم كانوا يوقعون طلقة واحدة بدل إيقاع الناس ثلاث طلقات. قال: ويدل على صحة هذا التأويل أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: "إن الناس قد استعجلوا فى أمر كانت لهم فيه أناة" فأنكر عليهم أن أحدثوا فى الطلاق استعجال أمر كان لهم فيه أناة فلو

كان حالهم ذلك من أول الإسلام فى زمن النبى ﷺ ما قاله وما عاب عليهم أنهم استعجلوا فى أمر كانت لهم فيه أناة، ويدل لصحة هذا التأويل ما روى عن ابن عباس من غير طريق أنه أفتى بلزوم الطلاق الثلاث لمن أوقعها مجتمعة، فإن كان معنى حديث ابن طاؤس فهو الذى قلناه، وإن حمل حديث ابن طاؤس على ما يتأول فيه من لا يعبأ بقوله فقد رجع ابن عباس إلى قول الجماعة وانعقد به الإجماع... انتهى كلام الباجى.

وأما القاضى فقد نقل عنه القرطبى أنه قال (تفسير القرطبى:١٣٠/٣): "معناه أن الناس كانوا يقتصرون على طلقة واحدة ثم أكثروا أيام عمر من إيقاع الثلاث قال - قال القاضى: وهذا هو الأشبه بقول الراوى إن الناس فى أيام عمر استعجلوا الثلاث فعجل عليهم معناه ألزمهم حكمها". انتهى.

وأما ما نسب إلى علماء الحديث فقد قال القرطبى بعد ذكره تأويل الباجى حديث ابن عباس وما أوله به أبوزرعة، قال: قلت ما تأوله الباجى هو الذى ذكر معناه الكيا الطبرى عن علماء الحديث أى أنهم كانوا يطلقون طلقة واحدة هو الذى تطلقون ثلاثًا أى ما كانوا يطلقون فى كل قرء طلقة وإنما كانوا يطلقون فى جميع العدة واحدة إلى أن تبين وتنقضى العدة. انتهى كلام القرطبى. وأما ترجيح ابن العربى فقد نقله عنه ابن حجر (الفتح ٢٩٩/٩).

وأما ذكر ابن قدامة له فقد قال (المغنى ومعه الشرح ٣٠٤/٧): قيل معنى حديث ابن عباس أن الناس كانوا يطلقون واحدة على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وإلا فلا يجوز أن يخالف عمر ما كان فى عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر، ولا يسوغ لابن عباس أن يروى هذا عن رسول الله ﷺ ويفتى بخلافه.

وقد أجاب ابن القيم عن ذلك فقال (زادالمعاد ١١٩/٤): وأما قول من قال: إن معناه كان وقوع الطلاق الثلاث على عهد رسول الله ﷺ واحدة، فإن

حقيقة هذا التأويل كان الناس على عهد رسول الله ﷺ يطلقون واحدة وعلى عهد عمر صاروا يطلقون ثلاثًا، والتأويل إذا وصل إلى هذا الحد كان من باب الألغاز والتحريف لا من باب بيان المراد ولا يصح ذلك بوجه ما، فإن الناس ما زالوا يطلقون واحدة وثلاثًا، وقد طلق رجال نساء هم على عهد رسول الله ﷺ ثلاثًا فمنهم من رد إلى واحدة كما فى حديث عكرمة عن ابن عباس، ومنهم من أنكر عليه وغضب وجعله متلاعبًا بكتاب الله، ولم يعرف ما حكم به عليهم، وفيهم من أقره لتأكيد التحريم الذى أوجبه اللعان، ومنهم من ألزمه بالثلاث لكون ما أتى به من الطلاق آخر الثلاث. فلم يصح أن يقال: إن الناس ما زالوا يطلقون واحدة إلى أثناء خلافة عمر فطلقوا ثلاثًا، ولا يصح أن يقال: إنهم قد استعجلوا فى شىء كانت لهم فيه أناة فنمضيه عليهم ولا يلائم هذا الكلام الفرق بين عهد رسول الله ﷺ وبين عهده بوجه ما. فإنه ماض منكم على عهده بعد عهده، ثم إن فى بعض ألفاظ الحديث الصحيحة "ألم تعلم أنه من طلق ثلاثًا جعلت واحدة على عهد رسول الله ﷺ؟" ولفظ "أما علمت أن الرجل كان إذا طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وصدر من خلافة عمر؟ فقال ابن عباس بلى كان الرجل إذا طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وصدر من أمارة عمر فلما رأى الناس يعنى عمر قد تتابعوا فيها قال اجيزوهن عليهم" هذا لفظ الحديث وهو بأصح إسناد وهو لا يحتمل ما ذكرتم من التأويل بوجه ما. ولكن هذا كله عمل من جعل الأدلة تبعًا للمذهب فاعتقد ثم استدل، وأما من جعل المذهب تبعًا للدليل واستدل ثم اعتقد لم يمكنه هذا العمل. اهـ.

الجواب الثالث : حمل الحديث على غير المدخول بها :

فقد سلك أبو عبدالرحمٰن النسائى فى سننه فى الحديث مسلكًا آخر

وقوى جانبها عنده فقال: باب الطلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة، ثم ساقه فقال: حدثنا أبوداؤد حدثنا أبوعاصم عن ابن جريج عن ابن طاؤس عن أبيه أن أباالصهباء جاء إلى ابن عباس رضي الله عنهما فقال: يا ابن عباس، ألم تعلم أن الثلاث كانت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم. وأبى بكر وصدر من خلافة عمر ترد إلى الواحدة قال: نعم.

وقد أجاب ابن القيم عن ذلك فقال (إغاثة اللهفان:٢٩٨): وأنت إذا طابقت بين هذه الترجمة وبين لفظ الحديث وجدتها لا يدل عليها ولا يشعر بها بوجه من الوجوه بل الترجمة لون والحديث لون آخر وكأنه لما أشكل عليه لفظ الحديث جملة على ما إذا قال لغير المدخول بها: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق طلقت واحدة، ومعلوم أن هذا الحكم لم يزل ولا يزال كذلك ولا يتقيد ذلك بزمان رسول الله ﷺ وأبى بكر وصدر من خلافةعمر رضى الله عنه، ثم يتغير فى خلافة عمر رضى الله عنه، ويمضى الثلاث بعد ذلك على المطلق فالحديث لا يندفع بمثل هذا البتة. ا هـ.

وهناك توجيه آخر للحديث قال ابن حجر (فتح البارى: ٣٦٣/٩): وهو جواب اسحق بن راهويه وجماعة وبه جزم زكريا الساجى من الشافعية.

ووجهوه بأن غير المدخول بها تبين إذا قال لها زوجها: أنت طالق، فإذا قال ثلاثًا لغى العدد لوقوعه بعد البينونة.

وتعقبه القرطبى بأن قوله أنت طالق ثلاثًا كلام متصل غير منفصل فكيف جعله كلمتين؟ وتعطى كل كلمة حكمًا؟

وقال النووى أنت طالق معناه: أنت ذات الطلاق، وهذا اللفظ يصح تفسيره بالواحدة وبالثلاث وغير ذلك. انتهى كلام ابن حجر.

وأجاب ابن القيم عن الرواية التى فيها ذكر غير المدخول بها فقال (إغاثة

اللهفان: ٢٨٦/٢٨٥/١): ورواية طاؤس نفسه عن ابن عباس ليس فى شيء منها قبل الدخول، وإنما حكى ذلك طاؤس عن سؤال أبى الصهباء لابن عباس فأجابه ابن عباس بما سأله عنه ولعله إنما بلغه جعل الثلاث واحدة فى حق مطلق قبل الدخول، فسأل عن ذلك ابن عباس وقال: "كانوا يجعلونها واحدة؟" فقال له ابن عباس "نعم" أى الأمر ما قلت وهذا لا مفهوم له فإن التقييد فى الجواب وقع فى مقابلة تقييد السؤال ومثل هذا لا يعتبر مفهومه.

نعم لو لم يكن السؤال مقيدًا فقيد المسؤول الجواب كان مفهومه معتبرًا، وهذا كما إذا سئل عن فارة وقعت فى سمن فقال "إذا وقعت الفارة فى السمن فالقوها وما حولها وكلوه" لم يدل ذلك على تعيين الحكم بالسمن خاصة، وبالجملة فغير المدخول بها فرد من أفراد النساء فذكر النساء مطلقًا فى أحد الحديثين وذكر بعض أفرادهن فى الحديث الآخر لا تعارض بينهما.

وقال الشيخ محمد الأمين الشنقيطى (أضواء البيان: ١٩٨-١٩٧-١٩٦/١): وحجة هذاالقول أن بعض الروايات كرواية أبى داؤد جاء فيها التقييد بغير المدخول بها، والمقرر فى الأصول هو حمل المطلق على المقيد ولا سيما إذا اتحد الحكم والسبب كما هنا، قال فى مراقى السعود:

وحمل مطلق على ذاك وجب   إن فيهما اتحد حكم والسبب

وما ذكره الأبى رحمه الله من أن الإطلاق والتقييد إنما هو فى حديثين، أما فى حديث واحد من طريقين فمن زيادة العدل فمردود بأنه لا دليل عليه وإنه مخالف لظاهر كلام عامة العلماء ولا وجه للفرق بينهما، وما ذكره الشوكانى رحمه الله فى نيل الأوطار من أن رواية أبى داؤد التى فيها التقييد بعدم الدخول فرد من أفراد الروايات العامة، وذكر بعض أفراد العام بحكم العام لا يخصصه، لا يظهر، لأن هذه المسألة من مسائل المطلق والمقيد، لا من مسائل ذكر بعض أفراد العام،

فالروايات التى أخرجها مسلم مطلقة عن قيد الدخول، والرواية التى أخرجها أبوداؤد مقيدة بعدم الدخول كما ترى، والمقرر فى الأصول حمل المطلق على المقيد، ولا سيما إن اتحد الحكم والسبب كما هنا.

نعم لقائل أن يقول: إن كلام ابن عباس فى رواية أبى داؤد المذكورة وارد على سؤال أبى الصهباء و أبو الصهباء لم يسأل إلا عن غير المدخول بها فجواب ابن عباس لا مفهوم مخالفة له، لأنه إنما خص غير المدخول بها لمطابقة الجواب للسؤال.

وقد تقرر فى الأصول أن من موانع اعتبار دليل الخطاب أعنى مفهوم المخالفة كون الكلام واردًا جوابًا لسؤال، لأن تخصيص المنطوق بالذكر لمطابقة السؤال فلا يتعين كونه لإخراج المفهوم عن المنطوق، وأشار اليه فى مراقى السعود فى ذكر موانع اعتبار مفهوم المخالفة بقوله:

وجهل الحكم والنطق انجلب ‏ ‏ ‏ للسؤال أو جرى على الذى غلب

ومحل الشاهد منه قوله: أو النطق انجلب للسؤال.

وقد قدمنا أن رواية أبى داؤد المذكورة عن أيوب السختيانى عن غير واحد عن طاؤس، وهو صريح فى أن من روى عنهم أيوب مجهولون، ومن لم يعرف من هو لا يصح الحكم بروايته، ولذا قال النووى فى شرح مسلم ما نصه: وأما هذه الرواية لأبى داؤد فضعيفة رواها أيوب عن قوم مجهولين عن طاؤس عن ابن عباس فلا يحتج بها، والله اعلم. انتهى منه بلفظه.

وقال المنذرى فى مختصر سنن أبى داؤد بعد أن ساق الحديث المذكور ما نصه: الرواة عن طاؤس مجاهيل. انتهى منه بلفظه. وضعف رواية أبى داؤد هذه ظاهر كما ترى للجهل بمن روى عن طاؤس فيها، وقال العلامة ابن القيم رحمه الله تعالى فى زاد المعاد بعد أن ساق لفظ هذه الرواية ما نصه: وهذا لفظ الحديث

وهو بأصح إسناد. انتهى محل الغرض منه بلفظه فانظره مع ما تقدم. انتهى كلام الشيخ محمد الأمين الشنقيطى.

الجواب الرابع:

ليس فى الحديث ما يدل على أن الرسول ﷺ هو الذى جعل ذلك ولا إنه علم به وأقر عليه وهذا جواب ابن المنذر و ابن حزم ومن وافقهما.

قال ابن القيم (إغاثة اللهفان ١/٢٩١): وأما ابن المنذر فقال: لم يكن ذلك عن علم النبى ﷺ ولا عن أمره، قال: وغير جائز أن يظن بابن عباس أنه يحفظ عن النبى ﷺ شيئًا ثم يفتى بخلافه، فلما لم يجز ذلك دل فتيا ابن عباس رضى الله عنه على أن ذلك لم يكن عن علم النبى ﷺ ولا عن أمره، إذ لو كان ذلك عن علم النبى ﷺ مااستحل ابن عباس أن يفتى بخلافه أو يكون ذلك منسوخًا استدلا لأ بفتيا ابن عباس.

وقال ابن حزم (المحلى ١٠/١٦٨/١٦٩): وأما حديث طاؤس عن ابن عباس الذى فيه أن الثلاث كانت واحدة وترد إلى واحدة "وتجعل واحدة" فليس فى شىء منه أنه عليه الصلاة والسلام هوالذى جعلها واحدة أوردها إلى واحدة ولأنه عليه الصلاة والسلام علم بذلك فأقره، ولا حجة إلا فيما صح أنه عليه الصلاة والسلام قاله أو فعله أو علمه فلم ينكره وإنما يلزم هذا الخبر من قال فى قول أبى سعيد الخدرى "كنا نخرج زكاة الفطر على عهد رسول الله ﷺ صاعا من كذا وأما نحن فلا. انتهى كلام ابن حزم.

وقد أجاب ابن القيم عن ذلك فقال (زادالمعاد ٤/١٢٠): سبحانك هذا بهتان عظيم أن يستمر هذا الجعل الحرام المتضمن لتغيير شرع الله ودينه وإباحة الفرج لمن هو عليه حرام وتحريم على من هو عليه حلال على عهد رسول الله ﷺ وأصحابه خير الخلق وهم يفعلونه ولا يعلمونه ولا يعلمه هو، والوحى ينزل

عليه وهو يقرهم عليه، فهب أن رسول الله ﷺ لم يكن يعلمه، وأصحابه يعلمونه ويبدلون دينه وشرعه والله يعلم ذلك ولا يوحيه إلى رسوله ولا يعلمه به، ثم يتوفى الله رسوله والأمر على ذلك فيستمر هذا الضلال العظيم والخطأ المبين عندكم مدة خلافة الصديق كلها ويعمل به ولا يغيره إلى أن فارق الصديق الدنيا، واستمر الخطاء والضلال المركب صدرًا من خلافة عمر حتى رأى بعد ذلك رأيه أن يلزم الناس بالصواب، فهل بالجهل بالصحابة وما كانوا عليه فى عهد نبيهم وخلفائه أقبح من هذا؟ وتالله لو كان جعل الثلاث واحدة خطأ محضًا لكان أسهل من هذا الخطأ الذى ارتكبتموه، والتأويل الذى تأولتموه، ولو تركتم المسألة بهيأتها لكان أقوى لشأنها من هذه الأدلة والأجوبة.

وذكر الشيخ محمد الأمين الشنقيطى (أضواء البيان ١٩٦/١): ضعف هذا الجواب لأن جماهير المحدثين والأصوليين على أن ما أسنده الصحابى إلى عهد النبى ﷺ له حكم المرفوع، وإن لم يصرح بأنه بلغه ﷺ وأقره.

الجواب الخامس:

ما ذكره المجد قال: وتأوله بعضهم على صورة تكرير لفظ الطلاق بأن يقول: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق فإنه يلزمه واحدة إذا قصد التوكيد وثلاثًا إذا قصد تكرير الإيقاع، فكان الناس فى عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر على صدقهم وسلامتهم وقصدهم فى الغالب الفضيلة والاختيار، لم يظهر فيهم خب ولا خداع، وكانوا يصدقون فى إرادة التوكيد فلما رأى عمر فى زمانه أمورًا ظهرت وأحوالاً تغيرت وفشا إيقاع الثلاث جملة بلفظ لا يحتمل التأويل ألزمهم الثلاث فى صورة التكرير إذ صار الغالب عليهم قصدها، وقد أشار إليه بقوله: "إن الناس قد استعجلوا فى أمر كانت لهم فيه أناة". انتهى كلام المجد.

وهذا جواب ابن سريج كما قاله (معالم السنن ٢٧/٣) الخطابى

والمنذرى (المختصر المنذرى ١١٢٦/٣).

وقال ابن حجر (الفتح ٢٩٨/٩): هذا الجواب ارتضاه القرطبى وقواه بقول عمر: إن الناس قد استعجلوا فى أمر كانت لهم فيه أناة، وكذا قال النووى إنه أصح الأجوبة.

وقد أجاب ابن القيم عن ذلك فقال (زادالمعاد ١١٨/٤، ١١٩): وأما حملكم الحديث على قول المطلق: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، ومقصوده التأكيد بما بعد الأول فسياق الحديث من أوله إلى آخره يرده فإن هذا الذى أولتم الحديث عليه لا يتغير بوفاة رسول الله ﷺ لا يختلف على عهده وعهد خلفائه، وهلم جرًا ... آخر الدهر، ومن ينويه فى قصد التأكيد لا يفرق بين بر وفاجر وصادق وكاذب بل يرده إلى نيته، وكذلك من لا يقبله فى الحكم لا يقبله مطلقًا برًا كان أو فاجرًا.

وأيضًا فإن قوله: "إن الناس قد استعجلوا وتتابعوا فى شيء كانت لهم فيه أناة فلو أمضيناه عليهم" إخبار من عمر بأن الناس قد استعجلوا ما جعلهم الله فى فسحة منه وشرعه متراخيًا بعضه عن بعض رحمة بهم ورفقًا وأناة لهم لئلا يندم مطلق فيذهب حبيبه من يده من أول وهلة فيعز عليه تداركه فجعل له أناة ومهلة يستعتبه فيها ويرضيه، ويزول ما أحدثه الغضب الداعى إلى الفراق ويراجع كل منهما الذى عليه بالمعروف، فاستعجلوا فيما جعل لهم فيه أناة ومهلة وأوقعوه بفم واحد، فرأى عمر أن يلزمهم ماالتزموا عقوبة لهم فإذا علم المطلق أن زوجته وسكنه تحرم عليه من أول مرة بجمعه الثلاث كف عنها ورجع إلى الطلاق المشروع المأذون فيه وكان هذا من تأديب عمر لرعيته لما أكثروا من الطلاق الثلاث ... هذا وجه الحديث الذى لا وجه له غيره فأين هذا من تأويلكم المستنكر المستبعد الذى لا توافقه ألفاظ الحديث بل تنبوعنه وتنافره.

ويمكن أن يجاب عن جواب ابن القيم بما قاله الشيخ محمد الأمين الشنقيطى قال (أضواء البيان: ١٨٠-١٨٣): وللجمهور عن حديث ابن عباس هذا عدة أجوبة. الأول: أن الثلاث المذكورة فيها التى كانت تجعل واحدة ليس فى شىء من روايات الحديث، التصريح بأنها دفعة بلفظ واحد، ولفظ كلامه الثلاث لا يلزم منه لغة ولا عقلاً ولا شرعًا أن تكون بلفظ واحد، فمن قال لزوجته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق ثلاث مرات فى وقت واحد فطلاقه هذا طلاق الثلاث، لأنه صريح بالطلاق فيه ثلاث مرات، وإذا قيل لمن جزم بأن المراد فى الحديث إيقاع الثلاث بكلمة واحدة من أين أخذت كونها بكلمة واحدة، فهل فى لفظ من ألفاظ الحديث أنها بكلمة واحدة؟ وهل يمنع إطلاق الطلاق الثلاث على الطلاق بكلمات متعددة؟

فإن قال: لا يقال له طلاق الثلاث إلا إذا كان بكلمة واحدة، فلا شك فى أن دعواه هذه غير صحيحة، وإن اعترف بالحق وقال: يجوز إطلاقه على ما أوقع بكلمة واحدة وعلى ما أوقع بكلمات متعددة وهو أشد بظاهر اللفظ، قيل له، وإذا فجزمك بكونه بكلمة واحدة لا وجه له، وإذا لم يتعين فى الحديث كون الثلاث بلفظ واحد سقط الاستدلال به من أصله فى محل النزاع.

ومما يدل على أنه لا يلزم من لفظ طلاق الثلاث فى هذا الحديث كونها بكلمة واحدة أن الإمام أبا عبدالرحمٰن النسائى مع جلالته وعلمه وشدة فهمه ما فهم من هذا الحديث إلا أن المراد بطلاق الثلاث لفظه أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق بتفريق الطلقات لأن لفظ الثلاث أظهر فى إيقاع الطلاق ثلاث مرات ولذا ترجم فى سننه لرواية أبى داؤد المذكوره فى هذا الحديث وقد سبق فى الوجه الثالث ثم قال: فترى هذا الإمام الجليل صرح بأن طلاق الثلاث فى هذا الحديث ليس بلفظ واحد بل بألفاظ متفرقة ويدل على صحة ما فهمه النسائى رحمه الله

من الحديث ما ذكره العلامة ابن القيم رحمه الله فى زادالمعاد فى الرد على من استدل لوقوع الثلاث دفة بحديث عائشة، أن رجلاً طلق امرأته ثلاثًا فتزوجت الحديث، فإنه قال فيه ما نصه، ولكن أين فى الحديث أنه طلق الثلاث بفم واحد؟ بل الحديث حجة لنا فإنه لا يقال فعل ذلك ثلاثًا، وقال ثلاثًا إلا من فعل وقال مرة بعد مرة وهذا هوالمعقول فى لغات الأمم عربهم وعجمهم، كما يقال قذفه ثلاثًا وشتمه ثلاثًا وسلم عليه ثلاثًا. اهـ. بلفظه.

وهو دليل واضح لصحة ما فهمه النسائى رحمه الله من الحديث، لأن لفظ الثلاث فى جميع رواياته أظهر فى أنها طلقات ثلاث واقعة مرة بعد مرة كما أو ضحه ابن القيم فى حديث عائشة آنفًا. وبعد أن نقل كلام ابن سريح وأن القرطبى ارتضى هذا الجواب ونقل عن النووى جوابه عنه وقد سبقت الإشارة إلى ذلك كله فى أول الجواب ثم قال - قال مقيده عفاالله عنه: وهذا الوجه لا إشكال فيه لجواز تغيير الحال عند تفسير القصد لأن الأعمال بالنيات ولكل امرىء مانوى، وظاهر اللفظ يدل لهذا كما قدمنا.

وعلى كل حال فادعاء الجزم بأن معنى حديث طاؤس المذكور أن الثلاث بلفظ واحد ادعاء خال من دليل كما رأيت، فليتق الله من تجرأ على عز و ذلك إلى النبى ﷺ مع أنه ليس فى شىء من روايات حديث طاؤس كون الثلاث المذكورة بلفظ واحد، ولم يتعين ذلك من اللغة ولا من الشرع ولا من العقل كما ترى. قال مقيده عفاالله عنه ويدل لكون الثلاث المذكورة ليست بلفظ واحد ما تقدم من حديث ابن اسحق عن داود بن الحصين عن عكرمة، عن ابن عباس، عن أحمد و أبى يعلى، من قوله طلق امرأته ثلاثًا فى مجلس واحد وقوله ﷺ "كيف طلقتها؟" قال ثلاثًا فى مجلس واحد لأن التعبير بلفظ المجلس يفهم منه أنها ليست بلفظ واحد، إذ لو كان اللفظ واحدًا لقال بلفظ واحد ولم يحتج إلى ذكر

المجلس، إذ لا داعی لذکر الوصف الأعم وترک الأخص بلا موجب کما هو ظاهر. انتهی کلام الشیخ الشنقیطی.

الجواب السادس :

عن حدیث طاؤس عن ابن عباس أن سائر أصحاب ابن عباس رووا عنه افتاء ه بخلاف ذلک وما کان ابن عباس لیروی عن النبی ﷺ شیئًا ثم یخالفه إلی رأی نفسه، بل المعروف عنه أنه کان یقول: أنا أقول لکم سنة رسول الله ﷺ وتقولون قال أبوبکر و عمر قاله فی فسخ الحج وغیره، ولهذا اتجه الإمام أحمد بن حنبل إلی دفع حدیث طاؤس هذا بما رواه سائر أصحاب ابن عباس عن ابن عباس، قال الأثرم: سألت أبا عبدالله عن حدیث ابن عباس: کان الطلاق الثلاث علی عهد رسول الله ﷺ وأبی بکر و عمر رضی الله تعالی عنهما. طلاق الثلاث واحدة بأی شیء تدفعه، قال: بروایة الناس عن ابن عباس من وجوه خلافه وکذلک نقل عنه ابن منصور، ذکر جمیع ذلک الإمام ابن القیم (إغاثة اللهفان ۱/۱۵۸-۱۵۹) وجاء فی مسودة آل تیمیة ما نصه (السودة ۲۴۲):

"وفیه - أی معانی الحدیث للأثرم - أیضًا فی حدیث ابن عباس: کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وأبی بکر وصدرًا من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال أبو عبدالله: أدفع هذا الحدیث بأنه قد روی عن ابن عباس خلافه من عشرة وجوه، أنه کان یری طلاق الثلاث ثلاثًا" اهـ.

وقال البیهقی فی "باب من جعل الثلاث واحدة وما ورد فی خلاف ذلک" (السنن الکبریٰ ۷/۳۳۷-۳۳۸) هذا الحدیث أحد ما اختلف فیه البخاری ومسلم فأخرجه مسلم وترکه البخاری وأظنه إنما ترکه لمخالفته سائر الروایات عن ابن عباس ... ومنها ما أخبرنا أبوزکریا بن أبی اسحاق، نا أبوالعباس محمد بن یعقوب، أنا الربیع، أنا الشافعی، أنا مسلم و عبدالمجید، عن ابن جریج قال:

أخبرنی عکرمة بن خالد أن سعید بن جبیر أخبره، أن رجلاً جاء إلی ابن عباس فقال: طلقت امرأتی ألفًا، فقال: تأخذ ثلاثًا وتدع تسعمائة وسبعة وتسعین، ورواه عمرو بن مرة عن سعید بن جبیر عن ابن عباس أنه قال لرجل طلق امرأته ثلاثًا حرمت علیک.

وأخبرنا أبوزکریا بن أبی اسحاق وأبوبکر بن الحسن قالا: نا أبوالعباس، نا الربیع، نا الشافعی، نا مسلم بن خالد و عبدالمجید عن ابن جریج عن مجاهد قال: قال رجل لابن عباس طلقت امرأتی مائة قال: تأخذ ثلاثًا وتدع سبعًا وتسعین...

وأخبرنا أبوعبدالله الحافظ: نا أبوعمرو بن مطر، نا یحیی بن محمد، نا عبیدالله بن معاذ، نا أبی، نا شعبة عن ابن أبی نجیح وحمید الأعرج، عن مجاهد قال: سئل ابن عباس عن رجل طلق امرأته مائة فقال: عصیت ربک وبانت منک امرأتک لم تتق الله فیجعل لک مخرجًا (ومن یتق الله یجعل له مخرجًا) یا أیها النبی إذا طلقتم النساء فطلقوهن فی قبل عدتهن الآیة الکریمة من سورة الطلاق: ۱)

وأخبرنا أبوعبدالله الحافظ وعبید بن محمد بن محمد بن مهدی قالا: نا أبوالعباس محمد بن یعقوب، نا یحیی بن أبی طالب، أنا عبدالوهاب بن عطاء، أنا ابن جریج، عن عبد الحمید بن رافع، عن عطاء أن رجلاً قال لابن عباس طلقت امرأتی مائةً فقال: تأخذ ثلاثًا وتدع سبعًا وتسعین، وأخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ وأحمد بن الحسن القاضی قالا: نا أبوالعباس محمد بن یعقوب، نا محمد بن اسحاق أنا حسین بن محمد، نا جریر بن حازم، عن أیوب عن عمرو بن دینار، أن ابن عباس سئل عن رجل طلق امرأته عددالنجوم فقال: إنما یکفیک رأس الجوزاء.

وأخبرنا أبوعبدالله الحافظ، نا أبوالعباس محمد بن یعقوب، نا الحسن بن علی بن عفان، نا ابن نمیر عن الأعمش عن مالک بن الحارث عن ابن عباس قال: أتانی رجل فقال: إن عمی طلق امرأته ثلاثًا فقال: إن عمک عصی الله فأندمه الله

وأطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجًا. قال: أفلا يحللها له رجل؟ فقال: من يخادع الله يخدعه.

أخبرنا أبو أحمد المهرجانى، أنا أبوبكر بن جعفر المزكى، نا محمد بن ابراهيم البوشنجى، نا ابن بكير، نا مالك عن ابن شهاب، عن محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان، عن محمد بن إياس بن البكير أنه قال: طلق رجل امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها ثم بداله أن ينكحها فجاء يستفتى فذهبت معه أسأل له فسأل أبا هريرة وعبدالله بن عباس عن ذلك فقالا له: لا نرى أن تنكحها حتى تزوج زوجًا غيرك. قال: فإنما كان طلاقى إياها واحدة فقال ابن عباس: إنك أرسلت من يدك ماكان لك من فضل.

فهذه رواية سعيد بن جبير وعطاء ابن أبى رباح و مجاهد وعكرمة وعمرو بن دينار و مالك بن الحارث ومحمد بن إياس بن البكير، ورواية عن معاوية بن أبى عياش الأنصارى كلهم عن ابن عباس، أنه أجاز الطلاق بالثلاث وأمضاهن ... ا هـ. كلام البيهقى رحمه الله تعالى.

وقد أجاب ابن القيم عن ذلك فقال (أعلام الموقعين ۳/۳۱ ومابعدها): لا يترك الحديث الصحيح المعصوم لمخالفة راويه له فإن مخالفته ليست معصومة. وقد قدم الشافعى رواية ابن عباس فى شأن بريرة على فتواه التى تخالفها فى كون بيع الأمة طلاقها، وأخذ هو وأحمد وغيرهما بحديث أبى هريرة: من استقاء فعليه القضاء وقد خالفه أبوهريرة وأفتى بأنه لاقضاء عليه. وذكر جملة أمثلة نسبها إلى الحنابلة والحنفية والمالكية والشافعية إلى أن قال رحمه الله والذى ندين الله به ولا يسعنا غيره وهو القصد فى هذا الباب أن الحديث إذا صح عن رسول الله ﷺ ولم يصح عنه حديث آخر ينسخه، أن الفرض علينا وعلى الأمة الأخذ بحديثه وترك كل ما خالفه ولا نتركه لخلاف أحد من الناس كائنًا من كان لا راويه

ولا غيره، إذ من الممكن أن ينسى الراوى الحديث، أولا يحضره وقت الفتيا أو لا يتفطن لدلالته على تلك المسألة، أو يتأول فيه تأويلاً مرجوحًا، أو يقوم فى ظنه ما يعارضه، ولا يكون معارضًا فى نفس الأمر أو يقلد غيره فى فتواه بخلافه لاعتقاده أنه أعلم منه وأنه إنما خالفه لما هو أقوى منه. ولوقدر انتفاء ذلك كله ولا سبيل إلى العلم بانتفائه ولا ظنه لم يكن الراوى معصومًا ولم توجب مخالفته لما رواه سقوط عدالته حتى تغلب سيئاته حسناته، وبخلاف هذا الحديث الواحد لا يحصل له ذلك. ا هـ.

وقال الشيخ محمد الأمين الشنقيطى تعليقًا على هذا الوجه (أضواء البيان ۱/۱۸۹-۱۹۱): قال مقيده عفاالله عنه: فهذا إمام المحدثين وسيدالمسلمين فى عصره الذى تدارك به الاسلام بعد ما كاد تتزلزل قواعده وتغير عقائده أبوعبدالله أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى قال للأثرم و ابن منصور: أنه رفض حديث ابن عباس قصدًا لأنه يرى عدم الاحتجاج به فى لزوم الثلاث بلفظ واحد لرواية الحفاظ عن ابن عباس ما يخالف ذلك، وهذا الإمام محمد بن إسماعيل البخارى - وهو هو - ذكر عنه الحافظ البيهقى أنه ترك الحديث عمدًا لذلك الموجب الذى تركه من أجله الإمام أحمد، ولا شك أنهما ما تركاه إلا لموجب يقتضى ذلك.

فإن قيل رواية طاؤس فى حكم المرفوع ورواية الجماعة المذكورين موقوفة على ابن عباس والمرفوع لا يعارض بالموقوف. فالجواب أن الصحابى إذا خالف ما روى ففيه للعلماء قولان وهما روايتان عن أحمد رحمه الله، الأولى: أنه لا يحتج بالحديث لأن أعلم الناس به راويه وقد ترك العمل به وهو عدل عارف وعلى هذه الرواية فلا إشكال.

وعلى الرواية الأخرى التى هى المشهورة عندالعلماء أن العبرة بروايته لا

بقوله فإنه لا تقدم روايته إلا إذا كانت صريحة المعنى أو ظاهرة فيه ظهوراً يضعف معه احتمال مقابله، أما إذا كانت محتملة لغير ذلك المعنى احتمالاً قويًا فإن مخالفة الراوى لما روى تدل على أن ذلك المحتمل الذى ترك ليس هو معنى ما روى، وقد قدمنا أن لفظ طلاق الثلاث فى حديث طاؤس المذكور محتمل احتمالاً قويًا لأن تكون الطلقات مفرقة كما جزم به النسائى وصححه النووى والقرطبى و ابن سريج.

فالحاصل أن ترك ابن عباس لجعل الثلاث بفم واحد واحدة يدل على أن معنى الحديث الذى روى ليس كونها بلفظ واحد ... واعلم أن ابن عباس لم يثبت عنه أنه أفتى بالثلاث بفم واحد أنها واحدة، وما روى عنه أبو داؤد من طريق حماد بن زيد عن أيوب عن عكرمة أن ابن عباس قال إذا قال أنت طالق ثلاثًا بفم واحد فهى واحدة فهو معارض بما رواه أبو داؤد نفسه من طريق اسماعيل بن إبراهيم عن أيوب عن عكرمة أن ذلك من قول عكرمة لا من قول ابن عباس، وترجح رواية اسماعيل بن ابراهيم على رواية حماد بموافقة الحفاظ لإسماعيل فى أن ابن عباس يجعلها ثلاثًا لا واحدة. انتهى.

الجواب السابع :

حمل الثلاث فيه على أن المراد بها لفظ البتة، وكان يراد بها واحدة على عهد رسول الله ﷺ كما أراد بهاركانة ثم تتابع الناس فأرادوا بها الثلاث فألزمهم عمر إياها.

وهذا جواب الخطابى وقواه ابن حجر قال الخطابى (معالم السنن ۱۲۶/۳) ويشبه أن يكون معنى الحديث منصرفًا إلى طلاق البتة لأنه قد روى عن النبى ﷺ فى حديث ركانة أنه جعل البتة واحدة، وكان عمر بن الخطاب رضى الله عنه يراها واحدة، ثم تتابع الناس فى ذلك فألزمهم الثلاث وإليه ذهب غير

واحد من الصحابة رضى الله تعالى عنهم روى عن على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنه أنه جعلها ثلاثًا، وكذلك روى عن ابن عمر وكان يقول: أبت الطلاق طلاق البتة، وإليه ذهب سعيد بن المسيب وعروة و عمر بن عبدالعزيز والزهرى، وبه قال مالك والأوزاعى و ابن أبى ليلى و أحمد بن حنبل، وهذا كصنيعه بشارب الخمر فإن الحد كان فى زمان النبى ﷺ وأبى بكر أربعين، ثم أن عمر لما رأى الناس تشايعوا فى الخمر واستخفوا بالعقوبة فيها قال: أرى أن تبلغ فيها حد المفترى، لأنه إذا سكر هذى وإذا هذى افترى وكان ذلك على ملأ من الصحابة فلا ينكر أن يكون الأمر فى طلاق "البتة" على شاكلته. انتهى كلام الخطابى.

وقال ابن حجر (فتح البارى ۲۹۹/۹) هو قوى ويؤيده إدخال البخارى فى هذا الباب الآثار التى فيها "البتة" والأحاديث التى فيها التصريح بالثلاث كأنه يشير إلى عدم الفرق بينهما، وأن "البتة" إذا أطلقت حملت على الثلاث إلا إن اراد المطلق واحدة فيقبل فكأن بعض رواته حمل لفظ (البتة) على الثلاث لاشتهار التسوية بينهما فرواها بلفظ الثلاث وإنما المراد لفظ البتة وكانوا فى العصر الأول يقبلون ممن قال أردت بالبتة الواحدة فلما كان عهد عمر أمضى الثلاث فى ظاهر الحكم ... انتهى كلام الحافظ بن حجر.

الجواب الثامن :

حمل الحديث على أنه شاذ وقد حمله على ذلك جماعة من أهل العلم فقال ابن عبد الهادى قال ابن رجب فى كتاب "مشكل الأحاديث الواردة فى أن الطلاق الثلاث واحدة" وساق حديث ابن عباس ثم قال (سيرالحاث: ۷۴): فهذا الحديث لأئمة الإسلام فيه طريقان:

أحدهما وهو مسلك الإمام أحمد ومن وافقه ويرجع الكلام فى إسناد الحديث بشذوذه وانفراد طاؤس به، وأنه لم يتابع عليه، وانفراد الراوى بالحديث

وإن كان ثقة هو علة فى الحديث يوجب التوقف فيه وأن يكون شاذًا ومنكرًا إذا لم يرو معناه من وجه يصح وهذه طريقة أئمة الحديث المتقدمين، كالإمام أحمد ويحيى القطان ويحيى بن معين وعلى بن المدينى وغيرهم، وهذا الحديث لا يرويه عن ابن عباس غير طاؤس قال الإمام أحمد فى رواية ابن منصور: كل أصحاب ابن عباس يعنى رووا عنه خلاف ما روى طاؤس.

وقال الجوزجانى: هو حديث شاذ، قال وقد عنيت بهذا الحديث فى قديم الدهر فلم أجد له أصلاً. قال المصنف ومتى أجمع الأمة على إطراح العمل بحديث وجب اطراحه وترك العمل به، وقال ابن مهدى لا يكون إماما فى العلم من عمل بالشاذ.

وقال النخعى: كانوا يكرهون الغريب من الحديث. وقال يزيد بن أبى حبيب: إذا سمعت الحديث فأنشده كما تنشد الضالة فإن عرف وإلا فدعه، وعن مالك قال: "شرالعلم الغريب" وخير العلم الظاهر الذى قد رواه الناس وفى هذا الباب شيء كثير لعدم جواز العمل بالغريب وغيرالمشهور... قال ابن رجب: وقد صح عن ابن عباس وهو راوى الحديث أنه أفتى بخلاف هذا الحديث ولزوم الثلاث المجموعة، وقد علل بهذا أحمد والشافعى كما ذكره فى المغنى وهذه أيضًا علة فى الحديث بانفرادها فكيف وقد ضم إليها علة الشذوذ والإنكار وإجماع الأمة.

وقال القاضى إسماعيل فى كتاب "أحكام القرآن": طاؤس مع فضله وصلاحه يروى أشياء منكرة منها هذا الحديث، وعن أيوب أنه كان يعجب من كثرة خطأ طاؤس.

وقال ابن عبدالبر: شذ طاؤس فى هذا الحديث.

قال ابن رجب وكان علماء أهل مكة ينكرون على طاؤس ما ينفرد به من

شواذ الأقاويل. انتهى المقصود. الثانى: أنه منسوخ وقد سبق ما يغنى عن إعادته.

ونقل القرطبى عن ابن عبدالبر أنه قال (تفسير القرطبى ۱۲۹/۳): رواية طاؤس وهم وغلط لم يعرج عليها أحد من فقهاء الأمصار بالحجاز والشام والمغرب ـ قال ـ وقد قيل: إن أبا الصهباء لا يعرف فى موالى ابن عباس.

ونقل الشيخ محمد الأمين الشنقيطى عن ابن العربى المالكى ما يختص بحديث ابن عباس هذا فقال (أضواء البيان ۱۹۲): فإن قيل ففى صحيح مسلم عن ابن عباس وذكر حديث أبى الصهباء المذكور؟ قلنا هذا لا متعلق فيه من خمسة أوجه:

الأول :

أنه حديث مختلف فى صحته، فكيف يقدم على إجماع الأمة ولم يعرف لها فى هذه المسألة خلاف إلا عن قوم انحطوا عن رتبة التابعين، وقد سبق العصران الكريمان والاتفاق على لزوم الثلاث، فإن رووا ذلك عن أحد منهم فلا تقبلوا منهم إلا ما يقبلون منكم نقل العدل عن العدل، ولا تجد هذه المسألة منسوبة إلى أحد من السلف أبدًا.

الثانى :

أن هذا الحديث لم يرد إلا عن ابن عباس ولم يرو عنه إلا عن طريق طاؤس فكيف يقبل ما لم يروه من الصحابة إلا واحد ومالم يروه عن ذلك الصحابى إلا واحد، وكيف خفى على جميع الصحابة وسكتوا عنه إلا ابن عباس، وكيف خفى على أصحاب ابن عباس إلا طاؤس؟ انتهى محل الغرض من كلام ابن العربى. انتهى.

وقال ابن حجر (الفتح ۳۶۳/۹): الجواب الثانى دعوى شذوذ رواية طاؤس وهى طريقة البيهقى فإنه ساق الروايات عن ابن عباس بلزوم الثلاث، ثم

نقل عن ابن المنذر أنه لا يظن بابن عباس أن يحفظ عن النبى ﷺ شيئًا ويفتى بخلافه، فيتعين المصير إلى الترجيح والأخذ بقول الأكثر أولى من الأخذ بقول الواحد إذا خالفهم. انتهى.

وقال ابن التركمانى و طاؤس بقول: إن أبا الصهباء مولاه سأله عن ذلك ولا يصح ذلك عن ابن عباس لرواية الثقات عنه خلافه ولو صح عنه ما كان قوله حجة على من هو من الصحابة أجل وأعلم منه، وهم عمر و عثمان و على و ابن مسعود و ابن عمر وغيرهم، انتهى.

وقد أجاب ابن القيم عن ذلك فقال بعد عرضه لهذا المسلك (إغاثة اللهفان ٢٩٥/١-٢٩٦): وهذا أفسد من جميع ما تقدم، ولا ترد أحاديث الصحابة وأحاديث الأئمة الثقات بمثل هذا، فكم من حديث تفرد به واحد من الصحابة لم يروه غيره وقبلته الأمة كلهم فلم يرده أحد منهم، وكم من حديث تفرد به من هو دون طاؤس بكثير ولم يرده أحد من الأئمة ولا نعلم أحدًا من أهل العلم قديمًا ولا حديثًا قال: إن الحديث إذا لم يروه إلا صحابى واحد لم يقبل، وإنما يحكى عن أهل البدع ومن تبعهم فى ذلك أقوال لا يعرف لها قائل من الفقهاء.

قد تفرد الزهرى بنحو ستين سنة، لم يروها غيره، وعلمت بها الأمة ولم يردوها بتفرده هذا مع أن عكرمة روى عن ابن عباس رضى الله عنهما حديث ركانة وهو موافق لحديث طاؤس عنه، فإن قدح فى عكرمة أبطل وتناقض، فإن الناس احتجوا بعكرمة، وصحح أئمة الحفاظ حديثه، ولم يلتفتوا إلى قدح من قدح فيه.

فإن قيل: فهذا هو الحديث الشاذ، و أقل أحواله أن يتوقف فيه ولا يجزم بصحته عن رسول الله ﷺ قيل: ليس هذا هوالشاذ، وإنما الشذوذ: أن يخالف الثقات فيما رووه فيشذ عنهم بروايته، فأما إذا روى الثقة حديثًا منفردًا به، لم يرو

الثقات خلافه فإن ذلك لا يسمى شاذًا. وإن اصطلح على تسميته شاذًا بهذا المعنى، لم يكن هذا الاصطلاح موجبًا لرده، ولا مسوغًا له.

قال الشافعى: "وليس الشاذ أن ينفرد الثقة برواية الحديث، بل الشاذ أن يروى خلاف ما رواه الثقات" قاله فى مناظرته لبعض من ردالحديث بتفرد الراوى به ... ثم إن هذا القول لا يمكن أحدًا من أهل العلم، ولا من الأئمة، ولا من أتباعهم طرده، ولو طردوه لبطل كثير من أقوالهم وفتاويهم. والعجب أن الرادين لهذا الحديث بمثل هذا الكلام قد بنوا كثيرًا من مذاهبهم على أحاديث ضعيفة، انفرد بها رواتها لا تعرف عن سواهم وذلك أشهر وأكثر من أن يعد.

وبعد ما ذكر الشيخ محمد الأمين الشنقيطى كلامًا يتفق مع ما سبق ذكره عن ابن القيم قال (أضواء البيان ١٩٣/١-١٩٥): نعم لقائل أن يقول: إن خبر الآحاد إذا كانت الدواعى متوفرة إلى نقله ولم ينقله إلا واحد ونحوه، أن ذلك يدل على عدم صحته، ووجهه أن توفر الدواعى يلزم منه النقل تواترًا والإشتهار، فإن لم يشتهر دل على أنه لم يقع، لأن انتفاء اللازم يقتضى انتفاء الملزوم، وهذه قاعدة فى الأصول أشار اليها فى مراقى السعود بقوله عاطفًا على ما يحكم فيه بعدم صحة الخبر "وخبر الآحاد فى السنى."

حيث دواعى نقله تواتر　　نرى له لو قاله تقررا

وجزم بها غير واحد من الأصوليين، وقال صاحب جمع الجوامع عاطفًا على ما يجزم فيه بعدم صحة الخبر والمنقول آحادًا فيما تتوفر الدواعى إلى نقله خلافًا للرافضة. ١هـ منه بلفظه.

ومراده أن مما يجزم بعدم صحته الخبر المنقول آحادًا مع توفر الدواعى إلى نقله، وقال ابن الحاجب فى مختصره الأصولى مسألة: إذا انفرد واحد فيما يتوفر الدواعى إلى نقله وقد شاركه خلق كثير، كما لو انفرد واحد بقتل خطيب

على المنبر فى مدينة فهو كاذب قطعًا خلافًا للشيعة ١هـ. محل الغرض منه بلفظه.
وفى المسألة مناقشات وأوجوبة عنها معروفة فى الأصول.

قال مقيده عفاالله عنه : ولا شك أنه على القول بأن معنى حديث طاؤس المذكور أن الثلاث بلفظ واحد كانت تجعل واحدة على عهد النبى ﷺ وأبى بكر وصدر من خلافة عمر ثم أن عمر غير ما كان عليه رسول الله ﷺ والمسلمون فى زمن أبى بكر وعامة الصحابة أو جلهم يعلمون ذلك، فالدواعى إلى نقل ما كان عليه رسول الله ﷺ والمسلمون من بعده متوفرة توافرًا لا يمكن إنكاره لأن (قوله "لأن" كذا بالأصل المطبوع) يرد بذلك التغيير الذى أحدثه عمر فسكوت جميع الصحابة عنه، وكون ذلك لم ينقل منه حرف عن غير ابن عباس، يدل دلالة واضحة على أحد أمرين:

أحدهما :

أن حديث طاؤس الذى رواه عن ابن عباس ليس معناه أنها بلفظ واحد بل بثلاثة ألفاظ فى وقت واحد كما قدمنا، وكما جزم به النسائى وصححه النووى والقرطبى و ابن سريج. وعليه فلا إشكال، لأن تغيير عمر للحكم مبنى على تغيير قصدهم، والنبى ﷺ قال: "إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرىء مانوى"، فمن قال: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، ونوى التأكيد فواحدة، وإن نوى الاستئناف بكل واحدة فثلاث، واختلاف محامل اللفظ الواحد لاختلاف نيات اللافظين به لا إشكال فيه لقوله ﷺ "وإنما لكل امرىء مانوى".

والثانى :

أن يكون الحديث غير محكوم بصحته لنقله آحادًا مع توفر الدواعى إلى نقله. والأول أولى وأخف من الثانى، وقال القرطبى فى المفهم فى الكلام على حديث طاؤس المذكور: وظاهر سياقه يقتضى النقل عن جميعهم أن معظمهم

كانوا يرون ذلك، والعادة فى مثل هذا أن يفشو الحكم وينتشر فكيف ينفرد به واحد عن واحد؟ قال: فهذا الوجه يقتضى التوقف عن العمل بظاهره إن لم يقتض القطع ببطلانه. ١هـ منه بواسطة نقل ابن حجر فى فتح البارى عنه وهو قوى جدًا بحسب المقرر فى الأصول كما ترى. انتهى...

الجواب التاسع :

أن الحديث مضطرب، نقل هذا الجواب ابن حجر عن القرطبى (فتح البارى ٩/٣٦٤) وذكر ابن القيم هذا الجواب وناقشه فقال: وسلك آخرون فى رد الحديث مسلكًا آخر فقالوا هو حديث مضطرب لا يصح، ولذلك أعرض عنه البخارى، وترجم فى صحيحه على خلافه فقال: "باب فيمن جوز الطلاق الثلاث فى كلمة لقوله تعالى: (الطلاق مرتان): ثم ذكر حديث اللعان وفيه فطلقها ثلاثًا قبل أن يأمره رسول الله ﷺ ولم يغير عليه النبى ﷺ وهو لا يقر على باطل".

قالوا: ووجه اضطرابه: أنه تارة يروى عن طاؤس عن ابن عباس، وتارة عن طاؤس عن أبى الصهباء عن ابن عباس، وتارة عن أبى الجوزاء عن ابن عباس فهذا اضطرابه من جهة السند.

وأما المتن فإن أبا الصهباء تارة يقول: "ألم تعلم أن الرجل كان إذا طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة" وتارةً يقول: "ألم يكن الطلاق الثلاث على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وصدر من خلافة عمر واحدة. فهذا يخالف اللفظ الآخر وهذا المسلك من أضعف المسالك وردالحديث به ضرب من التعنت ولا يعرف أحد من الحفاظ قدح فى هذا الحديث ولا ضعفه، والإمام أحمد لما قيل له: بأى شىء ترده؟ قال: برواية الناس عن ابن عباس خلافه. ولم يرده بتضعيف ولا قدح فى صحته، وكيف يتهيأ القدح فى صحته، ورواته كلهم أئمة حفاظ، حدث به عبدالرزاق وغيره عن ابن جريج بصيغة

الإخبار، وحدث به كذلك ابن جريج عن ابن طاؤس، وحدث به ابن طاؤس عن أبيه، وهذا إسناد لا مطعن فيه لطاعن، وطاؤس من أخص أصحاب ابن عباس، ومذهبه: أن الثلاث واحدة وقد رواه حماد بن زيد عن أيوب عن غير واحد عن طاؤس، فلم ينفرد به عبدالرزاق ولا ابن جريج، ولا عبدالله بن طاؤس فالحديث من أصح الاحاديث، وترك رواية البخارى له لا يوهنه وله حكم أمثاله من الأحاديث الصحيحة التى تركها البخارى لئلا يطول كتابه فإنه سماه: الجامع المختصر الصحيح، ومثل هذا العذر لا يقبله من له حظ من العلم.

وأما رواية من رواه عن أبى الجوزاء فإن كانت محفوظة فهى مما يزيد الحديث قوة وإن لم تكن محفوظة وهو الظاهر فهى وهم فى الكنية انتقل فيها عبدالله بن المؤمل عن ابن أبى مليكة من أبى الصهباء، إلى أبى الجوزاء، فإنه كان سيء الحفظ، والحفاظ قالوا "أبوالصهباء" وهذا لا يوهن الحديث، وهذه الطريق عندالحاكم فى المستدرك وأما رواية من رواه مقيدًا "قبل الدخول" فإنه تقدم أنه لا تناقض رواية الآخرين على أنها عند أبى داؤد عن أيوب عن غير واحد ورواية الإطلاق عن معمر عن ابن جريج عن ابن طاؤس عن أبيه، فإن تعارضا فهذه الرواية أولى، وإن لم يتعارضا فالأمر واضح.

وحديث داؤد بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس عن النبى ﷺ صريح فى كون الثلاث واحدة فى حق المدخول بها وعامة ما يقدر فى حديث أبى الصهباء أن قوله: "قبل الدخول" زيادة من ثقة فيكون الأخذ بها أولى، وحينئذ فيدل أحد حديثى ابن عباس على أن هذا الحكم ثابت فى حق البكر، وحديثه الآخر على أنه ثابت فى حكم الثيب أيضًا، فأحد الحديثين يقوى الآخر ويشهد بصحته، وبالله التوفيق.

الجواب العاشر:

أن حديث ابن عباس معارض بالإجماع والإجماع أقوى من خبر الواحد كما ذكر ذلك الشافعى، وغيره وقد سبق استدلال الجمهور بالإجماع مع ذكر أدلتهم لمذهبهم وبيان من قال به ومناقشة ابن القيم له، فاكتفى بذلك عن الإعادة هنا.

الدليل الثانى:

ما رواه الإمام أحمد فى المسند قال: حدثنا سعد بن ابراهيم حدثنا أبى عن محمد بن اسحاق قال حدثنى داؤد بن الحصين عن عكرمة ـ مولى ابن عباس ـ عن ابن عباس قال: "طلق ركانة ابن عبد يزيد ـ أخو بنى المطلب ـ امرأته ثلاثًا فى مجلس واحد، فحزن عليها حزنًا شديدًا، قال: فسأله رسول الله ﷺ "كيف طلقتها"؟ قال: طلقتها ثلاثًا قال فقال: "فى مجلس واحدٍ؟" قال: نعم، فقال: "فإنما تلك واحدة فارجعها إن شئت" قال: فراجعها فكان ابن عباس يرىٰ الطلاق عند كل طهر.

قال ابن القيم (أعلام الموقعين ۳/۴۰) وقد صحح الإمام أحمد هذا الإسناد وحسنه، فقال فى حديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، أن النبى ﷺ رد ابنته على ابن أبى العاص بمهر جديد، ونكاح جديد" هذا حديث ضعيف أو قال واه لم يسمعه الحجاج عن عمرو بن شعيب وإنما سمعه من محمد بن عبدالله العزرمى، والعزرمى لا يساوى حديثه شيئًا والحديث الذى رواه أن النبى ﷺ أقرها على النكاح الأول وإسناده عنده هو إسناد حديث ركانة بن عبد يزيد؟ هذا وقد قال الترمذى فيه ليس بإسناده بأس فهذا إسناد صحيح عند أحمد وليس به بأس عند الترمذى فهو حجة ما لم يعارضه ما هو أقوى منه فكيف إذا عضده ما هو نظيره أو أقوى منه؟ ثم ساق رواية أبى داؤد وستأتى وهى الدليل الثالث ثم قال ابن

القيم: قال شيخنا رضى الله عنه: وأبوداؤد لما لم يرو فى سننه الحديث الذى فى مسند أحمد يعنى الذى ذكرناه آنفًا فقال: حديث البتة أصح من حديث ابن جريج أن ركانة طلق امرأته ثلاثًا لأنهم أهل بيته ولكن الأئمة الأكابر العارفين بعلل الحديث والفقه كالإمام أحمد و أبى عبيد والبخارى ضعفوا حديث البتة وبينوا أنه رواية قوم مجاهيل لم تعرف عدالتهم وضبطهم وأحمد أثبت حديث الثلاث وبين أنه الصواب وقال حديث ركانة لا يثبت أنه طلق امرأته البتة وفى رواية عنه: حديث ركانة فى البتة ليس بشىء لأن ابن اسحاق يرويه عن داؤد بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس رضى الله عنه أن ركانة طلق امرأته ثلاثًا وأهل المدينة يسمون الثلاث البتة. قال الأثرم: قلت لأحمد حديث ركانة فى البتة فضعفه. انتهى.

وقد سبق الكلام على رواية الإمام أحمد لحديث ركانة وكذلك رواية الزبير بن سعيد، ورواية نافع بن عجير عند الكلام على الدليل الخامس لمذهب الجمهور فى المسألة الثانية.

الدليل الثالث :

قال أبوداؤد حدثنا أحمد بن صالح، قال حدثنا عبدالرزاق أخبرنا ابن جريج، قال أخبرنى بعض بنى أبى رافع، مولى النبى ﷺ عن عكرمة مولى ابن عباس، قال: "طلق يزيد أبوركانة وإخوته أم ركانة ونكح امرأة من مزينة فجاء ت النبى ﷺ فقالت: ما يغنى عنى إلا كما تغنى هذه الشعرة لشعرة أخذتها من رأسها ففرق بينى وبينه فأخذت النبى ﷺ حمية فدعى بركانة وإخوته، ثم قال لجلسائه: "أترون فلانًا يشبه منه كذا وكذا من عبد يزيد وفلانًا لأبنه الآخر يشبه منه كذا وكذا؟" قالوا نعم. فقال النبى ﷺ لعبد يزيد "طلقها" ففعل فقال "راجع امرأتك أم ركانة وإخوته" فقال: إنى طلقتها ثلاثًا يا رسول الله، قالْ: وتلا "يا أيهاالنبى إذا

طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن"... (الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١)

وقد سبقت مناقشة رواية أبى داؤد عند الكلام على الدليل الخامس لمذهب الجمهور فى المسألة الثانية فاكتفى بما هناك عن إعادته هنا.

الدليل الرابع :

ما جاء فى بعض روايات حديث ابن عمر من أنه طلق امرأته فى الحيض ثلاثًا فاحتسب بواحدة وقد سبقت مناقشة حديث ابن عمر برواياته وأن الصحيح أنه إنما طلقها واحدة وذلك عندالكلام على الدليل السادس فاكتفى بما ذكر هناك عن إعادته هنا.

وأما الاجماع فممن ذكره شيخ الاسلام ابن تيمية و ابن القيم وغيرهما من العلماء فقد بينوا أن الأمر لم يزل على اعتبار الثلاث بلفظ واحد واحدة فى عهد أبى بكر وثلاث سنين من خلافة عمر ويمكن أن يجاب عنه بما ورد من الآثار عن بعض الصحابة فى أن الثلاث بلفظ واحد تكون ثلاثًا وقد سبقت.

وأما القياس فقد قال ابن القيم (إغاثة اللهفان ٢٨٩/١): وأما القياس فإن الله سبحانه وتعالى قال: (والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء إلا أنفسهم فشهادة أحدهم أربع شهادات بالله... الآية الكريمة من سورة النور: ٦). ثم قال: (ويدرأ عنها العذاب أن تشهد أربع شهادات بالله... الآية الكريمة من سورة النور: ٨) فلو قال: أشهد بالله أربع شهادات أنى صادق، وقالت أشهد بالله أربع شهادات أنه كاذب كانت شهادة واحدة ولم تكن أربعًا، فكيف يكون قوله أنت طالق ثلاثًا ثلاث تطليقات وأى قياس أصح من هذا؟ وهكذا كل ما يعتبر فيه العدد من الإقرار ونحوه ولهذا لو قال المقر بالزنا: إنى أقر بالزنا أربع مرات كان ذلك مرة واحدة، وقد قال الصحابة لما عز: "إن أقررت أربعًا رجمك رسول الله ﷺ". فلو قال: أقربه أربع مرات كان مرة واحدة فهكذا الطلاق سواء.

وقد أجاب الشيخ محمد الأمين الشنقيطي عن هذا القياس فقال (أضواء البيان ١/١٩٥-١٩٦): وقياس أنت طالق ثلاثًا على أيمان اللعان في أنه لو حلفها بلفظ واحد لم تجز، قياس مع وجود الفارق، لأن من اقتصر على واحدة من الشهادات الأربع المذكورة في آية اللعان أجمع العلماء على أن ذلك كما لو لم يأت بشيء منها أصلاً، بخلاف الطلقات الثلاث فمن اقتصر على واحدة منها اعتبرت إجماعًا وحصلت بها البينونة بانقضاء العدة إجماعًا.

وأما الآثار فما جاء عن الصحابة في ذلك، فقد روى طاؤس وعكرمة عن ابن عباس الإفتاء بذلك ورواية طاؤس عند أبي جعفر النحاس في الناسخ والمنسوخ ورواية عكرمة عند أبي داؤد من رواية حماد بن زيد عن أيوب عن عكرمة عن ابن عباس، وحكى ابن وضاح وعنه ابن مغيث الإفتاء بكون الطلاق الثلاث في كلمة واحدة واحدة عن علي و ابن مسعود والزبير و عبدالرحمن بن عوف، وجاء عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه. ما رواه الحافظ أبوبكر الاسماعيلي في مسند عمر قال: أخبرنا أبويعلى حدثنا صالح بن مالك، حدثنا خالد بن يزيد بن أبي مالك عن أبيه قال قال عمر رضي الله تعالى عنه: ما ندمت على شيء ندامتي على ثلاث أن لا أكون حرمت الطلاق، وعلى أن لا أكون أنكحت الموالي، وعلى أن لا أكون قتلت النوائح، وكذلك ما نقل من الآثار عن أهل البيت.

ويضاف إلى هذه الآثار ما سبق ذكره من الآثار مما لم يذكر هنا وذلك في الكلام على رد استدلال الجمهور بالإجماع.

وأجيب عن تلك الآثار بما يأتي:

أما ما روى طاؤس عن ابن عباس أن من قال لامرأته: أنت طالق ثلاثًا إنما تلزمه طلقةً واحدةً فقد اعتبره أبوجعفر النحاس من مناكير طاؤس التي خولف فيها

طاؤس (الناسخ والمنسوخ: ٧١) قال: وطاؤس وإن كان رجلاً صالحًا فعنده عن ابن عباس مناكير يخالف عليها ولا يقبلها أهل العلم، منها أنه روى عن ابن عباس أنه قال في رجل قال لإمرأته أنت طالق ثلاثًا إنما تلزمه واحدة ولا يعرف هذا عن ابن عباس إلا من روايته، والصحيح عنه وعن علي ابن أبي طالب رضي الله عنهما أنها ثلاث كما قال الله تعالى (فإن طلقها فلا تحل لهُ من بعد... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٠) أي الثالثة.

وأما ما روى حمادى ابن زيد عن أيوب عن عكرمة عن ابن عباس أنه قال "إذا قال أنت طالق ثلاثًا بفم واحد فهي واحدة" فقد تعقبه أبوداؤد في سننه بقوله: ورواه اسماعيل بن ابراهيم عن أيوب عن عكرمة هذا قوله ولم يذكر ابن عباس وجعله قول عكرمة، وعلى فرض ثبوتهما فقد رجع ابن عباس عن ذلك كما صرح أبوداؤد قال (سنن أبي داؤد بشرح عون المعبود ٢/٢٢٦-٢٢٧) وصار قول ابن عباس فيما حدثنا أحمد بن صالح و محمد بن يحيى وهذا حديث أحمد قالا: نا عبدالرزاق عن معمر عن الزهري عن أبي سلمة بن عبدالرحمن بن عوف و محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان عن محمد بن إياس أن ابن عباس وأبا هريرة و عبدالله بن عمر و بن العاص سئلوا عن البكر يطلقها زوجها ثلاثًا فكلهم قال: لا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره: قال أبوداؤد وروى مالك عن يحيى بن سعيد عن بكير بن الأشج عن معاوية بن أبي عياش أنه شهد هذه القصة حين جاء محمد بن إياس بن البكير إلى ابن الزبير وعاصم بن عمر فسألهما عن ذلك فقالا: إذهب إلى إبن عباس و أبي هريرة فإني تركتهما عند عائشة رضي الله عنها ثم ساق هذا الخبر قال أبوداؤد وقول ابن عباس هو أن الطلاق الثلاث تبين من زوجها مدخولاً بها أو غير مدخول بها لا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره. هذا مثل خبر الصرف قال فيه ثم إنه رجع عنه يعني ابن عباس. اهـ.

وقد ساق في الباب الذى أورد فيه ذلك وهو باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث آثارًا عن سائر أصحاب ابن عباس بخلاف ما ذكر عن طاؤس وعكرمة حيث قال: حدثنا حميد بن مسعدة، نا اسماعيل أنا أيوب، عن عبدالله بن كثير عن مجاهد قال: كنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال: إنه طلق امرأته ثلاثًا قال فسكت حتى ظننت أنه رادها إليه ثم قال: ينطلق أحدكم فيركب الحموقة ثم يقول: يا ابن عباس! يا ابن عباس وإن الله قال: (ومن يتق الله يجعل له مخرجًا... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) وإنك لم تتق الله فلا أجد لك مخرجًا عصيت ربك وبانت منك امرأتك وإن الله تعالى قال: (يا أيها النبى إذا طلقتم النساء فطلقوهن في قبل عدتهن الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) قال ابوداؤد: روى هذا الحديث حميد الأعرج وغيره عن مجاهد عن ابن عباس ورواه شعبة عن عمرو بن مرة، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، وأيوب و أبن جريج جميعًا عن عكرمة بن خالد عن سعيد ابن جبير عن ابن عباس و ابن جريج، عن عبدالحميد بن رافع عن عطاء عن ابن عباس، ورواه الأعمش عن مالك بن الحارث، عن ابن عباس و ابن جريج عن عمرو بن دينار عن ابن عباس كلهم قالوا في الطلاق الثلاث: إنه أجازها، قال: وبانت منك، نحو حديث اسماعيل عن أيوب عن عبدالله بن كثير... اهـ.

وقال الباجى بخصوص ما نقل عن ابن عباس من فتواه بأن الثلاث بفم واحد واحدة (المنتقى ٤/٤) ما نصه: قد رجع ابن عباس إلى قول الجماعة وانعقد به الاجماع. اهـ.

وأما ما نقله أبوجعفر أحمد بن محمد بن مغيث الطليطلى عن ابن وضاح، من أن على بن أبى طالب والزبير ابن العوام وعبدالرحمن بن عوف و عبدالله بن مسعود رضى الله تعالى عنهم قد أفتوا بأن من طلق ثلاثًا في كلمة واحدة لا يلزمه

سوى طلقة واحدة، فيتوقف الإستدلال به على ثبوت السند إليهم بذلك ولم يثبت.

وقد تعقبه أبوبكر بن العربى فى كتابه الناسخ والمنسوخ ونقله عنه ابن القيم قال (مختصر سنن ابى داؤد ومعه التهذيب والمعالم ج٣ص١٢٨). قال تعالى: الطلاق مرتان (الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٩) "زل قوم فى آخرالزمان فقالوا: إن الطلاق الثلاث فى كلمة واحدة لا يلزم وجعلوه واحدة ونسبوه إلى السلف الأول فحكوه عن على والزبير و عبدالرحمن بن عوف و ابن مسعود و ابن عباس، وعزوه إلى الحجاج ابن أرطاة الضعيف المنزلة المغموز المرتبة ورووا فى ذلك حديثًا ليس له أصل، وغوى قوم من أهل المسائل فتتبعوا الأهواء المبتدعة فيه وقالوا: إن قوله أنت طالق ثلاثًا كذب لأنه لم يطلق ثلاثًا كما لو قال: طلقت ثلاثًا ولم يطلق إلا واحدة وكما لو قال: أحلف ثلاثًا كانت يمينًا واحدة. ومر أبوبكر بن العربى إلى أن قال: وما نسبوه إلى الصحابة كذب بحت لا أصل له فى كتاب ولا رواية له عن أحد وقد أدخل مالك فى موطئه عن على أن الحرام ثلاث لازمة فى كلمة فهذا فى معناها فكيف إذا صرح بها وأما حديث الحجاج بن ارطاة فغير مقبول بن ارطاة فغير مقبول فى الملة ولا عند أحد من الأئمة.

قال ابن العربى لم يعرف فى هذه المسألة خلاف إلا عن قوم انحطوا عن رتبة التابعين وقد سبق العصران الكريمان بالاتفاق على لزوم الثلاث، فإن رووا ذلك عن أحد منهم فلا تقبلوا منهم إلا ما يقبلون منكم، نقل العدل عن العدل ولا تجد هذه المسألة منسوبة إلى أحد من السلف أبدًا. اهـ.

فى الاصل فرجة مصححه :

ابن القيم ذلك فى إغاثة اللهفان ص١٧٩ بقوله: "لعله إحدى الروايتين عنهم وإلا

فقد صح بلا شك عن ابن مسعود وعلى و ابن عباس الإلزام بالثلاث إن أوقعها جملة وصح عن ابن عباس أنه جعلها واحدة ولم نقف على نقل صحيح عن غيرهم من الصحابة بذلك، فلذلك لم نعد ما حكى عنهم فى الوجوه المبينة للنزاع وإنما نعد ما وقفنا عليه فى مواضعه ونعزوه إليها، وبالله التوفيق" ١هـ. كلام ابن القيم.

وقال البيهقى فى السنن الكبرىٰ فى عز و ذلك إلى أمير المؤمنين على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنه (السنن الكبرىٰ ج/٧/ص: ٣٣٩-٣٤٠) أخبرنا أبو سعد أحمد بن محمد المالينى، أنا أبواحمد عبدالله بن عدى الحافظ، ثنا محمد بن عبدالوهاب ابن هشام نا على بن سلمة اللبقى، ثنا ابو أسامة عن الأعمش قال: كان بالكوفة شيخ يقول سمعت على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنه يقول: اذا طلق الرجل امرأته ثلاثًا فى مجلس واحد فإنه يرد إلى واحدة والناس عنقًا واحدًا إذ ذلك يأتونه ويسمعون منه قال فأتيته فقرعت عليه الباب فخرج إلى شيخ فقلت له: كيف سمعت على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنه يقول: فيمن طلق امرأته ثلاثًا فى مجلس واحد؟ قال سمعت على بن أبى طالب يقول: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثًا فى مجلس واحد فإنه يرد إلى واحدة، قال فقلت له: أين سمعت هذا من على رضى الله تعالى عنه؟ قال: أخرج إليك كتابًا فأخرج فإذا فيه: بسم الله الرحمٰن الرحيم، هذا ما سمعت على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنه يقول: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثًا فى مجلس واحد فقد بانت منه ولا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره. قال: فقلت ويحك هذا غيرالذى تقول، قال: الصحيح هو هذا ولكن هؤلاء أرادونى على ذلك" ١هـ.

وأما ما روى أبويعلى عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه من قوله: "ما ندمت على شىء ندامتى على ثلاث: أن لا أكون حرمت الطلاق" الخ فلا يصلح الاحتجاج به على أن عمر قد ندم آخر حياته على امضاء الثلاث لأمرين:

أحدهما أن يزيد بن أبى مالك لم يدرك عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه وقد قال الحافظ الذهبى فى (ميزان الاعتدال) فى يزيد بن أبى مالك: صاحب تدليس وإرسال عمن لم يدرك. وذكره الحافظ بن حجر فى "تعريف أهل التقديس بالموصوفين بالتدليس" وقال وصفه أبو مسهر بالتدليس.

الثانى أن خالد بن يزيد أبى مالك وهاه ابن معين وقال أحمد: ليس بشىء، وقال النسائى: غير ثقة وقال الدارقطنى: ضعيف، وقال ابن عدى عن ابن عصمة عن أحمد بن أبى يحى: سمعت أحمد بن حنبل يقول: خالد بن يزيد بن أبى مالك ليس بشىء، وقال ابن أبى الحوارى سمعت ابن معين يقول بالعراق: كتاب ينبغى أن يدفن: كتاب الديات لخالد بن يزيد بن أبى مالك، لم يرض أن يكذب على أبيه حتى كذب على الصحابة، قال أحمد بن أبى الحوارى: سمعت هذا الكتاب من خالد ثم أعطيته العطار فأعطى الناس فيه حوائج. وفى "تهذيب التهذيب" للحافظ بن حجر، قال ابن حبان: كان صدوقًا فى الرواية ولكنه كان يخطىء كثيرًا وفى حديثه مناكير لا يعجبنى الاحتجاج به إذا انفرد عن أبيه، وقال أبوداؤد: ضعيف وقال مرة: متروك الحديث، وذكره ابن الجارود والساجى والعقيلى فى الضعفاء. ١هـ.

وأجيب عما نقل عن أهل البيت النبوى فى اعتبار الطلاق الثلاث فى كلمة واحدة، واحدة بما رواه البيهقى (السنن الكبرىٰ ٣٤٠/٧) قال: أخبرنا أبوعبدالله الحافظ، نا أبو عمر و عثمان بن أحمد بن السمان ببغداد، انا حنبل بن اسحاق بن حنبل، نا محمد بن عمران بن محمد بن عبدالرحمٰن بن أبى ليلى، نا مسلمة بن جعفر الأحمسى، قال: قلت لجعفر بن محمد: إن قومًا يزعمون أن من طلق ثلاثًا بجهالة رد إلى السنة يجعلونها واحدة يروونها عنكم؟ قال معاذالله ما هذا من قولنا "من طلق ثلاثًا فهو كما قال" وأخبرنا أبوعبدالله، نا أبو محمد

الحسن بن سليمان الكوفى ببغداد، نا محمد بن عبدالله الحضرمى، نا اسماعيل بن بهرام، نا الأشجعى عن بسام الصيرفى قال: سمعت جعفر بن محمد يقول: من طلق امرأته ثلاثًا بجهالة أو علم فقد بانت منه. ١هـ. ونقل السيافى عن صاحب الآمالى أنه قال (الروض النضير ٤/٣٨٧): حدثنا أبو كريب عن حفص بن غياث قال: سمعت جعفر بن محمود يقول: من طلق ثلاثًا فهى ثلاث وهو قولنا أهل البيت" ثم ذكر رواية البيهقى عن شيخه الحاكم المتقدمة. وقال السياغى من الروض النضير فى وقوع الطلاق بائنا بإرساله ثلاثًا بلفظ واحد قال (الروض النضير ٤/٣٧٩): وهو مذهب جمهور أهل البيت كما حكاه محمد بن منصور عنهم فى الأمالى بأسانيده، وروى فى الجامع الكافى عن الحسن بن يحى قال رويناه عن النبى ﷺ وعن على رضى الله عنه وعلى بن الحسين، وزيد بن على، ومحمد بن على الباقر، ومحمد بن عمر بن على، وجعفر بن محمد وعبدالله بن الحسن، ومحمد بن عبدالله وخيار آل رسول الله ﷺ ثم قال الحسن أجمع آل الرسول على أن الذى يطلق ثلاثًا فى كلمة واحدة أنها قد حرمت عليه سواء كان قد دخل بها الزوج أو لم يدخل ورواه فى (البحر) عن ابن عباس و ابن عمر وعائشة و أبى هريرة و عن على رضى الله عنه والناصر والمؤيد بالله وتخريجه، والإمام يحى والفريقين ومالك وبعض الأمامية، قال ابن القيم: وهو قول الأئمة الأربعة وجمهور التابعين وكثير من الصحابة ١هـ. وذهب إليه ابن حزم فى المحلى وأطال الاحتجاج عليه. ١هـ. المراد من الروض النضير.

المذهب الثالث :

يقع فى المدخول بها ثلاثًا وبغير المدخول بها واحدة، وذكر ابن القيم أنه أخذ بالحديث الوارد فى التفرقة: اسحاق بن راهويه وخلق من السلف جعلوا الثلاث واحدة فى غير المدخول بها.

وهذا المذهب مبنى على ما رواه أبوداؤد فى سننه أن رجلا يقال له أبوالصهباء وكان كثير السؤال لابن عباس قال: أما علمت أن الرجل كان إذا طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدةً على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وصدر من إمارة عمر رضى الله تعالى عنهما فقال ابن عباس: بلى كان الرجل إذا طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدةً على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وصدر من إمارة عمر رضى الله تعالى عنهما. فلما رأى الناس قد تتابعوا فيها قال: أجيزوهن عليهم.

قال ابن القيم: رأى هؤلاء أن إلزام عمر بالثلاث هو فى حق المدخول بها، وحديث أبى الصهباء فى غير المدخول بها قالوا ففى هذا التفريق موافقة المنقول من الجانبين وموافقة القياس. انتهى.

وقد سبقت مناقشة هذا الدليل فى الجواب الثالث من الأجوبة على حديث ابن عباس وهو الدليل الأول للمذهب الثانى...

المذهب الرابع :

عدم وقوع الطلاق مطلقًا لأن إيقاع الطلاق على ذلك الوجه بدعة محرمة فهو مردود لحديث: "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهورد": وقد حكى هذا القول للإمام أحمد فأنكره وقال: هو قول الرافضة، كما نص عليه ابن القيم فى زاد المعاد وذكر بأن القول بعدم الوقوع جملة هو مذهب الإمامية، قال: وحكوه عن جماعة من أهل البيت وذكر شيخ الإسلام ابن تيمية فى رسالة الفرق بين الطلاق الحلال والحرام أن القول بعدم الوقوع محدث مبتدع، قاله بعض المعتزلة والشيعة ولا يعرف عن أحد من السلف. ١هـ.

وقال ابن رجب فى كتابه جامع العلوم والحكم فى شرحه لحديث: "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد". قال الإمام أحمد فى رواية أبى الحارث وسئل

عمن قال لا يقع الطلاق المحرم لأنه يخالف ما أمر به فقال: هذا قول سوء ردى" ثم ذكر قصة ابن عمر وأنه احتسب بطلاقه فى الحيض، وقال أبوعبيد: الوقوع هوالذى عليه العلماء مجمعون فى جميع الأمصار حجازهم وتهامهم، ويمنهم وشامهم، وعراقهم، ومصرهم، وحكى ابن المنذر ذلك عن كل من يحفظ قوله من أهل العلم إلا ناسًا من أهل البدع لا يعتد بهم. اهـ.

وفيما يلى كلام مجمل لابن تيمية فى المسألتين:

قال (مجموع الفتاوىٰ ج٣٣/٨١-٩٨): "الأصل الثانى" أن الطلاق المحرم الذى يسمى "طلاق البدعة" إذا أوقعه الإنسان هل يقع، أم لا؟ فيه نزاع بين السلف والخلف. والأكثرون يقولون بوقوعه مع القول بتحريمه. وقال آخرون: لا يقع مثل طاؤس، وعكرمة، وخلاس، و عمر، و محمد بن إسحاق، وحجاج بن ارطاة، وأهل الظاهر كداؤد وأصحابه. وطائفة من أصحاب أبى حنيفة ومالك و أحمد، ويروى عن أبى جعفر الباقر، وجعفر بن محمد الصادق، وغيرهما من أهل البيت، وهو قول أهل الظاهر: داؤد وأصحابه. لكن منهم من لا يقول بتحريم الثلاث. ومن أصحاب أبى حنيفة ومالك وأحمد من عرف أنه لا يقع مجموع الثلاث إذا أوقعها جميعًا، بل يقع منها واحدة.

ولم يعرف قوله فى طلاق الحائض ولكن وقوع الطلاق جميعًا قول طوائف من أهل الكلام والشيعة. ومن هؤلاء من يقول: إذا أوقع الثلاث جملة لم يقع به شىء أصلاً، لكن هذا قول مبتدع لا يعرف لقائله سلف من الصحابة والتابعين لهم بإحسان، وطوائف من أهل الكلام والشيعة، لكن ابن حزم من الظاهرية لا يقول بتحريم جمع الثلاث، فلذا يوقعها، وجمهورهم على تحريمها وأنه لا يقع إلا واحدة.

ومنهم من عرف قوله فى الثلاث ولم يعرف قوله فى الطلاق فى الحيض،

كمن ينقل عنه من أصحاب أبى حنيفة ومالك. و ابن عمر روى عنه من وجهين أنه لا يقع، وروى عنه من وجوه أخرى أشهر وأثبت أنه يقع. وروى ذلك عن زيد...

وأما "جمع الثلاث" فأقوال الصحابة فيها كثيرة مشهورة: روى الوقوع فيها عن عمر، وعثمان، وعلى، و ابن مسعود، وابن عباس، و ابن عمر، و أبى هريرة و عمران بن الحصين وغيرهم. وروى عدم الوقوع فيها عن أبى بكر، وعن عمر صدرا من خلافته، وعلى بن أبى طالب و ابن مسعود، و ابن عباس أيضًا، وعن الزبير، و عبدالرحمٰن بن عوف رضى الله تعالى عنهم اجمعين.

قال أبوجعفر أحمد بن محمد بن مغيث فى كتابه الذى سماه: "المقنع فى أصول الوثائق وبيان ما فى ذلك من الدقائق": وطلاق البدعة أن يطلقها ثلاثًا فى كلمة واحدة، فإن فعل لزمه الطلاق... ثم اختلف أهل العلم بعد إجماعهم على أنه مطلق كم يلزمه من الطلاق؟ فقال على بن أبى طالب، و ابن مسعود رضى الله تعالى عنهما: يلزمه طلقة واحدة، وكذا قال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وذلك لأن قوله: "ثلاثًا" لا معنى له، لأنه لم يطلق ثلاث مرات: لأنه إذا كان مخبرًا عما مضى فيقول: طلقت ثلاث مرات، يخبر عن ثلاث طلقات أتت منه فى ثلاثة أفعال كانت منه، فذلك يصح. ولو طلقها مرة واحدة فقال: طلقتها ثلاث مرات لكان كاذبًا.

وكذلك لو حلف بالله تعالى ثلاثًا يردد الحلف كانت ثلاثة أيمان، وأما لو حلف بالله تعالى فقال: أحلف بالله تعالى ثلاثًا لم يكن حلف إلا يمينًا واحدة، والطلاق مثله. قال: ومثل ذلك قال الزبير بن العوام، وعبدالرحمن بن عوف روينا ذلك كله عن ابن وضاح يعنى الإمام محمد بن وضاح الذى يأخذ عن طبقة أحمد بن حنبل و ابن أبى شيبة ويحيى بن معين، وسحنون بن سعيد، وطبقتهم قال، وبه قال من شيوخ قرطبة ابن زنباع شيخ هدى، ومحمد بن عبدالسلام الخشنى فقيه

عصره، و ابن بقى بن مخلد، وأصبغ بن الحباب، وجماعة سواهم من فقهاء قرطبة، وذكر هذا عن بضعة عشر فقيهًا من فقهاء طليطلة المتعبدين على مذهب مالك بن أنس.

قلت: وقد ذكره التلمسانى رواية عن مالك، وهو قول محمد بن مقاتل الرازى من أئمة الحنفية حكاه عن المازنى وغيره، وقد ذكر هذا رواية عن مالك، وكان يفتى بذلك أحيانًا الشيخ أبوالبركات ابن تيمية، وهو وغيره يحتجون بالحديث الذى رواه مسلم فى صحيحه وأبوداؤد وغيرهما عن طاؤس، عن ابن عباس أنه قال: كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر وسنتين من خلافة عمر رضى الله تعالى عنهما طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر بن الخطاب: إن الناس قداستعجلوا أمرًا كان لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم. وفى رواية: أن أبا الصهباء قال لابن عباس هات من هناتك ألم يكن طلاق الثلاث على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر واحدة؟ قال: قد كان ذلك، فلما كان فى عهد عمر تتابع الناس فى الطلاق فأمضاه عليهم وأجازه.

والذين ردوا هذا الحديث تأولوه بتأويلات ضعيفة، وكذلك كل حديث فيه: أن النبى ﷺ ألزم الثلاث بيمين أوقعها جملة، أو أن أحدًا فى زمنه أوقعها جملة فألزمه بذلك: مثل حديث يروى عن على، وآخر عن عبادة بن الصامت، وآخر عن الحسن عن ابن عمر، وغير ذلك، فكلها أحاديث ضعيفة باتفاق أهل العلم بالحديث، بل هى موضوعة، ويعرف أهل العلم بنقد الحديث أنها موضوعة، كما هو مبسوط فى موضعه.

وأقوى ما ردوه به أنهم قالوا: ثبت عن ابن عباس من غير وجه أنه أفتى بلزوم الثلاث. وجواب المستدلين أن ابن عباس روى عنه من طريق عكرمة أيضًا أنه كان يجعلها واحدة، وثبت عن عكرمة عن ابن عباس ما يوافق حديث طاؤس

مرفوعًا إلى النبى ﷺ وموقوفًا على ابن عباس، ولم يثبت خلاف ذلك عن النبى ﷺ فالمرفوع "أن ركانة طلق امرأته ثلاثًا، فردها عليه النبى ﷺ" قال الإمام أحمد بن حنبل فى مسنده: حدثنا سعيد بن ابراهيم، حدثنا أبى: عن ابن إسحاق، حدثنى داؤد بن الحصين، عن عكرمة مولى ابن عباس، قال: طلق ركانة بن عبد يزيد أخو بن المطلب امرأته ثلاثًا فى مجلس واحد، فحزن عليها حزنًا شديدًا قال: فسأله رسول الله ﷺ "كيف طلقتها؟" قال: فقال: طلقتها ثلاثًا، قال: "فى مجلس واحد"؟ قال: نعم قال: فإنها تلك واحدة فأرجعها إن شئت" قال: فراجعها، وكان ابن عباس يقول: إنما الطلاق عند كل طهر.

قلت وهذا الحديث قال فيه ابن اسحاق حدثنى داؤد، وداؤد من شيوخ مالك ورجال البخارى، و ابن اسحاق إذا قال. حدثنى، فهو ثقة عند أهل الحديث، وهذا إسناد جيد، وله شاهد من وجه آخر رواه أبوداؤد فى السنن، ولم يذكر أبوداؤد هذا الطريق الجيد، فلذلك ظن أن تطليقة واحدة بائنًا أصح، وليس الأمر كما قاله، بل الإمام أحمد رجح هذه الرواية على تلك وهو كما قال أحمد. وقد بسطنا الكلام على ذلك فى موضع آخر.

وهذا المروى عن ابن عباس فى حديث ركانة من وجهين، وهو رواية عكرمة عن ابن عباس من وجهين عن عكرمة، وهو أثبت من رواية عبدالله بن على بن يزيد بن ركانة، ونافع بن عجير: أنه طلقها البتة، و "أن النبى ﷺ استحلفه، فقال: "ما أردت إلا واحدة؟" فإن هؤلاء مجاهيل لا تعرف أحوالهم، وليسوا فقهاء، وقد ضعف حديثهم أحمد بن حنبل و أبوعبيد و ابن حزم وغيرهم. وقال أحمد بن حنبل: حديث ركانة فى البتة ليس بشىء. وقال أيضًا: حديث ركانة لا يثبت أنه طلق امرأته البتة لأن ابن اسحاق يرويه عن داؤد بن الحصين، عن عكرمة، عن ابن عباس "أن ركانة طلق امرأته ثلاثًا" وأهل المدينة يسمون "ثلاثًا" البتة. فقد

استدل أحمد على بطلان حديث البتة بهذا الحديث الآخر الذى فيه أنه طلقها ثلاثًا، وبين أن أهل المدينة يسمون من طلق ثلاثًا طلق البتة، وهذا يدل على ثبوت الحديث عنده، وقد بينه غيره من الحفاظ هذا الاسناد وهو قول ابن اسحاق: حدثنى داؤد بن الحصين، عن عكرمة، عن ابن عباس: هو إسناد ثابت عن أحمد وغيره من العلماء.

وبهذا الإسناد روى: أن النبى ﷺ "رد ابنته زينب على زوجها بالنكاح الأول" وصحح ذلك أحمد وغيره من العلماء و ابن إسحاق إذا قال: حدثنى. فحديثه صحيح عند أهل الحديث إنما يخاف عليه التدليس إذا عنعن، وقد روى أبو داؤد فى سننه هذا عن ابن عباس من وجه آخر، وكلاهما يوافق حديث طاؤس عنه، وأحمد كان يعارض حديث طاؤس بحديث فاطمة بنت قيس أن زوجها طلقها ثلاثًا، ونحوه.

وكان أحمد يرى جمع الثلاث جائزًا، ثم رجع أحمد عن ذلك، وقال: تدبرت القرآن فوجدت الطلاق الذى فيه هو الرجعى. أو كما قال. واستقر مذهبه على ذلك، وعليه جمهور أصحابه، وتبين من حديث فاطمة أنها كانت مطلقة ثلاثًا متفرقات، لا مجموعة، وقد ثبت عنده حديثان عن النبى ﷺ: أن من جمع ثلاثًا لم يلزمه إلا واحدة. وليس عن النبى ﷺ ما يخالف ذلك، بل القرآن يوافق ذلك، والنهى عنده يقتضى الفساد. فهذه النصوص والأصول الثابتة عنه تقتضى من مذهبه أنه لا يلزمه إلا واحدة، وعدوله عن القول بحديث ركانة وغيره كان أولاً لما عارض ذلك عنده من جواز جمع الثلاث، فكان ذلك يدل على النسخ، ثم إنه رجع عن المعارضة، وتبين له فساد هذا المعارض، وأن جمع الثلاث لا يجوز: فوجب على أصله العمل بالنصوص السالمةعن المعارض، وليس يعل حديث طاؤس بفتيا ابن عباس بخلافه، وهذا علمه فى إحدى الروايتين عنه، ولكن ظاهر

مذهبه الذى عليه أصحابه أن ذلك لا يقدح فى العمل بالحديث، لا سيما وقد بين ابن عباس عذر عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه. فى الإلزام بالثلاث. و ابن عباس عذره هو العذر الذى ذكره عن عمر رضى الله تعالى عنه، وهو أن الناس لما تتابعوا فيما حرم الله تعالى عليهم استحقوا العقوبة على ذلك فعوقبوا بلزومه، بخلاف ما كانوا عليه قبل ذلك، فإنهم لم يكونوا مكثرين من فعل المحرم.

وهذا كما أنهم لما أكثروا شرب الخمر واستخفوا بحدها كان عمر يضرب فيها ثمانين، وينفى فيها، ويحلق الرأس، ولم يكن ذلك على عهدالنبى ﷺ وكما قاتل على بعض أهل القبلة ولم يكن ذلك على عهد النبى ﷺ والتفريق بين الزوجين هو مما كانوا يعاقبون به أحيانًا: إما مع بقاء النكاح، وإما بدون. فالنبى ﷺ فرق بين الثلاثة الذين خلفوا وبين نسائهم حتى تاب الله عليهم من غير طلاق، والمطلق ثلاثًا حرمت عليه امرأته حتى تنكح زوجًا غيره عقوبة له ليمتنع عن الطلاق.

وعمر بن الخطاب ومن وافقه كما لك و أحمد فى إحدى الروايتين حرموا المنكوحة فى العدة على الناكح أبدًا، لأنه استعجل ما أحله الله فعوقب بنقيض قصده، والحكمان لهما عند أكثر السلف أن يفرقا بينهما بلا عوض إذا رأيا الزوج ظالمًا معتديًا، لما فى ذلك من منعه من الظلم ودفع الضرر عن الزوجة ودل على ذلك الكتاب والسنة والآثار، وهو قول مالك وأحد القولين فى مذهب الشافعى وأحمد، والزام عمر بالثلاث لما أكثروا منه: إما أن يكون رآه عقوبة تستعمل وقت الحاجة، وإما يكون رآه شرعًا لازمًا، لاعتقاده أن الرخصة كانت لما كان المسلمون لا يوقعونه إلا قليلاً.

وهكذا كما اختلف كلام الناس فى نهيه عن المتعة: هل كان نهى اختيار، لأن أفراد الحج بسفرة والعمرة بسفرة كان أفضل من التمتع، أو كان قد نهى عن

الفسخ، لاعتقاده أنه كان مخصوصًا بالصحابة؟ وعلى التقديرين فالصحابة قد نازعوه فى ذلك، وخالفه كثير من أئمتهم من أهل الشورى وغيرهم: فى المتعة وفى الإلزام بالثلاث. وإذا تنازعوا فى شىء وجب رد ما تنازعوا فيه إلى الله والرسول. كما أن عمر كان يرى أن المبتوتة لا نفقة لها ولا سكنى، ونازعه فى ذلك كثير من الصحابة، وأكثر العلماء على قولهم. وكان هو و ابن مسعود يريان أن الجنب لا يتيمم، وخالفهما عمار و أبوموسى و ابن عباس وغيرهم من الصحابة، وأطبق العلماء على قول هؤلاء، لما كان معهم الكتاب والسنة. والكلام على هذا كثير مبسوط فى موضع آخر. والمقصود هنا التنبيه على ما أخذ الناس به.

والذين لا يرون الطلاق المحرم لازمًا يقولون: هذا هو الأصل الذى عليه أئمة الفقهاء: كمالك، والشافعى وأحمد، وغيرهم، وهو: أن إيقاعات العقود المحرمة لا تقع لازمة: كالبيع المحرم، والنكاح المحرم، والكتابة المحرمة، ولهذا أبطلوا نكاح الشغار، ونكاح المحلل، وأبطل مالك وأحمد البيع يوم الجمعة عند النداء، وهذا بخلاف الظهار المحرم، فإن ذلك نفسه محرم، كما يحرم القذف وشهادة الزور، واليمين الغموس، وسائر الأقوال التى هى فى نفسها محرمة: فهذا لا يمكن أن ينقسم إلى صحيح وغير صحيح، بل صاحبها يستحق العقوبة بكل حال، فعوقب المظاهر بالكفارة، ولم يحصل ما قصده به من الطلاق، فإنهم كانوا يقصدون به الطلاق وهو موجب لفظه، فأبطل الشارع ذلك، لأنه قول محرم، وأوجب فيه الكفارة.

وأما الطلاق فجنسه مشروع: كالنكاح والبيع، فهو يحل تارة، ويحرم تارة فينقسم إلى صحيح وفاسد، كما ينقسم البيع والنكاح. والنهى فى هذا الجنس يقتضى فساد المنهى عنه، ولما كان أهل الجاهلية يطلقون بالظهار فأبطل الشارع ذلك، لأنه قول محرم: كان مقتضى ذلك أن كل قول محرم لا يقع

به الطلاق، وإلا فهم كانوا يقصدون الطلاق بلفظ الظهار، كلفظ الحرام، وهذا قياس أصل الأئمة مالك، والشافعى وأحمد.

ولكن الذين خالفوا قياس أصولهم فى الطلاق خالفوه لما بلغهم من الآثار. فلما ثبت عندهم عن ابن عمر أنه اعتد بتلك التطليقة التى طلق امرأته وهى حائض قالوا: هم أعلم بقصته، فاتبعوه فى ذلك. ومن نازعهم يقول: ما زال ابن عمر وغيره يروون أحاديث ولا تأخذ العلماء بما فهموه منها، فإن الاعتبار بما رووه، لا بما رأوه وفهموه. وقد ترك جمهور العلماء قول ابن عمر الذى فسر به قوله: "فاقدروا له" وترك مالك و أبوحنيفة وغيرهما تفسيره لحديث "البيعين بالخيار" مع أن قوله هو ظاهر الحديث. وترك جمهور العلماء تفسيره لقوله تعالى: (فأتوا حرثكم أنى شئتم... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٣) وقوله نزلت هذه الآية فى كذا. وكذلك إذا خالف الراوى ما رواه، كما ترك الأئمة الأربعة وغيرهم قول ابن عباس: أن بيع الأمة طلاقها، مع أنه روى حديث بريرة وأن النبى ﷺ خيرها بعد أن بيعت وعتقت، فإن الاعتبار بما رووه، لا ما رأوه وفهموه.

ولما ثبت عندهم عن أئمة الصحابة أنهم ألزموا بالثلاث المجموعة قالوا: لا يلزمون بذلك إلا وذلك مقتضى الشرع، واعتقد طائفة لزوم هذا الطلاق وأن ذلك إجماع، لكونهم لم يعلموا خلافًا ثابتًا، لا سيما وصار القول بذلك معروفًا عن الشيعة الذين لم ينفردوا عن أهل السنة بحق.

قال المستدلون: هؤلاء الذين هم بعض الشيعة وطائفة من أهل الكلام يقولون جامع الثلاث لا يقع به شىء: هذا القول لا يعرف عن أحد من السلف، بل قد تقدم الإجماع على بعضه وإنما الكلام هل يلزمه واحدة؟ أو يقع ثلاث؟ والنزاع بين السلف فى ذلك ثابت لا يمكن رفعه، وليس مع من جعل ذلك شرعًا لازماً للأمة حجة يجب اتباعها: من كتاب، ولا سنة، ولا إجماع، وإن كان بعضهم

قد احتج على هذا بالكتاب، وبعضهم بالسنة، وبعضهم بالإجماع، وقد احتج بعضهم بحجتين أو أكثر من ذلك، لكن المنازع يبين أن هذه كلها حجج ضعيفة، وأن الكتاب والسنة والاعتبار إنما تدل على نفى اللزوم، وتبين أنه لا إجماع فى المسألة، بل الآثار الثابتة عمن ألزم بالثلاث مجموعة عن الصحابة تدل على أنهم لم يكونوا يجعلون ذلك مما شرعه النبى ﷺ لامته شرعًا لازمًا، كما شرع تحريم المرأة بعد الطلقة الثالثة، بل كانوا مجتهدين فى العقوبة بإلزام ذلك إذا كثر ولم ينته الناس عنه.

وقد ذكرت أن الألفاظ المنقولة عن الصحابة تدل على أنهم ألزموا بالثلاث لمن عصى الله تعالى بإيقاعها جملة، فأما من كان يتقى الله فإن الله يقول: (ومن يتق الله يجعل له مخرجًا. ويرزقه من حيث لا يحتسب... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢-٣) فمن لا يعلم التحريم حتى أوقعها، ثم لما علم التحريم تاب والتزم أن لا يعود إلى المحرم فهذا لا يستحق أن يعاقب، وليس فى الأدلة الشرعية: الكتاب، والسنة، والاجماع، والقياس، ما يوجب لزوم الثلاث له، ونكاحه ثابت بيقين، وامرأته محرمة على الغير بيقين، وفى التزامه بالثلاث إباحتها للغير مع تحريمها عليه وذريعة إلى نكاح التحليل الذى حرمه الله ورسوله.

و "نكاح التحليل" لم يكن ظاهرًا على عهد النبى ﷺ وخلفائه، ولم ينقل قط أن امرأة أعيدت بعد الطلقة الثالثة على عهدهم إلى زوجها بنكاح تحليل، بل: "لعن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم المحلل والمحلل له": و "لعن آكل الربا، وموكله، وشاهديه وكاتبه" ولم يذكر فى التحليل الشهود ولا الزوجة ولا الولى، لأن التحليل الذى كان يفعل كان مكتومًا بقصد المحلل، أو يتواطأ عليه هو والمطلق المحلل له. والمرأة ووليها لا يعلمون قصده ولو علموا لم يرضوا أن

يزوجوه، فإنه من أعظم المستقبحات والمنكرات عندالناس، ولأن عاداتهم لم تكن بكتابة الصداق فى كتاب، ولا إشهاد عليه، بل كانوا يتزوجون ويعلنون النكاح، ولا يلتزمون أن يشهدوا عليه شاهدين وقت العقد، كما هو مذهب مالك وأحمد فى إحدى الروايتين عنه وليس عن النبى ﷺ فى الإشهاد على النكاح حديث صحيح. هكذا قال أحمد بن حنبل وغيره.

فلما لم يكن على عهد عمر رضى الله تعالى عنه تحليل ظاهر، ورأى فى إنفاذ الثلاث زجرًا لهم عن المحرم: فعل ذلك باجتهاده ـ أما إذا كان الفاعل لا يستحق العقوبة، وإنفاذ الثلاث يفضى إلى وقوع التحليل المحرم بالنص وإجماع الصحابة، والاعتقاد وغير ذلك من المفاسد، لم يجز أن يزال مفسدة حقيقية بمفاسد أغلظ منها، بل جعل الثلاث واحدة فى مثل هذا الحال كما كان على عهد رسول الله ﷺ وأبى بكر أولى، ولهذا كان طائفة من العلماء مثل أبى البركات يفتون بلزوم الثلاث فى حال دون حال، كما نقل عن الصحابة. وهذا: إما لكونهم رأوه من "باب التعزير" الذى يجوز فعله بحسب الحاجة، كالزيادة على أربعين فى الخمر والنفى فيه، وحلق الرأس. وإما لاختلاف اجتهادهم: فرأوه تارة لازمًا وتارة غير لازم.

وبالجملة فما شرعه النبى ﷺ لأمته "شرعًا لازمًا" إنما لا يمكن تغييره لأنه لا يمكن نسخ بعد رسول الله ﷺ ولا يجوز أن يظن بأحد من علماء المسلمين أن يقصد هذا، لا سيما الصحابة، لا سيما الخلفاء الراشدون، وإنما يظن ذلك فى الصحابة أهل الجهل والضلال: كالرافضة والخوارج الذين يكفرون بعض الخلفاء أو يفسقونه، ولو قدر أن أحدًا فعل ذلك لم يقره المسلمون على ذلك. فإن هذا إقرار على أعظم المنكرات والأمة معصومة أن تجتمع على مثل ذلك، وقد نقل عن طائفة: كعيسى ابن أبان وغيره من أهل الكلام والرأى من

المعتزلة وأصحاب أبى حنيفة ومالك: أن الاجماع ينسخ به نصوص الكتاب والسنة.

وكنا نتأول كلام هؤلاء على أن مرادهم أن الاجماع يدل على نص ناسخ، فوجدنا من ذكر عنهم أنهم يجعلون الاجماع نفسه ناسخًا، فإن كانوا أرادوا ذلك فهذا قول يجوز تبديل المسلمين دينهم بعد نبيهم، كما تقول النصارى من: أن المسيح سوغ لعلمائهم أ ن يحرموا ما رأوا تحريمه مصلحة، ويحلوا ما رأوا تحليله مصلحة، وليس هذا دين المسلمين ولا كان الصحابة يسوغون ذلك لأنفسهم. ومن اعتقد فى الصحابة أنهم كانوا يستحلون ذلك فإنه يستتاب كما يستتاب أمثاله، ولكن يجوز أن يجتهد الحاكم والمفتى فيصيب فيكون له أجران، ويخطى فيكون له أجر واحد.

وما شرعه النبى ﷺ "شرعًا معلقًا بسبب" إنما يكون مشروعًا عند وجود السبب: كإعطاء المؤلفة قلوبهم، فإنه ثابت بالكتاب والسنة، وبعض الناس ظن أن هذا نسخ، لما روى عن عمر: أنه ذكر أن الله أغنى عن التألف، فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر، وهذا الظن غلط، ولكن عمر استغنى فى زمنه عن إعطاء المؤلفة قلوبهم، فترك ذلك لعدم الحاجة إليه، لا لنسخه، كما لو فرض أنه عدم فى بعض الأوقات ابن السبيل، والغارم ونحو ذلك.

و "متعة الحج" قد روى عن عمر أنه نهى عنها، وكان ابنه عبدالله بن عمر وغيره يقولون: لم يحرمها، وإنما قصد أن يأمر الناس بالأفضل، وهو أن يعتمر أحدهم من دويرة أهله فى غير أشهر الحج، فإن هذه العمرة أفضل من عمرة المتمتع والقارن باتفاق الأئمة، حتى أن مذهب أبى حنيفة و أحمد منصوص عنه: أنه إذا اعتمر فى غير أشهر الحج وأفرد الحج فى أشهره: فهذا أفضل من مجرد التمتع والقرآن، مع قولهما بأنه أفضل من الإفراد المجرد ... ومن الناس من قال:

إن عمر أراد فسخ الحج إلى العمرة. قالوا: إن هذا محرم به لا يجوز، وأن ما أمره به النبى ﷺ أصحابه من الفسخ كان خاصًا بهم، وهذا قول كثير من الفقهاء: كأبى حنيفة، ومالك، والشافعى، وآخرون، من السلف والخلف قابلوا هذا، وقالوا بل الفسخ واجب، ولا يجوز أن يحج أحد إلا متمتعًا: مبتدئًا، أو فاسخًا، كما أمر النبى ﷺ أصحابه فى حجة الودا ع، وهذا قول ابن عباس وأصحابه ومن اتبعه من أهل الظاهر والشيعة. و "القول الثالث": أن الفسخ جائز وهو أفضل. ويجوز أن لا يفسخ، وهو قول كثير من السلف والخلف: كأحمد بن حنبل وغيره من فقهاء الحديث، ولا يمكن للا نسان أن يحج حجة مجمعًا عليها إلا أن يحج متمتعًا ابتداء من غير فسخ.

فأما حج المفرد والقارن: ففيه نزاع معروف بين السلف والخلف كما تنازعوا فى جواز الصوم فى السفر، وجواز الإتمام فى السفر، ولم يتنازعوا فى جواز الصوم والقصر فى الجملة.

وعمر لما نهى عن المتعة خالفه غيره من الصحابة كعمران بن حصين، وعلى بن أبى طالب، وعبدالله ابن عباس، وغيرهم، بخلاف نهيه عن متعة النساء، فإن عليًا وسائر الصحابة وافقوه على ذلك، وأنكرعلى على ابن عباس إباحة المتعة. قال: إنك امرؤ تائه، إن رسول الله ﷺ حرم متعة النساء، وحرم لحوم الحمر الأهلية عام خيبر، فأنكر على بن أبى طالب على ابن عباس إباحة الحمر، وإباحة متعة النساء، لأن ابن عباس، كان يبيح هذا وهذا. فأنكر عليه على ذلك. وذكر له: أن رسول الله حرّم المتعة، وحرم الحمر الاهلية": ويوم خيبر كان تحريم الحمر الأهلية... وأما تحريم المتعة، فإنه عام فتح مكة، كما ثبت ذلك فى الصحيح ، وظن بعض الناس أنها حرمت، ثم أبيحت، ثم حرمت فظن بعضهم أن ذلك ثلاثًا. وليس الأمر كذلك.

فقول عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه:إن الناس قد استعجلوا فى أمر كانت لهم فيه أناة " فلو أنفذناه عليهم فأنفذه عليهم: هو بيان أن الناس احدثوا ما استحقوا عنده أن ينفذ علهم الثلاث. فهذا إما أن يكون كالنهى عن متعة الفسخ، لكون ذلك كان مخصوصًا بالصحابة وهو باطل، فإن هذا كان على عهد أبى بكر رضى الله تعالى عنه ولأنه لم يذكر مايوجب اختصاص الصحابة بذلك، وبهذا أيضًا تبطل دعوى من ظن ذلك منسوخًا كنسخ متعة النساء، وإن قدر أن عمر رأى ذلك لازمًا فهو اجتهاد منه اجتهده فى المنع من فسخ الحج لظنه أن ذلك كان خاصًا.

وهذا قول مرجوح قد أنكره غير واحد من الصحابة، والحجة الثابتة هى مع من أنكره. وهكذا الإلزام بالثلاث. من جعل قول عمر فيه شرعًا لازمًا قيل له: فهذا اجتهاده قد نازعه فيه غيره من الصحابة، وإذا تنازعوا فى شىء وجب رد ما تنازعوا فيه إلى الله والرسول، والحجة مع من أنكر هذا القول المرجوح.

وإما أن يكون عمر جعل هذا عقوبة تفعل عندالحاجة، وهذا أشبه الأمرين بعمر، ثم العقوبة بذلك يدخلها الاجتهاد من "وجهين" من جهة أن العقوبة بذلك: هل تشرع؟ أم لا؟ فقد يرى الإمام أن يعاقب بنوع لا يرى العقوبة به غيره، كتحريق على الزنادقة بالنار، وقد أنكره عليه ابن عباس، وجمهور الفقهاء مع ابن عباس. ومن جهة أن العقوبة إنما تكون لمن يستحقها فمن كان من "المتقين" استحق أن يجعل الله له فرجًا ومخرجًا، لم يستحق العقوبة، ومن لم يعلم أن جمع الثلاث محرم، فلما علم أن ذلك محرم تاب من ذلك اليوم أن لا يطلق إلا طلاقًا سنيًا فإنه من "المتقين". فمثل هذا لا يتوجه إلزامه بالثلاث مجموعة بل يلزم بواحدة منها وهذه المسائل عظيمة وقد بسطنا الكلام عليها فى موضع آخر من مجلدين وإنما نبهنا عليها هنا تنبيهًا لطيفًا.

والذى يحمل عليه أقوال الصحابة أحد أمرين: إما أنهم رأوا ذلك من باب التعزير الذى يجوز فعله بحسب العادة: كالزيادة على أربعين فى الخمر. وإما لاختلاف اجتهادهم فرأوه لازمًا، وتارة غير لازم، وإما القول بكون لزوم الثلاث شرعًا لازمًا، كسائر الشرائع: فهذا لا يقوم فيه دليل شرعى. وعلى هذا القول الراجح لهذا الموقع أن يلتزم طلقة واحدة ويراجع امرأته، ولا يلزمه شىء لكونها كانت حائضًا، إذا كان ممن اتقى وتاب من البدعة.

الخلاصة

اتفق الفقهاء على أن طلاق السنة بالنسبة لعدد الطلاق، أن يطلق الرجل زوجته طلقة واحدة مدخولاً بها أم غير مدخول بها، ثم له أن يمسك المدخول بها فيراجعها ما دامت فى العدة وله أن يتركها، فلا يراجعها حتى تنقضى عدتها فتبين منه وهذا هوالتسريح لها بإحسان، واتفقوا أيضًا على أنه إذا عاد إلى مطلقته برجعة أو عقد ثم طلقها طلقة واحدة فطلاقه طلاق سنة، ولو فعل مثل هذا مرة ثالثة كان طلاقه طلاق سنة باتفاق.

واختلفوا فيما لو طلق امرأته ثلاثًا بأن قال لها: أنت طالق ثلاثًا مثلاً هل هو طلاق بدعة أو لا؟ واختلفوا أيضًا فيما لو طلق المدخول بها طلقة ثم أتبعها أخرى فى نفس الطهر أو الطهر الثانى أو الثالث قبل أن يراجعها، هل هو طلاق بدعة أولا؟

ومحل البحث ما لو قال لها فى لفظ واحد: أنت طالق ثلاثًا مثلاً، هل هو بدعة ممنوعة أو لا؟ وهل يعتد به أولا؟ فهاتان مسألتان فى كل منهما خلاف بين العلماء، وفيما يلى خلاصة القول فيهما:

المسألة الاولى :

فى حكم الإقدام على جمع الثلاث بكلمة واحدة "وفيه قولان".

١- القول الأول : أنه بدعة ممنوعة، وهو قول الحنفية والمالكية وإحدى الروايتين عن أحمد وقول ابن تيمية و ابن القيم، وقد استدلوا لذلك بأدلة من الكتاب والسنة والإجماع والمعنى والقياس.

اما القرآن :

فمنه قوله تعالى: (فطلقوهن لعدتهن... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) إلى قوله: فإذا بلغن اجلهن فأمسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف (الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) قيل المراد الأمر بتفريق الطلقات الثلاث على أطهار العدة الثلاثة، والأمر بالتفريق نهى عن الجمع نهى تحريم أو نهى كراهة، فكان جمع الثلاث فى طهر واحد بدعة ممنوعة (ص من البحث).

وذكر ابن تيمية أن الله لم يبح فى هذه الآية إلا الطلاق الرجعى لقوله تعالى: (لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك أمرا... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) والأمر هو الندم على الطلاق، والرغبة فى الرجعة، ولقوله تعالى: (فإذا بلغن أجلهن فأمسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) فخير سبحانه بين الرجعة قبل انقضاء العدة دون مضارة للزوجة وبين تركها حتى تنقضى عدتها فتبين منه، وأنه سبحانه لم يبح فيها إلا الطلاق للعدة، فإرداف الطلاق للطلاق فى العدة ولو فى طهر آخر ممنوع لقوله تعالى (فطلقوهن لعدتهن... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) إذا المعنى الأمر بطلاقهن مستقبلات عدتهن، ومن طلق زوجته الطلقة الثانية فى طهرها الثانى والثالثة فى طهرها الثالث بنت مطلقته على ما مضى من عدتها ولم تستأنف العدة للثانى ولاللثالث، فلم يكن طلاقًا للعدة، فكان غير مشروع (ص من البحث).

ومنه قوله تعالى: (الطلاق مرتان ... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) ووجه الاستدلال أن هذه الجملة خبرية لفظًا طلبية معنى، لئلا يلزم الخلف فى خبره تعالى، ولهذا نظائر فى الكتاب والسنة ولغة العرب، فالمعنى إذا عزمتم الطلاق فطلقوا مرة بعد مرة، إذ لا يقال لمن دفع درهمين لإنسان دفعة أنه أعطاه مرتين إلى غير هذا من النظائر، والأمر بالتفريق نهى عن الجمع فكان ممنوعًا (ص من البحث).

فإن قيل: إذا كان كل الطلاق فى دفعتين كان الواقع منه فى دفعة طلقتين، وفى الأخرى طلقة، فكان الجمع بين طلقتين مشروعًا، وإذًا يكون الجمع بين الثلاث مشروعًا، إذ لا فرق.

فالجواب أن الآية أمرت بتفريق الطلقتين من الثلاث لا بتفريق الثلاث بدليل ما ذكر بعد من مشروعية الرجعة (ص من البحث). وفى معناه ما قيل: من أن المراد أوقعوا الطلاق الرجعى المذكور فى قوله تعالى: (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٨) مرة بعد مرة، ومن طلق ثلاثًا أو طلقتين دفعة لم يفعل ما أمر به فكان مبتدعًا فى طلاقه، كما أن من قال: سبحان الله ثلاثًا وثلاثين والحمدلله ثلاثًا وثلاثين والله اكبر ثلاثًا وثلاثين عقب المكتوبات مكتفيًا بذكر اسم العدد عن تكرار كل من التسبيح والتحميد والتكبير ثلاثًا وثلاثين مرة لم يكن آتيًا بما أمر به كما أمر، فكان مبتدعًا.

وقيل فى وجه الاستدلال بالآية: إن المراد الإخبار عن صفة الطلاق الشرعى، والألف واللام فى الطلاق للحصر فيقتضى ذلك المنع من الطلاق على غير هذه الصفة، لكونه بدعة مخالفة للشرع.

فإن قيل: المراد الإخبار عن أن الطلاق الرجعى طلقتان، وما زاد فليس برجعى، يدل عليه قوله بعد ذلك (فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان... الآية

الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) أجيب بأنه لو كان المراد ما ذكرتم لقال: الطلاق طلقتان، سواء أوقعهما الزوج مجتمعتين أم مفترقتين، فلما قال: مرتان اقتضى إيقاعه مفترقًا، وثبت أن المراد الإخبار عن صيغة إيقاعه.

فإن قيل: لفظ التكرار إذا علق باسم أريد به تضعيف العدد دفعة دون تكرار الفعل كما فى قوله تعالى: (نؤتها أجرها مرتين... الآية الكريمة من سورة الأحزاب: ٣١) ونحوها، فإن المراد تضعيف العدد لا تفريق الأجر. أجيب بأن المراد نؤتها أجرها مرة بعد مرة كما روى عن بعض السلف، وعلى تقدير أن المراد فى الآية تضعيف العدد دفعة يقال: إن الأصل فيما ذكر تكرار الفعل، إلا إذا دل دليل على إرادة تضعيف العدد فيعدل إليه استثناء، كما فى آية (نؤتها أجرها مرتين... الآية الكريمة من سورة الأحزاب: ٣١) وما عداه يبقى على الأصل، على أنه لو أريد بقوله تعالى: (الطلاق مرتان... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٢٩) تضعيف العدد دفعة، لمنع الزوج من إيقاع طلقة مفردة، وهذا باطل بإجماع (ص من البحث)

وأجيب أيضًا بأن الفرق معلوم بين ما يكون مرتين فى الزمان، فلا يتصور فيه الجمع كآية الطلاق، وبين ما يكون مثلين وجزأين ومرتين فى المضاعفة فيتصور فيه الجمع كما فى آية (نؤتها أجرها مرتين... الآية الكريمة من سورة الأحزاب: ٣١) وآية (سنعذبهم مرتين... الآية الكريمة من سورة التوبة: ١٠١) ونحوهما.

ومنه قوله تعالى: (وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٢)، وهذا إنما يكون فيما دون الثلاث، وهو يعم كل طلاق، لوقوعه فى حيز الشرط، فعلم أن جمع الثلاث غير مشروع (ص من البحث)

ومن السنة حديث "تزوجوا ولا تطلقوا" الخ. قيل نهى عن الطلاق لأمر ملازم له لا لعينه، لأنه بقى معتبرًا شرعًا فى حق الحكم بعد النهى، والمراد والله أعلم الجمع بين طلقتين أو أكثر فى طهر والطلاق فى الحيض، ولكن هذا الحديث ضعيف فلا يشتغل بمناقشته (ص من البحث، ذكره السيوطى فى الجامع الصغير وضعفه)

ومنها ما روى مخرمة بن بكير عن أبيه: قال سمعت محمود بن لبيد قال أخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعًا، فقال: "فعله لاعبًا" ثم قال: "تلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم" حتى قام رجل، فقال يا رسول الله ألا أقتله؟ واسناده على شرط مسلم، ودلالة متنه على المنع ظاهرة. واعترض عليه أولاً: بأن مخرمة لم يسمع من أبيه وإنما هو كتاب، وعورض ذلك بقول من قال سمع من أبيه، ومعه زيادة علم وإثبات فيقدم، وعلى تقدير أنه لم يسمع من أبيه، وإنما رواه من كتابه وكان كتاب أبيه عنده محفوظًا مضبوطًا، فقد انعقد الإجماع على قبول الكتاب والعمل به إذا صح عند رواية أنه من كتاب شيخه، بل الرواية من الكتاب المصون أوثق، فإن الحفظ يخون والنسخة الثابتة المحفوظة لا تخون، وقد أطال ابن القيم الكلام على توثيق مخرمة واعتبار الرواية من الكتاب
(ص - من البحث)
وصحة الاحتجاج بها
إلا أنه لم يثبت له
واعترض ثانيًا بأن محمود بن لبيد وإن كان صحابيًا
وأجيب بأن مرسل الصحابى مقبول،
سماع من النبى ﷺ فروايته عنه مرسلة،
فصح الاحتجاج بالحديث.

ومنها حديث عبادة بن الصامت: أن قومًا جاء وا إلى النبى ﷺ فقالوا: إن أبانا طلق امرأته ألفًا فقال: "بانت إمرأته بثلاث فى معصية لله وبقى تسعمائة وسبعة وتسعون وزرًا فى عنقه إلى يوم القيامة" وأجيب بأن فى سنده رجالاً

مجهولين وضعفاء، فلا يصلح للاحتجاج به (ص من البحث)

ومنها حديث على قال: سمع النبى ﷺ رجلاً طلق البتة فغضب، وقال "اتتخذون آيات الله هزوًا أو دين الله هزوًا أو لعبًا، من طلق البتة الزمناه ثلاثًا لا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره" فدل غضبه على المنع من جمع الثلاث بلفظ صريح أو كناية، وأجاب الدارقطنى بأن فى سنده اسماعيل بن أمية القرشى، وهو ضعيف، وقال ابن القيم فى سنده مجاهيل وضعفاء، فلا يصح الاحتجاج به.

ومنها أن ابن عمر لما طلق امرأته فى الحيض وأمره النبى ﷺ بمراجعتها قال: أرأيت لو طلقتها ثلاثًا أكانت تحل لى، قال: "لا، بانت منك، وهى معصية" وأجيب بأن فى سنده شعيب ابن رزيق وقد تكلموا فيه، وتفرد فى هذا الحديث عن الثقات بزيادة قوله: أرأيت لو طلقتها ثلاثًا. الخ... فلم يأت أحد منهم فى روايته لهذا الحديث بما أتى به، ولذا لم يرو حديثه هذا أحد من أصحاب الصحاح ولاالسنن (ص ـ من البحث)

وأما الاجماع فقد أنذر عمر من يأتيه وقد طلق امرأته ثلاث تطليقات مجموعة بأن يوجعه ضربًا، وحكم كثير من الصحابة بأن من يطلق ثلاثًا مجموعة أو أكثر فقد عصى ربه واستنكروا ذلك من فاعله وجعلوه متعديًا لحدودالله، وانتشر ذلك عنهم دون نكير، فكان إجماعًا على المنع من جمع ثلاث طلقات فأكثر دفعة.

وأمـا المعنى فمن وجهين: الأول أن النكاح عقد مصلحة، والطلاق إبطال له، فكان مفسدة، والله لا يحب الفساد.

الثانى: أن النكاح عقد مسنون بل واجب، وفى الطلاق قطع للسنة أو تفويت للواجب، فكان الأصل فيه الحظر أو الكراهة، إلا أنه رخص فيه للدواعى الطارئة كتوقع مفسدة من استمرار النكاح أشد من مفسدة الطلاق. فيرتكب

أخف المفسدتين تفاديًا لأشدهما (ص ـ من البحث) لكن يقتصر من ذلك على طلقة واحدة، إذ بها تندفع المفسدة، وما زاد عليها فيبقى على الأصل، وهو المنع ويشهد لكون الأصل فى الطلاق الحظر حديث: "أيما امرأة سألت زوجها الطلاق من غير ما بأس فحرام عليها رائحة الجنة".

رواه أحمد وأبوداؤد والترمذى وحسنه. وأما القياس فلأن التطليق ثلاثًا دفعة فيه تحريم البضع من غير حاجة فأشبه الظهار، فكان ممنوعًا، ولأن فيه ضررًا وإضرارًا بنفسه وبامرأته، فأشبه الطلاق فى الحيض فكان ممنوعًا.

القول الثانى: أن جمع الطلاق الثلاث فى كلمة ليس بمحرم ولا بدعة، وبه قال الشافعى وأبو ثور وأحمد فى أحدى الروايتين عنه، وجماعة من أهل الظاهر، واستدلوا لذلك بالكتاب والسنة والآثار والمعنى.

أما الكتاب فقوله تعالى: (فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٠). وقوله تعالى: (إذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها... الآية الكريمة من سورة الأحزاب: ٤٩) وقوله تعالى: (وللمطلقات متاع بالمعروف... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٤١) فهذه تعم إباحة الثلاث والاثنتين فإنه تعالى لم يخص مطلقة طلقة واحدة من مطلقة ثلاثًا، فليس لأحد أن يخصها إلا بدليل. ويمكن أن يقال: إن المقصود فى الجمل الشرطية الحكم بما تضمنه الجواب على تقدير تحقق فعل الشرط، بقطع النظر عن كون فعل الشرط مطلوب الحصول أو مباحًا أو ممنوعًا، وعلى هذا يكون القصد من آية (فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره... الآية الكريمة من سورة البقرة: ٢٣٠) الحكم بتحريم الزوجة على زوجها الذى طلقها المرة الثالثة حتى تنكح زوجًا غيره، وقد يكون طلاقها المرة الثالثة مأذونًا فيه كما لو طلقها فى طهر

لم يمسها فيه طلقة، وقد يكون محرمًا كما لو طلقها المرة الثالثة فى حيض مثلاً، ويكون القصد من آية (إذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٤١) عدم وجوب العدة على تقدير حصول الطلاق قبل الدخول، أما كون طلاقها مباحًا أو محرمًا فيفهم من أمر آخر، وأما آية (وللمطلقات متاع بالمعروف حقًا على المتقين... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٤١) فالقصد منها إثبات المتعة للمطلقة، وجوبًا أو ندبًا، لا بيان حكم الطلاق، فقد يكون محرمًا وتثبت لها المتعة وقد يكون مباحًا كما تقدم.

وبهذا يتبين أن الآيات الثلاث ليست أدلة فى محل النزاع.

وأما السنة فمنها حديث فاطمة بنت قيس، وفيه أن زوجها طلقها ثلاثًا أو طلقها البتة وهو غائب وبعث إليها وكيلة بشعير نفقة لها، فسخطته، فقال: والله ما لك علينا من شىء، فذكرت ذلك للنبى ﷺ فقال "ليس لك عليه نفقة". فلم يعب ﷺ الثلاث مع الإجمال فيما بلغه من خبر الطلاق ولم يستفسر عن كيفيته، ولفظ البتة هنا مراد به الثلاث، وإلا لم تسقط نفقتها ولا سكناها. وأجيب برواية الزهرى هذا الخبر عن أبى سلمة وفيه ذكرت أنه طلقها آخر ثلاث تطليقات وبرواية الزهرى أيضًا عن عبيدالله بن عبدالله بن مسعود أن زوجها أرسل إليها بتطليقة كانت بقيت لها من طلاقها، فذكر الخبر وفيه. أن مروان أرسل إليها قبيصة بن ذؤيب فحدثته وذكر باقى الخبر، فكان هذا تفسيرًا لما فى الثلاث أوالبتة من الإجمال، وأن ذلك لم يكن مجموعًا، وأعل ابن حزم الرواية الثانية بالانقطاع، لعدم التصريح بالتحديث أو السماع، ويمكن أن يقال: إن ظاهرها الإتصال، لأنها فى حكم الرواية بها لمتعته ونحوها، فصلحت تفسيرًا للإجمال، وقال ابن حزم أيضًا: إن كلا الخبرين ليس فيهما أن النبى ﷺ أخبر بذلك،

ويمكن أن يقال: إن الأصل بيان السائل الثقة الورع لواقع أمره، وخاصة الصحابة مع النبى ﷺ وذلك لتطمئن النفس إلى موافقة الجواب للواقع، وعلى تقدير الاحتمال فى حديث فاطمة، فحمله على ما كان شائعًا كثيرًا، وهو إفراد الطلاق أولى من حمله على النادر وهو جمع الثلاث فى كلمة، ومنها حديث تلاعن عويمر وامرأته، وفيه أنه طلقها ثلاثًا بعد اللعان قبل أن يأمره النبى ﷺ فلو كان جمع الثلاث ممنوعًا لبين له النبى ﷺ أنه عاص بجمع الثلاث، وعلمه الطلاق المشروع.

وأجيب بأنه لما لم يصادف طلاقه محلاً لم ينكر عليه، فإنها صارت أجنبية منه لا تحل له أبدًا بتمام اللعان لا بالطلاق الثلاث وإلا لحلت له بعد أن تنكح زوجًا آخر، وقد أيد ذلك فيما سبق فى حديث محمود بن لبيد من إنكاره ﷺ على من طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعًا وبهذا يجمع بين خبرى الإنكار والسكوت بحمل أحدهما على طلاق صادف محلاً والآخر على ما إذا لم يصادف محلاً، وأما قول سهل: فأنفذه رسول الله ﷺ وقوله: فمضت السنة بعد فى المتلاعنين أن يفرق بينهما. فسيأتى الكلام عليه فى موضعه من المسألة الثانية.

ومنها حديث المرأة التى طلقها زوجها ثلاثًا، والأخرى التى بت زوجها طلاقها وقد تزوجت كلا منهما بعد ذلك ثم طلقت قبل أن يجامعها، وأرادت أن ترجع إلى زوجها الأول فقال النبى ﷺ "لا. حتى تذوقى عسيلته ويذوق عسيلتك" فدل عدم نقل الإنكار من النبى ﷺ طلاق الرجل امرأته ثلاثًا أو بت طلاقها على جواز الجمع بين الثلاث، إذ لو كان ممنوعًا لأنكره، ولو أنكره لنقل. أجيب أن اللفظ محتمل أن تكون الثلاث مجتمعة وأن تكون مفرقة، ولفظ البتة يعبر به عن الثلاث، وقد ثبت أن كلا منهما قد طلقها زوجها آخر ثلاث تطليقات، فليس فى ذلك دليل لجواز جمع الثلاث.

وأما الآثار: فمنها ما روى أن عمر رضى الله عنه استفتى فيمن طلق امرأته البتة، فاستحلفه عما أراد فحلف أنه أراد واحدة فردها إليه، ولم يقل له لو أردت ثلاثًا لعصيت ربك. وأجيب بأن عمر أنكر عليه بقوله: ما حملك على هذا، وبتلاوة قوله تعالى: (ولو أنهم فعلوا ما يوعظون به لكان خيرًا لهم وأشد تثبيتًا... الآية الكريمة من سورة النساء:٦٦) ورد الجواب بأنه أنكر عليه عدوله فى الطلاق عن اللفظ الصريح إلى لفظ مشكل محتمل وهو البتة.

ومنها أن عثمان لم ينكر على عبدالرحمن بن عوف طلاقه امرأته ثلاثًا.

ومنها أن أبا هريرة و ابن عباس و عبدالله بن عمر، وعائشة و عبدالله بن الزبير لم ينكروا على من استفتى فى طلاق الثلاث ولم يعيبوا عليه ذلك ولم يقل أحد منهم لمن استفتاه فى ذلك بئس ما صنعت، وما روى من إنكار ابن عباس وغيره من الصحابة على من طلق امرأته مائة أو ألفًا فإنما إنكاره لما زاد عما جعل إليه من الثلاث، وروى ما يوافق ذلك عن شريح والشعبى وغيرهما من التابعين (ص - من البحث) وقد يقال: يرد هذا ما روى عن عمر و ابن عمر و ابن عباس و عمران بن حصين أنهم أثموا من طلق ثلاثًا، وقالوا: إنه عصى ربه، وتوعدوا من يطلق ثلاثًا فى مجلس واحد بالأذى كما روى عنهم ذلك فيمن تجاوز الثلاث فى طلاقه، وإذًا فليس الإنكار خاصًا بما زاد على الثلاث (ص - من البحث)

وأما المعنى فإن الشرع قد جعل الطلاق إلى الزوج يمضى منه ما شاء ويبقى ما شاء، دون أن يكون عليه فى ذلك حرج، كما أنه لا يحرم عليه أن يعتق ما شاء من عبيده ويتصدق بما شاء من ماله، ويبقى من ذلك ما شاء بل له أن يأتى على ذلك كله، وأجيب بأن الأصل فيما ذكر أنه من القربات، فله أن يفعل من ذلك ما شاء ويؤجر عليه ما لم يضر بنفسه، بخلاف الطلاق فإن الأصل فيه الحظر لما تقدم، ولأنه أبغض الحلال إلى الله وقد شرع على صفة معينة، فينبغى التزامها فى إيقاعه.

المسألة الثانية: فيما يترتب على إيقاع الطلاق الثلاث بلفظ واحد وفيه مذاهب

المذهب الأول:

أنه يقع ثلاثًا، وهو مذهب جمهور العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم. وقد استدلوا لذلك بأدلة من الكتاب والسنة والآثار والإجماع والقياس.

أما الكتاب:

فمنه قوله تعالى: (الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان... الآية الكريمة من سورة البقرة:٢٢٩) فإنه يدل على أنه إذا قال الزوج لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، فى طهر لزمه اثنتان، وإذًا فيلزمه اثنتان إذا أوقعهما معًا فى كلمة واحدة (ص - من البحث) لأنه لم يفرق بين ذلك أحد، وأيضًا حكم الله بتحريمها عليه بعدالثالثة فى قوله: (فإن طلقها .... الآية) ولم يفرق أحد بين إيقاعها فى طهر أو أطهار، فوجب الحكم بإلزامه بالجميع على أى وجه أوقعه، مباح أو محظور، واعترض بأن المراد بالآية الطلاق المأذون فيه، وإيقاع الثلاث معًا غير مأذون فيه، فكيف يستدل بها فى الإلزام بطلاق وقع على غير الوجه المباح وهى لم تتضمنه؟

وأجيب بأنها دلت على الأمر بتفريق الطلاق، ولا مانع من دلالتها على الإلزام به من جهة أخرى إذا وقع على غير الوجه المأمور به.

واعترض أيضًا بأن قوله تعالى: (فطلقوهن لعدتهن) بين المراد من آية الاستدلال، وأن الطلاق إنما يكون للعدة، فمتى خالف ذلك لم يقع طلاقه.

وأجيب بأنا نثبت حكم كل من الآيتين فنثبت بآية (فطلقوهن لعدتهن) أن الطلاق المسنون ما كان للعدة، ونثبت بآية (الطلاق مرتان) أن من طلق لغير العدة

أو جمع بين الثلاث لزمه ما فعل، وبذلك نكون قد أخذنا بحكم كل من الآيتين، على أن آخر آية الطلاق للعدة وهو قوله تعالى: (وتلك حدود الله...الآية) يدل على وقوع الطلاق لغير العدة، فإنه لو لم يلزمه لم يكن ظالمًا لنفسه بإيقاعه ولا بطلاقه، كما أن قوله تعالى: (ومن يتق الله يجعل له مخرجًا... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ٢) يدل على ذلك، وسيأتي لهذا زيادة بيان في الدليل الثاني إن شاء الله.

واعترض أيضًا بأن الزوج لو وكل من يطلق طلاقًا مفرقًا على الأطهار فجمع الثلاث في طهر لم يقع لكونه غير مأمور به فكذا الزوج. وأجيب بالفرق بينهما، فإن الزوج يملك الطلاق الثلاث، وإيقاعه على غير الوجه المشروع لا يمنع من الزامه به كالظهار والردة، أما الوكيل فلا يملك من الطلاق إلا ما ملكه موكله ولا يملك إيقاعه إلا على الوجه الذي وصفه له موكله، إذ هو معبر عن موكله وتلزمه حقوق ما يوقعه (ص - من البحث) وسيأتي لهذا مزيد بحث.

واستدل أيضًا بعموم قوله تعالى في الآية: (أو تسريح بإحسان) على أنه يتناول إيقاع الثلاث دفعة، وأجيب عن وجوه الاستدلال بالآية:

أولاً : بأن تسريح المطلقة طلاقًا رجعيًا بإحسان تركها بلا مضارة لها حتى تنقضي عدتها، لا طلاقها مرة أخرى قبل رجعتها، وما روى مرفوعًا من تفسير التسريح بالإحسان بطلاقها الثالثة فمرسل.

ثانيًا : بأن من العلماء من فرق بين إيقاع الطلاق مفرقًا في طهر أو مجموعًا وبين إيقاعه مفرقًا في أطهار دون سبق رجعة، وإيقاعه مفرقًا في أطهار مع سبق كل برجعة، فدعوى عدم الفرق مخالفة للواقع.

ثالثًا : بأن الله جعل الطلاق إلى الزوج لكن على أن يوقعه مفرقًا مرة بعد مرة على صفة خاصة، ولم يشرع سبحانه إيقاع الطلاق ثلاثًا جملة حكمة في تشريعه ورحمة بعباده، فإيقاعه ثلاثًا مجموعة مخالف لأمر الله وشرعه، وأما قياس

الثلاث مجموعة على الظهار فيبطل قولكم ويثبت قول مخالفيكم، فإن الله لم يلزم المظاهر بما التزم من تحريم زوجته وجعلها كأمه أو أخته مثلاً بل لم تزل زوجته، وعاقبه بشيء آخر على جريمة الظهار هو الكفارة، فإذا أدى ما شرع من الكفارة حلت له مماستها، فمقتضى قياسكم أن لا يلزم بشيء من الثلاث ويعاقب بأمر آخر على جريمة الجمع بين الثلاث، وكذا القول في قياسكم جمع الثلاث على الردة، وإذا ليست الآية دليلاً على إلزام الثلاث أو الثنتين إذا وقعها مجموعة، بل تدل على خلافه.

ومنه قوله تعالى: (ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدري لعل الله يحدث بعد ذلك امرًا... الآية الكريمة من سورة الطلاق: ١) ومن طلق ثلاثًا مجموعة فقد تعدى حدود الله، لإيقاعه الطلاق على غير الوجه المشروع، وظلم نفسه بتعجله فيما كانت له فيه أناة، وحرمانه من رجعة زوجته، إذ لو لم يلزم بالثلاث من طلق ثلاثًا مجموعة لم يكن ظالمًا لنفسه ولا محرومًا من زوجته، لتمكنه من رجعتها.

ويؤيده أن ابن عباس أفتى بإلزام الثلاث من طلق ثلاثًا. وعاب على من جمع الثلاث ورماه بالحماقة، واستشهد بالآية، وأجيب بمنع دلالة الآية على الإلزام بالثلاث، لأن ركانة لما طلق امرأته ثلاثًا أمره النبي ﷺ أن يراجعها، وتلا هذه الآية، ولو كانت دليلاً على إلزام الثلاث من طلق ثلاثًا مجموعة لما استدل بها ﷺ، وستأتي مناقشة حديث ركانة.

وكما روى عن ابن عباس الإلزام بالثلاث والاستشهاد بالآية روى عنه اعتبارها واحدة (ص - من البحث)

ويمكن أن يقال: يحمل تعدى حدود الله في الآية وظلم المطلق لنفسه على الطلاق لغير العدة وإخراج الزوج مطلقته طلاقًا رجعيًا من بيتها الذي كانت